رجسٹرڈ

سلسلہ مطبوعاتِ صوفی نمبر (۶)

سیر الصحابہ رضی اللہ

جلد اول جزء المہاجرین

از

حضرت مولینا سعید انصاری

جسکو باخذ جملہ حقوق

صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاؤالدین پنجاب نے

باہتمام

ملک محمد الدین صاحب مینجنگ ڈائرکٹر چھپوا کر شایع کیا

فہرست مضامین

سیر الصحابہؓ

جلد اوّل

جزء المہاجرین

اسمین ایک بسیط مقدمہ ہی، جو فنِ روایت و رجال کے ارتقاء تاریخی اور نقد و تبصرہ پر
مشتمل ہے، اوسکے بعد مہاجرین اولین مین سے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی
مفصل سوانح عمریان ہین، اور اس صحت کیساتھ لکھی گئی ہین، جو کتب حدیث کی صحت کی آخری حد ہے

از

حضرت مولٰنا سعید انصاری

سابق رفیق دار المصنفین اعظم گڈھ رکن جمعیۃ آداب اللغۃ العربیۃ لندن،
رکن جمعیۃ العلمائے صوبہ متحدہ، ممتحن علوم مشرقیہ جامعہ الہ آباد،

مصنف

سیر الصحابیات، ملتقط جامع التاویل لمحکم التنزیل وغیرہ،

باخذ جملہ حقوق صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹیڈ پنڈی بہاؤ الدین پنجاب نے
ملک محمد الدین عفاء منیجنگ ڈائرکٹر
اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور کے گیلانی مین چھپوائی
باہتمام منشی محمد لطیف خان پرنٹر

صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاؤالدین پنجاب

ڈائرکٹر صاحبان

(۱) ڈاکٹر شیخ محمد عالم صاحب بی اے آکسن ایل ایل ڈی بیرسٹرایٹ لا لاہور،

(۲) شیخ محمد ممتاز صاحب فاروقی بیرسٹرایٹ لا گجرات،

(۳) سردار محمد عبداللہ خان صاحب افسر خزانہ بغداد شریف،

(۴) جناب رحمت علیخان صاحب پریزیڈنٹ مسلم ایسوسی ایشن آف امریکہ کیلی فورنیا،

(۵) ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر رسالہ صوفی پنڈی بہاؤالدین مینجنگ ڈائرکٹر،

حصہ داران

(۱) حضرت سجادہ نشین صاحب جلالپور شریف (۲) بابو دیالداس صاحب کھیجہ ہیڈکلرک سپلائی ٹرانسپورٹ بوشہر ایران (۳) کپتان جمال الدین صاحب بہادر آئی-ایم-ایس آگرہ (۴) جمعدار عطا محمد صاحب ساکن بھورہ حال ۱/۱۲ فرانٹیر فورس علی پور (۵) ایم-ایم اسلم خانصاحب پیٹرس ہوس کالج کیمبرج (۶) صوفی اسلامیہ سکول پنڈی بہاؤالدین (۷) چودھری عالم دین صاحب آف سہنہ انسپکٹر ڈاکخانجات ورالائی بلوچستان (۸) شیخ محمد ممتاز صاحب فاروقی بیرسٹرایٹ لا گجرات (۹) ڈاکٹر شیخ محمد عالم صاحب بیرسٹرایٹ لا، لاہور (۱۰) پروفیسر شیخ محمد جمیل صاحب اوریسیر کنوڈ جی-آئی-پی ریلوے (۱۱) رحمت علی خانصاحب پریزیڈنٹ مسلم ایسوسی ایشن آف امریکہ (۱۲) ایک خاتون معرفت ایڈیٹر صاحب صوفی (۱۳) ملک محمد اکرم خانصاحب زمیندار پنڈی بہاؤالدین (۱۴) بابو معراج الدین صاحب کلرک لوکو سپرنٹنڈنٹ آفس یوگنڈا ریلوے کاینڈا ان ممباسہ (۱۵) شیخ محمد بلال صاحب شام چوراسی ضلع ہوشیارپور (۱۶) محمد عبدالستار صاحب جنرل مرچنٹ لداخ (۱۷) ڈاکٹر عبدالواحد صاحب پاپولر ڈسپنسری سرینگر کشمیر (۱۸) باغ دین صاحب یوبا یونائیٹڈ اسٹیٹ امریکہ (۱۹) نورالدین صاحب براڈرک امریکہ (۲۰) فوجدار خانصاحب براڈرک امریکہ (۲۱) ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر صوفی (۲۲) پیر بخش ولد فیض محمد صاحب براڈرک یونائیٹڈ اسٹیٹ امریکہ (۲۳) سردار محمد عبداللہ خانصاحب بہادر لوکل انسپکٹر آفیسر آف اکونٹس بصرہ (۲۴) مولانا

محمد محی الدین صاحب ریٹائرڈ چیف جسٹس ہائی کورٹ دکن حال دہلی (۲۵) ڈاکٹر عبدالرشید صاحب
خلف الرشید جنگو میان صاحب ایچ۔ بی۔ بلگام والہ۔ ہوبلی دہاڑوار (۲۶) نور محمد عبداللہ صاحب گھناسوالی
ہوس میسن واڈر ونڈ بمبئی ۳ (۲۷) اہلیہ خانصاحب نصیر احمد خان صاحب معرفت تحصیلدار صاحب موگہ
(۲۸) صدیق احمد خانصاحب ایچ۔ پی۔ یو معرفت تحصیلدار صاحب موگہ (۲۹) مولوی محمد حسین صاحب
خوشنویس عادلگڑھ ضلع گوجرانوالہ (۳۰) منشی وہاب بیگ صاحب سپروائزر جی۔ آئی۔ پی ریلوے
بھوساول (۳۱) بیگم صاحبزادہ آباد احمد خانصاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس آفتاب منزل علی گڈھ
(۳۲) منشی نواب علی خان صاحب ٹھیکہ دار نام پلی دیوی باغ حیدرآباد دکن (۳۳) محمد خان شنوائی
صاحب براڈرک امریکہ (۳۴) جناب محمد ابراہیم صاحب کاکازئی آنریری مجسٹریٹ میرپور خاص سندھ
(۳۵) مہرالدین صاحب ولد بدر بخش صاحب براڈرک امریکہ (۳۶) جلال الدین خانصاحب میریاسولا
کیلی فورنیا امریکہ (۳۷) چراغ دین خانصاحب میریاسولا کیلی فورنیا امریکہ (۳۸) محمد عظیم منشی صاحب
منگلباری اسٹیٹ دارجیلنگ (۳۹) حاجی محی الدین صاحب کھرا پورہ کامبٹی (۴۰) مولوی محمد حسین
صاحب کیلی فورنیا امریکہ (۴۱) احمد محی الدین صاحب ولد محمد عثمان صاحب محرر رجسٹری کلکٹر ضلع اورنگ
آباد دکن (۴۲) علی محمد صاحب ولد یعقوب علی صاحب موضع آمووال ضلع جالندھر (۴۳) فتح دین
صاحب براڈرک امریکہ (۴۴) خان غلام سرور خانصاحب ہیڈ کنسٹبل تھانہ کاہالڑہ ضلع لاہور
(۴۵) چودھری محمد عبداللہ خان صاحب گڈس سپروائزر بغداد غربی (۴۶) منشی بوٹے خان
صاحب ہیڈ کنسٹبل تھانہ کاہالڑہ ضلع لاہور، (۴۷) پیر بخش صاحب ولد فیض محمد صاحب براڈرک
امریکہ (۴۸) ڈاکٹر شیخ محمد اسحاق صاحب سینیئر سب اسسٹنٹ سرجن درجہ اول ریٹائرڈ ساگر چھاؤنی
(۴۹) حضرت پیر باوا میاں صاحب بلسار ضلع سورت (۵۰) عبداللہ خاں صاحب براڈرک
امریکہ (۵۱) بابو ولی محمد خاں صاحب آئیل ڈلیوری کلرک جنرل سٹورز مغلپورہ لاہور (۵۲)
مرزا شاہ محمد صاحب مغل کیانی چک ۶۸ع جنوبی ڈاکخانہ کوٹ مومن ضلع شاہپور (۵۳)
مرزا ظفر حسین بیگ صاحب چک مذکور ضلع شاہپور (۵۴) مولوی فتح محمد صاحب امام پلٹن ۱/۱۴
پنجاب رجمنٹ ساگر چھاؤنی (۵۵) خاں صاحب ڈاکٹر جہان خاں صاحب سب اسسٹنٹ سرجن،

انچارج پورٹ کیمپ ڈسپینسری مارگل بصرہ عراق (۵۶) مولوی عبدالحکیم خاں صاحب گارڈ بہاول نگر (۵۷) ڈاکٹر غلام نبی خاں صاحب براڈرک امریکہ (۵۸) چوہدری ولایت حسین صاحب ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ (۵۹) عنایت خاں صاحب سیکرے منٹو کیلے فورنیا امریکہ۔
(۶۰) صوبیدار خاں صاحب ڈاکٹر امام علی خاں صاحب محمد پور ضلع اعظم گڈھ (۶۱) ولی محمد صاحب ولد یعقوب علی صاحب موضع ہری پور ڈاکخانہ کوٹ باول خاں ضلع جالندھر (۶۲) فضل الٰہی صاحب خواجہ جھتہ معرفت میسرز محمد امین برادرس پوسٹنہ ڈھاکہ (۶۳) چوہدری محمد مکرم الدین صاحب سروے انسپکٹر بصرہ (۶۴) بیگم صاحبہ شیخ محمد نصیر الدین صاحب مرحوم ڈسٹرکٹ جج (والدہ شیخ محمد ممتاز صاحب فاروقی) گجرات (۶۵) نذیر احمد صاحب سرویرے پارٹی سروے آف انڈیا بنگلور (۶۶) منشی خاں صاحب سیکریمنٹو کیلی فورنیا امریکہ (۶۷) نعمت خاں صاحب ساکن گڈھ شنکر ضلع ہوشیار پور حال وارد امریکہ (۶۸) تاجر عبدالحق صاحب ولد مولوی میاں محمد صاحب ساکن پٹڑی ضلع ہزارہ حال موکھاں ڈاکخانہ ہمالن برہما (۶۹) علی محمد ایوب صاحب سوداگر صدر بازار ساگر۔
(۷۰) صالح حسین صاحب خلف الرشید ایس۔ایم وزیر علی صاحب پنشنر وزمیندار چونگنا ڈسٹرکٹ موبن لوٹر برہما۔

خاکسار

سلطان علی منیجر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی قد رفضلہ والصلوٰۃ علیٰ سیدنا محمد ن المصطفیٰ الذی قوض ارکان الرذیلۃ، وتمم مکارم الاخلاق وعلیٰ الہ وصحبہ الناھجین بنھجہ، المقتفین اثرہ،

سیر الصحابہ کی تالیف کی ضرورت

انبیاء ورسل کی بعثت کا مقصد تہذیبِ نفوس وتزکیۂ اخلاق ہے، اور اس مقصد مین خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلعم کو جو کامیابی حاصل ہوئی، اوس کی نظیر نبوت ورسالت کی تاریخ مین نہین ملسکتی، علم وعمل عالمِ کائنات کا اصلی عنصر ہین، اور اونکے ترکیب وامتزاج کے بغیر مادہ کی تمام طلسم آرائیان نقش برآب ہین، لیکن اگر ادیان ومذاہب کی تعلیمات کا مطالعہ کرو تو وہ تمکو دو متبائن حقیقتین نظر آئین گی، ...

خلوت زارِ وحدت، یوسفستانِ صداقت، مریم کدۂ عصمت، اگرچہ ادبیاتِ مشرق کی روحِ رواں ہین، تاہم اونکی تصویر عالمِ خیال کے سوا کہین نظر نہین آتی، حمورابی، زردشت، بدھ، اور کنفوشیوس کی خیال آرائیان، نکتہ آفرینی اور بلند پروازی کی آخری معراج ہے، لیکن دنیا کو اونکی عملی حیثیت معلوم نہین، ارسطو کی کتاب، فلسفۂ اخلاق کے تمام رموز واسرار کو بے نقاب کردیتی ہے، لیکن کیا اوس نے کبھی تہذیبِ اخلاق وتکمیلِ انسانیت کا عظیم الشان فریضہ انجام دیا ہے؟

عملی حیثیت ایک طرف، کیا علمی حیثیت سے بھی یہ چیزین مکمل تسلیم کیجاسکتی ہین؟ رحم وکرم،

حلم وعفو، صبر وتحمل کے نظریات بلاشبہہ انسان کی قوتِ تخیلہ پر اثر ڈالتے ہین، اور اوسکے شاعرانہ جذبات مین دفعۃً ہیجان پیدا ہوجاتا ہے، تاہم یہ اخلاق کے خیالی اجزار ہین، جنکو عالم کی نشو ونما، ترقی و تنزل، عروج وزوال مین کچھ دخل نہین، اخلاق کے ڈیموقراطی اجزار وہ ہین، جنکا تعلق عمل سے ہے، یہی وہ عظیم الشان طاقت ہے جو چہرۂ کائنات کا آب ورنگ، اور عالمِ مادیات کا چشم و چراغ ہے،

اسلام نے تزکیۂ نفوس کا جو طریقہ اختیار کیا، اوسمین علم وعمل دونون کی طاقتین شریک تھین، اوسکا علمی پہلو قرآن مجید اور احادیثِ نبوی کے نورانی صفحات مین نظر آتا تھا، اور عملی پہلو کو شارع علیہ السلام کے اعمالِ طاہرہ بے نقاب کرتے تھے، لیکن اسلام کی صرف یہی خصوصیت نہین کہ وہ نظری حیثیت سے علم وعمل کا جامع تھا، بلکہ اوسکا اصلی معجزہ یہ ہے کہ آنحضرت (صلعم) جس تعلیم کے منظرِ حقیقی تھے، صحابۂ کرام کو بھی اوسکا مجسم پیکر بنادیا، اس بنار پر اگر آج ہم تعلیمات اسلام کی عملی تصویر دیکھنا چاہین تو جناب رسول اللہ (صلعم) کی سیرۃِ مبارک کے علاوہ اصحابِ پاک کے سوانحِ شریفہ مین بھی دیکھ سکتے ہین، اور ان آئینون مین بھی ہم کو وہی آفتابِ ہدایت منعکس نظر آسکتا ہے جو خود صاحبِ شریعت (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے آئینہ خانہ مین ضیا افگن تھا،

اسی بنار پر علمائے اسلام نے سیرتِ نبوی کے ساتھ ساتھ سیر الصحابہ پر بھی توجہ کی اور کم و بیش ۱۳ ہزار صحابہ کے حالات قلمبند فرمائے،

مذہبی حیثیت سے سیر الصحابہ کی ضرورت

قدیم زمانہ مین سیرت وسوانح کا فن علمی حیثیت سے ضروری خیال کیا جاتا تھا لیکن آج مذہبی حیثیت سے بھی اوسکی شدید ضرورت ہے، مسلمانون مین مذہب کا اثر روز بروز کم ہوتا جاتا ہے،

مذہبی روایات افسانۂ پارینہ بن گئے ہین، الحاد اور مادہ پرستی کے سیلاب نے جذباتِ ملی کی بنیاد کو متزلزل کر دیا ہے، جس سے قوم تنزل وانحطاط کے غارِ عمیق مین گر گئی ہے، ایسی حالت مین بزرگانِ سلف اور خصوصًا صحابۂ کرام کے کارنامون سے بڑھ کر ہمارے لیے کون چیز مفید و کار آمد ہو سکتی ہے؟

سیر الصحابہ کی ضرورت علمی حیثیت سے

لیکن یہ مسلمانون کی سخت بدقسمتی ہے کہ صحابۂ کرام کے حالات مین کوئی صحیح کتاب موجود نہین، اور اس باب مین سوانح نگارون کو جو فرض ادا کرنا چاہیے تھا، اونھون نے اوسکا عشر عشیر بھی نہین ادا کیا، آغازِ اسلام مین سیاسی مصالح کی بنا پر جو حدیثین وضع کی گئی تھین، علما اونکو خصوصیت سے پیش نظر رکھتے تھے، اور اونکی تنقید کرتے تھے، کیونکہ آنحضرت صلعم پر جھوٹ بولنے کی احادیث مین ممانعت آئی ہے، نیز یہ لوگ مسلمان ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلعم کے اخلاق پر حملہ کرنے کی جرأت نہین کر سکتے تھے، کہ ایسا کرنا اسلام سے دست بردار ہونا تھا، لیکن صحابہ کی حالت اس سے مختلف تھی، اونمین بہت سے بزرگ تھے جنکا دامن اوس زمانہ کی سیاست سے اُلجھا ہوا تھا، اس بنا پر جب فرقہ بندی کی ابتداء ہوئی، اور ایک فریق نے دوسرے فریق کی منقصت مین احادیث وضع کین تو اون صحابہ پر خصوصیت کے ساتھ طعن و تشنیع کی گئی جو ان انقلابات کے روح رووان تھے، یا جنکو اون سے کسی حد تک تعلق تھا، اسطرح صحابہ کے مناقب یا مثالب عالم وجود مین آئے، اور اونکی آیندہ چلکر یہ کثرت ہوئی کہ نقل و روایت کا سرچشمہ، موضوعات کے خس وخاشاک سے مکدر ہو گیا، علمائے اسلام نے صحابہ کے حالات مین جو کتابین لکھین، اونمین ان روایات کو بجنسہ نقل کر دیا، اور جرح و نقد کی زحمت نہین گوارا کی، اسکا یہ اثر ہوا کہ آج صحابہ کے متعلق جو ذخیرۂ معلومات موجود ہے، اوس سے اون پر مختلف قسم کے اخلاقی اعتراضات وارد ہوتے ہین۔

یہ نہایت افسوسناک امر ہے کہ جو لوگ انوارِ ازل کے روشن ضمیر، گنجینۂ اسرار کے خازن، قرآن کے نقش پرداز، حدیث کے مصحفِ ناطق، دیوانخانۂ نبوی کے دبیر، جانِ صدق، پیکرِ یقین، روانِ ایمان، صورتِ دین، خلاصۂ کائنات، اور عصارۂ حکمنات تھے، اونکے حالات اسقدر مشتبہ ہین کہ پڑھنے والے کو قدم قدم پر سوءِ ظن پیدا ہوتا ہے،

مین اس حالت سے ناواقف نہ تھا، خصوصاً جب مین یہ دیکھتا تھا کہ ملک کے بعض بلندپایہ مصنفین نے صحابہ کے حالات مین جو کتابین لکھی ہین، اونمین یہ بزمِ الٰہی، اور مجمعِ نورانی، شبستانِ معصیت نظر آتا ہے، تو شدت کے ساتھ ایک مستند کتاب کی ضرورت محسوس ہوتی تھی، لیکن کام کی اہمیت، اور عظمت کا تخیل مانع آتا تھا،

صحابہ کے حالات مین جسقدر کتابین لکھی گیئن، اور اونمین سے جو آج موجود ہین، وہ اسقدر مبسوط اور ضخیم ہین کہ صرف اونہی کو پیشِ نظر رکھ کر کئی جلدون مین ایک دلچسپ کتاب لکھی جا سکتی ہے، اونکے علاوہ اگر کتبِ احادیث تک مطالعہ کو وسعت دی جائے تو کتاب کا حجم اضعافاً مضاعفہ ہو سکتا ہے، لیکن یہان کمیت کا سوال نہین، اصلی سوال کیفیت کا ہے، ضخامت اور حجم سے زیادہ قابلِ توجہ چیز موادِ صالح کا فراہم کرنا ہے، اسلیے احادیث اور رجال کی کتابین پڑھ کر موجودہ مذاق کے مطابق واقعات کا انتخاب، روایتون کی تحقیق و تنقید، علل و اسباب کی جستجو، موضوعات وضعاف کا رد، یہ اور اسی قسم کی سیکڑون باتون کا لحاظ، یقیناً ایک شخص کا کام نہین، اسکے لیے ایک مستقل مجلسِ تصنیف کی ضرورت ہے،

لیکن یہ سعادتِ عظمےٰ ازل سے تنہا میرے لیے مقدر ہو چکی تھی، اس لیے جب قرعۂ انتخاب

میرے نام پڑا تو تسلیم کی گردن خم کردی، اور صحابۂ کرام کے آستانہ پر حاضر ہو گیا،

مین نے اس کتاب مین جو سعی و کوشش، محنت و کاوش، اور جد و جہد کی ہے اوسکا صحیح اندازہ تو ناظرین کو مطالعہ کے وقت ہو گا، لیکن یہان نتیجہ کے طور پر اسقدر کہنا چاہتا ہون کہ اس کی وجہ سے بہت سی ایسی روایات کا قلع قمع ہو گیا ہے جو صدہا سال سے اسلام، پیغمبر اسلام، اور صحابۂ کرام کے متعلق مختلف قسم کی غلط فہمیان پیدا کرنے کا باعث تھین، اور جو آج بھی علمائے یورپ کو اسلام پر خندہ زنی کرنے کے لیے بے قرار رکھتی ہین، امید ہے کہ تنقید کا ابر دریا بار، تعصبات کے آتشکدہ کو سرد کر دے گا!

صحابہ کے حالات شروع کرنے سے قبل مقدمہ کے طور پر بعض چیزون کا تذکرہ نہایت ضروری ہے، تا کہ یہ معلوم ہو کہ سیر الصحابہ کا جو ذخیرہ ہمارے پاس موجود ہے، وہ کہانتک معتبر و مستند خیال کیا جا سکتا ہے؟ اونکے حالات مین کن خاص باتون کے رعایت کرنے کی ضرورت ہے؟ وہ کیا نازک اور لطیف چیزین تھین جن کو قدما نے نظر انداز کر دیا؟ اور ہم آج قدما کے ذخیرہ سے کس حد تک فائدہ اوٹھا سکتے ہین؟

رجال کی ابتدا

قرآن اور حدیث کی طرح رجال کا سنگ بنیاد بھی عہد نبوت مین رکھا گیا، چنانچہ صحیح بخاری کتاب الجہاد[1] مین ہے کہ ایکمرتبہ آنحضرت صلعم نے حکم دیا،

---

[1] بخاری باب کتابۃ الامام الناس،

اکتبوا لی من تلفظ بالاسلام من الناس — جو لوگ اسوقت تک اسلام لا چکے ہین اونکے نام قلمبند کرو

چنانچہ پندرہ سو (۱۵۰۰) صحابہ کے نام دفتر مین درج کیے گئے، اگرچہ حدیث مین اسکی تصریح نہین کہ یہ حکم کس موقع پر دیا گیا تھا؟ تاہم بخاری کی دوسری روایت مین ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر ۱۵۰۰ شخص ہمرکاب تھے[۱] اسی بناء پر محدث داؤدی نے اسکو حدیبیہ کا واقعہ قرار دیا ہے، حدیبیہ ذوالقعدہ سنہ ۶ھ مین پیش آیا تھا، اسلیے اسماء الرجال کی ابتداء اسی سنہ سے سمجھنی چاہیے،

روایت کی ابتداء

یہ دفتر صرف صحابہ کے نامون پر مشتمل تھا، اسمین حالات نہ تھے، آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد حالات لکھنے کے اسباب بھی جمع ہو گئے، یعنی فنِ روایت کی ابتداء ہوئی، اور احادیث کی نشر و اشاعت کا سامان پیدا ہوا، سب سے پہلے اس مقدس کام کی ابتداء حضرت ابوبکر رضؓ نے کی، اور اونکے بعد حضرت عمر رضؓ نے اوسکو معراجِ کمال تک پہونچا دیا، صحابہ مین جو لوگ امام اور مجتہد کہلاتے ہین مثلاً عبداللہ ابن مسعود رضؓ، زید بن ثابت رضؓ، عبداللہ بن عمر رضؓ، عبداللہ بن عباس رضؓ، سب اونہی کے تربیت یافتہ تھے،

حضرت عمر رضؓ کے بعد حضرت عائشہ رضؓ، زید بن ثابت رضؓ، ابوہریرہ رضؓ، جابر بن عبداللہ رضؓ، ابوسعید خدری رضؓ، اور عبداللہ بن عمر رضؓ فن روایت کے امام ہوے، اور مدینہ منورہ دارالحدیث بن گیا،

حضرت عمر رضؓ نے چند صحابہ کو سلطنت کے دوسرے صوبون مین تعلیم کی غرض سے روانہ فرمایا تھا، چنانچہ ابن مسعود رضؓ کوفہ مین، معاذ بن جبل رضؓ حمص مین، ابوالدرداء رضؓ دمشق مین، عمران بن حصین رضؓ

---

[۱] بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ مین حضرت جابر کی حدیث،

اور انس بن مالک رض بصرہ مین مقیم تھے، اسکے علاوہ عبداللہ بن عباس رض نے مکہ مین، اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رض نے مصر مین سکونت اختیار فرمائی تھی، ان بزرگون کے فیض تربیت سے یہ تمام مقامات حدیث و روایت کا مخزن بن گئے،

سلسلۂ روایات

صحابہ سے لوگون نے جو حدیثین حاصل کین، اون سے مختلف سلسلے پیدا ہوئے، جنھون نے آگے چلکر یہ وسعت حاصل کی کہ مراکو سے لیکر ہندوستان تک اونکے دائرہ کے اندر آگیا، یہ سلسلے چونکہ مختلف شہرون مین پیدا ہوئے تھے اسلیے ہم اون شہرون کے ضمن مین انکا تذکرہ کرتے ہین،

مدینۂ منورہ

حضرت عائشہ رض کا حلقۂ درس

مدینۂ منورہ مین سب سے بڑا حلقۂ درس حضرت عائشہ رض کا تھا، حضرت عائشہ رض ام المومنین اور حضرت ابوبکر رض خلیفۂ اول کی صاحبزادی تھین، اونکا یہ درجہ ہے کہ قرآن مجید مین اونکے متعلق آیتین نازل ہوئین، مسروق جب اون سے حدیث روایت کرتے تو ان الفاظ مین اونکا نام لیتے تھے، "صدیقہ بنت صدیق، محبوبۂ رسول اللہ، سات آسمانون کے اوپر سے بری کی ہوئی" علمی حیثیت سے وہ حضرت عمر رض، حضرت علی رض اور ابن مسعود رض کے سوا تمام صحابہ پر عام فوقیت رکھتی تھین، اور بڑے بڑے صحابہ اون سے مسائل دریافت کرتے تھے، حضرت ابوموسی اشعری رض فرماتے ہین کہ صحابہ کے سامنے جب کوئی مشکل مسئلہ آتا تو حضرت عائشہ رض اوسکو حل کرتی تھین،

حضرت عائشہ کے تلامذہ

حضرت عائشہ رض سے اگرچہ تمام اکابر تابعین نے روایت کی ہے تاہم قاسم، عروہ، عمرہ سے

بڑھکر اونکی روایات کا کوئی عالم نہ تھا،

قاسم

قاسم :۔ حضرت ابو بکر رض کے پوتے، اور حضرت عائشہ رض کے بھتیجے تھے، صورت مین حضرت ابوبکر رض سے مشابہ تھے، اور علمی حیثیت سے اونکا یہ رتبہ تھا کہ یحییٰ بن سعید نے مدینہ مین اون سے بڑھکر کوئی شخص نہین دیکھا، امام مالک کا قول تھا کہ وہ اس امت کے فقیہ ہین، صحیح بخاری مین سفیان بن عیینہ کے اونکی نسبت یہ الفاظ مروی ہین[۱] کان افضل اھل زمانہ (وہ اپنے زمانہ مین سب سے افضل تھے) حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے تھے کہ اگر میرا قابو ہوتا تو خلیفہ انہی کو بناتا! حضرت قاسم سے دو نسو حدیثین منقول ہین، اونکی روایت کے دو مستند سلسلے ہین، پہلا سلسلہ اونکے صاحبزادے عبدالرحمن سے چلا ہے، وہ اس درجہ کے شخص تھے کہ بخاری مین اونکے متعلق ابن عیینہ کا یہ قول نقل کیا ہے، کان افضل اھل زمانہ[۲] ! دوسرا سلسلہ عبید اللہ بن عمر سے ہے، یہ ایسا زرین سلسلہ ہے کہ یحییٰ بن معین فرماتے تھے "یہ سند سونا ہے جس پر موتی جڑ دیے گئے ہین" عبید اللہ، حفص بن عاصم کے پوتے ہین، عاصم حضرت عمر رض کے صاحبزادے تھے، عبید اللہ مدینہ کے فقہاء سبعہ مین شمار ہوتے ہین،

عروہ

عروہ :۔ حضرت عائشہ رض کے بھانجے، اور حضرت زبیر رض کے صاحبزادے تھے، حضرت زبیر رض آنحضرت صلعم کے پھوپھی زاد بھائی تھے، عروہ عقلاء اہل مدینہ مین ہین، حضرت عائشہ رض کے پاس اس التزام سے رہے اور اون سے اسقدر حدیثین حاصل کین کہ اونکا تمام علم عروہ کے اندر سمٹ آیا چنانچہ حضرت عائشہ رض کی وفات سے ۴-۵ برس قبل کہتے تھے کہ اگر اب یہ دنیا سے اوٹھ جائین تو مجھ کو کچھ غم نہوگا، مین نے اونکی تمام حدیثین حاصل کر لی ہین، عروہ مغازی وسیر کے بھی بہت بڑے

---

[۱] بخاری کتاب المناسک باب الطیب بعد رمی الجمار، [۲] ایضاً کتاب المناسک باب الطیب بعد رمی الجمار لیکن کتاب اللباس، باب ما وطئ من التصاویر مین یہ الفاظ آئے ہین وما بالمدینۃ یومئذٍ افضل منہ،

عالم تھے، اکابر صحابہ سیرت کے متعلق اون سے دریافت کرتے تھے، اونھون نے اس فن پر ایک تصنیف بھی کی تھی، لیکن آگ کے نذر کر دی کہ قرآن کے علاوہ کسی کتاب کی ضرورت نہین، ۹۴ھ ہجری مین انتقال کیا،

عمرہ

عمرۃ، حضرت عائشہؓ کی آغوش پروردہ، اور اونکی حدیثون کی اپنے زمانہ مین سب سے بڑی عالمہ تھین، حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے زمانۂ خلافت مین قاضی ابو بکر بن حزم کو خط لکھا کہ عمرہ کے مسائل اور روایات قلمبند کر کے بھیجدین، عمرہ کی مرویات خاص حیثیت رکھتی ہین، اون سے اکثر وہ حدیثین مروی ہین جو عقائد یا فقہ کے مہمات مسائل ہین، اسی لیے عمر بن عبد العزیز نے اونکی روایتون کے ساتھ زیادہ اعتنا کیا،

زید بن ثابت کا حلقۂ درس

دوسرا حلقۂ درس حضرت زید بن ثابت رضؓ کا تھا، جو کاتب وحی اور جامع قرآن تھے، اور فرائض کے فن مین تمام صحابہ مین اونکا جواب نہ تھا، وہ اون بزرگون مین تھے جنکو فتوے دینے کا منصب حاصل تھا، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضؓ کے زمانۂ خلافت مین وہ فتوے، فرائض اور قرات مین مرجع عام تھے، وہ جسوقت سوار ہوتے حضرت ابن عباس رضؓ رکاب تھامتے تھے، جس روز وفات کی اور لاش قبر مین رکھی گئی حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا علم یون جاتا ہے، آج علم کا بڑا حصہ مدفون ہوگیا، حضرت ابو ہریرہ رضؓ بولے آج امت کا عالم اوٹھ گیا،

خارجہ بن زید

حضرت زید رضؓ کی مرویات اونکے بیٹے خارجہ کے خزانۂ دماغ مین محفوظ تھین، وہ فقہائے سبعہ مین تھے، دنیا مین آج تک جن لوگون کا نام خارجہ رکھا گیا ہے یہ اون سب سے افضل تھے، جس روز وفات پائی حضرت عمر بن عبد العزیز نے کہا "خدا کی قسم! اسلام مین رخنہ پڑ گیا!" "خارجہ کے

علاوہ حضرت زید کے فیصلے سب سے زیادہ قبیصہ بن ذویب کو معلوم تھے، وہ مدینہ کے مشہور فقیہ گذرے ہین،

ابو ہریرہ کا حلقۂ درس

تیسرا حلقہ حضرت ابوہریرہ رض کا تھا، جو صحابہ مین سب سے زیادہ کثیر الروایۃ، اور حفاظِ حدیث کے آدم تھے، اون سے جسقدر حدیثین منقول ہین، تمام صحابہ کی روایتین ملکر بھی اوس تعداد کو پورا نہین کرسکتین، اون کے ۸۰۰ شاگرد تھے، حضرت ابوہریرہ رض اصحاب صفہ مین داخل تھے اور ہر وقت آستانہ نبوت پر حاضر رہتے تھے، اور صحابہ کو حاضری کا اتنا موقع نہین ملتا تھا،

سعید بن مسیب

حضرت ابوہریرہ رض کی حدیثین سب سے زیادہ سعید بن مسیب کے پاس تھین، جو اونکے داماد تھے، وہ حدیث، فقہ اور تعبیر رؤیا مین تمام تابعین سے افضل خیال کیے جاتے تھے، آنحضرت صلعم حضرت ابوبکر رض، عمر رض، عثمان رض، کے فیصلے اور احکام جسقدر اونکو معلوم تھے، کسی کو معلوم نہ تھے، امام علی بن مدینی فرماتے ہین کہ تابعین مین اون سے زیادہ کوئی شخص وسیع المعلومات نہ تھا سعید بن مسیب کے علاوہ ابوسلمہ، ابوصالح، ابن سیرین، اور طاؤس بھی حضرت ابوہریرہ کے خاص شاگردون مین تھے،

جابر کا حلقۂ درس

چوتھا حلقہ حضرت جابر رض بن عبداللہ کا تھا، وہ اپنے زمانہ مین مدینہ کی مسندِ افتا پر متمکن تھے، اونکا حلقہ خاص مسجد نبوی مین قائم تھا، جہان بیٹھ کر وہ حدیث روایت کیا کرتے تھے، اون سے سیکڑون حدیثین منقول ہین، مدینہ منورہ کے صحابہ مین سب سے آخر اُنہی نے وفات پائی، اُن کے تلامذہ مین محمد بن المنکدر کو خاص طور پر شہرت ہے،

ابن منکدر

ابوسعید خدری کا حلقۂ درس

پانچوان حلقہ حضرت ابوسعید خدری رض کا تھا، وہ صغار صحابہ مین سب سے بڑے فقیہ

تھے، حدیث و فتوے کی مجلس مدت تک اونکی ذات مبارک سے آباد رہی،

عبداللہ بن عمرؓ کا حلقۂ درس

چھٹا حلقہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا تھا، یہ خلیفۂ ثانی کے صاحبزادے تھے صحابۂ صغار مین زہد و تقویٰ اور فضل و کمال کے لحاظ سے انکا کوئی ہمسر نہ تھا، آنحضرت صلعم، نے حضرت حفصہؓ سے انکے متعلق فرمایا تھا کہ عبد اللہ صالح آدمی ہین، حضرت جابرؓ فرماتے ہین کہ ہم مین سے ہر شخص دنیا کی طرف مائل ہوا اور دنیا اوسکی طرف جھکی، لیکن ابن عمر مستثنیٰ ہین، اونھون نے ۶۰ برس تک احادیث کی اشاعت کی، اور فتوے دیے، اونکے اگرچہ بہت سے تلامذہ تھے تاہم سالم اور نافع زیادہ شہرت رکھتے ہین،

سالم

سالم:۔ حضرت ابن عمرؓ کے صاحبزادے اور فقہاے سبعہ مین داخل ہین، علمی حیثیت سے امام قاسم بن محمد کے ہمپایہ سمجھے جاتے تھے، امام **زہری** اونکے خاص شاگرد ہین، اور اونہی کی روایتین سب سے زیادہ مستند خیال کیجاتی ہین، امام احمد ابن حنبل اور اسحاق بن راہویہ کا قول ہے کہ یہ سلسلۂ سند الزہری عن سالم عن ابن عمر اصح الاسانید ہے،

نافع

نافع:۔ حضرت ابن عمرؓ کے غلام اور محدثین کے آقا تھے، وہ اس پایہ کے شخص تھے کہ حضرت ابن عمرؓ انکو خدا کا احسان فرمایا کرتے تھے، فن روایت مین امامت کا درجہ رکھتے ہین، حضرت عمر بن عبد العزیز نے انکو حدیث کی تعلیم دینے کے لیے مصر بھیجا، محدثین مین اس امر مین اختلاف ہے کہ نافع اور سالم مین کون افضل تھا؟ بعض لوگ نافع کو افضل اور بعض مساوی قرار دیتے ہین، لیکن اس سے کوئی انکار نہین کر سکتا، کہ روایت کے لحاظ سے وہ زیادہ مستند تھے، کیونکہ اونھون نے کبھی کسی روایت مین غلطی نہین کی، نافع کے شاگردون مین امام **مالک** کا خاص درجہ ہے، وہ مدینہ منورہ کے

مشہور محدث اور اہلِ سُنت کے دوسرے امام ہین، امام بخاری کا قول ہے کہ مالک عن نافع عن ابن عمر اصح الاسانید ہے، امام مالک کے علاوہ ایوب سختیانی اور عبد اللہ بن دینار بھی نافع کے ممتاز تلامذہ مین تھے،

کوفہ

ابن مسعودؓ کا حلقۂ درس

علمی حیثیت سے مدینہ منورہ کا ہمسر کوفہ تھا، وہان حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ مقیم تھے، جو صحابہ مین امامت کے درجہ پر فائز تھے، اور اسلام مین حضرت عمر رضؓ کے بعد اتنا بڑا امام اور مجتہد کوئی نہین پیدا ہوا، اونکو قرآن پر جسقدر عبور تھا اوسکی خود آنحضرت صلعم نے مدح فرمائی ہے، حضرت عمر رضؓ نے جب اونکو معلم اور وزیر بنا کر کوفہ بھیجا تو فرمان مین اونکے متعلق خاص طور سے یہ الفاظ لکھے، "وقد آثرتکم بعبد اللہ بن مسعود علی نفسی[1]" "اور مین نے عبد اللہ بن مسعود کو تمھارے پاس بھیجکر بڑا ایثار کیا ہے! ایک دفعہ اونکو حضرت عمر رضؓ نے دیکھا تو فرمایا کنیف ملئ علما[2]! ایک ظرف ہے جو علم سے لبریز ہے، حضرت ابن مسعود رضؓ سے بہت سی روایتین ہین، لیکن جو علقمہ، اسود، اور مسروق کے ذریعہ سے منقول ہین، زیادہ قابلِ اعتبار ہین،

علقمہ

علقمہ: حضرت ابن مسعودؓ کی حدیثون کے سب سے بڑے عالم تھے، ابو المثنی کا قول ہے کہ جس نے علقمہ کو دیکھا اوسکو ابن مسعود رضؓ کے دیکھنے کی ضرورت نہین، وہ سیرت، حالت اور ہیئت مین بالکل ابن مسعود کے مشابہ تھے، (ابن مسعود رضؓ، آنحضرت صلعم کے مشابہ تھے) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ اونکی نسبت فرماتے تھے کہ

---

[1] طبقات ابن سعد صفحہ ۱۱۱ ج ۳ قسم ۱ بسند صحیح، [2] ایضاً صفحہ ۱۱۰ بسند صحیح،

ما اقرء شیئاً الا وھو یقرءہ — جو کچھ مین پڑھ سکتا ہون یہ بھی پڑھ سکتے ہین،[۱]

ابو ظبیان کہتے ہین کہ مین نے متعدد صحابہ کو علقمہ سے مسائل دریافت کرتے ہوئے دیکھا، علقمہ کے حلقہ درس سے اگرچہ بہت سے لوگ فیضیاب ہوئے، تاہم شعبی خصوصیت سے قابل ذکر ہین، وہ علامۃ التابعین تھے، مشہور ہے کہ ۵۰۰ صحابہ کو دیکھا تھا، ابن عینیہ کا قول ہے کہ لوگ صحابہ کے بعد کہا کرتے تھے کہ تین شخص اپنے اپنے زمانہ مین سب پر فوقیت رکھتے ہین، ابن عباس رضٖ اپنے زمانہ مین، شعبی اپنے زمانہ مین اور ثوری اپنے زمانہ مین، اونکے اوپر محدثین کو یہ اعتماد ہے کہ اونکے مراسیل کو صحیح تسلیم کرتے ہین، مغازی پر اونکو اسقدر عبور تھا کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمر رضٖ نے اونکو رسول اللہ صلعم کے غزوات مبارک بیان کرتے دیکھا تو فرمایا "مین خود اون واقعات مین شریک رہا ہون تاہم یہ اونکو مجھ سے اچھا جانتے ہین" ۱۰۹ھ مین انتقال فرمایا، شعبی کے بعد علقمہ کے شاگردون مین ابراہیم نخعی ممتاز درجہ رکھتے تھے وہ روایت مین اسقدر محتاط تھے کہ حدیث کے صراف کہلاتے تھے،

اسود — اسود: حضرت ابن مسعود رضٖ کے دوسرے نامور شاگرد اسود بن یزید نخعی تھے، اونکے متعلق صحیح بخاری مین مذکور ہے کہ حضرت عائشہ اونکو خاص خاص باتین بتلاتی تھین، چنانچہ عبداللہ بن زبیر نے تعمیر کعبہ کے متعلق اونہی سے حدیث پوچھی تھی[۲] اونکی حدیثون کے متعلق عام طور پر اطمینان ظاہر کیا جاتا ہے

ابن سعد لکھتے ہین،

لہ احادیث صالحۃ! — اون سے صالح حدیثین مروی ہین،

۷۵ھ مین وفات پائی،

۱؎ بخاری کتاب المغازی باب قدوم الاشعریین واہل الیمن، ۲؎ ایضاً کتاب العلم باب من ترک بعض الاختیار مخافۃ ان یقصر فہم بعض الناس الخ

مسروق

مسروق :- حضرت ابن مسعود رض کے ایک ممتاز شاگرد مسروق تھے، افتاء کے فن مین وہ قاضی شریح پر ترجیح رکھتے ہین، اور حدیث مین بھی کمال حاصل کیا تھا، اون سے بھی صالح حدیثین منقول ہین،

بصرہ

کوفہ کا ہمسر بصرہ تھا، وہان حضرت عمران بن حصین رض اور حضرت انس بن مالک رض سکونت پذیر تھے، حضرت عمران بن حصین رض کبار صحابہ مین داخل ہین، حضرت عمر رض نے اونکو تعلیم دینے کیلیے بصرہ بھیجا تھا، حسن بصری اور ابن سیرین قسم کھا کھا کر کہتے تھے کہ بصرہ مین اون سے بڑھکر کوئی شخص نہین آیا، وہ روایت کم کرتے تھے،

حضرت انس کا حلقۂ درس

حضرت انس رض، رسول اللہ (صلعم) کے خادم خاص تھے، اور دس برس تک اونھون نے یہ خدمت انجام دی، وہ کثیر الروایۃ صحابی ہین، بصرہ مین جو صحابہ مقیم تھے اونمین سب سے آخر حضرت انس رض نے وفات پائی، مورق کو جبوقت اس حادثہ کی خبر ہوئی بولے آج نصف علم جاتا رہا! لوگون نے پوچھا کیونکر؟ کہا جب کوئی ہوا پرست حدیث کی مخالفت کرتا تو ہم کہتے چلو تمکو اوس شخص سے ملائین جسنے خود آنحضرت (صلعم) سے یہ حدیث سنی ہے، (اب یہ فقرہ کسی کے متعلق نہین کہا جاسکتا)

زہری

حضرت انس رض کے تلامذہ مین امام زہری اور ثابت بنانی کی روایتین قابل اعتماد ہین،

امام زہری کا تذکرہ اوپر گذر چکا،

ثابت

ثابت قصہ گو تھے، مگر حدیث مین معتبر مانے جاتے تھے، حماد بن سلمہ کا قول ہے، مین سنا کرتا تھا کہ قصہ گو احادیث کے حافظ نہین ہوتے، اسلیے مین احادیث کو اُولٹ پلٹ کر ثابت کے سامنے پیش کرتا تھا، لیکن وہ اونکو صحیح کر دیتے تھے، ثابت کے مستند راوی حماد بن سلمہ ہین، وہ بہت بڑے امام

تھے، لیکن اخیر عمر مین حافظہ خراب ہوگیا تھا، اسی بنا پر ابن عدی نے لکھا ہے کہ جب کوئی ثقہ اون سے روایت کرتا ہے تو حدیث درست ہوتی ہے،

حمص

معاذ بن جبل کا حلقۂ درس

حمص شام کا مشہور شہر ہے، حضرت معاذ بن جبل رضؓ کا قیام گاہ تھا، وہ فقہ کے اتنے بڑے عالم تھے کہ حضرت عمر رضؓ نے جابیہ کے خطبہ مین اونکی مدح فرمائی، حضرت عمر رضؓ اونکی اسقدر عزت کرتے تھے کہ جب لوگون نے اون سے خلیفہ بنانے کی درخواست کی تو فرمایا اگر معاذ زندہ ہوتے تو اونکو خلیفہ بناتا[۱]، ابومسلم خولانی حمص کی جامع مسجد مین آئے تو دیکھا ایک نوجوان بیچ مین ہے، اور ادہر اُدہر ۳۰ معمر صحابہ بیٹھے ہوئے ہین، جب کسی مسئلہ مین اختلاف ہوتا ہے تو نوجوان کی طرف رجوع کرتے ہین، ابومسلم نے دریافت کیا یہ کون شخص ہے؟ جواب ملا معاذ!

عبدالرحمان ابن غنم

حضرت معاذ رضؓ کی حدیثین عبدالرحمٰن بن غنم اشعری سے مروی ہین، جو شام کے سب سے بڑے فقیہ تھے، حضرت عمر رضؓ نے فقہ کی تعلیم اونکے سپرد کی تھی، چنانچہ شام کے تمام تابعی اونہی کے شاگرد ہین،

دمشق

ابودرداء کا حلقۂ درس

دمشق مین حضرت ابوالدرداء رضؓ رہتے تھے، جنھون نے آنحضرت (صلعم) کے زمانہ مین پورا قرآن حفظ کر لیا تھا، اونکے پیچھے اسقدر طلبہ چلتے تھے کہ موکب سلطانی کا دھوکا ہوتا تھا،

---

[۱] مسند صفحہ ۱۸ جلد ا بسند صحیح،

مکہ

ابن عباس کا حلقۂ درس

حضرت ابن عباس رض کا مستقر مکہ تھا، وہ آنحضرت (صلعم) کے ابن عم تھے اور تبحر علمی کی بنا پر حبر اور بحر کہلاتے تھے، حضرت ابن مسعود رض فرماتے تھے کہ وہ قرآن کے اچھے مفسر ہین، عروہ کا قول تھا کہ مین نے اونکا مثل نہین دیکھا، حضرت عائشہ رض فرماتی تھین وہ مناسک حج کے سب سے بڑے عالم ہین، اون سے نہایت کثرت سے روایتین ہین، لیکن جو سعید بن جبیر سے منقول ہین زیادہ صحیح ہین،

سعید ابن جبیر

مصر

عبداللہ ابن عمرو ابن عاص کا حلقۂ درس

مصر مین حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رض آخری زمانہ مین مقیم ہوگئے تھے، اونکو صحابہ مین یہ خصوصیت حاصل ہے کہ انھون نے آنحضرت (صلعم) کے زمانہ مین حدیث کی ایک کتاب مدون کی[1]، حضرت ابوہریرہ رض حافظ الحدیث ہونے کے باوجود انکی علمی جلالت کے معترف تھے،

ان سلسلون کے علاوہ دنیائے اسلام مین اور بھی بہت سے سلسلے ہین تاہم چونکہ رتبہ مین فروتر ہین اسلیے اونکو قلم انداز کیا جاتا ہے، یہان صرف اون لوگون کا تذکرہ مقصود ہے، جو امامت کا درجہ رکھتے تھے، اور جو عموماً صحیح حدیثون کا ماخذ تسلیم کیے گئے ہین،

ایک ضروری نکتہ

یہان پر یہ بات لحاظ کرنے کے قابل ہے کہ ہم نے امام کے لفظ کو خاص معنے مین استعمال کیا ہے، ہمارے نزدیک امام وہ ہے جو علوم اسلامیہ کا ماہر، ثقاہت سے متصف، اور تدلیس وغیرہ کے عیوب سے مبرا ہو، اس بنا پر شعبہ بن الحجاج، یحییٰ بن معین، یحییٰ بن سعید القطان، مالک بن انس، احمد بن حنبل، ابوداؤد سجستانی، محمد بن اسماعیل بخاری، مسلم بن الحجاج امام ہین، اور حسن بصری، عبیدہ سلمانی، حارث اعور، قاضی شریح، مجاہد، سماک، اعمش، سفیان ثوری، ابن عیینہ، جعفر صادق، امام نہین،

[1] صحیح بخاری کتاب علم باب کتابة العلم،

تصنیفات کا دور

علماء کے ۳ طبقے

گذشتہ سلسلون سے جو روایات منقول ہوئین، اب اونکی تدوین و ترتیب کا وقت آیا اور علمائے اسلام ۳ طبقون مین منقسم ہوگئے، (۱) پہلا طبقہ **اصحابِ مغازی** کا تھا، جو آگے چلکر مورخین کہلائے، یہ لوگ روایات کی جمع و ترتیب، سیرت کے انداز پر کرتے تھے، انکو واقعات کی صحت وسقم سے بحث نہین ہوتی تھی، بلکہ صرف استقصار مدنظر ہوتا تھا، ان مین بعض لوگ محتاط بھی تھے لیکن اسقدر کم تھے کہ نہونے کے برابر ہین،

پہلا طبقہ اصحابِ مغازی

اصحابِ مغازی کا سلسلہ ۳ شخصون پر منتہی ہوتا ہے، شرحبیل بن سعد، امام زہری، اور ہشام بن عروہ،

ابوسعد خطمی

۱- **شرحبیل بن سعد**، ابوسعد خطمی کے نام سے مشہور ہین، انصار کے غلام تھے، ابن سعد نے اونکے متعلق لکھا ہے کان شیخاً قدیماً، اونھون نے حضرت زید بن ثابت رض، ابوہریرہ رض، ابوسعید خدری رض، ابورافع رض، حسن بن علی رض، ابن عمر رض، ابن عباس رض، جابر بن عبداللہ رض سے روایتین کی ہین، مغازی کے فن مین اپنا جواب نہین رکھتے تھے، اور اصحابِ بدر کے نامونکا علم سب سے زیادہ اونہی کو تھا، اونکی روایات اگرچہ نہایت کم ہین تاہم منکر روایات ہین، امی

بنار پر اونکے متعلق علمار مین اختلاف پیدا ہوگیا ہے، امام مالک اونکو ثقہ نہین سمجھتے، ابن معین کہتے ہین ہیچ ہے یحییٰ القطان کے نزدیک اون سے روایت کرنے مین کچھ مضائقہ نہین، دار قطنی اونکو معتبر خیال کرتے ہین، اور ابن حبان نے اونکو ثقات مین شمار کیا ہے، ابو سعد نے ۱۲۳ھ مین انتقال کیا، اسوقت اونکی عمر ۱۰۰ سال سے زائد تھی،

زہری

۲- امام زہری اپنے زمانہ کے اعلم العلمار ہین، اونھون نے تمام ائمہ حدیث سے روایتین کی ہین، اسلیے اونکے پاس روایتون کا جسقدر ذخیرہ تھا کسی کے پاس نہ تھا، اون سے ۲۲۰۰ حدیثین منقول ہین، جن مین ۲۰۰ غیر ثقہ راویون سے ہین، ابو الزناد کا قول ہے کہ ہم صرف حلال وحرام یعنی فقہ کے مسائل لکھتے تھے، اور زہری ہر قسم کی روایتین قلمبند کرتے جاتے تھے، اسی بنار پر جب لوگون کو اونکی احتیاج ہوئی تو سب سے بڑے عالم ثابت ہوئے،

صالح بن کیسان (امام زہری کے ہم سبق) بیان کرتے ہین، کہ جب زہری نے آنحضرت صلعم کے اقوال اور حالات لکھے تو مین بھی اس کام مین اونکے ساتھ شریک تھا، لیکن جب صحابہ کی روایات قلمبند کین تو مین نے ساتھ چھوڑ دیا،

امام زہری نے ان حالات کے جمع کرنے مین یہ کد و کاوش کی کہ مدینہ کی ہر ہر گلی اور کوچے مین پھرتے، لوگون کے مکانون پر جاتے، مجالس عامہ مین شرکت کرتے، اور مرد، عورت بوڑھے، جوان، یہان تک کہ پردہ نشین خواتین سے بھی واقعات دریافت کرتے تھے، امام موصوف کی یہی تصنیف کتاب المغازی کے نام سے مشہور ہے، اور سہیلی کی تصریح کے مطابق اس فن کی پہلی کتاب تھی،

امام زہری کو جس قدر روایتین اپنے اساتذہ سے پہونچی تھین اونھون نے اونکو لکھ لیا تھا،
معمر کہتے ہین "ہمارا خیال تھا کہ ہمنے زہری سے بہت روایتین کی ہین، لیکن جب ولید بن یزید قتل
ہوا تو روایاتِ زہری کے دفتر اوسکے کتب خانہ سے برآمد ہوئے"، یہی روایات ہین جو
تاریخ وسیر کا اصلی ماخذ ہین، اور مورخینِ مابعد انہی کو اپنی تاریخون مین لکھتے آئے ہین،

زہری کے تلامذہ

امام زہری کے تلامذہ مین ابراہیم بن سعد، محمد بن صالح تمار، عبدالرحمان بن عبدالعزیز
معمر بن راشد ازدی، موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن اسحاق، زیادہ نامور ہین،

ابراہیم بن سعد

ابراہیم بن سعد، حضرت عبدالرحمن بن عوف رض کے پرپوتے تھے، ہارون الرشید کے
زمانہ مین بغداد کے افسرِ خزانہ مقرر ہوئے، امام احمد، یحیی بن معین، عجلی، ابو حاتم، سب نے اونکو
ثقہ تسلیم کیا ہے، وہ اپنے زمانہ مین مدینہ منورہ کے سب سے زیادہ کثیر الروایۃ شخص گذرے
ہین، اونکی کتابون مین سترہ ہزار صرف احکام کی حدیثین تھین، مغازی ان کے علاوہ تھی، اونکے تلامذہ
مین یعقوب اور اسماعیل بن موسیٰ سدی کثیر الروایۃ گذرے ہین، یعقوب اونکے بیٹے تھے، اور مغازی مین کمال رکھتے تھے، یحیی ابن معین انکے
شاگرد ہین، سدی شیعہ تھے، محدثین نے اونکی نسبت اچھے خیالات نہین ظاہر کیے ہین، سدی کے شاگرد علامہ ابن جریر طبری تھے، اونمین بھی ذرا
تشیع تھا، انھون نے تاریخ کبیر لکھی، جسمین کئی جلدین صحابہ کے حالات پر وقف ہین، ایک کتاب
الذیل المذیل لکھی، وہ بھی صحابہ کے حالات مین ہے، ایک کتاب تہذیب الآثار کے نام سے
لکھنا شروع کی تھی، اسمین صحابہ کی احادیث، اونکے طرق، علل، احکامِ فقہی، اختلافات علماء اور
لغت وغیرہ سے تعرض کرتے تھے، چنانچہ عشرہ مبشرہ، اہلِ بیت، موالی، اور مسند ابن عباس کا
کسیقدر حصہ لکھا تھا، کہ ساعتِ مقررہ آگئی، اور اونکو اپنا کام ناتمام چھوڑنا پڑا، ابن جریر سے

سنہ ۱۴۱ھ مین وفات پائی،

محمد بن صالح

محمد بن صالح تمار، انصار کے غلام تھے، مغازی مین اونکو خاص کمال حاصل تھا، اونکی روایتین گو کم ہین لیکن مستند ہین، ابوالزناد کہا کرتے تھے کہ "مغازی صحیح طور پر سیکھنا ہو تو محمد بن صالح سے سیکھو" سنہ ۱۶۸ھ مین انتقال کیا،

عبدالرحمان

عبدالرحمان بن عبدالعزیز انصاری کثیر الروایۃ اور سیرت کے بہت بڑے عالم گذرے ہین، لیکن اونکی روایتون مین اضطراب پایا جاتا ہے، سنہ ۱۶۲ھ مین وفات پائی،

ازدی

معمر بن راشد ازدی، مغازی کے مشہور مصنف ہین،

موسیٰ بن عقبہ

موسیٰ بن عقبہ اسدی، نہایت ثقہ شخص تھے، اونکا خاص مسجد نبوی مین حلقہ، درس قائم تھا، اور فتوی دیتے تھے، وہ اور اونکے تمام بھائی فقیہ اور محدث تھے، اونکی مغازی اصح المغازی خیال کیجاتی ہے، امام مالکؒ فرمایا کرتے تھے، "تمکو موسیٰ بن عقبہ سے مغازی سیکھنا چاہیے کیونکہ وہ ثقہ آدمی ہین" وہ اپنے زمانہ مین مغازی کے سب سے بڑے عالم تسلیم کیے جاتے تھے، اونھون نے اپنی کتاب مین اصحاب بدر کے جو نام لکھے ہین امام مالکؒ کا قول تھا کہ درحقیقت وہی لوگ بدری تھے، اور جنکے نام مغازی مین مذکور نہین بدری نہ تھے اس مغازی مین حسب ذیل خصوصیات ہین، (۱) اوسمین نہایت کم مگر صحیح روایتین درج ہین، (۲) روایتین زیادہ تر زہری سے ہین، اور یہ نہایت صحیح سلسلہ سند ہے، البتہ نافع سے جو روایتین کی ہین اون مین محدثین کو کلام ہے، (۳) چونکہ موسیٰ نے کبرسن مین اس فن کو سیکھا تھا اسلیے روایتین تغیر و اختلاط سے محفوظ ہین، (۴) اسمین اصحاب بدر، احد، مہاجرین

حبشہ و مدینہ کے بالتفصیل نام لکھے ہین، موسیٰ نے ۱۴۱ھ مین انتقال کیا،

ابن اسحاق

محمد بن اسحاق بن یسار، مغازی کے سب سے مشہور عالم ہین، اونھون نے سیرت لکھی جو ابن عدی کے نزدیک اس فن کی سب سے بہتر تصنیف تھی، وہ بذات خود ثقہ شخص ہین، لیکن بعض وجوہ سے محدثین نے اونکے نسبت کلام کیا ہے، (۱) امام مالک کو اون پر یہ اعتراض تھا، کہ وہ غزواتِ نبوی مین سے خیبر وغیرہ کے واقعات نومسلم یہودیون سے پوچھکر لکھتے ہین، اور اونکی جانچ نہین کرتے، (۲) اگر رحیم کا خیال صحیح ہے تو امام مالک اون سے اس بناء پر بھی ناراض تھے کہ اونپر قدری ہونے کا شبہہ کیا جاتا تھا، (۳) امام احمد بن حنبل اون کی منفرد روایتون کو قبول نہین کرتے تھے، امام موصوف کا بیان ہے کہ ابن اسحاق ایک حدیث کو چند آدمیون سے سُنتے ہین لیکن سب کا کلام گڈمڈ کردیتے ہین، (۴) امام موصوف کا یہ بھی مقولہ ہے کہ ابن اسحاق کو حدیث بیان کرنے کا شوق تھا اس لیے دوسرون کی کتابین اپنی کتاب مین داخل کرلیتے تھے، (۵) وہ یہ بھی فرماتے ہین کہ ابن اسحاق مدلس تھے، (۶) اور جب بغداد آئے تو کلبی وغیرہ کی روایت سے احتراز نہین کیا (۷) امام یحییٰ بن معین سے جب ابوزرعہ نے دریافت کیا کہ ابن اسحاق حجۃ ہین، تو اونھون نے فرمایا وہ ثقہ ہین، حجۃ تو مالک اور عبیداللہ بن عمر تھے، (۸) ہشام بن عروہ اون روایتون کو جو ابن اسحاق نے فاطمہ سے کی تھین، غیر معتبر سمجھتے تھے، اونکا قول تھا کہ فاطمہ کا سن اوس زمانہ مین صرف نو سال کا تھا اسلیے اونکی روایتین محفوظ نہین، محدث ذہبی نے ہشام کا یہ قول نقل کرکے جواب دیا ہے کہ فاطمہ سے جب ابن اسحاق نے روایت کی ہے تو وہ (۵۰) سال سے متجاوز ہوچکی تھین،

اب زیادہ سے زیادہ یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ ابن اسحاق نے بغیر رویت کے اون سے حدیث نقل کی لیکن تابعین نے حضرت عائشہ رضہ سے اسی طرح حدیثین سنی ہین، اور اون روایتون پر کوئی اعتراض نہین کیا گیا ہے، پھر اگر ابن اسحاق نے فاطمہ سے پس پردہ حدیث سنی تو اسمین کونسی قیامت ہے؟

ان اعتراضات کے باوجود تمام ائمۂ حدیث نے اونکی روایتین قبول کی ہین، امام بخاری نے اگرچہ صحیح مین اون سے روایت نہین کی، لیکن اور تصنیفات مین اونکی کتاب کے حوالے دیے ہین، ابن اسحاق کا سال وفات ۱۵۱ھ ہے، ابن اسحاق کے شاگردون مین یونس بن بکیر، سلمہ بن ابرش، اور زیاد بکائی زیادہ مشہور ہین،

یونس بن بکیر شیبانی کو بعض لوگون نے ثقہ کہا ہے لیکن امام علی بن مدینی اون سے روایت نہین کرتے تھے، اون کے دامن پر ارجاء کا داغ بھی تھا[۱]

سلمہ بن ابرش انصاری، رے کے قاضی تھے، اونکے متعلق ائمہ مختلف الرائے ہین، وہ گو شیعہ تھے، لیکن اونکی مغازی کو امام یحیی بن معین نے اس فن کی سب سے جامع کتاب قرار دیا ہے،

زیاد بن عبداللہ بکائی، مغازی مین معتبر سمجھے جاتے ہین، یحیی بن معین، علی بن مدینی، محمد بن سعد اونکو حدیث مین ضعیف خیال کرتے تھے، امام بخاری نے اون سے صرف ایک روایت کی ہے، لیکن متابعت مین دوسرے راوی کی حدیث بھی لائے ہین، جس سے

[۱] مرجیہ وہ لوگ ہین جو ایمان اور عمل کو مختلف سمجھتے ہین، اونکے نزدیک اگر ایمان اور تصدیق کامل ہو تو عمل کا نہونا کچھ ضرر نہین کرتا،

معلوم ہوتا ہے کہ وہ اونکی منفرد روایتون کو قبول نہین کرتے تھے، زیاد کے شاگرد عبد الملک بن ہشام ہین، جنھون نے سیرت ابن اسحاق کو کسی قدر اضافہ کے ساتھ مرتب کیا تھا، اور آج وہ سیرت ابن ہشام کے نام سے مشہور ہے،

ہشام بن عروہ

۳- ہشام بن عروہ، زیادہ تر اپنے باپ (عروہ) سے روایت کرتے ہین، جو حضرت عائشہ رضہ کے خاص شاگرد تھے، وہ کثیر الروایۃ ہین، اونھون نے مدینہ مین جو روایتین کین، معتبر سمجھی جاتی ہین، البتہ عراق کی روایتون مین چونکہ اونھون نے تساہل سے کام لیا تھا، اسلیے امام مالک اونکے قبول کرنے مین تامل کرتے تھے، ہشام نے ۱۴۶ھ مین بعمر ۸۰ سال وفات پائی، اونکے دو شاگرد نہایت ممتاز تھے، ابو محمد یحیی بن سعید بن ابان اموی، اور ابو معشر نجیح مدنی،

ہشام کے تلامذہ
یحیے
ابو معشر

یحیی مصنفین مغازی مین تھے، ابن سعد نے لکھا ہے کہ گو قلیل الروایۃ ہین لیکن ثقہ ہین،

ابو معشر، مغازی مین صاحب نظر اور کثیر الروایۃ تھے لیکن محدثین کے نزدیک ضعیف سمجھے جاتے ہین، امام یحیی بن سعید اونکی روایت قبول نہین کرتے تھے اور جب اونکا نام آتا تو مسکرا دیتے تھے، ابو معشر نے ۱۷۰ھ مین انتقال کیا، اونکے شاگردون مین علی بن مجاہد رازی، سفیان ثوری، واقدی، اور مداینی، زیادہ مشہور ہین،

علی بن مجاہد، مغازی کے مصنف ہین، امام یحیی بن معین فرماتے تھے کہ وہ حدیثین وضع کرتے ہین، اونکی کتاب مین جسقدر روایتین درج ہین، اونھون نے سب کی سندین وضع کی تھین،

سفیان ثوری مشہور محدث ہین، اونکا ذکر آگے آتا ہے،

واقدی

واقدی کا نام محمد بن عمر بن واقد اسلمی ہے، بغداد کے قاضی تھے، محدثین نے بالاتفاق اونکی روایتون کو قبول نہین کیا ہے، چنانچہ امام احمد، ابن مبارک، ابن نمیر، اسماعیل بن زکریا، یحیی بن معین، ہیثم بن عدی، امام بخاری سب اونکو متروک کہتے ہین، وہ مغازی، سیرت اور فتوحات کے عالم تھے، اور اس باب مین ابن سعد، ابراہیم حربی، مصعب زبیری وغیرہ سے اونکی مدح منقول ہے،

لیکن محدثین نے اونکو تاریخ مین بھی غیر معتبر قرار دیا ہے، ہیثم کا قول ہے، "واقدی اگر سچا ہے تو دنیا مین اوسکی کوئی نظیر نہین، اور جھوٹا ہے تب بھی اوسکا کوئی جواب نہین"، امام شافعی فرماتے ہین "واقدی کی تمام کتابین سرتاپا جھوٹ ہین"، امام نسائی کہتے ہین "آنحضرت (صلعم) پر جھوٹ بولنے والے چار شخص مشہور ہین مدینہ مین ابراہیم بن ابی یحیی، بغداد مین واقدی، خراسان مین مقاتل، شام مین محمد بن سعید" ابن مدینی فرماتے ہین "اوسکے پاس ۲۰ ہزار حدیثین ایسی ہین جن کی کوئی اصل نہین"، ابوداؤد کا قول ہے "وہ حدیث بناتا ہے"، امام شافعی سے منقول ہے کہ "مدینہ مین سات آدمی سندین وضع کیا کرتے تھے واقدی بھی اونہی مین تھا"،

واقدی تمام دنیا مین مشہور تھے، ۲۰۷ھ مین وفات پائی، ابن سعد اونہی کے شاگرد ہین،

ابن سعد کاتب

ابن سعد کا نام محمد بن سعد بن منیع ہے، بصرہ کے رہنے والے تھے، بغداد مین سکونت اختیار کی، واقدی کے کاتب تھے۔ اور اسی لقب سے آج تک مشہور ہین، اونھون نے طبقات کبیر، طبقات صغیر، اور تاریخ تصنیف کی، طبقات کبیر مین آنحضرت (صلعم) صحابہ، تابعین

وغیرہ کے مفصل حالات لکھے ہین، تمام محدثین اونکے علم، فضل، فہم اور عدالت کے قائل ہین اونھون
نے روایات کے جمع کرنے مین اپنے استاد سے زیادہ احتیاط کی، اسلیے اونکی کتاب واقدی کی
کتاب سے زیادہ مستند خیال کیجاتی ہے،

علامہ شبلی نے سیرۃ النبیؐ کے دیباچہ مین لکھا ہے کہ طبقات کا بڑا حصہ واقدی کی روایات
ہین، اور اسلیے اونکا وہی درجہ ہے جو خود واقدی کا ہے، لیکن یہ خیال صحیح نہین، طبقات
مین جو واقدی کی روایات مذکور ہین، امام احمد بن حنبل کی نظر سے گذر چکی ہین، اسلیے واقدی
کی روایات کے ہمرتبہ نہین ہوسکتین[1]،

ابن اثیر

ابن سعد کے بعد اور لوگون نے بھی صحابہ کے حالات مین تصنیفات کین، جن مین سب سے
زیادہ مشہور علامہ ابن اثیر جزری تھے، اونکی کتاب کا نام اسد الغابہ ہے، جسمین ۷۵۵۴
اشخاص کے حالات مذکور ہین، اور ابن مندہ، ابونعیم، ابو موسیٰ، ابن عبد البر، کی کتابون کو
سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے، اوسکے ماخذ مین تفسیر ثعلبی، واحدی، اور صحیح بخاری، مسلم، موطا،
ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن حنبل، طیالسی، ابویعلیٰ، کا نام بھی آتا ہے، جس سے ثابت ہوتا
ہے کہ یہ کتابین بھی تصنیف کے وقت مصنف کے پیش نظر تھین،

ابن اثیر کی خصوصیات

ابن مندہ اور ابونعیم، نے حالات کے بجائے زیادہ تر حدیثین جمع کردی ہین، اور ا
اونکے علل کا تذکرہ کیا ہے، قاضی ابن عبد البر نے حالات زیادہ بہم پہونچائے ہین، ابن اثیر
نے دونون باتون کا التزام کیا ہے، تاہم احادیث کے علل اور طرق مین زیادہ بحث نہین

---

[1] تہذیب صفحہ ۱۸۳ ج ۹،

پڑا ہے، کیونکہ یہ طرز حدیث کی کتابون کا ہے، اسکو رجال سے کچھ واسطہ نہین،

کتاب مین اور خصوصیات بھی ہین، (۱) اوسمین ضروری اور مفید باتین لکھی گئی ہین، (۲) قدمار نے جو غلطیان کی تھین، بجنسہ درج کردی ہین، اور کہین کہین اصلاح بھی کی ہے، (۳) مکررات حذف کردیے ہین، (۴) قدمار کی کتابون مین صحابہ کے ساتھ ساتھ اور لوگون کے حالات بھی مذکور ہوتے تھے، اس کتاب مین بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے،

علمار کا دوسرا طبقہ محدثین

(۲) دوسرا طبقہ محدثین کرام کا تھا جو روایات کو مسانید کے انداز پر لکھتے تھے، اور اونکی جانچ کرتے تھے، ان لوگون مین سے بعض نے صحابہ کی سوانح عمریان بھی لکھی ہین، لیکن تعجب یہ ہے کہ وہان جرح ونقد بھول گئے ہین، یہی وجہ ہے کہ محدثین کی تاریخون مین بھی ضعیف روایتون کا ایک انبار نظر آتا ہے، محدثین مین سب کے پیشرو ۶ بزرگ گذرے ہین، حجاز مین امام زہری، اور عمرو بن دینار، بصرہ مین قتادہ اور یحییٰ بن ابی کثیر، کوفہ مین ابو اسحاق اور اعمش، صحیح احادیث کا غالب حصہ انہی لوگون سے منقول ہے، اور ثقات کے علم کا ماخذ یہی بزرگوار ہین، انمین سے ہر شخص مین کچھ نہ کچھ خصوصیات تھین، مثلاً امام زہری سند کے ماہر تھے، قتادہ کو علمار کے اختلافات پر عبور تھا، ابواسحاق کو حضرت علی رض اور ابن مسعود رض کی حدیثین زیادہ معلوم تھین، اعمش ان سب باتون مین کمال رکھتے تھے،

روایات صحیحہ کا ماخذ ۶ بزرگ ہین

زہری

امام زہری کا ذکر اوپر آچکا ہے،

قتادہ

قتادہ بن دعامہ مشہور مفسر ہین، بصرہ کے محدثین مین احادیث کا حافظ اون سے بڑھکر کوئی نہین پیدا ہوا، ابن سیرین کہتے تھے وہ احفظ الناس ہین، سفیان ثوری کا قول تھا

اونکا مثل دنیا مین کہان ہے؟ وہ حدیث کو بلفظہٖ روایت کرتے تھے، لیکن چونکہ روایت مین محتاط نہ تھے یعنی ہر شخص سے حدیثین لے لیتے تھے، امام شعبی نے اونکو حاطب اللیل کا لقب دیا ہو یہی وجہ ہے کہ جب امام شعبہ بن الحجاج اونکو سند سے واقف کرتے تو وہ ناخوش ہوتے، اون کی حدیثین ۲ ہزار کے قریب ہین، لیکن اون مین جو سعید بن مسیب سے روایت کی ہین، اونکو علی ابن مدینی نے ضعیف کہا ہے، قتادہ کے دامن پر قدر اور تدلیس کا داغ ہے، ۱۱۸ھ مین انتقال کیا،

عمرو بن دینار — عمرو بن دینار، مکہ معظمہ کے مشہور حافظ الحدیث اور صاحب افتا تھے، امام شعبہ اونکو تمام معاصرین پر ترجیح دیتے تھے، ابن ابی نجیح کہتے ہین، "ہمارے ہان عمرو بن دینار سے بڑھکر کوئی فقیہ اور عالم نہ تھا، نہ عطاء اوس رتبہ کو پہونچتے تھے، نہ مجاہد، اور نہ طاؤس" مسعر کہتے تھے وہ حدیث مین سب سے زیادہ محتاط ہین، سفیان بن عیینہ کا قول تھا مین اون کی ایک حدیث کو اور لوگون کی ۲۰ حدیثون سے زیادہ بہتر سمجھتا ہون، امام زہری فرماتے تھے مین نے جید حدیثون کا راوی اس شیخ سے بڑھکر نہین دیکھا، اونھون نے عطاء سے جو حدیثین سنی ہین زیادہ مستند ہین، بعض لوگون نے اونپر شیعیت کا الزام لگایا ہے، لیکن علامہ ذہبی نے اسکی تردید کی ہے، ۱۲۵ھ مین وفات پائی،

ابو اسحاق سبیعی — ابو اسحاق سبیعی، کوفہ کے رہنے والے تھے، حضرت علی رضہ اور عبداللہ بن مسعود رض کی حدیثون کا علم سب سے زیادہ انہی کو تھا، ۳۰۰ سو محدثین سے حدیثین روایت کین اون کی روایات کی تعداد ۲ ہزار ہے، کثرت روایت اور شیوخ کے لحاظ سے وہ امام زہری کے مشابہ سمجھے جاتے ہین، اونکے تلامذہ مین سفیان ثوری کی حدیثین زیادہ صحیح ہین، ان فضائل کے

ساتھ اونمین کسی قدر تشیع تھا، اور تدلیس مین مبتلا تھے، اسی بنا پر محدثین نے اونکی مرسل حدیثونکو قبول کرنے مین تامل کیا ہے، معن کا یہ قول کہ "اہلِ کوفہ کی حدیث کو برباد کرنے والے دو شخص تھے اعمش، اور ابو اسحاق" اس سے اسی تدلیس کی طرف اشارہ مقصود ہے،

یحیی طائی

یحیی بن ابی کثیر طائی، (المتوفی ۱۲۹ھ) بصرہ مین سکونت پذیر تھے، صحیح مسلم مین حضرت ابو امامہ رض باہلی اور سننِ نسائی مین حضرت انس رض سے اونکی روایتین مذکور ہین، لیکن جب کہ حضرت انس رض سے اونکی روایت ثابت نہین تو ابو امامہ رض سے کیونکر ثابت ہو سکتی ہے؟ حضرت انس رض بصرہ مین مقیم تھے، اور ۹۲ھ مین وفات پائی، بخلاف اسکے ابو امامہ رض شام مین تھے، اور ۸۶ھ مین انتقال کیا، اس حالت مین روایت تو روایت خود رؤیت بھی مشکوک ہوجاتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ اونمین تدلیس کا عیب تھا، اس بنا پر جب وہ کسی صحابی کا نام لیتے ہین، تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ درمیان کا راوی چھوٹ گیا ہے، ابن حبان نے تصریح کی ہے کہ اونھون نے جن روایتون مین صحابہ کا نام لیا ہے، درمیان کے نام چھوڑ دیے ہین، اونھون نے حضرت انس رض یا کسی صحابی سے کوئی حدیث نہین سُنی،

باایںہمہ چونکہ ثقہ لوگون سے روایت کرتے تھے، اونکی حدیثین نہایت معتبر خیال کیجاتی ہین، امام شعبہ کا قول ہے کہ اونکی حدیث زہری سے بہتر ہوتی ہے، امام احمد بن حنبل فرماتے ہین، کہ ابن ابی کثیر زہری اور یحیی بن سعید کے ہم رتبہ ہین، تاہم جب اونمین اور زہری مین تناقض ہو تو اونہی کا قول مستند مانا جائیگا، ابو حاتم کہتے ہین، وہ امام ہین، اور صرف ثقہ لوگون سے روایت کرتے ہین،

اسی احتیاط کی بنا، پر اونکا شمار اکابرِ محدثین مین تھا، ایوب سختیانی کہتے تھے، دنیا مین اب یحیی کا کوئی نظیر نہین، اونہی کا یہ قول بھی تھا کہ اہلِ مدینہ کی حدیث زہری کے بعد سب سے زیادہ یحیی کو معلوم ہے،

اعمش

اعمش، شیخ العصر اور علامۂ اسلام تھے، قرآن، حدیث اور فرائض کے فن مین اپنا جواب نہین رکھتے تھے، صداقت اور عظمت وجلالت کا یہ عالم تھا کہ مصحف اور دیبائے خسروی کے القاب سے یاد کیے جاتے تھے، یحیی بن معین کا قول تھا کہ سندون مین سب سے بہتر سند یہ ہے،

الاعمش عن ابراہیم عن علقمہ عن عبداللہ،

اعمش سے ۱۳۰۰ حدیثین منقول ہین،

اعمش گو شیعہ تھے تاہم اہلِ کوفہ کی حدیثین قبول نہین کرتے تھے، البتہ جب منصور کا نام آتا تو خاموش ہوجاتے، منصور کی حدیث اون کی حدیث سے زیادہ صحیح ہوتی تھی،

روایات کی تدوین و ترتیب اور مصنفین کی پہلی جماعت

ان بزرگون کا علم تمام مابعد کی کتابون مین جمع ہوا، جنکے مصنفین حسب ذیل اشخاص تھے،

امام مالک، ابن اسحاق، ابن جریج، ابن عینیہ، سعید بن ابی عروبہ، حماد بن سلمہ، ابوعوانہ، شعبہ، معمر، سفیان ثوری، اوزاعی، ہشیم، حماد بن زید، انمین سے ابن اسحاق کا ذکر اوپر آچکا، شعبہ، ابن عینیہ اور مالک، کا حال آگے آئیگا، باقی کا تذکرہ یہان کیا جاتا ہے،

ابن جریج

ابن جریج پہلے شخص ہین جنھون نے تصنیف وتالیف کی ابتدا کی، وہ حجاز کے فقہا مین تھے، اور قرات کے فن مین خاص مہارت رکھتے تھے، اونھون نے عطار بن ابی رباح سے سترہ سال تک تعلیم پائی، اور اونکی حدیثون کو اسطرح محفوظ رکھا کہ عطار کے تمام شاگردون پر

فوقیت لے گئے، چنانچہ اونکے ذریعہ سے عطار کی جو حدیثین منقول ہین، زیادہ مستند ہین،

ابن جریج نے اگرچہ پہلے پہل کتابین لکھی تھین، تاہم یحییٰ بن سعید اونکو "کتب الامانة" کہتے تھے، وہ خود بھی فرماتے ہین،

ما دون العلم تدوینی احد — میری طرح کسی نے علم کو مدون نہین کیا،

یہ کتابین اگرچہ عام حیثیت سے مستند تھین، تاہم اونکا وہ حصہ جو زہری سے منقول تھا، غیر معتبر سمجھا جاتا تھا، امام یحییٰ بن معین فرماتے ہین،

لیس بشئ فی الزهری — وہ زہری کے معاملہ مین ہیچ ہین،

ابن جریج مین تدلیس کا عیب تھا، سنہ ۱۵۰ھ مین انتقال کیا،

معمر بن راشد ازدی، بصرہ کے رہنے والے تھے، لیکن یمن مین سکونت اختیار کی، یمن مین سب سے پہلے انہی نے کتاب لکھی، جس مین ۱۰ ہزار حدیثین جمع تھین، وہ امام زہری کے خاص تلامذہ مین تھے اور امام مالک کی طرح مستند مانے جاتے تھے، اونھون نے ابن طاؤس سے بھی روایتین کی ہین جو معتبر خیال کیجاتی ہین، البتہ ثابت، عاصم بن ابی النجود اور ہشام بن عروہ سے جو حدیثین سنی ہین، ان مین اضطراب پایا جاتا ہے،

معمر بڑے پایہ کے فقیہ اور محدث تھے، ابن جریج کہا کرتے تھے، "معمر سے علم سیکھو، وہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم ہین" امام احمد فرماتے تھے، تم معمر کو جب کسی کے ساتھ ملا کر دیکھوگے تو اوس سے بلند پاؤگے،

ابن ابی عروہ: سعید بن ابی عروبہ بصری، اپنے زمانہ مین حدیث کے سب سے بڑے حافظ تھے،

قتادہ کے شاگردون مین سب سے زیادہ مستند حدیثین انہی کی ہین، ابو حاتم نے اگرچہ امام احمد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اونکے پاس کوئی کتاب نہ تھی، بلکہ تمام احادیث اونکے خزانۂ دماغ مین محفوظ تھین، لیکن ابن عدی کی تصریح سے ثابت ہوتا ہے کہ اونھون نے متعدد تصنیفات چھوڑین، ان تصنیفات کی ترتیب بالکل جدید تھی، یعنے وہ ابواب پر مرتب تھین، محدثین کی اصطلاح مین ابواب اون کتابون کو کہتے ہین جو فقیہانہ انداز پر لکھی جاتی ہین، ابن ابی عروبہ اس طرز کے موجد تھے،

ابن ابی عروبہ کی حدیثین سب سے زیادہ یزید بن زریع اور عبداللہ بن مبارک کے پاس محفوظ تھین، یزید بن زریع فن حدیث کے امام تھے، علماے جرح ونقد کی شمشیر بے نیام نے بڑے بڑے باجبروت فقہا، اور محدثین کو گھائل کیا ہے لیکن امام مالک، حماد بن زید اور یزید ابن زریع اوسکی زد سے محفوظ رہے ہین، امام احمد بن حنبل فرماتے ہین "سعید بن ابی عروبہ سے یزید جو کچھ روایت کرین اوسکو دوسرون سے سننے کی ضرورت نہین"، بشر بن حکم کہتے ہین "مین اونکا اور اون کی حدیثون کا مثل نہین جانتا"، یزید تدلیس کے سخت مخالف تھے اور اوس کو جھوٹ کہتے تھے، ابن ابی عروبہ کے دوسرے راوی عبداللہ بن مبارک ہین، ان کا ذکر آگے آئیگا،

قتادہ کی طرح ابن ابی عروبہ کے دامن پر بھی قدر کا داغ ہے، جو غالبًا تلمذ کا اثر ہوگا، ۱۵۶ھ مین وفات پائی،

اوزاعی — اوزاعی، شام کے مشہور فقیہ اور محدث تھے، اونکی فقہ اندلس مین کامل ایک صدی

تک رائج رہی، اور تمام دنیا مین اونکے فتوون پر عمل ہوتا رہا، لیکن چونکہ بعض مسائل مین اونھون نے مجہول احادیث اور مقاطیع سے احتجاج کیا تھا، امام احمد اونکو ضعیف کہتے تھے، اوکی حدیثین کتابون مین قلمبند تھین جو آگ کے نذر ہوئین،

اونکے شاگردون مین جن لوگون نے روایتین جمع کی تھین، عمر بن عبدالواحد دمشقی خاص امتیاز رکھتے تھے، اونکی کتاب سب سے زیادہ صحیح تھی،

ثوری

سفیان ثوری، شیخ الاسلام اور سید الحفاظ تھے، شعبہ، یحیی بن معین، ابن عینیہ اور ابو عاصم، کا متفقہ قول تھا کہ "وہ حدیث کے امیرالمومنین ہین" اوزاعی کہتے تھے "سفیان کے علاوہ کوئی شخص ایسا موجود نہین جس پر تمام دنیا کا اجماع ہو" عبداللہ بن مبارک فرماتے تھے "مین نے اسو شیوخ سے حدیثین لکھی ہین لیکن اونمین ایک شخص بھی سفیان سے افضل نہ تھا" شعبہ کا خیال تھا کہ "سفیان اون سے زیادہ حافظ ہین" امام احمد فرماتے تھے "میرے دل مین اون سے آگے کوئی نہین" وکیع کا مقولہ تھا، "وہ سمندر ہین" عجلی کہتے تھے کوفہ کی سب سی عمدہ سند یہ ہے سفیان عن منصور عن ابراہیم عن علقمہ عن عبداللہ،

سفیان ثوری سے ۳۰ ہزار حدیثین منقول ہین، وہ راویون کی چھان بین نہین کرتے تھے، بلکہ ہر شخص سے روایت کرتے، حدیث کی روایت مین الفاظ کے پابند نہ تھے، بلکہ روایت بالمعنی کرتے تھے، اونکا قول تھا،

لو اردنا ان نحدثکم بالحدیث کما سمعناہ ما حدثناکم بحدیث واحد

اگر ہم حدیث کو بجنسہ اوسطرح بیان کرنا چاہین جسطرح ہم نے سنی ہو تو ایک حدیث بھی نہین بیان کرسکتے،

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سفیان مین تدلیس کا عیب تھا،

حماد بن سلمہ

حماد بن سلمہ (المتوفی سنہ ۱۶۷ھ) امام، حافظ، اور شیخ الاسلام تھے، وہیب کہتے ہین حماد ہمارے سردار اور سب سے بڑے عالم ہین، ابن مبارک کا قول ہے مین نے بصرہ مین سلف کا پیرو ان سے بڑھ کر نہین دیکھا، شہاب بن معمر بلخی انکو ابدال مین شمار کرتے تھے، ابدال کی علامت یہ ہے کہ اونکے اولاد نہو، چنانچہ حماد نے ۷۰ شادیان کین لیکن اولاد نہین ہوئی، حماد نے سعید بن ابی عروبہ کے ساتھ ملکر کتابون کی تدوین کی تھی، جن مین ۱۰ ہزار سے زائد حدیثین جمع تھین، یہ حدیثین متعدد شیوخ سے اخذ کی گئی تھین، لیکن جو حصہ ثابت بنانی یا حمید طویل سے منقول تھا، زیادہ مستند تھا،

ابو عوانہ

ابو عوانہ مشہور امام ہین، اونکی کتابین نہایت صحیح تھین، جنمین نقطون اور اعراب کا خاص التزام تھا، لیکن باوجود اسکے وہ امام شعبہ سے ہمیشہ مرعوب رہتے تھے، ایکبار شعبہ نے ایک راوی کے نام مین غلطی کی، تو اگرچہ ابو عوانہ نے اوسکا صحیح نام لیا تھا تاہم اونکو شعبہ کی غلطی کا اتباع کرنا پڑا، اس سے شعبہ کا درجہ ظاہر ہوتا ہے،

ابو عوانہ کی حدیثین صحیح ہوتی تھین، امام احمد اور یحیٰی اونکی حدیثون کو شعبہ کی حدیثونکے مشابہ کہتے تھے،

حماد بن زید

حماد بن زید، بصرہ کے سب سے بڑے فقیہ، سب سے بڑے حافظ، اور سب سے بڑے امام تھے، اونکا شمار عقلاء زمانہ مین تھا، ابو اسامہ کہتے ہین مین جب اونکو دیکھتا تو معلوم ہوتا کہ شہنشاہ ایران کے آغوش پروردہ، اور فاروق اعظم کے شاگرد رشید ہین، وکیع اون کو

حافظہ کے اعتبار سے مسعر سے تشبیہ دیتے تھے، سفیان ثوری کہتے تھے شعبہ کے بعد بصرہ کے مرد یہی ہین،

ابن مہدی کا قول تھا حماد سے بڑھکر کوئی عالم نہین، نہ سفیان اون سے بڑھکر ہین اور نہ مالک،

حماد سے ۴ ہزار حدیثین مروی ہین، جن مین ایک غلطی نہین، اور یہ اونکے کمال فن کی

دلیل ہے، ایوب کی روایات جس صحت کے ساتھ اونھون نے بیان کی ہین، کسی نے بیان نہین

کین، وہ احادیث کی سندون کو اسقدر سختی سے جانچتے تھے کہ بہت سی مرفوع حدیثین ان کے

ہان موقوف ہوگئی ہین،

مذہب کے لحاظ سے حماد عثمانی تھے، لیکن باایہمہ مصنفین رجال اونکی کوئی گرفت نکرسکے

۱۷۹ھ مین انتقال کیا،

هشیم

ہشیم، شیخ الحفاظ تھے، عبداللہ بن مبارک کہتے ہین زمانہ تمام لوگون کا حافظہ خراب

کردیتا ہے لیکن ہشیم کا حافظہ خراب نہ کرسکا، امام مالک فرماتے ہین عراق مین واسطی کے

علاوہ اور کون اچھا محدث ہے؟ وکیع کہتے تھے مجھ سے مذاکرہ کرنا ہو تو ہشیم کے سوا جس شخص کو

چاہو لے آؤ، شعبہ کا قول تھا اگر وہ ابن عباس رض اور ابن عمر رض سے روایت کرین تب بھی

تم کو تصدیق کرنی چاہیے،

ہشیم سے ۲۰ ہزار حدیثین منقول ہین، حصین بن عبدالرحمان کی روایتین جس صحت کے

ساتھ اونھون نے نقل کین، اوسکی نظیر نہین مل سکتی، وہ روایت بالمعنی کے قائل تھے، اور

اسلیے کثیر الروایۃ تھے،

اون مین تدلیس کا مرض تھا، اور اسکو برا نہین سمجھتے تھے، ایک دفعہ عبداللہ بن مبارک نے

اونسے دریافت کیا کہ آپ کثیر الروایۃ ہو کر تدلیس کیون کرتے ہین؟ بولے اعمش اور سفیان اکابر مین شمار ہوتے تھے، لیکن وہ بھی تدلیس کرتے تھے،

مصنفین کی دوسری جماعت

ان لوگون سے تین شخصون نے روایات نقل کین، اور اپنے اپنے زمانہ مین مرجع عام بنگئے یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ، وکیع، اور یحییٰ القطان، قطان کا ذکر مناسب مقام پر آئیگا بقیہ دو کے حالات یہان لکھے جاتے ہین،

ابن ابی زائدہ

ابن ابی زائدہ، امام اعظم ابو حنیفہ کے شاگرد، اور اپنے زمانہ مین کوفہ کے سب سے بڑے فقیہ اور محدث تھے، امام علی بن مدینی کہتے ہین سفیان ثوری کے بعد اون سے زیادہ صحیح حدیث کوئی نہین بیان کرتا، ابن عیینہ کا قول ہے کہ ہمارے ہان ابن مبارک اور یحییٰ بن ابی زائدہ کا ہمسر کوئی نہین آیا، امام یحییٰ القطان فرماتے ہین ابن ابی زائدہ کی مخالفت مجھپر سب سے زیادہ شاق ہوتی ہے،

ابن ابی زائدہ صاحب تصنیف ہین، وہ کوفہ مین پہلے شخص تھے جنے تصنیف کا قلم ہات مین لیا، ابو خالد احمر سے منقول ہے،

کان جید الاخذ — وہ عمدہ انتخاب کرتے تھے

وکیع کی تصنیفات انہی کی کتابون سے ماخوذ تھین،

وکیع

وکیع بن الجراح، عراق کے سب سے بڑے محدث اور فقیہ تھے، فقہ مین امام اعظم کا اتباع کرتے تھے، امام یحییٰ بن معین فرماتے ہین، وکیع اپنے زمانہ مین ایسے ہین جیسے اوزاعی اپنے زمانہ مین تھے، عبداللہ بن مبارک کا قول ہے، اب دونون شہرون (بصرہ و کوفہ)

کے مرد ابن جراح ہین[1] سفیان ثوری کے انتقال کے بعد اونکے جانشین ہوے، اور متعدد تصنیفات کین، امام احمد بن حنبل فرماتے ہین کہ تمکو وکیع کی تصنیفات پڑھنی چاہئین،

وکیع روایت بالمعنی کرتے تھے، اور چونکہ اہل زبان نہ تھے اسلیے الفاظ غلط بولتے تھے جس طرح آجکل بنگالی علمار بولتے ہین، امام احمد کا یہ قول کہ اونھون نے ۵۰۰ حدیثون مین غلطیان کی ہین، اسکا یہی مطلب ہے، امام ابن مدینی فرماتے ہین اگر مین اونکے الفاظ بیان کرون تو تمکو تعجب معلوم ہو، وہ عائشہ کو عیشہ کہتے تھے[2]،

مصنفین کی تیسری جماعت

ان تینون کے تلامذہ مین عبد اللہ بن مبارک، عبد الرحمان بن مہدی، اور یحیی بن آدم نامور ہوئے، ابن مبارک کا تذکرہ اپنے موقع پر آئیگا،

ابن مہدی

عبد الرحمن بن مہدی، حماد بن زید کے سب سے مستند راوی ہین، بصرہ کے رہنے والے تھے، حدیث اور فقہ کے بہت بڑے امام مانے جاتے ہین، اونکی نسبت ائمہ فن کی رائین حسب ذیل ہین،

امام علی بن مدینی — اگر مین رکن اور مقام کے درمیان قسم کھاؤن تو یہ قسم کھا سکتا ہون کہ مین نے عبد الرحمان کا نظیر نہین دیکھا،

---

[1] اصل عبارت مین رجل المصرین ہے جسکے یہی معنے ہوسکتے ہین، لیکن محشی صاحب کی قابلیت دیکھو، اونھون نے اسکو مصرین پڑھا اور چونکہ وکیع کوفہ مین رہتے تھے اس لیے اصل عبارت پر اعتراض کرتے ہین اور کہتے ہین یہ غلط ہے، کیونکہ وکیع مصر کے رہنے والے نہ تھے، دیکھو تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۲۸۲ ج ۱،

[2] ممکن ہے کہ وکیع سے یہ لفظ صحیح طور پر نہ ادا ہوتا ہو، لیکن دراصل یہ تلفظ غلط نہین ہے، عرب کے بہت سے قبائل عائشہ کو عیشہ کہتے تھے، اور علی بن حمزہ کی تصریح کے مطابق یہ بالکل صحیح تھا، اسی بنا پر حضرت عائشہ کی طرف جو لوگ اپنے کو منسوب کرتے تھے عیشی کہلاتے تھے، تہذیب ج ۱ صفحہ ۲۷۰،

ایضاً — فقہاے سبعہ کے اقوال سب سے زیادہ زہری کو، اونکے بعد مالک کو اور پھر ابن مہدی کو معلوم ہین حدیث مین عبدالرحمن کا علم سحر ہے،

امام احمد — مین نے بصرہ مین یحییٰ بن سعید کا مثل نہین دیکھا، اونکے بعد عبدالرحمن ہین اور وہ زیادہ فقیہ ہین،

ابوالربیع — مین نے حدیث مین عبدالرحمن کیطرح صاحب نظر نہین دیکھا،

فقہ مین وہ یحییٰ بن سعید سے زیادہ وسیع النظر تھے، یحییٰ، امام اعظم کے پیرو تھے لیکن عبدالرحمن محدثین کے بعض مذاہب کا اتباع کرتے، اور اہل مدینہ کی راے کو ترجیح دیتے تھے،

ابن مہدی سے ۲۰ ہزار حدیثین منقول ہین، وہ روایت باللفظ کو پسند کرتے تھے، اور موضوع احادیث کی شناخت مین اونکو خاص کمال حاصل تھا، ایکمرتبہ نعیم بن حماد نے دریافت کیا کہ آپ جھوٹے راوی کو کیونکر پہچانتے ہین؟ بولے جسطرح طبیب دیوانہ کو پہچانتا ہے،

یحییٰ بن آدم — یحییٰ بن آدم، حدیث مین یکتاے روزگار تھے، ابواسامہ کہتے ہین، مین جب اونکو دیکھتا تو شعبی کی یاد تازہ ہوجاتی، اونھون نے متعدد تصنیفات کی ہین، ۲۰۳ھ مین انتقال فرمایا،

بعض اور تصنیفات — اس زمانہ مین بعض اور محدثین بھی تھے جنھون نے کتابین تصنیف کین، مثلاً ابن لہیعہ، غندر، ابن وہب، روح بن عبادہ، وغیرہ، ان مین سے بعض کتابین نہایت ضخیم تھین، چنانچہ ابن وہب کے موطا مین ایک لاکھ حدیثین جمع تھین، اور یہ وہ خصوصیت تھی جو قدیم کتابون مین نہین پائی جاتی تھی، ابن راہویہ کی کتابون مین بھی حدیثون کی اسی قدر تعداد محفوظ تھی،

مسانید کا انداز

ان تصنیفات سے علحدہ مسانید ہین، مسند وہ کتابین کہلاتی ہین جنمین ہر صحابی کی روایات بسند متصل اوسکے نام کے تحت مین درج کیجائین، مسانید مین سب سے مقدم ابوداؤد طیالسی المتوفی ۲۰۴ھ کا مسند ہے، جسمین ۴۰ ہزار حدیثین منقول ہین، ابوداؤد کے بعد نعیم بن حماد نے مصر مین مسند جمع کیا، اوسمین ۵۰ ہزار حدیثین تھین، اسی زمانہ مین یحیی بن عبدالحمید حمانی نے کوفہ مین ایک مسند ترتیب دیا، جسمین ۷ ہزار حدیثین منضبط تھین، لیکن ان مسانید مین ضعیف بلکہ موضوع روایات بھی شامل تھین، مسدد نے اس کمی کی تلافی کی اور ایک صحیح مسند مرتب کیا،

مسدد

مسدد کی کنیت ابوالحسن ہے، بصرہ کے رہنے والے تھے، حدیث مین امام مانے جاتے ہین، اونکا سلسلہ نسب خاص طور پر دلچسپی رکھتا ہے، جو کسی ظریف کی جدت طبع کا کرشمہ ہے، اور وہ یہ ہے، مسدد بن مسرہد بن مسربل بن مغربل بن مرعبل بن ارندل بن سرندل بن عرندل بن ماسند بن مستورد، خالدی نے جب یہ نسب نامہ طلبہ کے سامنے بیان کیا تو ایک ظریف بولا "صرف بسم اللہ کی کسر ہے، اگر وہ اسکے پہلے لکھدی جاے تو بچھو کا منتر بن سکتا ہے"

مسدد کے سلسلہ سے جو احادیث منقول ہین، بصرہ یا کوفہ مین قطعیت کے لحاظ سے اونکی نظیر نہین مل سکتی، ابوحاتم رازی کہتے ہین "یہ سلسلہ سند مسدد عن یحیی القطان عن عبیداللہ ابن عمر عن نافع عن ابن عمر، گویا اشرفیان ہین، گویا ان حدیثون کو تم خود رسول اللہ صلعم کی زبان مبارک سے سن رہے ہو" اس سلسلہ سند مین جن لوگون کے نام آئے ہین، ہماری اصطلاح کے مطابق امامت کا درجہ رکھتے تھے،

مسند دکے بعد مسند جمع کرنے کا عام رواج ہوگیا، اور سیکڑون محدثین نے یہ خدمت انجام دی، لیکن امام احمد بن حنبل (المتوفی ۲۴۱ھ) نے جو مسند ترتیب دیا وہ بعض خصوصیات کے لحاظ سے قابلِ ذکر ہے،

امام احمد

امام احمد بن محمد بن حنبل شیبانی، اہلِ سنت کے چوتھے امام ہین، اور اپنے زمانہ مین شیخ الاسلام اور سید المسلمین تھے، امام شافعی کا قول ہے "مین بغداد سے نکلا تو وہان سب سے بڑا فقیہ، سب سے بڑا زاہد، سب سے بڑا پرہیزگار، اور سب سے بڑا عالم احمد کو چھوڑا"، ابو عبید کہتے ہین "مین اسلام مین اونکا مثل نہین دیکھا" ابراہیم حربی کا خیال ہے "خدا نے احمد مین اولین وآخرین کا علم جمع کردیا تھا" علی بن مدینی کی راے ہے "خدا نے یوم الردہ مین حضرت ابو بکر رض کے ذریعہ سے، اور یوم المحنۃ[1] مین احمد بن حنبل کے ذریعہ سے اسلام کی تائید کی" ابن معین فرماتے ہین "لوگ چاہتے ہین کہ مین احمد کے مثل ہو جاؤن، خدا کی قسم! مین قیامت تک اونکے مثل نہین ہوسکتا"

امام احمد عملی حیثیت سے بھی اسلام کی مجسم تصویر تھے، چنانچہ وہ اور اونکے استاد وکیع، اونکے استاد سفیان، اونکے استاد منصور، اونکے استاد ابراہیم، اونکے استاد علقمہ، اونکے اوستاد حضرت عبد اللہ بن مسعود رض چال ڈھال، رفتار وگفتار، وضع وقطع، نشست وبرخاست

---

[1] یوم المحنۃ سے مراد قدم وحدوث قرآن کا مسئلہ ہے جو مامون الرشید کے زمانہ مین پیدا ہوا تھا، مامون نے حدوث قرآن کے منوانے مین تلوار سے کام لیا تھا، بڑے بڑے پیشوایان مذہب جان کے خوف سے اوسکے ہم آہنگ ہوگئے تھے، البتہ امام احمد بن حنبل کو اخیر تک قدم قرآن پر اصرار رہا، اور گو اسکے صلہ مین کوڑے کھائے اور پابزنجیر طرسوس روانہ کیے گئے تاہم اپنے عقیدہ پر ثابت قدم رہے، اسی بناء پر ہلال بن علاء نے کہا ہے کہ اگر احمد نہو تو لوگ کافر ہو جاتے!

عمال وافعال مین آنحضرت صلعم سے مشابہ تھے،[۱] اور یہ بات دوسرے محدثین کو حاصل نہ تھی،

امام احمد کے مسند مین ۴۰ ہزار حدیثین ہین جو تقریبًا ۰۰ ۷ صحابہ سے منقول ہین انین مکرر حدیثین بھی آگئی ہین، اونھون نے مسند کے جمع کرنے مین جو کاوش کی، اوسکو خود اونکی زبان سے سنو،

ان هذا الکتاب قد جمعته وانتقیته من اکثر من سبعمائة وخمسین الفا فما اختلف فیه المسلمون من حدیث رسول الله صلعم فارجعوا الیه فان کان والا فلیس بحجة،	اس کتاب کو مین نے سات لاکھ پچاس ہزار سے زائد روایات سے منتخب کرکے جمع کیا ہے، آنحضرت صلعم کی جس حدیث مین مسلمان اختلاف کرین تو اسکی طرف رجوع کرنا چاہیے، اگر اسمین لجائے تو خیر، ورنہ حجت نہین ہوسکتی،

اس مسند مین صرف اونہی راویون کی حدیثین لی گئی ہین جو بلحاظ صدق ودیانت مشہور رہتے، وہ راوی جن کی امانت مشکوک تھی، اونکی حدیثین نظرانداز کردی ہین،

امام احمد نے گو ۷ لاکھ ۵۰ ہزار احادیث، اقوالِ صحابہ، اور فتاوائے تابعین سے یہ مسند جمع کیا تھا، اور اونمین سے صرف ۴۰ ہزار حدیثین انتخاب کی تھین، تاہم ہر شخص اونکے مسند کا پابند نہین ہوسکتا تھا، اسکے علاوہ دوسرے محدثین کے مسانید بھی قبولِ عام کی سند حاصل کرچکے تھے، جنمین صرف ابوزرعہ (المتوفی ۲۶۴ھ) کے دفاتر مین ۶ لاکھ حدیثین منضبط تھین، ظاہر ہے کہ ان کی اشاعت کا روکنا کچھ آسان کام نہ تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ اسماء الرجال

[۱] تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۱۵۳ ج ۲،

مین جو کتابین تصنیف ہوئین، اونمین یہ تمام روایات شامل ہوگئین، اور اسقدر جلد اون کی اشاعت ہوئی کہ کسی کو تنقید کا خیال تک نہ آیا،

تصنیفاتِ رجال کی فہرست

محدثین مین سے جن لوگون نے اسماء الرجال پر کتابین لکھین، اونکے نام یہ ہین،

ابن حبیب المتوفی	۲۳۸ھ	فضائل الصحابہ
خلیفہ	۲۴۰ھ	طبقات، تاریخ
ابن سمیع	۲۵۹ھ	طبقات
حنبل	۲۷۳ھ	تاریخ
یعقوب بن سفیان	۲۷۷ھ	"
ابن ابی خیثمہ	۲۷۹ھ	"
قبانی	۲۸۹ھ	"، کنی،
ابار	۲۹۰ھ	"
عبدالرحمان بن محمد	۲۹۱ھ	"، علل،
مطین	۲۹۷ھ	"
ابن مندہ	۳۰۱ھ	معرفۃ الصحابہ
مطرز	۳۰۵ھ	رجال
ابن جارود	۳۰۷ھ	الاحاد فی الصحابہ
بغوی	۳۱۰ھ	معجم الصحابہ

دولابی ۳۱۰ھ کنی،

سراج ۳۱۳ھ تاریخ

عبدالباقی ۳۵۱ھ معجم الصحابہ

ابن سکن ۳۵۳ھ کتاب الصحابہ

ابوحاتم ۳۵۴ھ ” ، تاریخ

طبرانی ۳۶۰ھ معجم الصحابہ

حاکم ابواحمد ۳۷۸ھ کنیٰ

ابن شاہین ۳۸۵ھ تاریخ

ابن فطیس ۴۰۲ھ فضائل الصحابہ

لالکائی ۴۱۸ھ رجال الصحیحین

قرات ۴۲۹ھ تاریخ السنین

ابونعیم ۴۳۰ھ معرفۃ الصحابہ، فضائل الصحابہ

مستغفری ۴۳۲ھ معرفۃ الصحابہ

ابن عبدالبر ۴۶۳ھ استیعاب

ابن ماکولا ۴۷۵ھ اکمال، طبقات

ابوموسیٰ مدینی ۵۸۱ھ ذیل الصحابہ

مقدسی ۶۰۰ھ کمال

مزی	۷۴۲ھ	تہذیب الکمال
ذہبی	۷۴۸ھ	تذہیب التہذیب، تجرید اسماء الصحابہ
ابن حجر	۸۵۲ھ	اصابہ، تہذیب التہذیب

یہ مشہور کتابین ہین، انکے علاوہ اور کتابین بھی لکھی گئی تھین، لیکن اونکو طوالت کے خوف سے قلم انداز کیا جاتا ہے،

علمائے کا تیسرا طبقہ حکمائے حدیث

(۳) تیسرا طبقہ حکمائے اہلِ حدیث کا تھا، یہ لوگ ۳ گروہون مین منقسم تھے، (۱) فقہاء (۲) علمائے رجال، (۳) علمائے علل، ان مین سے ہر گروہ نے مسند، ابواب، تاریخ اور کنیٰ پر کتابین لکھی ہین،

حکمائے کے ۳ گروہ فقہا امام شعبی

(۱) فقہاء کے سرگروہ امام شعبی تھے، جنکا ذکر اوپر آچکا ہے، وہ بہت بڑے فقیہ اور مختلف علوم مین کمال رکھتے تھے، اونکو کوفہ، بصرہ، اور حجاز کی حدیثون پر سب سے زیادہ عبور تھا، اونکا فنِ روایت پر یہ احسان ہے کہ اونھون نے جسقدر حدیثین بیان کین متفق علیہ تھین، خود فرماتے ہین[1]

کرہ الصالحون الاولون الاکثار من الحدیث ولو استقبلت من امری ما استدبرت ما حدثت الا بما اجمع علیہ اہل الحدیث،	سلفِ صالحین زیادہ حدیثین روایت کرنا اچھا نہین سمجھتے تھے، اور اگر مین نے اس امر مین قدم آگے بڑھایا تو پیچھے نہین ہٹاؤنگا، مین تم سے صرف وہ حدیثین بیان کرونگا جن پر اہلِ حدیث کا اجماع ہو چکا ہے،

[1] تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۷۷ ج ۱،

وہ محدث مین فقاہت کا وصف بھی تلاش کرتے تھے، اور اس باب مین حضرت عبداللہ ابن مسعود رض کے تلامذہ کے مداح تھے، اصحابِ علی رض مین چونکہ یہ صفت مفقود تھی اسلیے اونکو پسند نہین کرتے تھے، چنانچہ حارثِ اعور، ابن صبوہ، صعصعہ بن صوحان، رشید ہجری کے متعلق اونھون نے اپنے خیالات ظاہر کیے ہین، آخری شخص چونکہ رافضی تھا اسلیے جب اوسکی روایت سنی تو فرمایا اگر تو جھوٹا ہے تو تجھ پر خدا کی لعنت، زیاد کو اس روایت کی اطلاع ہوئی تو اوس نے رشید کی زبان کٹوائی اور سولی پر لٹکا دیا،

امام مالک

شعبی کے بعد امام مالک کا زمانہ آیا، وہ اہلِ سنت کے دوسرے امام، اور حدیث، فقہ، فتاوی مین مرجع عام تھے، عبدالرزاق نے حضرت ابوہریرہ رض سے ایک حدیث نقل کی ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ عنقریب لوگ طلبِ علم مین دور و دراز ممالک کا سفر گوارا کرینگے، لیکن مدینہ کے عالم سے بڑھکر اونکو دنیا مین کوئی عالم نہ ملے گا، عبدالرزاق کا بیان ہے کہ ہم لوگ اس حدیث کا مصداق امام مالک کو سمجھتے تھے، امام شافعی فرماتے ہین جب علماء کا مذکور ہو تو مالک ستارہ ہین، اونکا یہ بھی قول ہے کہ اگر مالک اور ابن عیینہ نہوتے تو حجاز کا علم اوٹھ جاتا، ابن وہب کہتے ہین اگر مالک اور لیث نہوتے تو ہم گمراہ ہوجاتے، اونکا یہ مرتبہ ہے کہ اگر وہ اور ثوری اور اوزاعی کسی امر پر اجماع کرین تو وہ سُنت قرار پاتا ہے، گو اوسکے متعلق کوئی صریح نص موجود نہو!

فقہاے مدینہ مین امام مالک پہلے شخص ہین جنھون نے راویون کی چھان بین کی، اور جو لوگ ثقہ نہ تھے اونکی روایتون سے اعراض کیا، امام مالک، امام زہری کے شاگرد ہین، امام

زہری کے حالات مین گذر چکا ہے کہ اونکی روایتین اسقدر کثیر تھین کہ اونٹون پر بار کیجاتی تھین، لیکن جانتے ہو؟ امام مالک کا اونکی نسبت کیا خیال تھا، فرماتے ہین،

سمعت من ابن شہاب احادیث کثیرۃ ماحدثت بہا قط ولا احدث بہا، — مین نے ابن شہاب سے بہت سی حدیثین سنی ہین جنکو مین نے ابتک بیان نہین کیا، اور نہ آیندہ بیان کرونگا،

امام زہری گو خود ثقہ تھے، لیکن چونکہ اونکی روایتین مختلف الدرجۃ استادون سے منقول تھین اسلیے امام مالک نے اونکے قبول کرنے سے احتراز کیا،

امام مالک نے صحیح روایتون کے جمع کرنے مین یہ اہتمام کیا کہ قابل تقلید بن گئے سفیان بن عینیہ کہتے ہین کہ ہم لوگ مالک کے آثار کا اتباع کرتے تھے، اور جس شیخ کو وہ چھوڑتے تھے ہم بھی چھوڑ دیتے تھے،

موطاء

امام مالک نے علم حدیث مین موطاء کے نام سے ایک کتاب یادگار چھوڑی، اوسکی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اوس سے اہل مدینہ کا عمل معلوم ہوتا ہے، امام شافعی کی اس کتاب کے متعلق یہ راے ہے کہ دنیا مین کوئی کتاب اوس سے زیادہ صحیح موجود نہین، (اب یہ خیال صحیح بخاری کے متعلق ہے)

ابن مبارک

امام موصوف کے بعد عبد اللہ بن مبارک اس فن مین نامآور ہوئے، وہ اس درجہ کے شخص ہین کہ ابن عینیہ کہا کرتے تھے کہ "صحابہ کو اون پر جو کچھ فضیلت ہے صرف شرف صحبت اور شرکت غزوات کی بنا پر ہے، اگر یہ دونون چیزین علٰحدہ کرلی جائین تو صحابہ کو اون پر کوئی فضیلت نہین،" ابن مہدی کا قول تھا، "امام چار ہین مالک، ثوری، حماد بن زید، ابن مبارک"

امام احمد فرماتے ہین "ابن مبارک کے زمانہ مین اون سے بڑھ کر کوئی علم کا طالب نہ تھا" شعبہ کا خیال ہے "ہمارے ہان ابن مبارک کے مثل کوئی نہین آیا" نعیم بن حماد کہتے ہین "مین نے ابن مبارک سے بڑھکر کسی کو عاقل نہین دیکھا" ابواسحاق فزاری کی راے ہے کہ "وہ امام المسلمین ہین"

اونھون نے فقہ امام اعظم ابوحنیفہ کوفی سے حاصل کی، اور اسمین یہ کمال بہم پہونچایا کہ امام مالک اونکو فقیہ خراسان کے لقب سے یاد فرماتے تھے،

اون سے ۲۰ ہزار حدیثین منقول ہین، جو صحیح تھین، اور کتابون مین مدون تھین، ان کتابون کا خراسان اور بصرہ مین عام رواج ہوگیا تھا[1]، ان کے متعلق یحییٰ بن آدم کا قول تھا کہ مین جب کسی دقیق مسئلہ کی جستجو کرتا ہون، اور اُن مین نہین پاتا تو اوسکے حل ہونے سے نااُمید ہوجاتا ہون،

ابن مبارک نے فن روایت کے بعض اصول بھی بیان کیے ہین، جو اپنے موقع پر لکھے جائینگے،

اونھون نے روایات کی تحقیق مین شہرت حاصل کی تھی، کہ جب ہارون الرشید نے ایک ملحد کو قتل کرنا چاہا، اور اوسنے کہا کہ "مین نے جو ایک ہزار حدیثین وضع کی ہین، اونکو تم کیا کرسکتے ہو؟" تو ہارون الرشید نے برجستہ جواب دیا "او خدا کے دشمن! تجھ کو معلوم نہین کہ ابواسحاق فزاری اور ابن مبارک اونکا ایک ایک حرف چھان ڈالینگے"

ابن عینیہ

ابن مبارک کے معاصرین مین سفیان بن عینیہ تھے، جو حکماء اہل حدیث مین خصوصیت

[1] صحیح بخاری کتاب المظالم باب اثم من ظلم شیئا من الارض،

کے ساتھ ممتاز ہین، اونکے متعلق ائمۂ عصر کی رائین حسب ذیل ہین،

امام شافعی	مالک اور سفیان ہمرتبہ ہین،
"	اون مین جو علم کی جزالت ہے کسی مین نہین،
یحییٰ بن سعید	سفیان ۴۰ برس سے امام ہین،
بشر بن مفضل	دنیا مین اونکے مشابہ کوئی نہین،
ابن وہب	قرآن کا اون سے بڑھکر کوئی عالم نہین،
امام احمد	فقہار مین قرآن اور سنن کا جاننے والا اون سے زیادہ کوئی نہین،
ابن مہدی	وہ اہل حجاز کی حدیثون کے سب سے بڑے عالم ہین،

ابن عینیہ اور تفسیر حدیث

ابن عینیہ کا خاص کمال یہ تھا کہ وہ احادیث کی عمدہ تفسیر کر سکتے تھے، اونکی حدیثین ۷ ہزار تھین، جو اونکے خزانۂ دماغ مین محفوظ تھین، عمرو بن دینار کی حدیثین صحیح طریقہ سے اونہی سے منقول ہین،

ان کمالات کے ساتھ اونمین ۲ عیب بھی تھے، (۱) وہ تدلیس کرتے تھے، (۲) مزاج مین کسی قدر شیعیت تھی، جو کوفہ کی سکونت کا اثر تھا، ابن عدی نے عبدالرزاق کے حالات مین لکھا ہے کہ ایکمرتبہ ابن عینیہ نے حدیث بیان کی تو لوگون نے پوچھا، کیا اسمین حضرت عثمان رض کا بھی ذکر ہے؟ بولے "ہان، لیکن چونکہ مین کوفی ہون اسلیے سکوت اختیار کیا تھا" ابن عینیہ نے ۱۹۸ھ مین انتقال کیا،

ابو اسامہ

ابن عینیہ کے ہم وطن ابو اسامہ تھے، وہ بھی حکمار اہل حدیث مین شمار کیے جاتے

ہین، اونکو تاریخ کا بھی شوق تھا، اور اس فن مین ہشام بن عروہ کے شاگرد تھے، چنانچہ ہشام سے
اونھون نے ۶۰۰ روایتین نقل کی ہین،

ابو اسامہ کی کتابین صحیح تھین اور اون مین ایک لاکھ حدیثین قلمبند تھین، ابو اسامۃ کا
سب سے بڑا کمال یہ تھا کہ نقل و روایت مین غلطی نہین کرتے تھے، اونمین تدلیس کا بھی عیب تھا،

امام شافعی

اسی زمانہ مین امام شافعی حدیث و فقہ کی مسند پر متمکن تھے، امام شافعی اہل سنت کے
امام سوم، آنحضرت (صلعم) کے ہم نسب، سنت نبوی کے یاور و ناصر، اور امت اسلامیہ کے پیشواے
عام تھے، امام احمد بن حنبل فرماتے ہین "خدا ہر صدی کے خاتمہ پر ایک شخص کو پیدا کرتا ہے، جو
لوگون کو سنن کی تعلیم دیتا، اور آنحضرت (صلعم) سے کذب کو دور کرتا ہے، ہم نے غور کیا تو پہلی
صدی مین عمر بن عبد العزیز نے یہ کام کیا تھا، اور دوسری صدی مین امام شافعی نے" ہلال
بن علاء کہتے ہین "خدا نے دنیا پر چار شخصون کے ذریعہ سے احسان کیا ہے، اونمین ایک شافعی
تھے، جنھون نے لوگون کو فقہ حدیث کی تعلیم دی،" احمد بن سیار کا قول ہے "شافعی نہوتے تو اسلام
مٹ جاتا" ابو عبیدہ کی راے ہے "مین نے اون سے بڑھ کر عاقل نہین دیکھا"

امام شافعی کا یہ درجہ ہے کہ امام احمد بن حنبل جو خود بھی امام تھے، اونکے اقوال کو اپنے
اقوال پر ترجیح دیتے تھے، ایکدفعہ کسی مسئلہ کی نسبت اون سے سوال کیا گیا کہ اسمین کوئی صحیح حدیث
مروی ہے؟ بولے اگر صحیح حدیث نہو تو شافعی کا قول اختیار کرو،

تمام ائمہ کے مذاہب مین امام شافعی کا مذہب حدیث سے زیادہ قریب ہے، وہ احادیث
کے حافظ تھے، علل پر عبور رکھتے تھے، اور صرف وہی حدیثین قبول کرتے تھے جو اونکے نزدیک

صحیح ثابت ہوتی تھین، اونھون نے اس فن مین یہ کمال حاصل کیا تھا کہ تمام عمر مین ایک حدیث مین بھی غلطی نہین کی، وہ جرح و تعدیل مین بھی امامت کا درجہ رکھتے تھے، اور راویون کے متعلق اونکا قول مستند مانا جاتا تھا، ۲۴۲ھ مین وفات پائی،

امام بخاری

امام شافعی کے بعد امام بخاری کا زمانہ آیا، امام بخاری، شیخ الاسلام، تاج الملۃ امام الائمہ، اعلم الحفاظ اور رافقہ الدنیا تھے، اونکے متعلق ابن خزیمہ کا قول تھا کہ "مین نے آسمان کے نیچے اون سے بڑھکر حدیث کا ماہر اور حافظ نہین دیکھا" امام ترمذی فرماتے ہین کہ "وہ علل اور رجال کے سب سے بڑے عالم تھے" حسین بن محمد کا خیال ہے کہ "وہ ایک فرد نہین بلکہ ایک امت تھے"

امام بخاری کو ۳ لاکھ حدیثین حفظ یاد تھین، جنمین ایک لاکھ صحیح، اور بقیہ غیر صحیح تھین، اونکو حدیث کی یہ شناخت تھی کہ بعض محدثین کہا کرتے تھے،

حدیث لم یعرفہ محمد بن اسماعیل لیس بحدیث، — جس حدیث کو بخاری نہین جانتے وہ حدیث نہین۔

ایکمرتبہ کسی نے ابن اخرم سے ایک حدیث پوچھی تو بولے کہ اسکو بخاری نے نہین لیا ہے، اوسنے کہا لیکن مسلم مین تو ہے؟ ابن اخرم نے فرمایا،

ان البخاری کان اعلم من مسلم ومنک ومنی — بخاری مسلم سے، تم سے، اور مجھ سے زیادہ جانتے تھے

امام مسلم اونکے پاس حدیث دریافت کرنے کے لیے آتے تو اسطرح پوچھتے تھے جیسے بچے پوچھتے ہین!

فقاہت اسقدر تھی کہ ابو مصعب اونکو امام احمد بن حنبل پر ترجیح دیتے تھے،

رجال کا اتنا علم تھا کہ علی بن مدینی جو اس فن کے امام، اور اونکے اوستاد تھے، کہا کرتے تھے کہ خراسان کے محدثین مین جسکو تم انتخاب کرو وہی ہمارے نزدیک بھی منتخب ہے،

صحیح بخاری کی تدوین اور فن روایت کا عروج

ان کمالات کے ساتھ وہ تصنیف وتالیف کا بہت بڑا ملکہ رکھتے تھے، اونھون نے متعدد کتابین لکھی ہین، جن مین سب سے مشہور جامع صحیح ہے، اسلام پر آج تک ۱۳ سو برس کا زمانہ منقضی ہوچکا ہے، اور اس عرصہ مین ہزارون مشاہیر پیدا ہوئے ہین، جنکے پُرفخر کارنامون سے فضاے بسیط کا گوشہ گوشہ گونج رہا ہے لیکن امام بخاری کو جو فضیلت اور شرف حاصل ہے کسی کو نصیب نہین، مذہبی حیثیت سے اسلام مین دو کام سب سے زیادہ اہم انجام پائے ہین، اول قرآن کی ترتیب وتدوین جو حضرت ابوبکر رض کے اشارہ سے عمل مین آئی، دوسرے احادیث صحیحہ کا انتخاب جسکا فخر امام بخاری کو حاصل ہوا، قرآن وحدیث اسلام کا اصلی سرچشمہ ہین، اس بناء پر جو شخص ان کا سب سے بڑا محافظ ہے اوسکا دنیا مین کون حریف مقابل نکل سکتا ہے؟

یہ آسان تھا کہ امام بخاری دوسرے محدثین کیطرح ایک لاکھ حدیثین، کتابون مین جمع کردیتے، اور حدیث کا عظیم الشان سرمایہ فراہم ہوجاتا، لیکن امام نے ۶ لاکھ حدیثون مین سے تقریبًا ۴ ہزار حدیثین انتخاب کین، جو متن اور سند کے لحاظ سے اپنا جواب نہین رکھتی تھین[1] امام نے حدیث کا ایک ایک ٹکڑا بلکہ ایک ایک حرف جانچا، اور صحیح مین وہی درج کیا جو سب سے زیادہ

[1] علامہ نووی نے تہذیب مین اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری کے مقدمہ مین تصریح کی ہے کہ بخاری مین ۷۲۷۵ حدیثین ہین، جو مکررات کو حذف کرکے ۴ ہزار کے قریب رہ جاتی ہین،

سنند اور سند کے لحاظ سے اعلیٰ تھا،

بعض لوگون نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر اس لحاظ سے ترجیح دی ہے کہ اوسمین سند کے طرق یکجا کر دیے گئے ہین، اور مقطوع روایات نہین ہین، لیکن اون لوگون نے اس امر کو نظر انداز کر دیا کہ مسلم کے متعدد طرق، بخاری کے ایک طریقہ کے ہم پلہ نہین ہین، اسی طرح مسلم کی مرفوع روایا بخاری کی مقطوع روایتون کے رتبہ کو نہین پہونچ سکتین،

امام بخاری جب صحیح کی تالیف سے فارغ ہوئے، تو اوس کو اپنے زمانہ کے مشہور ائمہ یعنی علی بن مدینی، یحیٰی بن معین، احمد بن حنبل وغیرہ کی خدمت مین پیش کیا، ان لوگون نے جانچنے کے بعد کہا کہ چار حدیثون کے علاوہ آپ کی کتاب بالکل صحیح ہے، عقیلی کہتے ہین کہ دراصل وہ احادیث بھی صحیح تھین، اور امام بخاری اونمین حق بجانب تھے،

یہ کام اپنی نوعیت کے لحاظ سے دنیا کا سب سے پہلا اور سب سے آخری کام تھا، نقل و روایت کا فن نہایت قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے، لیکن امام بخاری نے اوسکو جس معراج کمال پر پہونچایا، اوسکی نظیر آغاز آفرینش سے لیکر آج تک نہین مل سکتی، اور نہ آیندہ کبھی مل سکے گی،

امام بخاری نے صحیح کے علاوہ تاریخ کبیر، اوسط اور صغیر، تصنیف کی، اونھون نے صحابہ کے حالات مین ایک کتاب لکھی جسکا نام اسماء الصحابہ تھا، اور جو بعض کے نزدیک اس فن کی پہلی کتاب تھی، علامہ ابوالقاسم کی معجم الصحابہ مین اسکا اکثر حصہ منقول ہے، عبید اللہ بن موسیٰ کے زمانہ مین صحابہ اور تابعین کے فیصلون پر بھی ایک کتاب تحریر فرمائی، ۲۵۶ھ مین انتقال فرمایا،

امام موصوف کے معاصرین مین محمد بن عبد اللہ بن اعین تھے، جو امام مالک کے پیرو

ابن اعین

اور مصر کے سب سے بڑے عالم گذرے ہین، ابن خزیمہ کا اونکی نسبت یہ قول ہے کہ ہن نے فقہاء اسلام مین اقوالِ صحابہ وتابعین کا عالم اون سے بڑھکر نہین دیکھا، وہ اگرچہ حدیث کے حافظ تھے لیکن سند یاد نہین رکھتے تھے، اونکی متعدد تصنیفات ہین،

علمائے رجال عبدالکریم جزری

(۲) **علمائے رجال مین عبدالکریم** جزری سب سے مقدم ہین، اونکی آنکھین حضرت انس رض کے جمالِ مبارک سے روشن ہوئی تھین، وہ راویون کی تحقیق کیا کرتے تھے، اون کی حدیثون کے متعلق سفیان بن سعید کا قول ہے کہ اگر کوفہ کے محدثین کو ہات آجاتین تو ہمیشہ کیلیے ہمارے مقابلہ مین اونکو فخر کا موقع ملجاتا،

امام شعبہ

جزری، اگر مستثنی کردیے جائین تو فنِ رجال کے بانی امام شعبہ بن الحجاج تھے، وہ بصرہ کے امام الائمہ اور اپنے زمانہ کے شیخ الحدیث ہین، سفیان ثوری کہتے تھے "شعبہ حدیث کے امیر المومنین ہین، امام نسائی کا قول تھا "حدیث نبوی کا خدانے جن ۳ شخصون کو امین بنایا ہے یہ ہین، مالک، شعبہ اور یحیی القطان" امام احمد بن حنبل فرماتے تھے "شعبہ رجال اور حدیث پر نظر رکھنے کے لحاظ سے ایک پوری قوم کے برابر ہین" امام شافعی کا خیال تھا "اگر شعبہ نہوتے تو عراق مین کوئی حدیث نہ جانتا"

رجال مین اونکی یہ منزلت ہے کہ صالح جزرہ اونکو اس فن کا بانی قرار دیتے ہین، وہ پہلے شخص ہین جس نے عراق مین محدثین کے حالات کی جستجو کی، اور ضعفاء ومتروکین سے اجتناب کیا، عراق مین اور بھی بہت سے لوگ گذرے ہین جو محدثین کے حالات کی تفتیش کرتے تھے لیکن وہ سب کے سب شعبہ کے مقلد تھے، سبقت اور ایجاد کا شرف شعبہ ہی کو حاصل تھا،

شعبہ کی تنقید نہایت سخت ہوتی تھی، اسی بنار پر امام مالک فرمایا کرتے تھے[1]

شعبتکم یشدد فی الرجال — تمھارے شعبہ رجال مین تشدد سے کام لیتے ہین،

عاصم بن عبید اللہ ایک تابعی ہین، اونکے متعلق شعبہ کی تنقید سنو، فرماتے ہین،

کان عاصم لو قیل لہ من بنی مسجد البصرۃ لقال فلان عن فلان عن النبی صلعم انہ بناہ — عاصم کا یہ حال تھا کہ اگر اون سے کوئی پوچھتا کہ بصرہ کی جامع مسجد کس نے بنائی؟ تو جواب دیتے کہ فلان نے فلان سے اور اوسنے آنحضرت سے روایت کی ہے کہ آپ خود اوسکے بانی تھے،

امام شعبہ سے تقریباً ۲ ہزار حدیثین منقول ہین، یہ ابن مدینی کا قول ہے لیکن صالح جزرہ نے ۱۰ ہزار کی تصریح کی ہے، امام موصوف اپنی روایتین قلمبند کراتے تھے، چنانچہ ۶-۷ آدمی خاص اسی کام پر مامور تھے،[2] اونین آدم بن ابی ایاس بھی تھے، جو مستقل طور سے اون کے پاس رہتے تھے، آدم چونکہ نہایت زود نویس تھے اسلیے لوگ شعبہ کی حدیثین انہی سے نقل کراتے تھے،

امام موصوف کو تدلیس سے سخت نفرت تھی، اونکا قول تھا،[3]

لان اقع من السماء فانقطع احب الیّ من ان ادلس — اگر مین آسمان سے گر کر پارہ پارہ ہوجاؤن تو زیادہ بہتر ہے بنسبت اسکے کہ تدلیس کا ارتکاب کرون،

وہیب

شعبہ کے بعد وہیب بن خالد اس فن مین ممتاز ہوے، وہ حدیث اور نقد مین حماد بن زید کے ہمسر خیال کیے جاتے تھے، بصرہ مین جو چار مشہور حفاظ حدیث گذرے ہین اونین ایک یہ بھی

[1] تہذیب صفحہ ۳۴۷ ج ۵، [2] ایضاً صفحہ ۱۹۶ ج ۱، [3] تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۱۸۳ ج ۱،

تھے، حدیث اور رجال مین ایسے صاحب نظر تھے کہ بہت کم لوگ اونکا مقابلہ کر سکتے ہین، اون کے

ہم فنون کا یہ بھی خیال تھا کہ رجال کا عالم شعبہ کے بعد اون سے بڑھکر کوئی نہین پیدا ہوا،

اس فضل وکمال کے باوجود اونکی روایتین سقم سے پاک نہین ہین، جسکی وجہ یہ ہے کہ

اونکے اساتذہ مین بعض لوگ ضعیف الروایۃ تھے، وہیب نے ۱۶۵ھ مین وفات پائی،

یحیی القطان

وہیب کے بعد یحییٰ بن سعید القطان کا زمانہ آیا، وہ امام ابو حنیفہ کے مقلد اور امام

مالک کے ممتاز تلامذہ مین تھے، خدا نے احادیث نبوی کا جن لوگون کو امین بنایا تھا اونمین

ایک یہ بھی تھے، امام احمد فرماتے ہین "میری آنکھون نے اونکا مثل نہین دیکھا، امام ابن مدینی

کا قول ہے" اون سے بڑھکر رجال کا کوئی عالم نہین، بندار کا خیال ہے" وہ اپنے زمانہ کے

امام ہین" ابن عمار کہتے ہین "مین جب قطان کو دیکھتا تو معلوم ہوتا کہ کچھ نہین جانتے، لیکن جب

گفتگو شروع کرتے تو بڑے بڑے فقہار کی زبانین بند ہوجاتی تھین،،

قطان کے حافظہ کی یہ حالت تھی کہ سفیان ثوری حیرت ظاہر کرتے تھے، ایکمرتبہ اون کو

قطان سے مذاکرہ کا اتفاق ہوا تو دنگ رہگئے، اور ابن مہدی سے کہا مین نے تو تم سے یہ

کہا تھا کہ کسی انسان کو مذاکرہ کے لیے لانا، تم تو جنات کو لے آئے،

وہ رجال کے مسلم امام ہین، تمام ائمہ نے بالاتفاق کہا ہے کہ جس راوی کو یحییٰ ترک

کردین ہم بھی ترک کردین گے،

اونکی علمی جلالت یہ تھی کہ ایکدفعہ امام الائمہ شعبہ بن الحجاج اور کچھ لوگون مین اختلاف

ہوا تو شعبہ نے انہی کو حکم مانا، قطان نے شعبہ کے خلاف فیصلہ کیا تو بولے تم پر کون نقد کرسکتا ہے؟

اونکا قاعدہ یہ تھا کہ عصر کے بعد حدیث کا درس دیتے تھے، اونکے حلقہ مین علی بن مدینی، احمد بن حنبل، یحیی بن معین، شریک ہوتے، اور کھڑے ہو کر سوالات کرتے تھے، ہیبت کیوجہ سے کسی کو بیٹھنے کی جرأت نہین ہوتی تھی،

وہ زبانی حدیث بیان کرتے تھے، اونکے پاس کتاب نہ تھی، لیکن بااینہمہ اون سے بہت کم لغزشین ہوئین، وہ صرف ثقہ لوگون سے روایت کرتے تھے، اور ثقات کی جستجو، اور ضعفاء کی تلاش مین اونکو خاص ملکہ تھا،

منصور بن سلمہ

اسی زمانہ مین، بغداد مین **منصور** بن سلمہ مرجع عالم تھے، اونکے متعلق دارقطنی نے یہ الفاظ لکھے ہین[1]

احد الثقات الحفاظ الرفعاء الذین کانوا یسألون عن الرجال ویوخذ بقوله فیهم، اخذ عنه احمد وابن معین وغیرهما علم ذلك،	اون بلند رتبہ ثقات اور حفاظ مین ہین جن سے رجال کے متعلق سوال کیا جاتا، اور اونکے قول کو ترجیح دی جاتی ہے، احمد اور ابن معین وغیرہ نے یہ فن اُنہی سے حاصل کیا ہے،

وہ اگرچہ حدیث کم روایت کرتے تھے، تاہم جو کچھ لکھا تھا، ثقات سے لکھا تھا، ہر شخص سے روایت کرنا پسند نہین کرتے تھے،

ابونعیم

منصور کے بعد حافظ **ابونعیم** مسند حدیث پر جلوہ گر ہوئے، ابونعیم کا نام فضل بن دکین تھا، سفیان ثوری کے اجل تلامذہ مین تھے، لوگون نے بالاتفاق لکھا ہے کہ وہ صحت کی آخری حد پر تھے

---

[1] تہذیب صفحہ ۳۰۸ ج ۱۰،

اون سے ۴ ہزار حدیثین منقول ہین، جن مین ساڑھے ۳ ہزار سفیان ثوری کی تھین، انکے متعلق ابوحاتم کا بیان ہے کہ جب کسی کے سامنے اونھون نے یہ حدیثین روایت کین تو ایک لفظ کا بھی فرق نہین پیدا ہوا،

اونکی کتاب کو عبداللہ بن مبارک نے دیکھا تو فرمایا "مین نے آپ کی کتاب سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہین دیکھی" امام احمد اوس کی نسبت کہتے تھے، کہ "جب ابونعیم نہون گے تو اونکی کتاب امام ہوگی"

ابونعیم، شیوخ، اونکے انساب، اور رجال کے سب سے بڑے عالم تھے، اور سفیان ثوری کے تلامذہ مین اس وصف مین اونکا کوئی ہمسر نہ تھا، وہ راویون پر سختی سے جرح کرتے تھے، امام علی بن مدینی فرماتے ہین، "ابونعیم اور عفان سچے لوگ ہین، لیکن مین رجال مین انکا کلام قبول نہین کرتا، یہ لوگ ہر شخص مین کچھ نہ کچھ عیب نکالدیتے ہین"

احمد بن صالح کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ منکر حدیثون مین تدلیس کرتے تھے،

سلیمان بن حرب

شعبہ کے تلامذہ مین سلیمان بن حرب ابوایوب بصری یکتاے روزگار تھے، وہ رتبہ مین عفان سے کم نہ تھے، بلکہ زیادہ ہونگے، بغداد آکر حدیثین روایت کین تو ہر طرف سے لوگ ٹوٹ پڑے ۴۰ ہزار کا مجمع تھا، جسمین خود خلیفہ مامون بھی موجود تھا،

اونکے پاس کتاب نہ تھی، بلکہ زبانی روایتین کرتے تھے، اونکی حدیثون کی تعداد ۱۰ ہزار کے قریب ہے،

وہ رجال کے بہت بڑے عالم تھے، ابوحاتم کہتے ہین "سلیمان بن حرب بہت کم مشائخ کو

پسند کرتے تھے، اسی بنا پر جب کسی سے روایت کرتے تو مین سمجھ لیتا کہ وہ ثقہ شخص ہے"

سلیمان روایت بالمعنی کرتے تھے، اسی لیے اونکی حدیثون مین الفاظ بدل جایا کرتے ہین،

یحییٰ ابن معین

علم حدیث نے اب تک جو کچھ ترقی کی تھی اوسکا مظہر حقیقی یحییٰ بن معین کا وجود مبارک تھا، ایک محدث نے اونکی نسبت یہ الفاظ استعمال کیے ہین،

لم تطلع الشمس علی اکبر منه ! اون سے بڑے شخص پر آفتاب طلوع نہین ہوا،

امام ابن مدینی فرماتے تھے "سلف کا تمام علم انہی کے پاس ہے" ابو سعید حداد کہتے تھے "تمام لوگ یحییٰ کے عیال ہین، اور اگر وہ نہوتے تو مین حدیث نہ لکھتا"، یحییٰ بن سعید القطان کا قول تھا "ہمارے ہان احمد اور یحییٰ بن معین کے مثل کوئی نہین آیا"، ابن الرومی کہتے تھے،

ما فی الدنیا مثله ! دنیا مین اون کی نظیر نہین،

ابن معین کی جلالت علمی

اونکی علمی جلالت یہ ہے کہ ایکدفعہ شام کے ایک محدث بغداد آئے، اور حدیث روایت کرنا شروع کی، ہارون بن معروف، احمد بن حنبل، احمد بن الدورقی، عبداللہ بن الرومی، زہیر بن حرب، اونکے حلقۂ درس مین موجود تھے، اور وہ بے تکلف روایت کر رہے تھے، لیکن جب یحییٰ بن معین نے دروازہ کھٹکھٹایا، تو محدث مذکور کے ہاتھ کانپنے لگے، اور کتاب چھوٹ کر نیچے گر پڑی،

حدیث کا جسقدر مجموعہ اونکے پاس تھا، کسی محدث کے پاس نہ تھا، امام ابن مدینی فرماتے ہین،

ما اعلم احداً اکتب ما کتب یحییٰ بن معین مین نہین جانتا کہ یحییٰ کے برابر کسی نے حدیثین لکھی ہین

وہ خود فرماتے تھے کہ مین نے اپنے ہاتھ سے ۱۰ لاکھ حدیثین لکھی ہین،

لیکن اس تعداد مین صحیح اور غیر صحیح سب قسم کی حدیثین شامل تھین، وہ غیر صحیح حدیثونکو محض واقفیت کے لیے لکھتے اور پھر تنور مین جھونک دیتے تھے، صحیح حدیثین کتاب مین لکھ لیجاتی تھین، اس کتاب کے متعلق اونکا یہ قول تھا،

کل حدیث لا یوجد ھھنا فھو کذب — جو حدیث یہان موجود نہین وہ جھوٹ ہے،

امام احمد بن حنبل نے اس کی تصدیق مین فرمایا "جس حدیث کو ابن معین نہین جانتے وہ حدیث نہین"

اونکو حدیث کی جو شناخت تھی، اوسکے لحاظ سے بھی وہ اپنے معاصرین پر ترجیح رکھتے تھے، حداد کہتے ہین کہ "ہم حدیث کی کتابین پڑھتے تو معلوم ہوتا کہ انین جو کچھ لکھا ہے، صحیح ہی، لیکن جب ابن معین انکو دیکھتے تو سب سے پہلے اونکی نظر غلطیون پر پڑتی، اور اگر وہ ہم کو نہ بتلاتے تو ہم جان نہین سکتے تھے" امام احمد کے پاس ایک شخص چند حدیثین لیکر آیا کہ ان کی غلطیان درست کر دیجیے، فرمایا تم ابو زکریا کے پاس جاؤ اونکو غلطیون کا علم ہے، ابو زکریا، ابن معین کی کنیت تھی، امام احمد تعظیماً اونکا نام نہین لیتے تھے،

ابن معین کی یہ حیثیت اسقدر مسلم تھی کہ عجلی کہا کرتے تھے "خدا نے کسی شخص کو ابن معین سے زیادہ حدیث کا پہچاننے والا نہین پیدا کیا، وہ احمد اور ابن مدینی وغیرہ کے پاس بیٹھتے، تو احادیث کے انتخاب کی خدمت وہی انجام دیتے، اونکے سامنے دوسرون کو یہ جرأت نہین ہوتی تھی" امام احمد فرماتے ہین "یہان ایک شخص ہے جس کو خدا نے خاص اس کام کے لیے پیدا کیا ہے کہ وہ جھوٹون کا جھوٹ ظاہر کرے" ابو حاتم کہتے ہین "تم جب کسی بغدادی کو دیکھو کہ ابن معین سے بغض رکھتا ہے تو سمجھ لو کہ کذاب ہے" (یعنے چونکہ اونھون نے اوسکا

جھوٹ ظاہر کیا ہوگا اسلیے دشمن ہوگیا ہے)

روایات تاریخی کی تنقید

حدیث کے علاوہ تاریخ وسیر مین بھی اونکی ضرورت محسوس ہوتی تھی، امام احمد اور ابن الرومی، یعقوب بن ابراہیم کے پاس مغازی سیکھنے کے لیے جاتے تھے، ایکدن بے ساختہ امام احمد کے مُنھ سے نکلا "کاش یحییٰ یہان موجود ہوتے" ابن رومی نے کہا "تو کیا ہوتا؟" بولے "غلطیان نکالتے!"

ابن معین سند کے بھی سب سے بڑے عالم تھے، کوئی شخص کبھی اونکے سامنے سند مین رد و بدل نہ کرسکا،

وہ رجال اور کنی کے بھی سب سے زیادہ ماہر تھے، اور جرح و تعدیل مین امام مانے جاتے تھے،

اونھون نے مدینہ منورہ مین ۲۲۔ ذوالقعدہ ۲۳۳ھ کو انتقال فرمایا، جن تختون پر آنحضرت (صلعم) کو غسل دیا گیا تھا، اون پر نہلائے گئے، اور آنحضرت (صلعم) کے تابوت پر اونکا جنازہ اوٹھایا گیا، ایک شخص آگے آگے پکارتا جاتا تھا کہ یہ وہ شخص ہے جو رسول اللہ (صلعم) سے کذب کو دور کرتا تھا، مدینہ کے افسر پولیس نے نماز پڑھائی، اور بقیع مین دفن کیے گئے،

امام ابن معین کے بعد امام احمد بن حنبل فن رجال کے امام مانے جاتے تھے، وہ صحابہ اور تابعین کے مذاہب سے سب سے زیادہ واقف تھے، امام موصوف لوگونپر جرح بہت کم کرتے تھے،

امام احمد کے بعد امام بخاری وغیرہ کا درجہ ہے،

علمائے علل، علی بن مدینی

(۳) علمائے علل مین سب سے پہلا نام علی بن مدینی کا ہے، اونکو صحیح و سقیم ثابت

وعلول، خطاء وصواب کی شناخت مین جو ملکہ تھا وہ اب تک کسی کو حاصل نہوا تھا، سفیان بن عینیہ اونکے اُستاد ہین لیکن کہتے تھے ''لوگ مجھے اونکی محبت پر ملامت کرتے ہین، حالانکہ وہ مجھ سے جتنا سیکھتے تھے مین (انسے) اوس سے زیادہ سیکھتا تھا''، عبدالرحمن بن مہدی کا قول ہے ''حدیث اور خصوصًا احادیث ابن عینیہ کے سب سے بڑے عالم ابن مدینی ہین''، امام نسائی کا خیال ہے ''خدانے اونکو خاص اسی کام کے لیے پیدا کیا تھا''، امام بخاری فرماتے ہین ''مین نے اپنے کو سوائے علی کے کسی اوستاد سے کم رتبہ نہین سمجھا''، امام بخاری نے رفع الیدین مین اون کے متعلق یہ فقرہ لکھا ہے،

کان اعلم اھل عصرہ ! وہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے،

ابوداؤد کہتے ہین ''وہ احمد سے زیادہ حدیث کے اختلافات پر نظر رکھتے تھے''،

اونھون نے ایک مسند جمع کیا تھا، اوس مین ایک لاکھ حدیثین تنقید کرکے ترک کین، جنمین ۳۰ ہزار صرف عباد بن صہیب کی روایتین تھین، لیکن جب بصرہ سے باہر گئے اور ۳ سال تک آنے کا اتفاق نہوا تو اوسکو دیمک چاٹ گئی، چونکہ کام نہایت مشکل تھا، دوبارہ اوس کے کرنے کی ہمت نہ ہوئی، اس مسند مین اونھون نے تفصیل کے ساتھ حدیثونکے طرق بیان کیے تھے،

اونھون نے کتاب العلل لکھی، جو بڑی لاجواب کتاب تھی، ۲۳۴ھ مین انتقال فرمایا،

اونکے شاگردون مین امام بخاری اس فن مین نامآور ہوئے،

امام مسلم

اونکے بعد امام مسلم بن الحجاج نے کمال پیدا کیا، بندار کا قول ہے کہ ''حفاظ چار ہین (ابوزرعہ، محمد بن اسمٰعیل، (امام بخاری) دارمی، اور مسلم'' ابوزرعہ اور ابوحاتم اونکو صحیح حدیثونکا

سب سے بڑا عالم سمجھتے تھے، اور اسحاق کوسج کا مقولہ تھا کہ "جب تک آپ زندہ ہین ہم بھلائی سے محروم نہین ہوسکتے"

صحیح مسلم کی تصنیف

امام مسلم کو ۳ لاکھ صحیح حدیثین یاد تھین، اونمین سے جامع صحیح کے لیے اونھون نے ۱۲ ہزار حدیثین انتخاب کین، اس کتاب کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ (۱) اوسمین سند کے تمام طرق جمع کیے گئے ہین، (۲) سیاق عمدہ ہے (۳) الفاظ اسقدر محفوظ ہین کہ اصلی معلوم ہوتے ہین (۴) روایت بالمعنی نہین ہے، (۵) مقطوع اور مرسل حدیثین نہین ہین، اس انداز پر نیشاپور کے متعدد محدثین نے کتابین لکھنا چاہین لیکن کامیاب نہین ہوئے،

امام مسلم نے عللِ حدیث مین کم غلطیان کی ہین، امام بخاری نے اہلِ شام کی کتابین لیکر جو حدیثین نقل کی تھین، اونمین بہت سی غلطیان رہ گئی تھین، مثلاً ایک حدیث مین کسی شخص کا نام مذکور تھا، اور دوسری مین صرف کنیت لکھدی گئی تھی، امام نے اونکو دو شخص خیال کر لیا، لیکن مسلم نے چونکہ صرف مسانید لکھے ہین اسلیے وہان غلطی کا احتمال نہایت کم تھا، کیونکہ حدیث متصل ہوتی تھی، اور مقطوع یا مرسل نہین ہوتی تھی،

امام مسلم نے صحیح کے علاوہ اور بھی متعدد تصنیفات یادگار چھوڑی ہین، مثلاً صحابہ کا مسند کبیر، کتاب الاسمار والکنی، کتاب التمییز، کتاب العلل، کتاب الوحدان، کتاب الافراد، کتاب مشائخ الثوری، کتاب مشائخ شعبہ، کتاب من لیس لہ الاراوٍ واحد، کتاب اولاد الصحابۃ، کتاب اوہام المحدثین، کتاب الطبقات، کتاب افراد الشامیین، وغیرہ،

ابوداؤد

امام مسلم کے بعد امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث کا زمانہ آیا، وہ سید الحفاظ اور

امام المحدثین تھے، صاغانی کہتے ہین، لین لابی داؤد الحدیث کما لین لداؤد الحدید

ابوداؤد کے لیے حدیث نرم کردی گئی ہے جسطرح حضرت داؤدؑ کے لیے لوہا نرم کردیا گیا تھا،

موسیٰ بن ہارون کا قول ہے "ابوداؤد دنیا مین حدیث کے لیے اور آخرت مین جنت کے لیے

پیدا ہوے ہین، مین نے اون سے افضل کسی کو نہین دیکھا" ابو حاتم بن حبان فرماتے ہین، "وہ

فقہ، حدیث، حافظہ، عبادت، ورع، اتقان، مین دنیا کے امام تھے"، حافظ ابن مندہ کا خیال ہے

"جن لوگون نے احادیث کی تخریج کی، اور ثابت کو معلول اور خطا کو صواب سے علٰحدہ کیا وہ چار

شخص ہین، بخاری، مسلم اور اونکے بعد ابوداؤد اور نسائی"

ابوداؤد مین ایک خاص بات ہے جو مصنفین صحاح مین کسی کو نصیب نہین، وہ اخلاق

وعادات، اور اعمال وافعال مین امام احمد بن حنبل کے مشابہ تھے، اور امام موصوف اپنے اساتذہ

کا کامل نمونہ تھے، اونکے آخری اوستاذ حضرت ابن مسعودؓ، آنحضرت (صلعم) سے مشابہت رکھتے

تھے، اسطرح امام ابوداؤد اپنے زمانہ مین آنحضرت (صلعم) کے مشابہ ہوجاتے ہین، اور یہ وہ

شرف ہے جو دنیا مین بہت کم لوگون کو حاصل ہوا ہے،

سنن کی تصنیف

امام ابوداؤد کے پاس ۵ لاکھ حدیثون کا سرمایہ جمع تھا، لیکن جب اونھون نے سنن

تصنیف کی تو صرف ۴۸۰۰ حدیثین درج کین، لیکن اس سے یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ امام

بخاری کی طرح اونکا معیار زیادہ بلند تھا، وہ خود کہتے ہین کہ "مین نے اپنی کتاب مین

صحیح، صحیح سے مشابہ، اور اوسکے قریب جو حدیثین تھین درج کی ہین، اور جن مین زیادہ

کمزوری تھی اوسکو بیان کردیا ہے"

امام نے کتاب مکمل کرکے اپنے استاذ امام احمد بن حنبل کی خدمت مین پیش کی، اونھون نے ابن ابی سمینہ کو روایت کرنے کا حکم دیا، یہ کتاب جب محدثین کے حلقہ مین پہونچی تو قرآن کیطرح اوسکا اتباع کیا گیا،

ترمذی

امام ابوداؤد کے بعد امام ابوعیسٰی ترمذی منصۂ حدیث پر جلوہ گر ہوے، امام موصوف نے فقہ حدیث کا ملکہ امام بخاری سے حاصل کیا تھا، عمران کا قول ہے "علم، حافظہ، ورع اور زہد مین بخاری نے خراسان مین اپنے بعد ابوعیسٰی کو چھوڑا ہے،" ادریسی کہتے ہین "وہ اون ائمہ مین سے ہین جنکی حدیث مین پیروی کیجاتی ہے، حافظہ مین ضرب المثل تھے"

جامع ترمذی

امام ترمذی کی مشہور تصنیف جامع صحیح ہے، اوسمین چار قسم کی حدیثین ہین (۱) صحیح احادیث (۲) قریب الصحۃ احادیث جسطرح ابوداؤد اور نسائی مین ہین (۳) معلول (۴) وہ احادیث جن پر کسی نہ کسی فقیہ نے عمل کیا ہے، یہ کتاب جب حجاز، عراق اور خراسان مین پہونچی تو محدثین نے عام طور پر اوسکو پسند کیا، امام ترمذی اوسکے متعلق فرماتے ہین "جس گھر مین یہ کتاب موجود ہو، تو گویا وہان ایک پیغمبر بول رہا ہے"

جامع کے علاوہ ترمذی نے کتاب العلل اور تواریخ بھی لکھی تھی، جسکا نام تہذیب مین تاریخ الصحابہ مذکور ہے اونکی ایک کتاب کا نام کتاب الاسماء والکنٰی تھا،

نسائی

سب سے آخر امام ابوعبدالرحمٰن نسائی تھے، جو علماء مصر مین سب سے بڑے فقیہ، صحیح وسقیم کے سب سے بڑے ماہر اور رجال کے سب سے بڑے عالم تھے، اونھون نے کتاب السنن لکھی، جو عام طور پر متداول ہے، اسکے علاوہ کتاب الخصائص تصنیف کی جو

خاص حضرت علی رض کے مناقب مین ہے، صحابہ پر بھی اونکی ایک تصنیف تھی جس کا نام
فضائل الصحابہ تھا،

سنن

نسائی کی سنن مین اگرچہ قریب الصحۃ روایتین زیادہ، اور صحیح کم ہین تاہم رجال
مین اونکے شرائط سخت تھے، سعد زنجانی سے ابن طاہر نے ایک راوی کے متعلق دریافت
کیا تو اوںھون نے توثیق کی، ابن طاہر نے کہا اوسکو تو نسائی نے ضعیف کہا ہے، سعد بولے
"بیٹا! رجال مین ابوعبدالرحمن کے شرائط، بخاری و مسلم کے شرائط سے زیادہ سخت ہین"،

مصنفین رجال کے اصول مشترکہ

تصنیفات مذکورہ مین جو اصول پیش نظر تھے، حسب ذیل ہین،

(۱) روایات کے طرق، اور احادیث کے علل کا استقرا، یہ ابن مندہ اور ابونعیم کا خاص
مطمح نظر تھا، یہ لوگ چونکہ محدث تھے اسلیے زیادہ توجہ انھی چیزون پر کرتے تھے، اسکی وجہ سے
ان لوگون کی کتابین رجال کے دائرہ سے نکلکر حدیث کے دائرہ مین داخل ہوگیئن، یہ طرز
پانچوین صدی کے اوائل تک مقبول رہا،

(۲) ذاتی حالات اور اخلاق و عادات کی تفصیل، یہ طرز پانچوین صدی کے نصف آخر مین
زیادہ شائع ہوا، حافظ ابن عبدالبر نے مختلف تاریخی کتابون سے لوگونکے حالات فراہم کیے

(۳) اساتذہ و تلامذہ کا استقصار، یہ طریقہ علامۂ ذہبی المتوفی ۷۴۸ھ نے اختیار کیا، وہ

جس شخص کے حالات لکھتے ہین اوسکے شیوخ اور شاگردون کو نام بنام گنانا چاہتے ہین، حالانکہ یہ بالکل ناممکن چیز ہے، سفیانِ ثوری، ابوداؤد طیالسی، امام بخاری، ابو زرعہ رازی، یعقوب بن سفیان، انمین سے ہر ایک کے اساتذہ ہزار ہزار سے زائد تھے، پھر اون کو شمار کرنے کی کون ہمت کر سکتا ہے؟

(۴) جرح و تعدیل، یعنے راویون کے حالات کے ساتھ ساتھ اونکی توثیق یا تضعیف کرنا، یہ طرز نوین صدی کے اواسط مین حافظ ابن حجر نے اختیار کیا تھا، لیکن اس سے صحابہ کو کچھ تعلق نہین، کیونکہ وہ عدول تسلیم کئے گئے ہین،

(۵) استقصاء اسمار، یہ تمام مصنفین کے مدنظر رہتا تھا، چنانچہ استیعاب مین ۳۵۰۵، اسدالغابہ مین ۷۵۵۴، تجرید مین ۸۰۰۰، اور اصابہ مین ۱۲۲۷۹ صحابہ کے حالات ہین، لیکن یہ کوشش کچھ زیادہ کامیاب نہین ہوئی، اصابہ سب سے زیادہ ضخیم کتاب ہے، لیکن حافظ ابن حجر نے خود تصریح کی ہے کہ اسمین صحابہ کا دسوان حصہ بھی نہین، کیونکہ علی بن زرعہ کا مشہور قول ہے کہ آنحضرت (صلعم) کی وفات کے وقت لاکھ آدمی ایسے تھے جنھون نے آپ سے روایت کی تھی، اور صحیحین مین حضرت کعب بن مالک رض سے روایت آئی ہے کہ غزوۂ تبوک مین اسقدر کثرت سے لوگ شریک ہوئے تھے کہ دفتر مین نام لکھنے کی گنجائش نہ تھی!

اور اسکے اسباب بھی ہین،

(۱) صحابہ زیادہ تر جہاد یا تعلیم مین مشغول رہتے تھے اسلیے اونکو دوسرے کامونکی فرصت نہ تھی،

(۲) اون مین تحریر کا کم رواج تھا،

(۳) اون کی بڑی تعداد صحراؤن اور دیہاتون مین مقیم تھی اور صرف حجۃ الوداع مین کہ کا رخ کیا تھا،

(۴) اون مین اکثر دیہات کے لوگ ایسے تھے جو روایت نہین کرتے تھے اور نہ دوسرونکی روایتون مین اونکا ذکر آتا تھا،

ان حالات مین اونکے نامون کا استقصا، کیونکر کیا جا سکتا ہے؟

کتب رجال کے نقائص

اسلام کا اصل الاصول قرآنِ مجید، عملِ متواتر، احادیثِ صحیحہ، اور اجماعِ صحابہ ہے، لیکن رجال کی کتابون مین متعدد روایتین اونکے خلاف ملتی ہین، اس موقع پر مصنفین کا اصلی کام یہ تھا کہ اس قسم کی روایتون کو قلم انداز کر دیتے، لیکن اونھون نے یہ تمام روایات نقل کر دین، اور اکثرون نے تو جرح و نقد کی زحمت بھی نہین گوارا کی، صحابہ کرام کا عام دستور تھا کہ جب اس قسم کی روایتین سُنتے تو اونکی تردید کر دیا کرتے تھے، ایکبار حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رض نے یہ حدیث بیان کی کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جب بنو قحطان مین ایک بادشاہ ہوگا، حضرت معاویہ رض نے سُنا تو سخت برہم ہوے، اور مجمعِ عام مین خطبہ دیا[1]

بلغني ان رجالا منكم يحدثون احاديث ليست في كتاب الله ولا تؤثر عن رسول الله صلعم واولئك جهالكم، فاياكم والاماني التي تضل اهلها،

مجھ کو خبر ملی ہے کہ تم مین سے چند آدمی ایسی حدیثین بیان کرتے ہین جو نہ کتابِ الٰہی مین موجود ہین، اور نہ [illegible] ماثور ہین یہ سخت جاہل لوگ ہین تم کو [illegible] کہتا تھا، سچ تھا، [illegible] حذر رہنا چاہیے جو لوگون کو گمراہ کر دیا کرتی ہین،

[1] صحیح بخاری کتاب الاحکام باب الامراء من قریش، و کتاب بدء الخلق باب مناقب قریش،

امیر معاویہ رضؓ نے اپنے خطبہ مین جس چیز سے خوف دلایا تھا، زمانۂ مابعد مین شدت سے اوسی کا ارتکاب کیا گیا، اور نہایت بے باکی سے قرآن وحدیث کے مخالف روایتین وضع ہوئین،

پہلا نقص مخالفت قرآن

قرآن مجید کی مخالفت حدیث کی کتابون مین متعدد روایات قرآن مجید کے متعارض پائی جاتی ہین، اونمین بعض ایسی ہین جنپر خود صحابہ نے جرح کی ہے، مثلاً

(۱) قرآن مجید مین ہے

اسکنوھن من حیث سکنتم، وہ عورتین جنکو طلاق بائن دیجائے اونکو عدت کے زمانہ تک مکان ملنا چاہیے،

مکان کے ساتھ نفقہ ایک لازمی چیز ہے، لیکن فاطمہ بنت قیس رضؓ ایک صحابیہ اپنا واقعہ بیان کرتی ہین کہ اونکے شوہر نے اونکو تین طلاقین دین تو آنحضرت (صلعم) نے فرمایا کہ تم کو نفقہ اور مکان کچھ نہ ملے گا،

فاطمہ رضؓ نے یہ روایت حضرت عمر رضؓ سے بیان کی تو اونھون نے فرمایا[۱]

لا نترک کتاب اللہ وسنۃ نبینا صلعم لقول امرأۃ لا ندری لعلہا حفظت او نسیت،

ہم قرآن اور اپنے نبیؐ کی سُنت کو ایک عورت کے کہنے سے نہین چھوڑ سکتے، معلوم نہین اوسکو واقعہ یاد بھی رہا یا نہین؟

(۲) قرآن مجید مین ہے

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ

اے پیغمبر! تجھپر جو خدا کی طرف سے نازل ہوا اوسکو لوگون تک پہونچادے، اور اگر تونے یہ نہ کیا تو رسالت کا حق ادا نہین ہوا

[۱] صحیح مسلم کتاب الطلاق باب المطلقۃ البائن لا نفقۃ لہا،

سماع موتیٰ

اسکے مقابلہ مین اوس خیال کو دیکھو جو شیعانِ علیؓ مین پیدا ہو گیا تھا کہ (نعوذ باللہ) آنحضرتؐ نے بہت سی چیزین صحابہ سے مخفی رکھین، حضرت عائشہ رضؓ کو علانیہ اس خیال کی تردید کرنا پڑی،[1]

(۳) قرآن مجید مین ہے،

انک لا تسمع الموتیٰ و ما انت بمسمع من فی القبور — اے پیغمبر! تو مُردون کو اپنی بات نہین سُنا سکتا، اور نہ اونکو جو قبر مین ہین،

اسکے معارض صحیح بخاری کی روایت ہے، کہ غزوۂ بدر مین جو کفار مارے گئے تھے آنحضرتؐ نے اونکی لاشون پر کھڑے ہو کر فرمایا، "ھل وجدتم ما وعد ربکم حقا" خدا نے تم سے جو وعدہ کیا تھا، تم نے اوسکو سچا پایا؟ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ مردونکو پکارتے ہین، آپ نے فرمایا،

ما انتم باسمع لما اقول منھم — مین جو کچھ کہہ رہا ہون اوسکو تم اونسے زیادہ نہین سُنتے،

چونکہ یہ الفاظ کلامِ الٰہی کے خلاف تھے، اسلیے جب حضرت عائشہ رضؓ نے سُنے تو فرمایا، "آپ نے یہ نہین، بلکہ یہ ارشاد فرمایا تھا"[2]

انھم الآن لیعلمون ان ما کنت اقول لھم حق، — وہ اب بالیقین جانتے ہین کہ مین اون سے جو کچھ کہتا تھا، سچ تھا،

یہ تو صحابہ کی جرحین تھین، اب ہماری جرحین ملاحظہ ہون،

(۴) قرآن مجید مین ہے،

---

[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۂ والنجم، [2] ایضاً کتاب المغازی باب غزوۂ بدر حدیث ابو طلحہ وعروہ،

والذین جاؤا من بعدھم یقولون	اون (مہاجرین وانصار) کے بعد جو لوگ آئین وہ
ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین	کہین کہ خداوندا ہم کو معاف کر، اور ہمارے اون
سبقونا بالایمان ولا تجعل فی	بھائیون کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گذر گئے،
قلوبنا غلا للذین آمنوا، ربنا انک	اور ہمارے دلون مین ایمان والون کے ساتھ کینہ نہ پیدا کر
رؤف رحیم (سورۂ حشر)	اے ہمارے رب! بیشک تو مہربان اور رحیم ہے،

اس آیت کے مقابلہ مین صحیح مسلم کی وہ حدیث پڑھو جسمین امیر معاویہ رضہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضہ سے حضرت علی رضہ پر لعن نہ کہنے کا سبب دریافت کیا ہے، یہ روایت باب فضائل علی رضہ مین موجود ہے، اور اسکے رواۃ گو ثقہ ہین تاہم کمزور ہین،

مسند کی روایتون سے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضہ پر بھی اسی قسم کا الزام عائد ہوتا ہے، لیکن اون روایتون کے بعض طرق مین علی بن عاصم کا نام ہے جو مشہور کذاب تھا[1]،

(۵) قرآن مجید مین ہے،

آنحضرت کی امیت

الذین یتبعون النبی الامی،	جو لوگ نبی اُمّی کا اتباع کرتے ہین،

صحیح بخاری مین حضرت برار رضہ سے صلح حدیبیہ کا یہ قصہ منقول ہے کہ جب آنحضرت (صلعم) نے عمرہ کا ارادہ کیا تو اہل مکہ سے اجازت طلب کی، اون لوگون نے اس شرط پر اجازت دی کہ ۳ روز سے زیادہ قیام نہ کرین، اور مکہ مین داخل ہوتے وقت تلوار نیام مین رکھین، معاہدہ کے شرائط لکھنے کا وقت آیا تو یہ خدمت حضرت علی رضہ نے انجام دی، اونھون نے لکھا "ھذا

[1] یہ روایات مسند ابن حنبل جلد اول صفحہ ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، مسند سعید بن زید رضہ مین منقول ہین،

ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ "اون لوگون نے کہا "اگر ہم آپ کو پیغمبر ہی تسلیم کرتے تو پھر جھگڑا کیا تھا، آپ صرف اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھوائین" آنحضرت (صلعم) نے فرمایا کہ گو تم تکذیب کرتے ہو، لیکن خدا کی قسم! مین خدا کا پیغمبر ہون، یہ کہہ کر آپ نے حضرت علی رض کو حکم دیا کہ رسول اللہ کا لفظ مٹا دو، حضرت علی رض نے کہا مین ہرگز اس لفظ کو نہ مٹاؤن گا، آپ نے فرمایا کہ اچھا مجھکو دکھاؤ میرا نام کہان ہے؟ حضرت علی رض نے اوس جگہ پر اونگلی رکھدی، آپ نے دستِ مبارک سے رسول اللہ کا لفظ مٹا دیا[۱]

یہ روایت قرآن مجید کے بالکل مطابق ہے، اور ثقات سے مروی ہے، لیکن بخاری باب عمرۃ القضاء مین جو حدیث منقول ہے اوس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے خود رسول اللہ کا لفظ مٹا کر ابن عبداللہ لکھدیا، اس کی لوگون نے یہ تاویل کی ہے کہ ناخواندہ اشخاص بھی جب لکھنے پڑھنے کا کام اونکی نظر سے گذرتا رہتا ہے تو اپنے نام سے حرف آشنا ہو جاتے ہین، اس کی امیت مین فرق نہین آتا، لیکن جبکہ پہلی روایت مین صاف تصریح ہے کہ آپ نے فرمایا "فارنیہ" مجھکو دکھاؤ، میرا نام کہان ہے؟ تو اس تاویل کی کیونکر گنجایش نکل سکتی ہے؟

اسکے علاوہ یہ حدیث سند کے لحاظ سے بھی قوی نہین، اوسکے ایک راوی عبید اللہ ابن موسیٰ ہین، جو شیعہ تھے، گڑبڑ کرتے تھے، اور منکر حدیثین بیان کرتے تھے، امام احمد نے اسی بنا پر اونکو ترک کر دیا تھا،

صحیح بخاری مین واقعۂ قرطاس کے موقع پر آنحضرت (صلعم) کے جو الفاظ منقول ہین،

[۱] صحیح بخاری کتاب الجہاد باب المصالحۃ علیٰ ثلثۃ ایام او وقت معلوم، وکتاب الصلح باب کیف یکتب ہذا ما صالح فلان الخ، وکتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد الخ،

اون سے بھی یہی خیال پیدا ہوتا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رض سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا "ھلموا اکتب لکم کتابا" لیکن اس حدیث کا ایک طریقہ بھی صحت کے ساتھ ثابت نہین، ایک سند مین ابن عینیہ ہین جو شیعہ تھے، دوسری مین عبدالرزاق ہین، وہ بھی شیعہ تھے تیسری مین قبیصہ بن عقبہ سوائی، ابن عینیہ سے ناقل ہین، جنکی روایت ثابت نہین، وہ سفیان ثوری کے شاگرد تھے، ابن عینیہ کے نہ تھے، اسلیے یہ کاتب یا راوی کی غلطی ہے، بخاری کے بعض نسخون مین قبیصہ کے بجائے قتیبہ لکھا ہے، وہ صحیح ہے، لیکن اکثر نسخون مین قبیصہ ہی کا نام آیا ہے، چوتھی سند مین امام زہری کے راوی یونس بن یزید ہین جنکا حافظہ خراب ہوگیا تھا، امام احمد فرماتے ہین کہ زہری سے اونھون نے بہت سی منکر روایتین کی ہین، امام موصوف کا یہی قول ہے کہ وہ روایت مین غلطیان کرتے تھے، آخری راوی یحیی بن سلیمان ہین، جو ثقہ نہ تھے، اور منکر حدیثین بیان کرتے تھے،

(۲) قرآن مجید مین ہے،

ولا تقربوا الزنی انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا (بنی اسرائیل)	اور زنا کے قریب نہ جاؤ، وہ بے حیائی ہے، اور بری راہ ہے،

دوسری جگہ ہے،

والذین ھم لفروجھم حافظون الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین، فمن ابتغی وراء	اور جو لوگ اپنی شرمگاہون کی حفاظت کرنے والے ہین، مگر اپنی بیبیون سے یا لونڈیون سے، تو اونپر کوئی ملامت نہین، لیکن جو اسکے علاوہ چاہے تو

ذٰلک فاولئک ھم العادون (مومنون) وہ لوگ حد سے گذرنے والے ہین،

یہ آیتین جن سورتون مین ہین یعنی بنواسرائیل اور مومنون دونون مکی ہین، اور ان مین زنا کی حرمت صراحت کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے، دوسری آیت مین یہ بھی تصریح ہے کہ جو لوگ بیبیون اور لونڈیون سے مباشرت کرتے ہین وہ قابلِ ملامت نہین، (کہ یہ نکاح کی صورت ہے) بلکہ قابلِ ملامت وہ لوگ ہین جو ان دو صورتون کے علاوہ تیسری صورت اختیار کرین،

متعہ کی بحث

اب ذرا متعہ کی احادیث پر غور کرو، متعہ چونکہ ان دونون صورتون کے علاوہ[1] ہے اسلیے قرآن مجید کی رو سے حرام ہے، لیکن صحیح بخاری مین حضرت علی رضہ سے روایت آئی ہے کہ متعہ غزوۂ خیبر مین حرام ہوا، اسکا اگر یہ مطلب ہے کہ آنحضرت (صلعم) پر اوس روز متعہ کی حرمت نازل ہوئی، تو یہ قطعًا غلط ہے، خیبر ۷ھ مین ہوا ہے، جو آنحضرت (صلعم) کی مدنی زندگی کا زمانہ تھا، اور متعہ کی حرمت مکہ مین نازل ہو چکی تھی،

اور اگر یہ مطلب ہے کہ آنحضرت (صلعم) نے خیبر مین اوسکی حرمت کا اعلان فرمایا، جسطرح بار بار احکام کا اعلان ہوا کرتا تھا، تو یہ صحیح ہو سکتا ہے، لیکن دقت یہ ہے کہ بعض روایات مین یہ الفاظ آئے ہین "آنحضرت (صلعم) نے متعہ کی اجازت عطا فرمائی!!" چونکہ یہ نہایت نازک مسئلہ ہے اسلیے ہم اسکو تفصیل سے لکھنا چاہتے ہین،

متعہ کی چند حدیثین ہین جو بخاری، مسلم، اور تمام صحاح مین بالفاظ مختلفہ منقول ہین،

[1] علاوہ اسلیے ہے کہ ممتوعہ نہ لونڈی ہے، نہ بیوی، بیوی کو میراث ملتی ہے اور ممتوعہ کو نہین ملتی،

بخاری کی روایات

(۱) صحیح بخاری مین محمد بن حنفیہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضؓ نے عبداللہ بن عباس رضؓ سے کہا کہ آنحضرت (صلعم) نے خیبر کی جنگ مین متعہ اور پالو گدھے کے گوشت سے ممانعت فرمائی [۱]

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود سے منقول ہے کہ ہم لوگ غزوات مین آنحضرت (صلعم) کے ساتھ ہوتے تھے اور ہمارے پاس عورتین نہ تھین، ہم نے عرض کیا کیا ہم خصا رنہ اختیار کرین؟ آپ نے منع فرمایا، پھر اجازت دی کہ عورت کو ایک کپڑا دیکر نکاح کر سکتے ہو، اسکے بعد حضرت ابن مسعود رضؓ نے یہ آیت پڑھی یا ایھا الذین آمنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا، ان اللہ لا یحب المعتدین [۲]!

(۳) حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ اور حضرت سلمہ بن اکوع رضؓ سے روایت ہے کہ ہم لشکر مین تھے، ہمارے پاس آنحضرت (صلعم) کا قاصد آیا اور کہا کہ استمتاع کی اجازت دیگئی ہے، تم لوگ تمتع حاصل کرو،

(۴) حضرت سلمہ بن اکوع رضؓ نے مرفوعاً یہ بھی کہا ہے کہ جس مرد و عورت مین موافقت ہو جائے تو تین دن تک وہ دونون ساتھ رہ سکتے ہین، اسکے بعد چاہین ساتھ رہین اور چاہین تعلق ترک کر دین،

(۵) ابوجمرہ سے منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے کسی نے متعہ نسار کی نسبت پوچھا تو اونھون نے اجازت دی، اونکے غلام نے کہا یہ تو شدید ضرورت کے وقت تھا، ابن عباس رضؓ نے اسکو تسلیم کیا اور فرمایا "ہان" [۳]

مسلم کی روایات

(۶) صحیح مسلم مین حضرت سبرۃ بن معبد جہنی رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت (صلعم) نے فتح مکہ مین

---

[۱] بخاری کتاب النکاح باب نہی رسول اللہ صلعم عن نکاح المتعۃ اخیراً، [۲] بخاری کتاب النکاح باب ما یکرہ من التبتل والخصار، [۳] یہ تینون روایات بخاری باب نہی رسول اللہ عن نکاح المتعۃ اخیراً مین مذکور ہین،

ہکو متعہ کا حکم دیا تھا، پھر تین[۲] روز کے بعد اوسکو حرام کر دیا،

(۷) خالد بن مہاجر ایک صحابی کے پاس بیٹھے تھے، صحابی سے کسی نے متعہ کی نسبت پوچھا، تو اونھون نے اجازت دی، اسپر ابن ابی عمرۃ انصاری نے کہا ٹھہرو! صحابی نے کہا کیون؟ خدا کی قسم! مین نے اوسکو امام المتقین (آنحضرت صلعم) کے زمانہ مین کیا ہے، ابن ابی عمرہ بولے کہ اوائل اسلام مین اضطراراً اوسکی اجازت تھی، جسطرح مردار، خون، اور سور کے گوشت کی اجازت ہی، پھر خدا نے دین کو محکم کرکے اوس سے منع فرمایا،

(۸) حضرت جابر بن عبد اللہ رضہ سے منقول ہے کہ ہم آنحضرت (صلعم) ابو بکر رضہ، اور عمر رضہ کے زمانہ مین متعہ کیا کرتے تھے، پھر عمر رضہ نے ہکو منع کیا، اور ہم رک گئے[۱]،

روایات متعہ کی تنقید

روایت کے لحاظ سے یہ تمام حدیثین قابلِ تنقید ہین، بخاری کی حدیث جسمین حضرت علی رضہ اور ابن عباس رضہ کا واقعہ مذکور ہے، حسن اور عبد اللہ کے ذریعہ سے مروی ہے، حسن مرجی تھے، اور عبد اللہ غالی شیعہ تھے، اونکے متعلق کتب رجال مین لکھا ہے،

کان یجمع احادیث السبائیة — اونکے ہان رافضیون کے جلسے ہوتے تھے،

اس سلسلہ کا اخیر راوی مالک بن اسماعیل ہے جو حسنی اور رافضی تھا، حسنی سے یہ مراد ہے کہ حسن بن صالح بن حی کا پیرو تھا، حسن تشیع کے ساتھ ساتھ تناسخ اور قدر کا بھی عقیدہ رکھتا تھا،

حضرت ابن مسعود رضہ کی حدیث مین پہلے راوی قیس بن ابو حازم ہین، جو عثمانی تھے، اون سے بہت سی منکر حدیثین منقول ہین، جنمین کلابِ حواب کی روایت بھی ہے، ایک

---

[۱] یہ تینون روایتین صحیح مسلم باب نکاح المتعہ مین منقول ہین،

راوی جریر بن عبدالحمید ہے، جو رافضی تھا، اور امیر معاویہ رض کو علانیہ گالی دیتا تھا،

جابرؓ اور سلمہ رض کی حدیث حسن بن محمد سے مروی ہے جو مرجئی تھے،

سلمہ رض کی مرفوع حدیث کے راوی ابن ابی ذئب ہین، جو قدر کے قائل تھے،

ابو جمرہ کی روایت مین اخیر راوی محمد بن بشار ہین، جنکو یحیی بن معین ضعیف سمجھتے تھے،

یہ تو بخاری کی روایتون کا حال تھا، مسلم مین سبرۃ بن معبد جھنی کی حدیث ۹ طرق سے

منقول ہے، پہلے طریقہ کے رواۃ مین لیث بن سعد ہین، وہ عثمانی تھے، اور جیسا کہ امام احمد

یحیی بن معین، اور رازی نے تصریح کی ہے، حدیث کی سماعت اور شیوخ مین تساہل سے

کام لیتے تھے، دوسرا طریقہ عمارہ بن غزیہ کا ہے، اونکو ابن حزم، عقیلی اور تمام متاخرین

نے ضعیف کہا ہے، اون سے نیچے کے راوی بشر بن مفضل ہین جو عثمانی تھے، تیسرے طریقہ مین

عمارہ کے راوی وہیب بن خالد ہین، اونکا حافظہ خراب ہوگیا تھا، اون سے ابو النعمان

(محمد بن فضل) ناقل ہین، اونکی عقل بھی زائل ہوگئی تھی، ابن حبان نے لکھا ہے کہ اونکی حدیثون مین

نہایت کثرت سے منکر روایات شامل ہین، خصوصًا جو متاخرین نے روایت کیا ہے سرتاپا منکر ہے

اس بنا پر اگر صحیح اور غلط روایات مین امتیاز نہ ہوسکے تو تمام روایتون کو ترک کردینا چاہیے،

چوتھے سلسلہ کے ایک راوی عبدالعزیز بن عمر ہین، امام احمد نے اونکے متعلق لکھا ہے کہ وہ

ارباب حفظ و اتقان مین داخل نہین، ابو مسہر اونکو ضعیف سمجھتے تھے، ابن حبان کہتے تھے وہ

روایت مین غلطی کرتے ہین، پانچوان سلسلہ عبدالملک بن ربیع بن سبرۃ سے منقول ہے، یحیی

ابن معین نے تصریح کی ہے کہ اونکی تمام حدیثین ضعیف ہوتی ہین، چھٹے طریقہ مین عبدالعزیز

ابن ربیع ہین، ابن حبان نے لکھا ہے کہ وہ بھی روایت مین غلطی کرتے تھے، ساتوان طریقہ ابن عیینہ سے منقول ہے، وہ علوی تھے، اونکے راوی عمرو ناقد ہین، وہ اگرچہ یحیی بن معین کی تصریح کے مطابق کاذب نہین تاہم اون سے بعض منکر روایات منقول ہین، ۸ آٹھوان سلسلہ ابراہیم بن سعد سے مروی ہے، اونکو یحیی بن سعید القطان ضعیف سمجھتے تھے، یحیی بن معین نے اونکو ابن ابی ذئب، ولید بن کثیر، اور محمد بن اسحاق سے بہتر کہا ہے، اور وکیع عرصہ تک اون سے روایت کرنے مین تامل کرتے رہے، نوین ۹ طریقہ مین ابراہیم ابن ابی عبلہ ہین، دارقطنی نے لکھا ہے کہ اون تک جسقدر سلسلے پہونچتے ہین صاف نہین ہین، اون سے معقل بن عبیداللہ جزری نے روایت کی ہے، وہ حدیث مین غلطیان کرتے تھے، اونکے راوی حسن بن اعین ہین، جن کی نسبت ابو حاتم کہتے ہین کہ مین اون سے ملا تھا لیکن روایت نہین کی،

خالد بن مہاجر کی روایت مین امام زہری سے یونس بن یزید ناقل ہین، انکا حافظہ خراب ہوگیا تھا، یونس کے راوی ابن وہب ہین، وہ حدیث مین تساہل سے کام لیتے تھے، ابن وہب سے حرملہ بن یحیی نے روایت کی ہے جو محدثین کے نزدیک قابل احتجاج نہین،

حضرت جابر رض کی حدیث تین طرق سے مروی ہی، پہلے طریقہ کے راوی عطار بن ابی رباح ہین، اونکو نسیان کا عارضہ ہوگیا تھا، اسلیے ابن جریج اور قیس بن سعد نے اونسے روایت کرنا چھوڑ دیا تھا، عطار کے راوی ابن جریج ہین اونکے متعلق امام احمد نے تصریح کی ہے کہ جب وہ قال یا اخبرت کا لفظ استعمال کرتے ہین تو روایت منکر ہوتی ہے، اس

روایت مین اونھون نے قال کا لفظ استعمال کیا ہے، امام مالک اونکو حاطب اللیل کہتے تھے، امام یحیٰی ابن سعید فرماتے ہین کہ جب وہ حدثنی کہتے ہین تو سماعت، اور اخبرنی۔ کہتے ہین تو قرات مراد لیجاتی ہے، لیکن جب قال کا لفظ استعمال کرتے ہین تو روایت ہوا ہوجاتی ہے، ابن جریج کے راوی عبدالرزاق ہین، وہ شیعہ تھے، دوسرا طریقہ ابوالزبیر کا ہے، اونکو امام احمد، شعبہ، ایوب، ابن عیینہ، سب نے ضعیف کہا ہے، اونکے بعد کے راوی ابن جریج اور عبدالرزاق ہین، جو ابھی مذکور ہوچکے، تیسرا طریقہ ابونضرہ کا ہے، وہ غلطی کرتے تھے، امام بخاری اونکو قابلِ احتجاج نہین سمجھتے،

عقلی دلیلین

یہ بحث تو روایت کے لحاظ سے تھی، درایت کی حیثیت سے چند باتین قابلِ غور ہین،

پہلی دلیل

(۱) آنحضرت صلعم پیغمبر تھے، اسلیے نہ محرمات کے ارتکاب کا حکم دے سکتے تھے، اور نہ کبھی اونپر رضامندی ظاہر فرما سکتے تھے، عرب شراب کے شدت سے عادی تھے، اور شراب بتدریج حرام ہوئی، لیکن آخری آیت نازل ہونے سے پیشتر بھی آپ نے کبھی اوسکے پینے پر رضامندی کا اظہار نہین فرمایا، پھر متعہ کو جو قرآن مجید کی رُو سے زنا کا مرادف تھا آپ کیونکر پسند فرما سکتے تھے؟

دوسری دلیل

(۲) متعہ کی ممانعت مکہ مین نازل ہوچکی تھی، اسلیے مدینہ منورہ مین (اور وہ بھی آنحضرت صلعم کے اخیر زمانہ تک) وہ کیونکر رائج رہ سکتا تھا؟

تیسری دلیل

(۳) صحیح بخاری مین حضرت ابوہریرہ رض سے روایت آئی ہے کہ مین نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا، مین جوان آدمی ہون، مجھے اپنے نفس پر اطمینان نہین ہے، اور نہ نکاح کا کوئی سامان نظر آتا ہے، آپ خاموش ہوگئے، مین نے تین بار عرض کی، اور آپ ساکت رہے، چوتھی مرتبہ

ارشاد فرمایا ابوہریرہ! جف القلم بما انت لاق! تم یا اوس پر اقتصار کرو یا چھوڑ دو، منشاء یہ ہے کہ خدا کے احکام مین تبدیلی نہین ہو سکتی، اور زنا کسی صورت مین حلال نہین کیا جا سکتا،[۵۱]

چوتھی دلیل

(۴) اسی کے قریب قریب حضرت ابن مسعودؓ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہین کہ ہم لوگ نوجوان تھے، اور ہمارے پاس بیویان نہ تھین، آنحضرت (صلعم) نے فرمایا تم مین سے جو قدرت رکھتا ہو وہ نکاح کرے کیونکہ وہ نظر کو پست رکھنے اور شرمگاہ کو محفوظ کرنے والی چیز ہے، اور جو قدرت نہ رکھتا ہو وہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ اوسکو باز رکھے گا،[۵۲]

پانچوین دلیل

(۵) واقعہ جسقدر مہتم بالشان ہو، شہادت بھی اوسیقدر قوی ہونی چاہیے، حالانکہ متعہ کی تمام روایات سنداً ضعیف اور کمزور ہین،

چھٹی دلیل

(۶) الفاظ سے واقعہ کا عموم معلوم ہوتا ہے، یعنی عام طور پر لوگ متعہ کرتے تھے، حالانکہ احادیثِ متعہ کے راوی صرف عبداللہ بن مسعود رضؓ، جابر رضؓ، سلمہ بن اکوع رضؓ اور سبرۃ بن معبد جھنی ہین، اور صحابہ سے اسکے متعلق ایک حرف منقول نہین،

ساتوین دلیل

(۷) حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ کا مسلم مین جو خطبہ منقول ہے، اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ اونکو متعہ کا سرے سے علم ہی نہ تھا، حالانکہ وہ صحابی تھے، حضرت ابن زبیر رضؓ کے الفاظ یہ ہین،

ان ناسًا اعمی اللہ قلوبھم کما اعمی ابصارھم یفتون بالمتعۃ،	کچھ لوگ جنکے قلوب کو خدا نے اونکی آنکھون کی طرح اندھا کر دیا ہے، متعہ کے جواز کا فتوی دیتے ہین،

چونکہ یہ ایک خاص شخص پر تعریض تھی، اوس نے کہا، متعہ تو امام المتقین (آنحضرت صلعم) کے زمانہ

۵۱ بخاری کتاب النکاح باب مایکرہ من التبتل والخصاء، ۵۲ بخاری کتاب الصوم باب الصوم لمن خاف علی نفسہ العزوبۃ،

ین کیا جاتا تھا، اسپر حضرت ابن زبیر رضؓ نے فرمایا،

فجرب بنفسك فو اللہ لئن فعلتہا لارجمنک — تو تم آزما کر دیکھو، خدا کی قسم! اگر تم نے متعہ کیا تو ین باحجارک، — تمکو سنگسار کر دونگا!

آٹھوین دلیل — (۸) اسی حدیث مین ابن ابی عمرۃ انصاری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اوائل اسلام مین متعہ کی اجازت اضطرارًا تھی، جس طرح مردار، خون، اور سور کے گوشت کی ہوتی ہے، لیکن یہ قیاس مع الفارق ہے، مردار، خون اور سور کا گوشت، آج بھی اضطرارًا کھایا جا سکتا ہے، لیکن متعہ کی اجازت اب کسی صورت مین نہین دی جا سکتی، ابو عمرہ نے خود تسلیم کیا ہے،

ثم احکم اللہ الدین و نھی عنھا، — پھر خدا نے مذہب کو محکم کر کے متعہ کی ممانعت فرمائی،

نوین دلیل — (۹) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ سے بخاری کتاب الصوم مین جو حدیث منقول ہے اوس مین متعہ کا ذکر نہین،

دسوین دلیل — (۱۰) احادیث سے متعہ کی حرمت کے مختلف اوقات معلوم ہوتے ہین، حضرت علی رضؓ کی حدیث مین خیبر کا ذکر ہے، سبرۃ رضؓ اور سلمہ رضؓ فتح مکہ اور اوطاس کا نام لیتے ہین، حسن بصری نے سبرہ رضؓ سے جو روایت کی ہے اوسمین عمرۃ القضاء کا واقعہ بیان کیا ہے، اور ابو داؤد مین سبرہ رضؓ کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حجۃ الوداع مین امتناعی حکم آیا، یہ تعارض تمام روایتون کو ساقط کر دینے کے لیے کافی ہے،

گیارھوین دلیل — (۱۱) ایک عجیب بات یہ ہے کہ جنگِ خیبر مین متعہ کی حرمت کا ذکر صرف حضرت علی رضؓ نے کیا ہے، حالانکہ خیبر مین جو اور چیزین حرام ہوئین، وہ دیگر صحابہ کی روایات مین بھی موجود ہین، چنانچہ حضرت

عبداللہ بن عمر رض، جابر رض، ابن ابی اوفی رض، براء بن عازب رض، اور عبداللہ بن عباس رض
کی روایات مین گدھے کے گوشت کی حرمت کا تذکرہ آیا ہے، یہ تمام روایات صحیح بخاری باب
غزوۂ خیبر مین موجود ہین،

(۱۲) حسن بصری کی روایت اسلیے ناقابلِ التفات ہے کہ عمرۃ القضا مین متعہ جائز نہین ہوسکتا — بارہوین دلیل
تھا، عمرہ ایک قسم کا حج ہے، اور قرآن مجید مین وارد ہوا ہے،

فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج! حج مین نہ جماع جائز ہے، نہ فسق، اور نہ جدال،
پھر متعہ، اگر جماع فرض کیا جائے کیونکر جائز ہوسکتا تھا، دوسرے یہ کہ صحابۂ کرام ایک سال
قبل (حدیبیہ مین) عمرہ سے محروم ہوکر واپس آئے تھے، اس سال اونکو جوشِ مذہبی اور ولولۂ
قومی بیت اللہ کی زیارت کے لیے لے گیا تھا، وہ مکہ کو جو بعضون کا محبوب وطن تھا، ایک
نگاہِ غلط انداز سے دیکھ لینا چاہتے تھے، ان باتون کے ساتھ مشرکین نے صرف تین دن قیام
کرنے کی اجازت دی تھی، ایسی حالت مین اونکو اپنی دیرینہ تمناؤن، اور مذہبی خواہشون کے
پورا کرنے کی بھی فرصت نہ تھی، تو ائے معصومہ کی نمائش کا یہ کون سا موقع تھا؟

(۱۳) ابوداؤد کی روایت مخالفِ قرآن ہونے کے علاوہ اس لحاظ سے بھی صحیح نہین کہ — تیرہوین دلیل
حجۃ الوداع مین عورتین ساتھ تھین، اسلیے متعہ کی ضرورت پیش نہین آسکتی تھی،

(۱۴) ہمارے نزدیک خیبر، فتح مکہ، اور اوطاس مین متعہ کی حرمت کا اعلان کیا گیا، جسطرح ہمیشہ — چودہوین دلیل
احکام کا اعلان ہوا کرتا تھا، یہ تجدید کی صورت تھی، اس سے یہ لازم نہین آتا کہ پیشتر متعہ جائز تھا،

(۱۵) صحیح بخاری باب غزوۂ خیبر مین حضرت عبداللہ بن عمر رض کی جو روایت مذکور ہے، — پندرہوین دلیل

اوسمین یہ بھی تصریح ہے کہ آنحضرت (صلعم) نے لسن کی ممانعت فرمائی تھی، حالانکہ صحیح مسلم مین حضرت ابوایوب انصاری رض کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ جب مکہ سے ہجرت کرکے اونکے مکان مین مقیم تھے، اوسی زمانہ مین لسن سے کراہیت ظاہر فرمائی تھی[1] اس بنار پر اسکا مطلب صرف یہی ہو سکتا ہے کہ کراہیت کی تجدید منظور تھی، متعہ، کی حرمت کا اعلان جسکا ذکر حضرت علی رض کی حدیث مین ہے اسی بنار پر ہوا ہوگا،

سولھوین دلیل

(۱۶) علماے اسلام مین سے قاضی عیاض نے دبی زبان سے عمرۃ القضار، ارفتح مکہ، اوطاس کے متعلق یہ تسلیم کیا ہے کہ اون مین صرف اعلان ہوا تھا، اور حرمت خیبر مین نازل ہو چکی تھی[2]

سترھوین دلیل

(۱۷) اور حضرت حسن بصری تو صرف ایک موقع کے علاوہ حلتِ متعہ کے سرے سے منکر ہین، چنانچہ فرماتے ہین[2]

انھا ماحلت قط الا فی عمرۃ القضاء۔ متعہ کبھی حلال نہ تھا، صرف عمرۃ القضار مین حلال کر دیا گیا تھا

اس روایت مین سے اگر یہ "صرف" نکالدیا جائے تو ہمارے خیال کی تائید ہوتی ہے"

وجوہِ بالا کی بنار پر مین متعہ کی حلت سے قطعی انکار کرتا ہون، میرے نزدیک اسلام مین کبھی متعہ کا حکم نہین دیا گیا، اور نہ کبھی صحابۂ کرام ایک لمحہ کے لیے اس معصیت سے آلودہ ہوئے،

(۷) قرآن مجید مین ہے،

لاتدرکہ الابصار وھو یدرک اوسکو نگاہین نہین پاسکتین، اور وہ نگاہون کو پالیتا ہے،

[1] مسلم کتاب الاشربہ باب اباحۃ اکل الثوم، [2] نووی شرح مسلم،

الابصار وهو اللطیف الخبیر - اور وہ لطیف ہے دانا ہے،

اسکے معارض حضرت ابن عباس رض کی روایت ہے، کہ آنحضرت صلعم نے دوبار خدائے عزوجل کو دیکھا، مسند دارمی مین عبدالرحمان بن عائش سے مرفوعًا منقول ہے رأیت ربی فی احسن صورۃ، مین نے اپنے رب کو بہترین صورت مین دیکھا، ان احادیث سے خدا کی نسبت کیا خیال قائم ہوتا ہے؟ مین اوسکے تصور سے کانپ اوٹھتا ہون!

قرأت خلف الامام

(۸) قرآن مجید مین ہے،

واذا قرئ القرآن فاستمعوالہ وانصتوا جب قرآن پڑہا جائے تو اوسکو سنو اور خاموش رہو،

اسکے مقابلہ مین امام بخاری نے صحیح مین باب باندہا ہے وجوب القرأۃ للامام والماموم فی الصلوات کلہا، اور اوسمین حضرت سعد بن ابی وقاص رض کی حدیث نقل کی ہی حالانکہ اس امر کو نظرانداز کر گئے ہین کہ سعد رض خود امام ہوتے تھے، اسلیے اگر اپنی نسبت قرأت کرنا بیان کرتے ہین تو اس سے یہ کیونکر لازم آتا ہے کہ اونکے مقتدی بھی قرأت کرتے تھے؟ امام موصوف نے دوسری حدیث حضرت عبادہ بن صامت رض سے یہ روایت کی ہے کہ

لاصلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب! جس نے سورۂ فاتحہ نہین پڑھی اوسکی نماز نہین ہوئی،

اس حدیث کا اگر یہ مطلب ہے کہ امام جہر سے قرآن پڑھ رہا ہو، تب بھی مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیے، تو یہ نص قرآنی کے خلاف ہے، امام بخاری نے اسکا یہی مطلب سمجھا ہی لیکن یہ عجیب بات ہے کہ جب حضرت ابوہریرہ رض نے یہ حدیث بیان کی تو ابو السائب نے

کہا مین بعض اوقات مقتدی ہوتا ہون اوسوقت کیا کرون؟ حضرت ابوہریرہ رضہ نے فرمایا

اقرءھا فی نفسک یا فارسی! اے فارسی اوسکو اپنے دل مین پڑھ لے،

اس سے معلوم ہوا کہ ابوالسائب اس حدیث کے سننے سے قبل قرارۃ خلف الامام کے قائل نہ تھے، ابوالسائب، مدینہ مین رہتے تھے، اور قدماء صحابہ مین سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضہ کے شاگرد تھے، اگر سعد رضہ قرأت خلف الامام کے قائل ہوتے، تو اونکو علم ہونا چاہیے تھا،

(۹) قرآن مجید مین ہے،

فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظاً غلیظ القلب لانفضوا من حولک

خدا کی عنایت سے تم اون سے بنرمی پیش آتے ہو، اگر تم کہین کج خلق اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ تمہارے آس پاس سے ہٹ جاتے،

اور صحیح بخاری مین حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضہ سے روایت آئی ہے[۱]،

لم یکن رسول اللہ صلعم فاحشا ولا متفحشا

آنحضرت صلعم نہ طبعاً فحش گفتگو فرماتے تھے اور نہ بہ تکلف

اسکے مخالف مسند کی حدیث ہے کہ حضرت ام سلمہ رضہ اور میمونہ رضہ، آنحضرت صلعم اکے پاس بیٹھی تھین، استنے مین عبداللہ بن ام مکتوم آگئے، چونکہ آیت حجاب نازل ہو چکی تھی، آپ نے فرمایا ان سے پردہ کرو، اونھون نے کہا یا رسول اللہ کیا یہ نابینا نہین ہین؟ ارشاد ہوا "کیا تم دونون نابینا ہو؟ کیا تم اونکو نہین دیکھتی ہو[۲]؟" اس روایت کے ایک راوی یونس بن یزید ہین، جنکا حافظہ خراب ہو گیا تھا، اور امام زہری سے منکر روایتین

---

[۱] بخاری کتاب الادب، باب حسن الخلق والسخاء وما یکرہ من البخل، [۲] مسند صفحہ ۲۹۶ ج ۶،

کرتے تھے،

(۸) قرآن مجید مین ہے،

ایک اہم تنقید

لاتحرك به لسانك لتعجل به ان علينا جمعه وقرآنه فاذا قرأناه فاتبع قرآنه،	(اے پیغمبر تم اپنی زبان کو یاد کرنے کیلیے بار بار حرکت نہ دو، اسکا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے، جب ہم اسکو پڑہا دین تو تم اوسکی پیروی کرو،

اسکے معارض بخاری کی روایت ہے جسمین بیان کیا گیا ہے کہ ایک صحابی نے مسجد مین نہایت بلند آہنگی سے قرأت کی، آنحضرت (صلعم) نے سنا تو فرمایا خدا اوس پر رحم کرے مجھے فلان فلان سورتون کی فلان فلان آیتین یاد دلا دین، جنکو مین بھول گیا تھا[1]، اس روایت کے سلسلۂ سند مین ہشام بن عروہ، عیسیٰ بن یونس اور محمد بن عبید بن میمون جمع ہو گئے ہین، جنمین سے ہر ایک کی نسبت محدثین نے کلام کیا ہے، موخر الذکر راوی روایت مین غلطیان کرتا تھا،

(۱۱) قرآن مجید مین ہے،

يرفع الله الذين آمنوا منكم والذين اوتوا العلم درجات،	خدا مومنین کو اور ان کو جو عالم ہین مدارج بخشتا ہے،

اور آنحضرت (صلعم) کو خطاب کر کے کہا گیا ہے،

[1] بخاری کتاب الشہادات باب شہادۃ الاعمیٰ وامرہ ونکاحہ، وکتاب الدعوات باب قول اللہ وصل علیہم، ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الصوت بالقرأۃ فی صلوٰۃ اللیل، مین بھی یہ حدیث ہے جو دسے اور حماد بن سلمہ اور موسیٰ بن اسمٰعیل کے ذریعہ سے مروی ہے، محدثین نے انہین سے ہر ایک کے متعلق گفتگو کی ہے، حماد کے متعلق یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اونکا حافظہ خراب ہو گیا تھا،

قل رب زدنی علما، کہہ! اے خدا میرا علم زیادہ کر،

اسکے مناقض حضرت ابوہریرہ رض کی حدیث ہے جسکو ابن حبان نے نقل کیا ہے کہ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض کلام فارسی ہے، خوزی شیاطین کی بولی ہے، بخاری دوزخیونکی زبان ہے، اور عربی اہل جنت بولتے ہین،

(۱۲) قرآن مجید مین ہے،

ایک اہم تنقید

ان اللہ عندہ علم الساعۃ، خدا ہی کے پاس قیامت کا علم ہے،

اسکے مخالف بخاری کی یہ روایت ہے کہ ایک بدو نے آنحضرت (صلعم) سے دریافت کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا تم نے اوسکے لیے کیا سامان کیا ہے؟ بولا اور تو کچھ نہین البتہ اللہ اور رسول سے محبت رکھتا ہون، ارشاد ہوا تم جنکو دوست رکھتے ہو اونہی کے ساتھ ہوگے صحابہ نے عرض کیا ہمارا بھی یہی حال ہے، فرمایا "ہان" صحابہ نہایت مسرور ہوئے، اتنے مین مغیرہ کا غلام سامنے سے گذرا جو حضرت انس کا ہمعمر تھا آپ نے فرمایا اگر یہ زندہ رہا تو اسکے بوڑھے ہونے سے قبل قیامت قائم ہو جائے گی[۱]

اس روایت کے ناقل قتادہ ہین، جو شعبی کے نزدیک حاطب اللیل تھے، اونسے ہمام ابن یحیی نے روایت کی ہے، اونکی اکثر حدیثون پر یحیی بن سعید قطان اعتراض کرتے تھے، ابن سعد نے لکھا ہے کہ بعض اوقات حدیث مین غلطی کرتے ہین، ابو حاتم کہتے ہین اونکے حافظہ مین کچھ خرابی تھی، ہمام کے راوی عمرو بن عاصم ہین، ابو داؤد نے اون کی نسبت لکھا ہے کہ مین اونکی

---

[۱] بخاری کتاب الادب باب ما جاء فی قول الرجل ویلک،

حدیث سے خوش نہین ہوتا،

(۱۳) قرآن مجید مین ہے،

بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ، | بلکہ یہ قرآن ہی بزرگی والا، حفاظت کی ہوئی تختی مین

کتابت قرآن کا مسئلہ

دوسری آیت مین ہے،

رسول من اللہ یتلو صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ، | خدا کا رسول جو پاک صحیفے پڑھتا ہے، جنمین مضبوط باتین لکھی ہین،

ایک اور جگہ ہے،

فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطھرۃ، | قابلِ ادب، بلند رتبہ، پاک صحیفون مین،

اسی قسم کی متعدد آیتین ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت (صلعم) کے زمانہ مین پورا قرآن مجید لکھا ہوا موجود تھا، اب انکے مقابلہ مین احادیث کو دیکھو!

صحیح بخاری کی روایات

(۱) صحیح بخاری مین حضرت زید بن ثابت رض سے روایت ہے کہ جنگ یمامہ مین جب بکثرت حفاظ کام آئے تو حضرت ابوبکر رض نے مجھکو بلا کر فرمایا کہ عمر رض مجھسے قرآن جمع کرنے کے لیے کہتے ہین، تم عقلمند نوجوان ہو، تم کو ہم مین سے کسی نے متہم نہین کیا، اور تم آنحضرت (صلعم) کے زمانہ مین وحی لکھا کرتے تھے، اسلیے قرآن کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر جمع کرو، حضرت زید رض کہتے ہین کہ خدا کی قسم اگر وہ مجھسے پہاڑ اوٹھانے کو کہتے تو یہ قرآن جمع کرنے سے زیادہ آسان تھا، مین نے کہا آپ لوگ وہ کام کیون کرنا چاہتے ہین جو رسول اللہ صلعم نے نہین کیا؟ حضرت ابوبکر رض نے فرمایا خدا کی قسم یہ نہایت عمدہ کام ہے، غرض مین نے قرآن کو کھجور کی پتیون، سفید

پتھرون، چمڑے کے ٹکڑون، ہڈیون اور لوگون کے سینون سے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر جمع کیا سورۂ توبہ کی آخری دو آیتین[1] ابو خزیمہ انصاری کے علاوہ اور کسی کے پاس نہ تھین، وہ اونسے ملین، یہ صحف ابوبکر رضہ کے پاس، پھر عمر رضہ کے پاس، اور اونکے بعد حفصہ بنت عمر رضہ کے پاس محفوظ رہے،

یہ روایت بخاری کی کتاب ابواب فضائل القرآن، (باب جمع القرآن وباب کاتب النبی صلعم) اور کتاب التفسیر (سورۂ توبہ) مین باختلافِ الفاظ حذف واضافہ کے ساتھ مروی ہے،

(۲) اس سے زیادہ مشکوک کتاب التفسیر (تفسیر المعوذتین) کی روایت ہے، زر بن جیش کہتے ہین کہ مین نے حضرت ابی بن کعب رضہ سے کہا کہ آپ کے بھائی ابن مسعود رضہ ایسا ایسا کہتے ہین[2]، حضرت ابی رضہ بولے مین نے معوذتین کی نسبت آنحضرت (صلعم) سے پوچھا تھا، آپ نے فرمایا "مجھسے کہا گیا کہ تم کہو، اسلیے مین نے کہا[3]، تو آنحضرت (صلعم) کی طرح ہم بھی کہتے ہین،

(۳) سب سے زیادہ خطرناک روایت وہ ہے جو کتاب التفسیر (سورۂ احزاب)، کتاب الجہاد (باب قول اللہ تعالیٰ من المومنین رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ) اور کتاب ابواب فضائل القرآن (باب جمع القرآن) مین منقول ہے، اوسکا ماحصل یہ ہے کہ جب حضرت عثمان رضہ کے زمانہ مین قرآن مجید کی متعدد نقلین کی گئین[4]، تو مجھکو سورۂ احزاب کی ایک آیت جسکو مین آنحضرت (صلعم) سے

---

[1] وہ آیتین یہ تھین لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم، فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الٰہ الا ہو علیہ توکلت وہو رب العرش العظیم، (سورۂ برارت) [2] مسند مین ہے کہ ابن مسعود رضہ نے معوذتین کو قرآن مین نہین لکھا تھا، دیکھو صفحہ ۱۲۹ ج ۵، غالباً وہ اونکو دعا سمجھتے تھے حضرت ابی نے اسکی تردید کی، [3] یعنے چونکہ مجھکو جبریل علیہ السلام نے پڑہایا تھا اسلیے پڑھتا ہون، اور قرآن وہی ہو جو جبریل نے پڑہایا، [4] حضرت زید بن ثابت کے اصلی الفاظ یہ ہین لما نسخنا المصحف فی المصاحف اور یہ عہد عثمانی ہی کا واقعہ ہو سکتا ہے کیونکہ ایک مصحف سے چند مصحف اوسی زمانہ مین لکھے گئے،

سنا کرتا تھا گم نظر آئی، اور وہ خزیمہ انصاری کے علاوہ کسی کے پاس نہین ملی[1] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین جو قرآن لکھا گیا، وہ نعوذ باللہ مکمل نہ تھا، بلکہ ایک آیت کی کمی رہ گئی تھی، جو عہدِ عثمانی مین پوری ہوئی،

روایات بخاری کی تنقید

ہم ان تمام روایات پر تنقیدی نظر ڈالنا چاہتے ہین،

(۱) روایت کے لحاظ سے پہلی حدیث کا وہ حصہ جو باب جمع القرآن مین منقول ہے ابراہیم بن سعد سے مروی ہے، اونکو یحیٰی بن سعید القطان ضعیف سمجھتے تھے، ابراہیم کے راوی موسیٰ بن اسمٰعیل ہین اونکے متعلق بھی محدثین نے کلام کیا ہے، باب کاتب النبی صلعم کی روایت یونس سے منقول ہے، اونکا حافظہ خراب تھا، اور غلطیان کرتے تھے، اون سے لیث راوی ہین، جو روایت مین تساہل سے کام لیتے تھے، اون سے یحیٰی بن بکیر نے سنا ہے جو ضعیف ہین، ثقہ نہین ہین، اور اونکی روایات قابلِ احتجاج نہین، کتاب التفسیر کی حدیث شعیب بن ابی حمزہ سے مروی ہی، وہ یونس کے ہمرتبہ ہین، اون سے ابوالیمان ناقل ہین جنکا سماع ثابت نہین، متابعات مین امام بخاری نے عثمان بن عمرو اور عبدالرحمٰن ابن خالد کی حدیثین نقل کی ہین، عثمان کو یحیٰی القطان پسند نہین کرتے تھے، اور عبدالرحمٰن متعدد منکر حدیثون کے راوی ہین،

(۲) دوسری حدیث کے مشترک راوی عاصم بن ابی النجود ہین، اونکے متعلق ائمۂ رجال کی رائین حسب ذیل ہین،

[1] وہ آیت یہ تھی من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضیٰ نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا، (احزاب)

ابن سعد	حدیث مین کثرت سے غلطی کرتے ہین،
یعقوب بن سفیان	اونکی حدیثون مین اضطراب پایا جاتا ہے،
ابو حاتم	اونکو ثقہ نہین کہنا چاہیے، وہ حافظ نہ تھے،
ابن علیہ	جتنے راویون کا نام عاصم تھا، سب سوءِ حفظ مین مبتلا تھے،
ابن خراش	اون سے منکر حدیثین منقول ہین،

(۳) تیسری حدیث جو کتاب التفسیر (سورۂ احزاب) مین ہے، اوسکو امام زہری سے شعیب اور محمد بن ابی عتیق نے نقل کیا ہے، شعیب اور اونکے راوی ابوالیمان کا ذکر اوپر آچکا، ابن ابی عتیق سے مدینہ کے محدثین روایت نہین کرتے تھے، صرف سلیمان بن بلال نے روایت کی ہے، جن کی حدیثون پر اعتماد نہین کیا جاتا، سلیمان کے راوی ابوبکر بن ابی اویس ضعیف سمجھے جاتے ہین، ابوبکر سے اسمٰعیل بن ابی اویس نے سُنا ہے، اونکو بعض لوگون نے کذاب کہا ہے، اور اسپر تو سب متفق ہین کہ اونکا حافظہ کمزور تھا، خلط کرتے تھے، اور قابلِ اعتماد نہ تھے، باقی ابواب کی روایتون مین مشترک راوی ابراہیم بن سعد اور موسیٰ بن اسمٰعیل ہین، اونکا تذکرہ گذر چکا،

صحیح بخاری مین متعدد روایتین ایسی ہین جن سے صحابہ کا قرآن مجید مین اختلاف کرنا ظاہر ہوتا ہے، مثلاً حضرت عمرؓ اور ہشام بن حکیمؓ کا واقعہ[1] یا حضرت عمرؓ کا حضرت ابی بن کعبؓ کی نسبت یہ قول کہ ہم اونکی قرأت سے اختلاف کرتے ہین[2]، یا وہ حدیث جسمین حضرت

[1] بخاری ابواب فضائل القرآن، [2] ایضاً باب القراء من اصحاب النبی صلعم،

ابن مسعود رضہ کے قرآن کا ذکر ہے[1]، یا ایک عراقی کا حضرت عائشہ رضہ سے قرآن مانگ کر دیکھنا اور یہ کہنا کہ مین قرآن کی ترتیب آپ کے قرآن کے مطابق دونگا، عراق مین قرآن غیر مرتب پڑھا جاتا ہے[2]،

اختلاف قرأت کا سبب اصلی

ان مین آخری روایت بالکل صاف، اور سند کے لحاظ سے سب سے زیادہ صحیح ہے، اوس سے قرآن مین اختلاف نہین معلوم ہوتا، بلکہ صرف ترتیب کا فرق ظاہر ہوتا ہے، جس کی تاویل کی جاسکتی ہے کہ عہدِ عثمانی سے قبل کا واقعہ ہوگا، باقی روایات البتہ غور طلب ہین، اور ہمارے نزدیک اونکا ایک خاص سبب ہے، صحیح بخاری، ابواب فضائل القرآن مین آنحضرت صلعم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ "مجھ کو جبریل نے ایک "حرف" پر قرآن پڑھایا تھا، مین نے زیادہ کی خواہش کی، وہ برابر زیادہ کرتے رہے، یہان تک کہ سات حرفون پر انتہا کی"

اس حدیث کے مختلف معنے بیان کئے گئے ہین،

(۱) ابن سعدان نحوی کہتے ہین یہ حدیث مشکل حدیثون مین ہے، اور اسکے معنے معلوم نہین،

(۲) توشیح مین حرف کے چالیس معنے بیان کیے ہین،

(۳) اتقان مین لکھاہے کہ حرف سے مراد حروفِ تہجی، کلمہ، معنے، اور جہت ہے،

(۴) بعض لوگون نے سات حرفون سے سات قرأتین مراد لی ہین، لیکن یہ صحیح نہین، وہ تو ایک ہی حرف (زبان قریش) مین سات قرأتین ہین،

(۵) سفیان بن عینیہ کہتے ہین کہ اگر معنے واحد ہون تو سات مرادف الفاظ پڑھے جاسکتے ہین،

---

[1] بخاری باب تالیفِ القرآن، [2] ایضاً،

مثلاً اگر قرآن مین کہین ھلم کا لفظ آیا ہو تو اوسکے بجاے اقبل، تعال، عجل، اسرع وغیرہ پڑہا جا سکتا ہے، حافظ ابن عبد البر نے تصریح کی ہے کہ اکثر علما کا یہی خیال تھا،

(۶)، قاموس مین ابو عبید، ثعلب، ازہری، اور دیگر ائمہ لغت کا یہ قول نقل کیا ہے کہ سات حرفونسے مراد عرب کی سات زبانین[1] ہین، اب یہ معنے ہوئے کہ ان سات زبانون کے الفاظ قرآن مجید مین آئے ہین، اسکا یہ مطلب نہین کہ ہر ہر لفظ کو سات سات طریقہ سے پڑہا جا سکتا ہے،

اسکی تائید حضرت عمرؓ کی حدیث سے ہوتی ہے، وہ جب ہشام بن حکیم کو آنحضرت صلعم کی خدمت مین لے گئے، اور اختلافِ قرارت کا ذکر کیا، تو آپ نے فرمایا،

ان ھذا القرآن انزل علی سبعۃ احرف	یہ قرآن سات حرفون مین نازل ہوا ہے، تم کو جو
فاقرؤا ما تیسر منہ	آسان معلوم ہو اوسمین پڑہو،

اس سے ثابت ہوا کہ سہولت کی غرض سے سات حرفون مین پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے،

اختلاف قرأت کے معنے

واقعہ یہ ہے کہ عرب مین اگرچہ ایک زبان (عربی) رائج تھی، تاہم اوسکو مختلف قبائل مختلف لہجون مین ادا کرتے تھے، صاحب مجمع البحار نے لکھا ہے کہ ادغام، ترکِ ادغام، تفخیم، ترقیق، امالہ، مد اور تلیین مین لغاتِ عرب اختلاف پایا جاتا تھا، ابن الحائک ہمدانی نے صفۃ جزیرۃ العرب مین، اور سیوطی نے مزہر مین قبائلِ یمن، بنو تمیم، ہذیل، قضاعہ، سعد، قریش، اسد، ربیعہ اور مضر کے اصولی اختلافات کو مثالون کے ذریعہ سے واضح کیا ہے، چونکہ ہر قبیلہ کو اپنے لہجہ مین پڑھنا زیادہ آسان تھا اسلیے اس کی اجازت دی گئی،

[1] سات زبانون سے مراد فصیح زبانین ہین، ورنہ عرب مین غیر فصیح زبانین بہت سی رائج تھین،

اس پر زیادہ سے زیادہ یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ یہ اوس حدیث کے مخالف ہے جسمین حضرت عثمان رضہ نے زید بن ثابت رضہ سے فرمایا تھا کہ اگر تم لوگون مین اختلاف پیدا ہو تو قریش کی زبان مین لکھنا، کیونکہ قرآن قریش ہی کی زبان مین نازل ہوا ہے[1] لیکن اوسکی یہ توجیہ کی جاسکتی ہے کہ وہ حکم کتابت کے لیے تھا، لہجہ اور تلفظ کے لیے نہ تھا، یعنے قرآن قریش کی زبان مین لکھنا چاہیے، تاکہ اختلاف نہ پیدا ہو، باقی پڑھنا تو وہ سات طریقون سے جائز ہے،

صحابۂ کرام مین قرآن مجید کے متعلق جو کچھ اختلاف تھا، اسی قسم کا تھا، ورنہ (نعوذ باللہ) الفاظ کی کمی بیشی یا آیات کے ردوبدل کے متعلق اون سے ایک حرف بھی منقول نہین، اور ایک ایسی کتاب جسکی تحریر کا خود عہدِ نبوت مین نہایت اہتمام ہوتا تھا اوسمین اس قسم کا اختلاف ہو بھی نہین سکتا،

دوسرا نقص مخالفت عمل متواتر

عملِ متواتر کی مخالفت قرآن مجید کے بعد عملِ متواتر کا درجہ ہے، جو احادیثِ صحیحہ سے زیادہ قوی چیز ہے، کتبِ رجال مین بہت سی روایتین اوسکے خلاف ملتی ہین، صحابۂ کرام اس قسم کی روایتون کو رد کر دیتے تھے،

(۱) صحیح بخاری مین ہے کہ حضرت عائشہ رضہ آنحضرت (صلعم) کے سامنے پانون پھیلائے سوتی رہتی تھین، اور آپ نماز پڑھتے رہتے تھے، جب آپ سجدہ مین جاتے، ٹھوکر دیتے اور وہ پانون سمیٹ لیتی تھین، جب آپ کھڑے ہو جاتے تو پھر پانون پھیلا دیتی تھین، اسکے مقابل حضرت ابو ہریرہ رضہ کی روایت ہے جسمین مذکور ہے کہ حالتِ نماز مین اگر عورت یا گدہا یا کتّا

[1] یہ اسلیے فرمایا کہ کاتبون مین زید بن ثابت رضہ انصاری، اور بقیہ تین قریشی تھے، اسلیے اونمین لب و لہجہ کے لحاظ سے اختلاف ہو سکتا تھا، دیکھو بخاری کتاب المناقب باب نزل القرآن بلسان قریش،

مرد کے سامنے آجائے، تو مرد کی نماز ٹوٹ جاتی ہے،

حضرت عائشہ رضہ کو اس کی اطلاع ہوئی، تو غصہ مین فرمایا[1]،

بئسما عدلتمونا بالکلب والحمار — تم نے ہم کو کتے اور گدھے کے برابر کر دیا؟

(۲) آنحضرت (صلعم) حضرت ابوبکر رضہ اور حضرت عمر رضہ، منیٰ مین دو رکعت نماز پڑہاتے تھے، حضرت عثمان رضہ نے چار رکعتین پڑہائین، حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ کو خبر ہوئی تو کہا انا للہ! مین نے آنحضرت صلعم کے ساتھ دو، ابوبکر رضہ کے ساتھ دو، اور عمر رضہ کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی ہے، اب تم لوگون کے طریقے مختلف ہو گئے ہین، کاش! ان چار کے بدلے میری دو رکعتین مقبول ہوتین[2]،

(۳) آنحضرت (صلعم) منیٰ سے عرفات اور پھر رمی جمرہ تک لبیک پکارتے چلتے تھے، بعد مین تکبیر رائج ہوئی، ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ حج کو آئے، اور منیٰ سے عرفات تک لبیک کہتے ہوئے چلے تو لوگون نے کہا اے بدوی! یہ تلبیہ کا دن نہین، یہ تکبیر کا دن ہے اوسوقت حضرت ابن مسعود رضہ نے فرمایا لوگ بھول گئے ہین یا گمراہ ہوگئے! مین نے اوس شخص کو جسپر سورۂ بقرہ نازل ہوئی، اس جگہ لبیک اللھم لبیک کہتے ہوئے سُنا ہے[3]،

(۴) آنحضرت (صلعم) حج اور عمرہ کی نیت ایک ساتھ فرماتے اور تمتع کی اجازت دیتے تھے، حضرت عثمان رضہ نے اسکی ممانعت کرائی، حضرت علی رضہ کو معلوم ہوا تو اون سے آکر پوچھا کہ جو کام رسول اللہ صلعم نے کیا ہے آپ اوسکی ممانعت کراتے ہین؟ حضرت عثمان رضہ نے جواب دیا

---

[1] بخاری کتاب الصلوٰۃ باب ہل یغمز الرجل امرءتہ عند السجود لکی یسجد، [2] ایضاً کتاب المناسک ابواب تقصیر الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ بمنی، [3] مسند ابن حنبل صفحہ ۴۱۷ جز ۱ لیکن تکبیر مین کچھ حرج نہین، صحیح بخاری مین حضرت انس رضہ سے منقول ہے کہ عہد نبوت مین بعض لوگ تلبیہ اور بعض تکبیر کہتے تھے اور اسپر اعتراض نہین کیا جاتا تھا، (کتاب العیدین باب التکبیر ایام منیٰ)

جانے بھی دیجیے، اسپر حضرت علی رضہ نے حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا اور کہا لبیک بعمرۃ وحجۃ! مین سنتِ رسول اللہ صلعم کو کسی کے کہنے سے چھوڑ نہین سکتا،[۱]

آنحضرت صلعم کی خالصہ جائداد فدک وغیرہ

(۵) فدک اور مدینہ مین آنحضرت صلعم کی جو خالصہ جائداد تھی، آپ کے انتقال کے بعد اوسکا اور خیبر کے خمس کا حضرت فاطمہ رضہ نے مطالبہ کیا تو حضرت ابو بکر رضہ نے فرمایا،[۲]

انی واللہ لا اغیر شیئًا من صدقة رسول اللہ صلعم عن حالھا التی کان علیھا فی عھد رسول اللہ صلعم و لا عملن فیھا بما عمل به رسول اللہ صلعم،

آنحضرت صلعم کے صدقات، آپ کے زمانہ مین جس حالت پر تھے، خدا کی قسم مین اوسمین ذرہ برابر تغیر نہ کرون گا، مین اون مین وہی کرون گا جو آنحضرت صلعم کرتے تھے،

حضرت ابو بکر رضہ کے بعد جب حضرت عمر رضہ خلیفہ ہوے، اور حضرت عباس رضہ وحضرت علی رضہ نے اونکے ہان دعویٰ دائر کیا، تو اونھون نے فرمایا،[۳]

فعمل رسول اللہ صلعم بن الک حیاته.... ثم توفی اللہ نبیه صلعم فقال ابو بکر انا ولی رسول اللہ صلعم فقبضھا ابوبکر فعمل فیھا بما عمل رسول اللہ صلعم... ثم توفی اللہ ابا بکر فقلت انا ولی

آنحضرت صلعم تمام عمر اسی پر عمل فرماتے رہے، پھر آپ نے وفات پائی تو ابو بکر رضہ نے کہا مین رسول اللہ صلعم کا ولی ہون، ابو بکر نے اوسپر قبضہ کیا اور جسطرح رسول اللہ صلعم کرتے تھے، اونھون نے بھی کیا، پھر خدا نے ابو بکر کو وفات دی، تو مین نے کہا مین رسول اللہ صلعم اور ابو بکر کا

---

[۱] بخاری کتاب المناسک باب التمتع والاقران والافراد بالحج مین مروان اور ابن المسیب کی روایات،
[۲] بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر، [۳] بخاری کتاب الاعتصام باب مایکرہ من التعمق والتنازع،

رسول اللہ صلعم وابی بکر فقبضتہا	دی ہوں، مین نے اوسپر دو برس تک قبضہ رکھا،
سنتین اعمل فیہا بما عمل رسول اللہ صلعم	اور جو کچھ رسول اللہ صلعم اور ابو بکر کرتے تھے وہی
وابو بکر،	مین بھی کرتا رہا،

(۶) مسند مین ہے کہ حضرت علی رض سے ایک شخص نے دریافت کیا کیا وتر واجب ہے؟ فرمایا فرض کی طرح تو نہین، البتہ سُنت ہے، اوسکو رسول اللہ صلعم اور صحابہ نے پڑھا تھا، اور برابر پڑھتے رہے ہے[1]، اسکے مقابلہ مین ابو داؤد کی یہ روایت دیکھو کہ شام مین ایک شخص جسکا نام ابو محمد تھا، وتر کے واجب ہونے کا قائل تھا[2]، حضرت عبادۃ بن صامت رض کو اسکی اطلاع ہوئی تو فرمایا کذب ابو محمد! ابو محمد نے جھوٹ کہا،

ان روایات کے علاوہ اور روایتین بھی عملِ متواتر کے خلاف ملتی ہین، جنمین سے بعض پر ہم تنقید کرنا چاہتے ہین،

(۷) صحیح بخاری مین حضرت انس رض سے روایت ہے کہ آنحضرت (صلعم)، ابو بکر رض، اور عمر رض، نماز کا افتتاح الحمد للہ رب العالمین سے کرتے تھے[3]، اسکے مقابلہ مین ابراہیم بن ابی یحیی نے اپنے موطا مین یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رض نماز کا آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کرتے تھے، یہ روایت علاوہ اسکے کہ مرفوع نہین سنداً بھی کمزور ہے، ابراہیم رافضی تھے، اور محدثین نے اونکو ترک کردیا ہے،

(۸) صحیح بخاری مین سہل بن سعد رض سے منقول ہے کہ لوگون کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز مین دایان

---

[1] مسند ۱۲۰ جز ۱، [2] ابو داؤد ابواب شہر رمضان باب فیمن لم یوتر، [3] بخاری کتاب الاذان باب ما یقرء بعد التکبیر،

ہاتھ بائین پر رکھین، ابو حازم کہتے ہین جہانتک میرا خیال ہے سہل رضہ اوسکو آنحضرت (صلعم) کی طرف منسوب کرتے تھے[1] (یعنے آنحضرت صلعم صحابہ کو اسکی تاکید فرمایا کرتے تھے) اس حدیث کے معارض ابو داؤد کی حدیث ہے جسمین حضرت علی رضہ فرماتے ہین کہ سنت یہ ہے کہ ہتھیلی پر ہتھیلی رکھی جائے[2] اس روایت مین زیاد بن زید، اور حفص بن غیاث مجہول ہین اور عبد الرحمن بن اسحٰق ضعیف ہین، منکر روایتین کرتے ہین،

(۹) صحیح بخاری مین حضرت ابن عباس رضہ اور حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضہ سے روایت آئی ہے کہ آنحضرت (صلعم) نے گوشت تناول فرمایا، پھر نماز مین کھڑے ہوگئے، اور جدید وضو نہین کیا[3] بخاری مین یہ بھی ہے کہ حضرت ابو بکر رضہ، عمر رضہ، عثمان رضہ نے بھی گوشت کھاکر وضو نہین کیا[4] اسکے معارض حضرت ابو ہریرہ رضہ کی روایت ہے کہ آنحضرت (صلعم) نے ارشاد فرمایا کہ جس چیز کو آگ چھوئے اوسکے استعمال سے وضو ٹوٹ جاتا ہے[5]

(۱۰) صحیح بخاری مین حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے[6]

فما لنا والرمل انما کنا رائینا به المشرکین	ہم کو رمل سے کیا واسطہ؟ اسکا مقصد تو مشرکین کے سامنے
وقد اهلکهم الله ثم قال شئ صنعه النبی	اظہار قوت تھا، اور خدا نے مشرکین کو برباد کردیا، اسکے بعد فرمایا
صلعم فلا نحب ان نترکه،	جو کام رسول اللہ صلعم کرچکے ہین اوسکو ترک کرنا ہم اچھا نہین سمجھتے

اور مسند مین حضرت عبد اللہ بن عباس رضہ سے منقول ہے[7]

---

[1] بخاری کتاب الاذان باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوٰۃ، [2] ابو داؤد ابواب تفریع استفتاح الصلوٰۃ ج ۱، [3] بخاری کتاب الوضو باب من لم یتوضا من لحم الشاۃ والسویق، [4] ترمذی و ابن ماجہ حدیث الوضو مما مست النار، [5] [6] بخاری کتاب الحج باب الرمل فی الحج والعمرۃ، [7] مسند صفحہ ۲۲۵ ج ۱،

رمل رسول اللہ صلعم فی حجتہ وفی عمرہ کلہا وابوبکر وعمر وعثمان والخلفاء — آنحضرت صلعم نے اپنے حج اور تمام عمرون مین رمل کیا اور ابوبکر، عمر، عثمان، اور خلفاء بھی رمل کرتے رہے[1]

اسکے مقابل ابو الطفیل کی روایت ہے کہ ابن عباس رضہ نے کہا کہ رمل سُنت نہین[2] اس روایت مین ابو الطفیل شیعہ ہین، وہ گو بعض لوگون کے نزدیک صحابی تھے، تاہم حضرت مغیرہؓ انکی روایتون کو پسند نہین کرتے تھے[3]، اونکے راوی فطر بن خلیفہ ہین، وہ بھی شیعہ تھے، بعضون نے اونکو ضعیف کہا ہے، اور امام بخاری اونکو قابلِ احتجاج نہین سمجھتے،

رفع یدین

(۱۱) مسند مین حضرت عبد اللہ بن مسعود رضہ سے روایت آئی ہے کہ "مین نے آنحضرت صلعم کو دیکھا، آپ ہر جھکنے، اوٹھنے، کھڑے ہونے، اور بیٹھنے مین تکبیر کہتے تھے، اور داہنے بائین سلام پھیرتے تھے، اور ابوبکر رضہ وعمر رضہ کو بھی مین نے اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا، دوسری روایت مین ہے کہ حضرت ابن مسعود رضہ نے فرمایا "کیا مین تمکو آنحضرت (صلعم) کے مشابہ نماز نہ پڑھاؤن، اوسکے بعد نماز پڑھائی تو صرف اکبر بہ ہاتھ اُٹھائے[3]"

بخاری کی روایات پہلی روایت

ان حدیثون کے مقابل صحیح بخاری کی دو روایتین ہین، پہلی روایت حضرت عبد اللہ ابن عمر رضہ کی ہے، یہ دو طریقہ سے منقول ہے،

---

[1] مسند صفحہ ۲۲۹ جز ۱، [2] تہذیب صفحہ ۸۳ جز ۵، [3] ان دونون روایتون سے پہلی روایت متعدد طرق سے مروی ہو ہمنے جو سلسلۂ سند اختیار کیا ہے یہ ہے وکیع عن اسرائیل عن ابی اسحق عن علقمہ وعبد الرحمن بن الاسود عن ابن مسعود، اسکے تمام رواۃ ثقہ ہین، اسمین جو کچھ گفتگو ہو سکتی ہے وہ یہ کہ اسرائیل نے ابو اسحاق سے جو روایتین کی ہین اونکو بعض لوگ صحیح نہین سمجھتے، لیکن جبکہ محدثین نے تصریح کی ہے کہ وہ ابو اسحاق کی حدیثون زیادہ مستند ہین، کیونکہ علاوہ سماعت کے اونکے پاس ابو اسحاق کی کتاب بھی موجود تھی، تو پھر اس شبہہ کی گنجائش کہان باقی رہتی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے صحیح مین اونکی روایتین اس سلسلۂ سند سے قبول کی ہین، دوسری روایت وکیع عن الثوری عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمہ کے سلسلہ سے ہے، اسمین عاصم کے متعلق لوگون نے لکھا ہے کہ گو ثقہ ہین لیکن جب کسی روایت مین منفرد ہون تو قابل احتجاج نہین لیکن جب پہلی روایت متعدد طرق سے منقول ہے جسمین رفع یدین کا مطلق ذکر نہین، اور اوسکی موید احادیث بخاری مین متعدد موجود ہین

پہلا طریقہ سالم بن عبداللہ کا ہے اور دوسرا نافع کا، پہلے مین حدیث مرفوع ہے، اور دوسرے مین موقوف، مرفوع مین یہ بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت (صلعم) جب نماز شروع کرتے تو کاندھون کے مقابل تک ہاتھ اوٹھاتے تھے، جب رکوع مین جانے لگتے یا جب رکوع سے سر اوٹھاتے تب بھی ہاتھ اوٹھاتے تھے، اسکے بعد سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہتے اور سجدون مین (جاتے وقت یا سر اوٹھانے کے بعد) ایسا نہین کرتے تھے، (یعنی ہاتھ نہین اوٹھاتے تھے) موقوف مین یہ فعل حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی طرف منسوب کیا گیا ہے،

دوسری روایت

دوسری روایت ابو قلابہ کی ہے، اونھون نے حضرت مالک بن حویرث رضؓ کو دیکھا کہ وہ جب نماز پڑھتے تو تکبیر کہتے اور ہاتھ اوٹھاتے، اور رکوع مین جاتے وقت اور رکوع سے سر اوٹھا کر ہاتھ اوٹھاتے تھے، اور اونھون نے بیان کیا کہ آنحضرت صلعم نے ایسا ہی کیا تھا،

رفع یدین کے ثبوت مین یہی دو حدیثین ہین، جو سب سے زیادہ صحیح طریقہ سے ثابت ہین، اور امام بخاری نے رسالۂ رفع الیدین مین دعویٰ کیا ہے کہ ان سے زیادہ دوسری روایتون کی سند صحیح نہین، لیکن ہم کو انہین گفتگو کی گنجائش نظر آتی ہے،

روایات بخاری کی تنقید

روایت کے لحاظ سے سالم کی حدیث امام زہری سے منقول ہے، امام زہری سے تین شخصون نے سنا ہے، امام مالک، یونس بن یزید، اور شعیب بن ابی حمزہ، امام مالک کے راوی عبداللہ بن مسلمہ ہین، جو بڑے پایہ کے محدث تھے، یونس بن یزید کا حافظہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تو یہ انفراد کیونکر مضر ہو سکتا ہے؟ بلکہ اس صورت مین اور قوت پیدا ہو جائیگی، لہ بخاری کتاب الاذان باب رفع الیدین فی التکبیرۃ الاولی،

خراب تھا، اون سے متعدد منکر روایات منقول ہین، اور وہ حجت نہین سمجھے جاتے، شعیب پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے لیکن ابوالیمان کا اون سے سماع ثابت نہین،

نافع کی حدیث تین شخصون سے منقول ہے، عبیداللہ بن عمر بن حفص، ایوب اور موسیٰ بن عقبہ، عبیداللہ کے راوی عبدالاعلیٰ ہین، جو معتزلی تھے، قوی نہ تھے، اور آخر عمر مین اونکو سوءِ حفظ کی شکایت پیدا ہو گئی تھی، ایوب کے راوی حماد بن سلمہ ہین، وہ گو بہت بڑے محدث تھے، تاہم اونکا حافظہ بھی خراب ہو گیا تھا، موسیٰ کی روایات جو نافع سے منقول ہین اونکے متعلق ائمہ حدیث کا اتفاق ہے کہ صحیح نہین، موسیٰ کے راوی ابراہیم بن طہمان ہین، وہ گو ثقہ تھے لیکن اونکی روایات مین بعض ناقابلِ حل باتین آگئی ہین، اسلیے ائمہ حدیث کی راے یہ ہے کہ اون سے جب کوئی ثقہ روایت کرے تو وہ روایت صحیح ہوگی، ابراہیم کے بعد بخاری مین کسی راوی کا نام مذکور نہین، اسلیے یہ نہین کہا جاسکتا کہ امام بخاری تک یہ روایت کس ذریعہ سے پہونچی، ابن طہمان، امام بخاری کی ولادت سے بہت پہلے انتقال کر چکے تھے،

روایت کے لحاظ سے ابو قلابہ کی حدیث بھی کچھ زیادہ بہتر نہین ہے، اونکے راوی خالدِ حذّاء ہین، جنکا حافظہ خراب ہو گیا تھا، شعبہ اونپر جرح کرنا چاہتے تھے، لیکن حماد بن زید کے سبب سے رُک گئے، ابو حاتم نے لکھا ہے کہ اونکی حدیثین قابلِ احتجاج نہین،

عقلی دلائل

درایت کے لحاظ سے حسبِ ذیل امور قابلِ توجہ ہین،

دلیل اول

(۱) صحیح بخاری مین ابن عمرؓ اور مالک بن حویرثؓ کے علاوہ، حضرت

علی[1] رض، سعد[2] بن ابی وقاص رض، ابو ہریرہ[3] رض، ابن عباس[4] رض، انس[5] بن مالک رض، ابو سعید[6] خدری رض، ابو حمید[7] ساعدی رض، خلاد[8] بن رافع رض کی حدیثین بھی موجود ہین، ان مین رفعِ یدین کا مطلق ذکر نہین،

دلیل دوم

(۲) ان بزرگون مین حضرت علی رض، سعد بن ابی وقاص رض، ابو ہریرہ رض، انس رض، ابو سعید اور ابو حمید رض، بالکل آنحضرت (صلعم) کے مشابہ نماز پڑھتے تھے، حضرت علی رض کے متعلق صحیح بخاری مین حضرت عمران بن حصین رض کا یہ قول موجود ہے کہ اونھون نے رسول اللہ صلعم کی نماز یاد دلادی، حضرت سعد بن ابی وقاص رض نے حضرت عمر رض کے سامنے اپنے نماز پڑہانے کا طریقہ بتایا، اور کہا کہ مین ان لوگون کو آنحضرت (صلعم) کے مشابہ نماز پڑہاتا تھا، ابو حمید ساعدی رض نے صحابہ کے ایک مجمع مین آنحضرت (صلعم) کے مشابہ نماز پڑھی اور کہا انا کنت احفظکم لصلوٰۃ رسول اللہ صلعم مین نے تم لوگون سے زیادہ آنحضرت صلعم کی نماز یاد رکھی ہے، بقیہ بزرگون نے اپنے شاگردون کو آنحضرت (صلعم) کی نماز کا طریقہ بتلایا، خلاد بن رافع رض کو آنحضرت (صلعم) نے خود نماز سکھلائی،

سوم

(۳) امام بخاری نے یہ تمام روایات صحیح مین درج کی ہین، اور چونکہ انمین رفعِ یدین کا ذکر نہین آیا ہے اسلیے اونھون نے ان ابواب مین ان حدیثون کو لائے ہین،

چہارم

(۴) یہ حدیثین صحاح مین اور سندون سے بھی مذکور ہین، اور ممکن ہے کہ اون مین سے بعض

---

[1] صحیح بخاری کتاب الاذان باب اتمام التکبیر فی السجود، [2] ایضاً باب وجوب القرآۃ للامام والماموم فی الصلوات کلہا
[3] ایضاً باب اتمام التکبیر فی الرکوع، [4] ایضاً باب اتمام التکبیر فی السجود، [5] ایضاً باب الطمانینۃ حین یرفع راسہ من الرکوع،
[6] ایضاً باب یکبر وہو ینہض من السجدتین، [7] ایضاً باب سنۃ الجلوس فی التشہد، [8] ایضاً باب وجوب القرآۃ للامام والماموم الخ،

ہین رفعِ یدین کی تصریح ہو، لیکن چونکہ وہ بخاری کے مقابلہ مین قطعی نہین ہین، اس لیے ہم اونکو معتبر نہین سمجھتے،

پنجم (۵) رفعِ یدین کی حدیثون کے جو صحابہ راوی ہین وہ صغارِ صحابہ ہین، بخلاف اسکے ان حدیثون کے راوی اکابر ہین،

ششم (۶) آنحضرت صلعم کے زمانہ مین پہلی صف مین معمر لوگون کو، پھر نوجوانون کو، پھر بچون اور عورتون کو جگہ ملتی تھی، اور چونکہ جماعت بڑی ہوتی تھی، اسلیے نوجوان اور بچے پچھلی صفون مین کھڑے ہوتے تھے، ایسی صورت مین وہ آنحضرت صلعم کے حرکات وسکنات نہین دیکھ سکتے تھے،

ہفتم (۷) جیسا کہ صحیح بخاری مین مذکور ہے عبد اللہ بن عمرؓ غزوۂ احد مین نابالغ ہونے کی وجہ سے شریک نہین ہوئے تھے، اسلیے آنحضرت صلعم کی نماز دیکھنے کا موقع اس زمانہ تک اونکو نہ ملا ہوگا، غزوۂ خندق مین جو ۵ھ کا واقعہ ہے اونکا سن ۱۵ سال کا تھا[۱] اوسوقت اونکو بچون سے آگے جگہ ملتی ہوگی، ۱۱ھ مین جب آنحضرت صلعم نے وفات پائی، وہ ۲۱ سال کے تھے، اوسوقت وہ کچھ اور آگے کی صفون مین کھڑے ہوتے ہونگے[۲] لیکن حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ معمر اصحاب مین تھے، اور اونکو صفِ اول مین آنحضرت (صلعم) کے پیچھے جگہ ملتی تھی،

ہشتم (۸) مالک بن حویرثؓ کو صرف ۲۰ روز شرفِ صحبت حاصل رہا، وہ بھی نوجوان آدمی

---

[۱] بخاری کتاب المغازی، باب غزوہ خندق، [۲] اسکی تائید نجاشی کے واقعہ سے ہوتی ہی: حضرت جابر بن عبد اللہؓ، عمرؓ بن ابن عمرؓ سے بہت بڑے تھے، لیکن جب آنحضرت نے نجاشی کی نماز جنازہ پڑھنے کیلیے صف بندی کرائی تو اونکو دوسری یا تیسری صف مین جگہ ملی، پھر ابن عمر کا عہد نبوی مین صفِ اول تک پہونچنا کہان ممکن تھا، (بخاری باب بنیان الکعبہ، موت النجاشی)

تھے، چند ہم قوموں کے ساتھ بارگاہِ نبوی مین حاضر ہوئے اور نماز وغیرہ سیکھ کر چلے گئے[۱] اونکو اون تغیرات کی جو احکام مین وقتاً فوقتاً ہوتے رہتے تھے، اکابرِ صحابہ کے مقابلہ مین کیا خبر ہو سکتی ہے؟

نہم (۹) صحیح بخاری مین ہے انما جعل الامام لیؤتم بہ، امام اسلیے بنایا گیا ہے کہ اوسکی اقتدا کیجائے اسلیے آنحضرت (صلعم) حضرت ابوبکر رض، اور حضرت عمر رض کے پیچھے جسقدر صحابہ نماز پڑھتے تھے سب اونہی کی طرح پڑھتے ہونگے، یعنی رفعِ یدین نہ کرتے ہونگے، امام بخاری نے حسن بصری اور حمید ابن ہلال کا جو یہ قول نقل کیا ہے کہ سب صحابہ رفعِ یدین کرتے تھے، یہ صحیح نہین، ان لوگون نے چند صحابہ کو دیکھا تھا، اسلیے تمام صحابہ کی نسبت اونکی رائے معتبر نہین ہو سکتی،

دہم (۱۰) حافظ ابن عبد البر نے تصریح کی ہے کہ جن صحابہ سے رفعِ یدین کی حدیثین منقول ہین، اونھی سے ترکِ رفعِ یدین کی روایات بھی ہین، البتہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رض مستثنیٰ ہین، اون سے صرف ترکِ رفعِ یدین کی حدیث منقول ہے،

یازدہم (۱۱) مالک بن حویرث رض سے صحیح بخاری مین جو دوسری روایت منقول ہے، اور جسمین اونھون نے آنحضرت (صلعم) کے مشابہ نماز پڑھ کر بتلائی ہے، اوسمین رفعِ یدین کا ذکر نہین، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد مین اونھون نے حضرت انس رض[۲] وغیرہ کو دیکھکر قدیم طریقہ چھوڑ دیا تھا، یہ روایت سند کے لحاظ سے رفعِ یدین کی حدیث سے زیادہ قوی ہے[۳]،

---

[۱] بخاری کتاب الاذان باب الاذان للمسافر اذا کانوا جماعۃ الخ، [۲] حضرت انس بصرہ مین رہتے تھے جو مالک بن حویرث کا وطن تھا، [۳] کتاب الاذان باب الطمانینۃ حین یرفع راسہ من الرکوع وباب المکث بین السجدتین،

دوازدہم (۱۲) ابن عمر رضہ سے مجاہد نے رفع یدین کے خلاف روایت کی ہے،

سیزدہم (۱۳) ابن زبیر رضہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رفع یدین کا طریقہ ابتداء اسلام مین تھا، بعد مین منسوخ ہوگیا، صحابہ مین جو لوگ فقاہت سے متصف تھے، مثلاً خلفاے راشدین اور ابن مسعود رضہ وغیرہ اونھون نے اس نکتہ کو سمجھا، اور ابن عمر رضہ چونکہ فقیہ نہ تھے[1] اسلیے اس نکتہ کو نہ سمجھ سکے،

چہاردہم (۱۴) مذکورۂ بالا اصحاب مین سے بعضون نے اپنے شاگردون کو جب نماز پڑھ کر دکھلائی تو یہ بھی کہا "کیا مین تم کو آنحضرت (صلعم) کی نماز نہ دکھلاؤن"؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لوگ آنحضرت (صلعم) کی طرح نماز نہین پڑھتے تھے، بلکہ کچھ تغیر ہوگیا تھا، صحیح بخاری مین ثابت کا یہ فقرہ منقول ہے[2]

کان انس بن مالک یصنع شیئا لم ارکم تصنعونہ — انس بعض وہ باتین کرتے تھے جو تم نہین کرتے،

اسکے بعد بتلایا کہ انس رضہ جب رکوع یا سجدہ سے سر اوٹھاتے تو اتنی دیر تک کھڑے اور بیٹھے رہتے کہ معلوم ہوتا کچھ بھول گئے ہین، ممکن ہے کہ رفع یدین بھی اسی قسم کا ایک تغیر ہو،

پانزدہم (۱۵) کوفہ مین نماز کا طریقہ ہمیشہ سے ایک ہی تھا حضرت سعد بن ابی وقاص رضہ جو کوفہ کے پہلے گورنر تھے، اونکے زمانہ سے لیکر حضرت عمار بن یاسر رضہ اور عبد اللہ بن مسعود رضہ کے زمانہ تک جسقدر عمال آئے سب اوسی طریقہ پر نماز پڑھاتے رہے، ورنہ اگر بعد کے لوگ نماز کا طریقہ بدلتے تو اونکی دربار خلافت مین شکایت ہوتی، حضرت سعد رضہ کا صحیح بخاری مین یہ فقرہ

---

[1] یہ امام شعبی کی راے ہے جو ابن عمر کے شاگرد تھے، اون کے اصلی الفاظ یہ ہین کان ابن عمر جید الحدیث ولم یکن جید الفقہ، دیکھو اسد الغابہ صفحہ ۲۲۸ ج ۳، [2] بخاری کتاب الاذان باب المکث بین السجدتین،

منقول ہے کہ مین اونکو آنحضرت (صلعم) کے مشابہ نماز پڑہاتا تھا، یہ فقرہ حضرت سعد رض نے حضرت عمر رض کے سامنے اوسوقت فرمایا تھا، جب اہلِ کوفہ نے اونکی شکایت کی تھی، حضرت سعد رض نے اس جملہ کے بعد اپنی نماز کا طریقہ بتایا تو حضرت عمر رض نے کہا

ذاک الظن بک یا ابا اسحاق! ابو اسحاق! تمھاری نسبت یہی گمان تھا،

شانزدہم

(۱۶) اسلام مین جو لوگ خصوصیت کے ساتھ آنحضرت (صلعم) کے پیرو گذرے ہین، اور جنکا ایک ایک فعل، اور ایک ایک ادا، جنابِ رسول اللہ صلعم، کے مشابہ ہوتی تھی، وہ رفعِ یدین نہین کرتے تھے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رض کے متعلق حضرت حذیفہ بن یمان رض کا قول ہے کہ وہ آنحضرت (صلعم) سے سیرت، حالت، اور ہیئت مین سب سے زیادہ مشابہ[۱] تھے، حضرت عمر رض نے جب اونکو وزیرِ خزانہ بناکر کوفہ بھیجا تو فرمان مین لکھا کہ مین اونکو معلم بناکر بھیجتا ہون، تم لوگ اونکی اقتدار کرو،

حضرت ابن مسعود رض رفعِ یدین نہین کرتے تھے، اونکے تلامذہ مین علقمہ جو بالکل اونکے نقشِ قدم پر چلتے تھے، اور جنکے متعلق مشہور تھا کہ جس نے اونکو دیکھا ابن مسعود رض کو دیکھا، وہ بھی اسی طریقہ پر عامل تھے، علقمہ، حضرت عمر رض، عثمان رض، علی رض، سعد بن ابی وقاص رض، حذیفہ رض، خبّاب رض، عائشہ رض، ابو موسی رض، ابو درداء رض، اور خالد بن ابو لید رض کے بھی شاگرد ہین، اسلیے اگر وہ ابن مسعود رض کو ان بزرگون کے خلاف پاتے تو اونکے طریقہ پر عمل نہین کرسکتے تھے، وہ اس درجہ کے شخص ہین کہ خود صحابہ اون سے مسائل دریافت کرتے تھے،

[۱] بخاری کتاب المناقب، مناقب عبداللہ بن مسعود،

علقمہ کے بعد ابراہیم نخعی، اونکے بعد سفیان ثوری، اور اونکے بعد وکیع بن الجراح جو اپنے اپنے زمانہ مین رسول اللہ صلعم سے اعمال و افعال مین مشابہ سمجھے جاتے تھے، سب اسی طریقہ پر کاربند تھے،

ہفدہم (۱۷) تابعین مین جو اکابر ہین اور جنھون نے سیکڑون صحابہ کو دیکھا تھا، مثلاً اسود اور شعبی وغیرہ اون سے رفع یدین کے خلاف روایتین آئی ہین، اسود، حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ، معاذؓ، ابن مسعودؓ، حذیفہؓ، عائشہؓ، بلالؓ، اور ابوموسیؓ کے شاگرد تھے، اور شعبی نے ۵۰۰ صحابہ کو دیکھا تھا،

ہیجدہم (۱۸) ائمہ اربعہ مین سے امام مالک (امام ابوحنیفہ کو مستثنیٰ کرکے) صحابہ کے عہد سے زیادہ قریب ہین، اون سے ابن وہب وغیرہ نے جو روایت کی ہے اوسمین رفع یدین کا تذکرہ ہے لیکن ابن قاسم کی روایت مین ترک رفع یدین آیا ہے، امام مالک کا مشہور مذہب یہی ہے، اور اسی پر اونکے مقلدین عمل کرتے ہین[1]،

خطابی نے لکھا ہے کہ رفع یدین امام مالک کا آخری اور صحیح قول ہے، لیکن یہ اونکی ذاتی راے ہے، مالکیہ کا عمل اسکی تردید کرتا ہے،

نوزدہم (۱۹) بخاری کے علاوہ اور کتابون مین صحابہ سے جو احادیث منقول ہین، اون کی صحت مشکوک ہے، اسلیے قابل التفات نہین، امام بخاری نے اس قسم کی حدیثون کی تعداد (۱۷)

[1] عمدۃ القاری صفحہ ۷، جلد ۳، اس سے معلوم ہوا کہ امام مالک کی آخری تحقیق یہ تھی کہ قدماء صحابہ رفع یدین نہین کرتے تھے، ورنہ وہ ابن عمرؓ کی حدیث کو جس پر اونکے زمانہ مین مدینہ منورہ مین عمل ہوتا ہوگا، کیون چھوڑتے؟

بستم

اور حافظ ابو الفضل نے (۵۰) بتلائی ہے،

(۲۰) سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ بخاری کی دونون روایتون کے مخرج صغارِ صحابہ ہین، خلفاے راشدین اور خصوصًا حضرت ابو بکر رض و عمر رض جو اسلامی تعلیم کا صحیح نمونہ تھے اور جن سے بڑھکر کوئی شخص احکام شریعت کا نکتہ شناس نہین ہو سکتا تھا، اونکا طرزِ عمل صحیح بخاری سے نہین معلوم ہوتا، حالانکہ سب سے مقدم ہمکو اونہی کے اعمال و اقوال کی جستجو کرنے کی ضرورت ہے،

بست و یکم

(۲۱) حضرت عمر رض کی شہادت کے بعد نظامِ حکومت درہم برہم ہو گیا تھا، جس کے اثر سے صیغۂ مذہبی بھی آزاد نہ تھا، حضرت عمر رض کے زمانہ مین منصبِ افتار پر اکابرِ صحابہ مامور ہوتے تھے، اور اونکے علاوہ کسی شخص کو فتوی دینے کی اجازت نہ تھی، لیکن اونکے بعد ہر شخص فتوی دینے کا مجاز ہو گیا اور حکومت کیطرف سے بالکل روک ٹوک نہین کی گئی، اسپر یہ اور ستم ہوا کہ حضرت علی رض کے زمانہ مین مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ جو اسلام کے اصلی مرکز تھے، اکابرِ صحابہ کے وجود سے خالی ہو گئے، اسلیے عمل کا دارمدار تمام تر صغارِ صحابہ کے فتووٴن پر رہ گیا، یہ لوگ چونکہ آنحضرت (صلعم) کے شرفِ صحبت سے زیادہ عرصہ تک بہرہ ور نہین رہے تھے، نیز فقاہت کا وصف موجود نہ تھا، اسلیے آنحضرت (صلعم) کے اعمال و اقوال پر غور نکر سکے اور اتفاقًا آنحضرت (صلعم) کو جو کچھ کرتے دیکھا تھا، اوسکو مذہب کا ضروری جز خیال کر لیا، صحیح بخاری مین حضرت ابن زبیر رض، ابو ہریرہ رض اور ابن عمر رض کے آمین بالجہر کے متعلق جو اقوال موجود ہین، اسی بنا پر ہین، حالانکہ اکابرِ صحابہ اور خصوصًا خلفاے راشدین سے

آمین بالجہر ثابت نہین، ورنہ مسجدِ حرام کیطرح مسجدِ نبوی بھی آمین کے شور سے گونج اوٹھتی![1]

بست و دوم

(۲۲) لیکن کوفہ اکابرِ صحابہ کا مرکز تھا، وہان خلیفۂ چہارم رض، حضرت سعد بن ابی وقاص رض، حضرت سعید بن زید رض، حضرت عمار بن یاسر رض، حضرت ابن مسعود رض، حضرت خباب ابن ارت رض، حذیفہ بن یمان رض، سلمانِ فارسی رض، ابو موسیٰ اشعری رض، سہل بن حنیف رض، ابو قتادہ رض، ابو مسعود رض، براء بن عازب رض، وغیرہ موجود تھے، حضرت عمر رض نے جب حضرت عمار اور ابن مسعود رض کو کوفہ کا حاکم بنا کر بھیجا، تو دس انصار کو تعلیم دینے کے لیے ساتھ کر دیا، جن مین قرظہ بن کعب رض اور عبید بن عازب رض کا نام بالتخصیص معلوم ہے، طبقات مین ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ اصحاب بدر مین سے (۷۰) اور اصحاب الشجرہ (بیعت الرضوان) مین سے (۳۰۰) بزرگ کوفہ مین وارد ہوئے،

بست و سوم

(۲۳) ان بزرگون مین حضرت ابن مسعود رض سب سے بڑے فقیہ اور مجتہد تھے، اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر رض کے سوا اسلام مین اس حیثیت سے اونکا کوئی حریفِ مقابل نہین پیدا ہوا تقرب نبوی کے لحاظ سے بھی وہ اور صحابہ پر فوقیت رکھتے تھے، حضرت ابو موسیٰ اشعری رض یمن سے آئے، اونکا بیان ہے کہ ابن مسعود رض اور اونکی والدہ آنحضرت (صلعم) کے مسکنِ مبارک مین اس کثرت سے آتے جاتے تھے کہ ہم نے سمجھا کہ وہ اہلِ بیت مین داخل ہین[2]، وہ آنحضرت صلعم کے میر سامان تھے، یعنے نعلین مبارک، پانی، اور گدّہ اپنے ساتھ رکھتے تھے[3]، اس بنا پر اون سے

[1] صحیح بخاری مین ابن زبیر رض کے متعلق یہ فقرہ منقول ہے امن ابن الزبیر ومن ورآءہ حتی ان للمسجد للجۃ، [2] صحیح بخاری کتاب المغازی باب قدوم الاشعریین، [3] ایضاً کتاب الوضوء باب من حمل معہ الماء لطہورہ، وکتاب المناقب مناقب عمار و حذیفہ رض،

بڑھ کر کوئی شخص آنحضرت (صلعم) کے اقوال و اعمال کا عالم نہین ہو سکتا تھا،

اونکے تلامذہ کی تعداد (۶۰) تھی، جن مین علقمہ، اسود، مسروق، عبیدہ، حارث بن قیس، عمرو بن شرحبیل، صاحب افتا رتھے، اور ان لوگون نے ابن مسعود رضہ کے علاوہ خلفاے راشدین، اور اکابر صحابہ سے بھی استفادہ کیا تھا، طبقات مین بسندِ صحیح امام شعبی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ صحابہ کے علاوہ مین نے اصحابِ عبد اللہ رضہ سے بڑھکر کسی کو عالم نہین دیکھا،

اس بنا پر کوفہ مین آنحضرت (صلعم) حضرت ابوبکر رضہ اور حضرت عمر رضہ کے اقوال و اعمال زیادہ محفوظ رہے، چنانچہ اس حدیث مین بھی حضرت ابن مسعود رضہ نے آنحضرت (صلعم) اور حضرت ابوبکر رضہ و عمر رضہ کا نام لیا ہے،

بست و چہارم

(۲۴) آنحضرت (صلعم) کے اقوال و اعمال مین آخری قول اور عمل اختیار کیا جاتا ہے حضرت ابن عمر رضہ، اور مالک بن حویرث رضہ نے یہ نہین بیان کیا کہ آپ کا آخری عمل کیا تھا؟ بخلاف اسکے حضرت ابوہریرۃ رضہ کی ایک حدیث مین جو بخاری مین ہے، یہ الفاظ آئے ہین[۱]،

والذی نفسی بیدہ انی لاقربکم شبھًا بصلوٰۃ رسول اللہ صلعم ان کانت ھذہ لصلوتہ حتی فارق الدنیا،	خدا کی قسم، مین تم مین سب سے زیادہ آنحضرت صلعم کے مشابہ نماز پڑھتا ہون، آنحضرت صلعم وفات کے وقت تک اسی طرح نماز پڑھتے رہتے،

تیسرا نقص
مخالفتِ احادیث صحیحہ

احادیثِ صحیحہ کی مخالفت بہت سی روایتین صحیح حدیثون کے خلاف درج ہوگئی ہین، مثلاً

(۱) صحیح بخاری مین حضرت عبد اللہ بن عمر رضہ سے روایت آئی ہے کہ ابتدا ئے مسلمان جب مدینہ

---

[۱] بخاری کتاب الاذان باب یہوی بالتکبیر حین یسجد،

مین آئے، تو نماز کے اعلان کا کوئی طریقہ نہ تھا، بلکہ وقت پر لوگ جمع ہو جاتے تھے، اور نماز

پڑھا دی جاتی تھی، ایکروز مشورہ ہوا بعضون نے کہا نصاریٰ کی طرح ناقوس بجانا چاہیے،

بعض نے بوق کی نسبت راے دی جو یہودیون مین رائج تھا، حضرت عمرؓ نے فرمایا،

اولا تبعثون رجلاً ینادی بالصلٰوۃ؟ تم لوگ ایک شخص کو کیون نہین بھیجتے جو نماز کی منادی کرے

آنحضرت (صلعم) نے فرمایا اے بلال! اوٹھو اور نماز کی منادی کرو[۱]،

اسکے مقابلہ مین صحیح ترمذی مین عبداللہ بن زید بن عبدربہ کا نام آیا ہے، مصنفین

رجال دونون بزرگون کے حالات مین اذان کا واقعہ لکھتے ہین، اور بخاری کی روایت کو

ترجیح نہین دیتے،

(۲) صحیح بخاری مین ہے، کہ آنحضرت (صلعم) نے خطبہ مین فرمایا[۲]،

لایبقین فی المسجد باب الا سد ابوبکرؓ کے دروازہ کے سوا، مسجد کے رخ کوئی

الا باب ابی بکر، دروازہ باقی نہ رکھا جائے،

لیکن ابن حبان اور ابن اثیر نے یہی روایت حضرت علیؓ کے متعلق نقل کی ہے، ترمذی

نے اسکو غریب کہا ہے، اور ابن جوزی نے تصریح کی ہے کہ یہ موضوع روایت ہے، حافظ ابن حجر

اگرچہ رواۃ پرستی کی بنا پر ابن جوزی سے نہایت برہم ہین، لیکن اسکا اونکے پاس کچھ جواب

نہین کہ حدیث کا ایک راوی مسکین بن بکیر ہے، جسکے متعلق ائمہ رجال کی رائین حسب ذیل ہین،

امام احمد اوس سے روایت کرنے مین مضائقہ نہین، لیکن حدیثون مین غلطیان ہوتی ہین،

[۱] بخاری کتاب الاذان باب بدء الاذان، [۲] ایضاً کتاب المناقب مناقب ابی بکرؓ

حاکم　　　کثرت سے منکر روایتین کرتا ہے، کثرت سے وہم ہوتا ہے اور غلطیان کرتا ہے،

ابن عمار　　　لوگ کہتے ہین کہ ثقہ ہے لیکن مین نے اوس سے حدیث نہین سُنی،

اس ضعف کے ساتھ وہ منفرد بھی ہے، یعنی اوس کی تائید مین کوئی روایت موجود نہین،
اسی بنا پر ابن عساکر اور ابراہیم بن مختار نے اس حدیث کو اوسکے اوہام مین شمار کیا ہے،

(۳) صحیح بخاری مین ہے کہ آنحضرت (صلعم) فی مرض الموت مین حضرت عائشہ رض سے فرمایا کہ
مین نے قصد کیا تھا کہ ابوبکرؓ اور اونکے بیٹے کو بلواؤن اور ولیعہد بنا دون، شاید کوئی خلافت کا
دعویدار یا خواہشمند پیدا ہو جائے، لیکن پھر مین نے کہا کہ خود خدا، اور اہلِ اسلام ابوبکرؓ
کے سوا کسی اور کو پسند نہ کرین گے[۱] اسکے مقابلہ مین ابوخیثمہ اور ابن اثیر نے حسن بصری کا
یہ قول نقل کیا ہے کہ آنحضرت (صلعم) نے حضرت ابوبکر رض کو خلیفہ بنایا تھا،

(۴) صحیح بخاری سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رض نے نبوت کے بعد آنحضرت (صلعم) کی
تصدیق کی[۲] لیکن تہذیب مین حافظ ابن حجر نے میمون بن مہران کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت
ابوبکر رض آنحضرت (صلعم) پر اوسوقت ایمان لائے تھے، جب بحیرا راہب کا قصہ پیش آیا تھا،
اور حضرت علی رض پیدا بھی نہین ہوئے تھے، حالانکہ دوسری جگہ حافظ ابن حجر نے خود تسلیم
کیا ہے کہ بحیرا کے واقعہ مین حضرت ابوبکر رض کی شرکت غلط ہے، اور اسقدر حصہ غلطی سے
روایت مین شامل ہو گیا ہے،

---

[۱] بخاری کتاب المرضی باب قول المریض انی وجع او وارا ساہ آلخ وکتاب الاحکام باب الاستخلاف،

[۲] ایضاً باب بنیان الکعبۃ باب اسلام ابی بکر الصدیق رض،

(۵) صحیح بخاری مین حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے[1]،

توفی النبی صلعم فی بیتی وفی نوبتی وبین سحری ونحری، — آنحضرت (صلعم) نے میرے گھر، میری باری، اور میرے گلے اور سینہ کے درمیان وفات پائی،

لیکن ابن سعد اور حاکم نے بعض روایتون مین حضرت علی رضہ کا نام لیا ہے، ان روایتون کے راوی شیعہ ہین،

(۶) صحیح بخاری مین مذکور ہے کہ جب لوگ مدینہ آئے تو رسول اللہ (صلعم) نے عبد الرحمن رضہ اور سعد بن الربیع رضہ کے درمیان مواخاۃ قائم کی، سعد رضہ نے عبد الرحمان رضہ سے کہا مین انصار مین دولتمند آدمی ہون، تم میرا آدھا مال لے لو، اور میری دو بیویان ہین، اون مین سے ایک کو انتخاب کرکے بتاؤ تو مین اوسکو طلاق دیدون اور تم عدت کے بعد اوس سے نکاح کرلو، عبد الرحمن رضہ نے جواب دیا خدا اہل اور مال تم کو مبارک کرے، تمھارا بازار کہان ہے؟ لوگون نے اونکو بازار بنو قینقاع کا راستہ بتادیا[2]،

لیکن ابن اثیر نے ایک روایت نقل کی ہے جسمین یہ قصہ سعد بن الربیع رضہ کے بجائے حضرت عثمان رضہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے،

(۷) صحیح بخاری مین حضرت براء بن عازب رضہ، ابوہریرہ رضہ، اور عبد اللہ بن عمر رضہ کی جو حدیثین منقول ہین، اون سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت (صلعم) نے مردون کو سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا[3]، لیکن ابن سعد رضہ مین ایک روایت ہے کہ حضرت طلحہ رضہ کا جب

[1] بخاری کتاب الجہاد باب ماجاء فی بیوت ازواج النبی صلعم، [2] ایضاً کتاب المناقب باب اخاء النبی صلعم بین المہاجرین والانصار، [3] ایضاً کتاب اللباس باب خواتیم الذہب،

انتقال ہوا تو اونکے ہاتھ مین سونے کی انگوٹھی تھی، اس روایت کے ایک سلسلہ مین واقدی ہے، اور دوسرا سلسلہ قیس بن الربیع سے منقول ہے جو شیعہ تھے،

(۸) صحیح بخاری مین حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضہ نے دروازہ پر پردہ لٹکایا، جسمین تصویرین بنی ہوئی تھین، آنحضرت (صلعم) نے دیکھا تو فرمایا کہ اسکو ہٹاؤ، اس کی تصویرین میری نماز مین خلل انداز ہوتی ہین[۱]، لیکن ابن سعد نے انہی حضرت انس رضہ کے متعلق یہ روایت لکھی ہے کہ اونکی انگوٹھی پر شیر کی تصویر کندہ تھی، اس روایت کے ایک راوی محمد بن فضل عارم ہین، جنکا حافظہ خراب ہو گیا تھا، اون سے کثرت سے منکر حدیثین منقول ہین،

(۹) مسند مین ہے کہ آنحضرت (صلعم) سے سب سے آخر جو شخص ملا، وہ قثم بن عباس رضہ تھے[۲]، لیکن ابن سعد نے یہی روایت مغیرہ بن رضہ شعبہ کے متعلق لکھی ہے، حالانکہ حضرت علی رضہ نے صراحت کے ساتھ اسکی تردید کی تھی،

(۱۰) صحیح بخاری مین مذکور ہے کہ آنحضرت (صلعم) کی وفات کے دن حضرت علی رضہ مکان سی باہر نکلے، لوگون نے پوچھا کہ رسول اللہ (صلعم) کا مزاج کیسا ہے؟ حضرت علی رضہ نے کہا خدا کے فضل سے آپ اچھے ہو گئے، حضرت عباس رضہ نے اونکا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ خدا کی قسم تم تین دن کے بعد غلامی کروگے، مین آنکھون سے دیکھ رہا ہون کہ رسول اللہ (صلعم) عنقریب اسی مرض مین وفات پائین گے، کیونکہ مجھکو اسکا تجربہ ہے کہ خاندانِ عبد المطلب کا چہرہ موت کے قریب کسطرح متغیر ہو جاتا ہے؟ آؤ چلو، رسول اللہ صلعم سے پوچھ لین کہ آپ کے بعد

---

[۱] بخاری کتاب اللباس باب کراہیۃ الصلوٰۃ فی التصاویر، [۲] مسند صفحہ ۱۰۱ ج ۱،

یہ منصب (خلافت)، کسکو حاصل ہوگا؟ اگر ہم اسکے مستحق ہین تو رسول اللہ (صلعم) ہمارے لیے وصیت فرمائین گے، حضرت علی رض نے کہا مین نہ پوچھونگا، کیونکہ اگر پوچھنے پر آنحضرت (صلعم) نے انکار کردیا تو پھر آیندہ کوئی امید نہین رہے گی،[۱]

اسکے مقابلہ مین مسند کی یہ روایت دیکھو، حضرت علی رض فرماتے ہین کہ آنحضرت (صلعم) نے مجھسے فرمایا تھا کہ تم جب تک خلیفہ نہ بنائے جاؤگے نہین مروگے، اوسکے بعد یہ داڑہی اس (سر) کے خون سے رنگین ہوگی،[۲]

(۱۱) صحیح مسلم مین امیر معاویہ رض کا خطبہ نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رض نے ۶۳ سال کے سن مین وفات پائی،[۳] لیکن حافظ ابن حجر نے تہذیب مین عمر بن شبہ کی کتاب اخبار البصرۃ سے یہ روایت لکھی ہے کہ اونکا سن ۵۸ یا ۵۹ برس کا تھا،

(۱۲) صحیح بخاری مین ہے کہ آنحضرت (صلعم) نے وفات کے وقت صحابہ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکالدو[۴] لیکن مسند مین یہ حدیث یون ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علی رض سے ارشاد فرمایا "اگر تم میرے بعد خلیفہ ہونا، تو اہلِ نجران کو عرب سے نکالدینا"[۵]

(۱۳) صحیح بخاری مین حضرت ابن عمر رض سے روایت ہے کہ آنحضرت (صلعم) نے خیبر کے روز لہسن کھانے سے منع فرمایا،[۶] اسکے خلاف امام احمد اور ابن مندہ نے حضرت عائشہ رض سے روایت کی ہے، کہ آپ نے اپنی زندگی کے آخری لمحون مین جو کھانا تناول فرمایا

---

[۱] بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلعم و وفاتہ، [۲] مسند صفحہ ۱۰۲ جلد ۱، [۳] مسلم کتاب الفضائل باب قدر عمرہ صلعم و اقامتہ بمکۃ والمدینۃ، [۴] بخاری کتاب الجہاد باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب، [۵] مسند صفحہ ۸۷ جز ۱، [۶] بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر،

اوسمین لہسن پڑا ہوا تھا[1]

(۱۴) صحیح بخاری مین ہے کہ فتح مکہ کے بعد آنحضرت (صلعم) حرم محترم کے بتون کو لکڑی کی نوک سے ٹھوکے دیتے جاتے تھے، اور یہ پڑھتے جاتے تھے جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا، عین کعبہ کے اندر بہت سے بُت تھے، آنحضرت (صلعم) نے کعبہ مین داخل ہونے سے پہلے حکم دیا کہ سب نکلوا دیے جائین[2]

اسکے مقابل مسند مین حضرت علی رض کی حدیث ہے، کہ آنحضرت (صلعم) اور مین کعبہ مین آئے، اور مین نے دوش مبارک پر چڑھکر ایک بُت اوکھاڑا، جو چھت کے قریب نصب تھا، اور اوسکو توڑ ڈالا، پھر مین اور آنحضرت (صلعم) دوڑتے ہوئے چلے اور اس خوف سے کہ کہین کفار دیکھ نہ لین گھرون مین چھپ گئے[3] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بت شکنی آنحضرت کی مکی زندگی کا واقعہ تھا،

(۱۵) صحیح بخاری مین ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد آنحضرت (صلعم) نے حکم دیا کہ لوگ حدیبیہ مین قربانی کرین، لیکن لوگ اسقدر دل شکستہ تھے کہ ایک شخص بھی نہ اوٹھا، یہان تک کہ تین دفعہ بار بار کہنے پر بھی ایک شخص آمادہ نہوا، آنحضرت (صلعم) گھر مین تشریف لے گئے، اور حضرت ام سلمہ رض سے شکایت کی، اونھون نے کہا آپ کسی سے کچھ نہ فرمائین، بلکہ باہر نکلکر خود قربانی کرین، اور احرام اوتارنے کے لیے بال منڈوائین[4]

[1] مسند صفحہ ۹۰ ج ۲، [2] بخاری کتاب المغازی باب این رکز النبی صلعم الرایۃ یوم الفتح، [3] مسند صفحہ ۸۴ ج ۱، [4] بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد و المصالحۃ مع اہل الحرب،

اسکے مقابلہ مین حضرت برار رض کی یہ روایت دیکھو، کہ آنحضرت (صلعم) نے صحابہ سے فرمایا تم لوگ اپنے حج کو عمرہ بناؤ، لوگون نے کہا ہم نے حج کا احرام باندھا تھا، اب اوسکو عمرہ کیونکر کرسکتے ہین؟ ارشاد ہوا دیکھو! مین جو حکم دیتا ہون اوسکو بجا لاؤ، لوگون نے پھر جوابدیا تو آپ غصہ ہو کر حضرت عائشہ رض کے پاس گئے، اونھون نے دیکھا تو کہا جس نے آپ کو غصہ دلایا خدا اوسکو غصہ ولائے، آپ نے فرمایا مین غصہ کیون نہون؟ حالانکہ جو حکم دیتا ہون اسکا اتباع نہین کیا جاتا۔[۱]

اس روایت مین صحابہ کی جو تصویر نظر آتی ہے، مین اوسکے تخیل سے کانپ اوٹھتا ہون!

(۱۶)، صحیح بخاری مین ہے کہ حضرت عائشہ رض ایک معاملہ مین عبداللہ بن زبیر رض سے ناراض ہوئین اور بول چال کی قسم کھالی، جب لوگون نے سفارش کی تو نہایت مشکل سے قصور معاف کیا، اور کفارۂ یمین مین چالیس غلام آزاد کیے، چنانچہ جب اونکو یہ قسم یاد آتی تھی تو اسقدر روتی تھین کہ ڈوپٹہ تر ہو جاتا تھا۔[۲]

اسکے معارض طبقات کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ رض جب یہ آیت

وقرن فی بیوتکن، اے ازواج پیغمبر، اپنے گھرون مین بیٹھو،

پڑھتی تھین تو اسقدر روتی تھین کہ آنچل تر ہو جاتا تھا۔[۳]

اس روایت کا پہلا راوی مجہول ہے یعنے اوسکا نام معلوم نہین، عمارہ بن عمیر نے صرف اسقدر کہا ہے،

---

[۱] تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۱۱۹ ج ا، [۲] بخاری کتاب الادب باب الہجرۃ، [۳] طبقات ج ۸ صفحہ ۵۶،

حدثنی من سمع عائشة علیہا السلام، مجھ سے اس شخص نے حدیث بیان کی جس نے حضرت عائشہ رض سے سُنا تھا،

اور اخیر راوی **واقدی** ہے، جو مشہور کذاب تھا،

(۱۷) صحیح بخاری مین ہے، کہ حضرت عائشہ رض کے زمانہ علالت مین حضرت ابن عباس رض عیادت کو آئے اور اندر جانے کے لیے اذن طلب کیا، تو اونھون نے فرمایا مجھے خوف ہے کہ وہ میری تعریف کرینگے، لوگون نے سفارش کی کہ آنحضرت (صلعم) کے ابن عم ہین، اور مسلمانون کے منتخب افراد مین ہین، فرمایا اچھا بلاؤ، ابن عباس رض نے مزاج پوچھا، بولین اگر بچ جاؤن تو اچھی ہون، ابن عباس رض نے کہا آپ انشاء اللہ اچھی ہین، آنحضرت (صلعم) کی بیوی ہین، آپ کے علاوہ آنحضرت (صلعم) نے کسی باکرہ سے شادی نہین کی، اور آپ کا عذر آسمان سے نازل ہوا، ابن عباس رض واپس گئے تو ابن زبیر رض آئے، حضرت عائشہ رض نے فرمایا ابن عباس رض آئے تھے، میری تعریف کی، مین پسند کرتی ہون کاش! مین کچھ نہوتی[۱] اس قسم کے الفاظ زاہد اور متورع لوگ اکثر استعمال کیا کرتے ہین، جس سے مدح کا عجب جاتا رہتا ہے، لیکن یہی روایت ہم کو ابن ابی شیبہ مین اس طرح ملتی ہے، کاش! آج سے ۲۰ برس پہلے مین نسیت و نابود ہوگئی ہوتی[۲]

(۱۸) صحیح بخاری مین ہے کہ حضرت عائشہ رض نے حضرت ابن زبیر رض کو وصیت کی کہ مجھکو آنحضرت ص حضرت ابوبکر رض، اور حضرت عمر رض کے ساتھ دفن نہ کرنا، بلکہ بقیع مین اور ازواج کے ساتھ کرنا کیونکہ وہان دفن ہونے سے میرا تزکیہ نہین ہوگا[۳] لا ازکی بہ ابدًا!

[۱] بخاری کتاب التفسیر سورۂ نور باب قولہ ولولا اذ سمعتموہ قلتم مایکون لنا ان نتکلم بہذا، [۲] ازالۃ الخفاء مقصد دوم صفحۂ آخر، [۳] بخاری کتاب الجنائز باب ما جاء فی قبر النبی ص و ابی بکر و عمر،

دوسری روایت مین جو کتاب الاعتصام مین ہے اس سے زیادہ صاف الفاظ ہین،

فانی اکرہ ان ازکی ؛ مین مکروہ سمجھتی ہون کہ لوگ میرا تزکیہ کرین (یعنے عام صحابہ سے افضل سمجھین)

یہ اس بنا پر فرمایا تھا کہ پہلے اونکو حجرۂ مبارک مین دفن ہونے کی آرزو تھی، چنانچہ

جب حضرت عمر رض نے وفات کے قریب یہ کہلا بھیجا کہ مین وہان دفن ہونے کا متمنی ہون" تو

حضرت عائشہ رض نے جواب دیا تھا[1]

کنت ارید لا لنفسی فلاو ثرنه الیوم علی نفسی! مین نے یہ جگہ اپنے لیے رکھی تھی، لیکن آج مین عمر رض کو اپنے اوپر ترجیح دونگی،

اس حدیث کے معارض حاکم کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ رض نے مزارِ نبوی مین دفن نہ ہونے کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ مین نے آپ کے بعد ایک جرم کیا ہے! (نعوذ باللہ)

ابن سعد، ابن ابی شیبہ، اور حاکم کی یہی روایتین ہین جنکو ہمارے زمانہ کے مشہور مورخ نے سیرۃ عائشہ رض مین نقل کیا ہے، اور اونکی بنا پر یہ غلط نتیجہ نکالا ہے کہ حضرت عائشہ رض کو حضرت علی رض سے لڑنے پر ندامت تھی، مصنف کے اصلی الفاظ یہ ہین،

"اور اپنی اس خطاے اجتہادی پر کہ اصلاح کا جو طریقہ اونھون نے اختیار کیا تھا، وہ کہان تک مناسب تھا، اونکو عمر بھر افسوس رہا،" (سیرت عائشہ رض صفحہ ۱۶۵ حالات جنگِ جمل)

حالانکہ صحیح بخاری کی روایات جو زیادہ صحیح اور زیادہ واضح ہین، اون سے معلوم

[1] بخاری کتاب الجنائز باب ما جاء فی قبر النبی صلعم و ابی بکر و عمر

ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رض نے یہ الفاظ جنگِ جمل کے متعلق نہین فرمائے، بلکہ دوسرے مواقع پر ارشاد فرمائے ہین، چنانچہ پہلی روایت ابن زبیر رض کے متعلق ہے، دوسری مین ابن عباس رض کی مدح کا تذکرہ ہے، اور تیسری ایک قدیم خیال کی تبدیلی کا اثر ہے،

حضرت عائشہ رض اور حضرت علی رض کی جنگ کے متعلق صحابۂ کرام کا جو خیال تھا، اوسکو ہم حضرت علی رض کے حالات مین مفصل بیان کرین گے،

(۱۹) صحیح بخاری مین حضرت انس رض سے مروی ہے[1]،

قال رسول اللہ صلعم اسمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی کأن راسہ زبیبۃ	آنحضرت صلعم نے فرمایا تم لوگ سنو اور اطاعت کرو، اگرچہ تم پر حبشی غلام حاکم بنایا جائے، جسکا سر کشمش کیطرح ہو، یعنے چھوٹا ہو۔

اسکے مناقض بخاری کی یہ روایت ہے[2]،

یُھلک الناس ھذا الحیُّ من قریش، قالوا فما تامرنا؟ قال لوان الناس اعتزلوھم،	قریش کے لوگ دنیا کو برباد کرین گے، لوگون نے کہا پھر آپ کیا حکم دیتے ہین؟ ارشاد ہوا کاش! لوگ اون سے علٰحدہ ہو جاتے،

(۲۰) صحیح بخاری مین سائب بن یزید سے منقول ہے[3]،

کنانوتی با لشارب علٰے عھد رسول اللہ	رسول اللہ صلعم کے عہد، ابوبکر کی امارت، اور عمر کے

---

[1] بخاری کتاب الاحکام باب السمع والطاعۃ للامام مالم تکن معصیۃ، [2] ایضاً کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام، [3] ایضاً کتاب الحدود باب الضرب بالجرید والنعال،

صلعم وامرة ابی بکر وصدراً من خلافة عمر فنقوم الیہ بایدینا و نعالنا وارديتنا حتی کان آخر امرة عمر فجلد اربعین حتی اذا عتوا و فسقوا جلد ثمانین،

ابتدائی زمانہ خلافت مین ہم مے نوش کو ہاتھون، جوتون اور چادرون سے مارتے تھے، عمر نے آخری زمانۂ امارت مین ۴۰ کوڑے مارے، اور جب مے نوشی زیادہ بڑھ گئی اور فسق کا غلبہ ہوا تو اونھون نے ۸۰ کوڑے کردیے،

اسکے معارض مسلم کی یہ روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک شرابی کو انجیر کی چھڑی سے ۴۰ ضرب کی سزا دی، حضرت ابو بکر رض نے بھی اسی پر عمل کیا، جب حضرت عمر رض خلیفہ ہوے تو اونھون نے عبد الرحمن بن عوف رض کی رائے سے ۸۰ کوڑے مقرر کیے[1] اس روایت کا پہلا ٹکڑہ جسمین آنحضرت صلعم کے ۴۰ ضرب سزا دینے کا ذکر ہے، صحیح نہین، بخاری مین ایک اور حدیث اسکی تردید مین موجود ہے، حضرت علی رض فرماتے ہین کہ اگر مین کسی کو حد مارون اور وہ مرجائے تو مجھے کچھ خیال نہین ہوسکتا، لیکن اگر شرابی مرجائے تو مین دیت ادا کردون گا، کیونکہ رسول اللہ صلعم نے شراب کی کوئی خاص سزا مقرر نہین کی، دوسرا ٹکڑہ یعنے حضرت ابو بکر رض کا ۴۰ کوڑے مارنا، بخاری مین حضرت انس رض سے منقول ہے، لیکن اوسکے راوی قتادہ اور ہشام بن عروہ ہین، جو بہ ترتیب حاطب اللیل اور ضعیف سمجھے جاتے ہین،

(۲۱) صحیح بخاری مین ہے کہ آنحضرت (صلعم) نے ایک شب مسجد مین نماز پڑھی، صحابہ بھی

[1] مسلم کتاب الحدود باب حد الخمر،

آکر شریک ہوگئے، دوسری شب کو بھی یہی واقعہ پیش آیا، اور لوگ زیادہ تعداد مین جمع ہوئے، تیسری یا چوتھی شب مین آپ باہر تشریف نہین لائے، جب صبح ہوئی تو ارشاد فرمایا تم لوگ جو کچھ کرتے تھے اوسکو مین نے دیکھا، مین اس خیال سے باہر نہین آیا کہ مبادا تم پر یہ نماز فرض نہو جائے، راوی کا بیان ہے کہ یہ واقعہ رمضان مین پیش آیا تھا[۱]

اسکے مقابلہ مین بخاری کی یہ روایت دیکھو! ایکبار آنحضرت صلعم نے نماز کے لیے ایک حجرہ مخصوص کرلیا، صحابہ کو معلوم ہوا تو وہ بھی شریک ہونے لگے، اتفاق سے آپ ایکدن گھر سے نہ نکلے، صحابہ چلائے اور دروازہ پر کنکریان مارین، آپ اندر سے غصہ مین نکلے اور فرمایا کہ اگر تمھارے شوق کا یہی حال رہا تو مجھے خوف ہے کہ کہین یہ نماز تمپر فرض نہو جائے[۲]

صحابۂ کرام کے متعلق صحاح مین ادب نبوی کے جو واقعات مذکور ہین، یہ حدیث اونکی تردید کرتی ہے، ایک طرف تو کأن علی رأوسہم الطیر[۳] والی حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ آپ کی مجلس مین پیکرِ تصویر بن جاتے تھے، دوسری طرف یہ روایت ہے جسمین (نعوذ باللہ) مسجد نبوی میدانِ جنگ بنی ہوئی ہے! صحابہ کے مخالفین کی یہی دراندازیان ہین جن کی بنا پر اونہین صحابہ کو بدنام کرنے کا موقع ملتا ہے، لیکن الحق یعلو ولا یُعلی، اس روایت کے سلسلۂ سند مین عبداللہ بن سعید بن ابی ہند فزاری ہین جو حدیث بیان کرنے مین غلطیان کرتے تھے، قابلِ اعتراض الفاظ اونہی کے تسامح کا کرشمہ ہین،

---

[۱] بخاری کتاب الکسوف باب تحریض النبی ص علی صلوٰۃ اللیل، [۲] ایضاً کتاب الادب باب مایجوز من الغضب والشدۃ لامر اللہ، ابوداؤد باب تفریع ابواب شہر رمضان باب فی فضل التطوع فی البیت مین بھی یہ واقعہ مذکور ہے، [۳] ایضاً کتاب الجہاد باب فضل النفقۃ فی سبیل اللہ،

(۲۲) صحیح بخاری مین مجاہد سے منقول ہے کہ ابن عمر رضہ سے کسی نے آکر کہا کہ رسول اللہ صلعم کعبہ مین داخل ہو رہے ہین، وہ پہونچے تو آپ کعبہ سے باہر آ چکے تھے، اور حضرت بلال رضہ دروازہ کے اندر کھڑے تھے، ابن عمر رضہ نے اون سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلعم نے کعبہ مین نماز پڑھی تھی؟ بلال نے کہا ہان، دو رکعتین[۱]

اسکے مخالف عبد اللہ بن عباس رضہ کی روایت ہے کہ آپ نے کعبہ کے اندر صرف دعا مانگی تھی، نماز نہین پڑھی[۲] چونکہ حضرت بلال رضہ آنحضرت (صلعم) کے ساتھ تھے، اور ابن عباس رضہ کو یہ شرف حاصل نہین ہوا، اسلیے بلال رضہ کی روایت قابلِ ترجیح ہے، روایت کے لحاظ سے بھی مجاہد کی حدیث، ابن عباس رضہ کی حدیث سے بہتر ہے،

نکاح محرم کی بحث

(۲۳) صحیح مسلم مین نبیہ بن وہب سے روایت آئی ہے کہ عمر بن عبید اللہ نے طلحہ بن عمر کا نکاح کرنا چاہا، حج کا زمانہ تھا، اور حضرت عثمان رضہ کے صاحبزادے ابان امیر الحاج تھے، عمر نے اونکو شرکت کی دعوت دی، وہ آئے اور کہا کہ مین نے حضرت عثمان رضہ سے سنا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا، محرم نہ نکاح کرے، نہ نکاح کرائے، اور نہ نسبت (خطبہ) کرے[۳]،

یہ روایت اصح الروایات ہے، اسکے راوی نبیہ، نافع، مالک، اور یحیی بن یحیی ہین، جو اپنے زمانہ مین امامت کا درجہ رکھتے تھے، اس کی تائید مین مسلم نے بہ طرق اور بھی نقل کیے ہین، جنمین بعض رواۃ قابل گفتگو ہین،

[۱] بخاری کتاب الصلوٰۃ باب قول اللہ عزوجل واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی، [۲] ایضاً، [۳] مسلم باب تحریم نکاح المحرم وخطبتہ

اسکے مقابل صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ آنحضرت (صلعم) نے حضرت میمونہ رضہ سے جب نکاح کیا تو آپ محرم تھے،[1]

روایت کے لحاظ سے بخاری کی حدیث قابلِ جرح ہے، اوسکی ایک سند مین ابن عباس رضہ سے عطاء بن ابی رباح نے روایت کی ہے، جنکو نسیان کا عارضہ ہوگیا تھا، اونکے بعد اوزاعی ہین جن کی حدیثون کو امام احمد ضعیف کہتے تھے، اوزاعی سے ابوالمغیرہ عبدالقدوس بن حجاج نے سُنا ہے، جو حریز کے شاگرد تھے، حریز ناصبی فرقہ کے بانی تھے اور حضرت علی رضہ پر تبرّا کہتے تھے، دوسری سند مین پہلے راوی ابوالشعثار جابر بن زید ہین، اونکے متعلق یحیٰی بن معین نے تصریح کی ہے کہ اباضی تھے، اباضیہ خوارج کا ایک فرقہ ہے، آخری راوی مالک بن اسماعیل ہین جو رافضی اور حسنی تھے، حسنی سے یہ مراد ہے کہ حسن بن صالح کے پیرو تھے، جو تناسخ اور قدر کا قائل تھا، تیسری سند مین عکرمہ ہین، وہ بھی خارجی تھے اونکے متعلق ہم ائمۂ فن کی رائین کسی مقام پر مفصل لکھ آئے ہین، اخیر راوی موسیٰ بن اسمٰعیل ہین، اونکے متعلق بھی محدثین نے کلام کیا ہے، اور اکثرون نے اونکی روایت قبول نہین کی ہے،

درایت کی حیثیت سے چند باتین غور طلب ہین،

(۱) صحیح مسلم مین روایت ہے کہ آنحضرت (صلعم) نے جب حضرت میمونہ رضہ سے نکاح کیا تو آپ حلال تھے، یعنی محرم نہ تھے، یہ روایت یزید بن الاصم، امام زہری، اور ابن نمیر سے مروی ہے اور یہ سب رواۃ ثقہ ہین،

---

[1] بخاری ابواب العمرۃ وغیرہ،

(۲) مسلم بن یزید بن الاصم نے خود حضرت میمونہ رضہ سے یہ روایت کی ہے کہ آنحضرت (صلعم) نے جب اون سے نکاح کیا تو حلال تھے،

(۳) حضرت میمونہ رضہ اپنے متعلق جو کچھ بیان کرتی ہین، ظاہر ہے کہ وہ ابن عباس رضہ کے بیان پر قابلِ ترجیح ہوگا،

(۴) حضرت ابن عباس رضہ اور یزید بن الاصم، دونون حضرت میمونہ رضہ کے بھانجے تھے، لیکن یزید کو اونھون نے خاص اپنے آغوشِ تربیت مین پالا تھا، اسلیے وہ ابن عباس رضہ کی بہ نسبت حضرت میمونہ رضہ کے حالات سے زیادہ واقف تھے،

(۵) اکثر صحابہ محرم کے نکاح کو ناجائز سمجھتے تھے، جنمین حضرت عمر رضہ عثمان رضہ، اور علی رضہ بھی داخل ہین،

(۶) حلت کے راوی صرف عبد اللہ بن عباس رضہ ہین،

(۷) مسلم مین یہ بھی روایت ہے کہ جب عمر بن عبید اللہ نے ابان کے پاس شرکت کے لیے کہلا بھیجا، تو اونھون نے کہا،

الا اراہ اعرابیا جافیا! کیا وہ عراقی گنوار تو نہین ہے؟

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کے بعد بھی عام طور پر لوگ حرمت کے قائل تھے، صرف اہلِ عراق جائز سمجھتے تھے، جنکو ابان نے احکام سے ناواقفیت کی بنا پر گنوار کہا،

(۸) ابوداؤد مین ہے کہ جب سعید بن مسیب کو ابن عباس رضہ کی روایت پہونچی، تو اونھون نے کہا ابن عباس کو وہم ہوا، اس روایت کے ناقلین سب ثقہ ہین، اسپر اگر نقص وارد ہوسکتا ہے تو صرف یہ کہ سعید بن مسیب اور اسمٰعیل بن امیہ کے درمیان کا راوی معلوم نہین، لیکن اسماعیل خود

بھی سعید بن مسیب کے شاگرد تھے،

(۹) بخاری مین عکرمہ کی روایت مین یہ الفاظ آئے ہین، تزوج النبی صلعم وھو محرم، وبنیٰ بھا وھو حلال، عربی زبان کے قاعدہ کے مطابق محرم اوسکو بھی کہتے ہین جو حرم مین موجود ہو، اسلیے حدیث کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہین کہ آپ نے حرم (مکہ) مین نکاح کیا، اور حل (سرف) مین رسم عروسی ادا ہوئی، اس سے آپ کا حالت احرام مین ہونا ثابت نہین ہوتا، بلکہ صرف مکہ مین مقیم ہونا ظاہر ہوتا ہے، چونکہ آپ نے محرم کو نکاح کرنے کی ممانعت فرمائی ہے اسلیے ظن غالب یہی ہے کہ آپ حلال ہونگے،

(۱۰) اصولیین کا صحیح مذہب یہ ہے کہ جب قول اور فعل مین تعارض ہو تو قول کا اعتبار کیا جاتا ہے،

چوتھا نقص (۴) مخالفت اجماع صحابہ

اجماعِ صحابہ کی مخالفت بعض روایتین اجماع صحابہ کے خلاف ہین، مثلاً

(۱) صحابہ نے بالاتفاق حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمر رض کو افضل الامۃ قرار دیا ہے، ابن عمر رض کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رض ان دونون بزرگون کے بعد سب سے افضل تھے، آنحضرت صلعم کی تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت زیدؓ بن حارثہ امارت کے مستحق تھے، حضرت عثمان رض کے قول سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت زبیر رض افضل ترین صحابی تھے، اور آنحضرتؐ کو نہایت محبوب تھے، حضرت عمر رض کے ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت (صلعم) وفات کیوقت ان چھ آدمیون سے راضی تھے، عثمان رض، علی رض، زبیر رض، طلحہ رض، سعد بن ابی وقاص رض، عبدالرحمن بن عوف رض، حضرت حذیفہ رض کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رض اعمال و افعال مین سب سے زیادہ آنحضرت (صلعم) کے مشابہ تھے، ان بیانات سے

ہر شخص کا درجہ صحیح طور پر قائم ہوتا ہے،

اسکے خلاف صحاح یا دیگر کتابون مین جو روایات ہین، قابلِ تسلیم نہین،

(۲) حضرت علی رضہ کے متعلق صحیح بخاری مین یہ حدیث موجود ہے[۱]

الا ترضی ان تکون منی بمنزلة	کیا تم کو یہ پسند نہین کہ تمکو مجھ سے وہ نسبت ہو جو ہارون
ھارون من موسیٰ الا انه لیس نبی بعدی	کو موسیٰ ؑ سے تھی، البتہ میرے بعد کوئی نبی نہو گا،

اسکے مقابلہ مین مسلم کی یہ روایت دیکھو، حضرت عباس رضہ، حضرت عمر رضہ سے کہتے ہین[۲]،

اقض بینی وبین ھذا الکاذب الاثم	میرے اور اس جھوٹے، مجرم، دھوکہ باز، خائن
الغادر الخائن،	کے درمیان فیصلہ کیجیے،

اسکے بعد یہی الفاظ حضرت عمر رضہ نے حضرت ابوبکر رضہ اور خود اپنے متعلق بھی استعمال فرمائے،

(۳) مشاجراتِ صحابہ کی نسبت صحابہ کی یہ روش رہی ہے کہ وہ فریقین مین سے کسی کو بُرا نہین کہتے تھے، حضرت علی رضہ، طلحہ رضہ، زبیر رضہ، اور عائشہ رضوان اللہ علیہم مین خانہ جنگیان ہوئین تاہم کسی نے دوسرے کی نسبت نالائم الفاظ استعمال نہین کیے، ناطرفدار صحابہ کا بھی یہی طرزِ عمل تھا،

اسکے مقابلہ مین وہ روایتین دیکھو جو حضرت عائشہ رضہ کے متعلق وضع کی گئی ہین، مسند ابن حنبل مین قیس بن ابوحازم سے روایت ہے کہ جب حضرت عائشہ رضہ بنو عامر کے تالاب پر رات کے وقت پہونچین، تو کتے بھونکنے لگے، اونھون نے پوچھا یہ کون

[۱] بخاری کتاب المغازی باب غزوہ بتوک، [۲] مسلم کتاب الجہاد، باب، الفئ،

تالاب ہے؟ لوگون نے کہا حوأب، حضرت عائشہؓ بولین تو اب مجھے واپس جانا چاہیے، آنحضرتؐ نے ہم سے فرمایا تھا، خدا جانے تم مین وہ کون بیوی ہے جس پر حوأب کے کتے بھونکین گے[1]

اِس روایت کے راویِ اول قیس بن ابوحازم ہین، جو عثمانی تھے، اور حضرت علیؓ کو بُرا کہتے تھے، اسی بنا پر کوفہ کے قدیم محدثین نے اونکی روایتون سے اجتناب کیا ہے، یحیی بن سعید القطان نے اونکے متعلق فرمایا ہے کہ وہ منکر حدیثین روایت کرتے ہین، اوسکے بعد چند مناکیر نقل کیے ہین، جن مین کلابِ حوأب کی حدیث بھی ہے، ان عیوب کے علاوہ آخر عمر مین وہ مخبوط الحواس ہو گئے تھے، اور عقل زائل ہو گئی تھی، ایسی حالت مین اونکی روایت کیونکر قابلِ اعتبار ہو سکتی ہے[2]؟

یا طبقات کی روایت کہ حضرت عائشہ رض جب یہ آیت وقرن فی بیوتکن پڑہتی تھین تو اسقدر روتی تھین کہ آنچل تر ہو جاتا تھا،

یا مسند ابن ابی شیبہ مین حضرت عائشہ رض کا یہ فقرہ، کاش! آج سے ۲۰ برس پہلے مین نیست و نابود ہو چکی ہوتی،

یا مستدرک کے یہ الفاظ، مین نے آپ کے بعد ایک جرم کیا ہے!

وہ صدیقۂ کبری جنکی آسمان سے برأت نازل ہوئی، جنکی طہارت اور عصمت کی آیتین قرآن مجید مین موجود ہین، جو آنحضرت (صلعم) کو سب سے زیادہ محبوب تھین، جو آپ کی دنیا و آخرت مین بیوی ہین، پہلی حدیث مین اونکو آنحضرت (صلعم) کے حکم کا منکر، اور باقی

---

[1] مسند صفحہ ۹۷، ج ۶، [2] افسوس ہے کہ یہ روایت بھی سیرۃ عائشہ مین بلا تنقید نقل کی گئی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف اسکو صحیح تسلیم کرتے ہین،

مین کسی گناہِ کبیرہ کا مجرم قرار دیا گیا ہے، فلعنۃ اللہ علی الکاذبین!

(۴) قرآن مجید کی صحت پر تمام صحابہ کا اجماع ہے، جو صحیح روایات سے مستنبط ہوتا ہے، لیکن اسکے معارض استیعاب مین محمد بن سیرین کا یہ قول مذکور ہے کہ قرآن جس طرح نازل ہوا تھا، حضرت ابوبکرؓ کے آغازِ خلافت مین حضرت علی رضؓ نے اوسی طرح اوسکو لکھا تھا، اور اگر آج وہ موجود ہوتا تو اوس سے بڑے معلومات حاصل ہوتے،

(۵) حضرت عمر رضؓ نے صحابہ کے اجماع سے طے کیا تھا کہ جنازہ پر چار تکبیرین کہنی چاہئین، لیکن ابن سعد کی روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضؓ نے سہل بن حنیف[۱] رضؓ کے جنازہ پر ۶ تکبیرین کہین، اور فرمایا یہ اصحاب بدر مین تھے، عمار بن یاسر رضؓ، اور ہاشم بن عتبہ پر ۵ یا ۶ یا ۷ تکبیرین کہنا مذکور ہے،

اس تمام تفصیل سے ظاہر ہوا ہوگا کہ اسلام کی غلط روایات کا اصلی مخرج کیا ہے؟ اور مخالفین کو رنگ آرائی کے لیے سیاہی کہان سے دستیاب ہوتی ہے؟

بعض اور نقائص

یہ عیوب تو روایات کی تحقیق وتفتیش کے لحاظ سے تھے، انکے علاوہ بعض عیوب اور بھی ہین مثلاً

خلط

(۱) صحابہ اور تابعین کا خلط، خلیفہ، ابن سعد، بغوی، مطین اور ابن السکن، سے لیکر ابن اثیر تک جسقدر مصنفین گذرے ہین، سب کی کتابون مین صحابہ کے ساتھ تابعین وغیرہ کے بھی حالات ہین، البتہ حافظ عبد الغنی مقدسی (المتوفی ۶۰۰ھ) اور حافظ ابن حجر (المتوفی ۸۵۲ھ) کی تصنیفات اس عیب سے پاک ہین،

[۱] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ بدر مین بھی اسکا ذکر ہے، لیکن تکبیرون کی تعداد مذکور نہین،

تکرار

(۲) تکرار، یعنے ایک شخص کے حالات، نام، اور کنیت دونون جگہ لکھتے ہین، یہ عیب سب مین مشترک ہے، بعض جو زیادہ محتاط ہین، وہ ایک جگہ حالات لکھتے ہین، اور دوسری جگہ صرف نام یا کنیت لکھ کر پہلے مقام کا حوالہ دیدیتے ہین،

بے ترتیبی

(۳) بے ترتیبی، یہ بھی سب مین مشترک ہے، یہ کتابین گو صحابہ کے حالات مین ہین، اور انمین سے بعض حروف ہجی، یا طبقات پر مرتب کی گئی ہین، تاہم واقعات مین کوئی خاص ترتیب ملحوظ نہین ہے، اور نہ عنوانات قائم کرکے واقعات لکھے گئے ہین، یہ نقص اخیر تک قائم رہا، طبقات، اسد الغابہ، اصابہ سب اسی انداز کی ہین، طبقات اور اسد الغابہ مین البتہ بعض بعض جگہ عنوانات نظر آتے ہین، لیکن اولاً تو بہت کم ہین، ثانیاً ان مین بھی دوسرے واقعات مخلوط ہوگئے ہین،

عدم صحت اخذ

(۴) عدمِ صحتِ ماخذ، ان کتابون کا بڑا عیب یہ ہے کہ احادیث کے بجاے تاریخ کی کتابین پیشِ نظر رکھی گئی ہین، اسلیے ان مین بہت سی غلط باتین درج ہوگئین، اور جو واقعات صحیح ہین وہ بھی صحت مین حدیث کا مقابلہ نہین کرسکتے، حالانکہ اگر وہی واقعات کتبِ حدیث سے لیے جاتے تو ان کتابون کا درجۂ اعتبار بلند ہوجاتا، مثال کے طور پر عبد الملک بن حبیب اندلسی کی فضائل الصحابہ کو لو، اس مین متعدد غلط روایات درج ہین، اسی بنا پر ابن الفرضی نے کہا ہے کہ مصنف صحیح و سقیم مین امتیاز نہین کرسکتا،

ابن سعد، مصنف طبقات بہت بڑے محدث تھے، لیکن انکی کتاب مین صحابہ کے نام دفتر کے[1]

---

[1] طبقات صفحہ ۱۰۵ ج ۳ قسم ۲،

لیے گئے ہین، اور کہین کہین ابن حیویہ کی کتاب کا نام نظر آتا ہے[1]، روایات کی یہ حالت ہی کہ زیادہ تر واقدی سے ماخوذ ہین، اور گو اونھون نے یہ روایتین امام احمد بن حنبل کو دکھلا دی تھین، تاہم اگر اونکو خود امام موصوف سے سُنتے تو علو اسناد کی وجہ سے کتاب زیادہ بلند رتبہ ہو جاتی،

حافظ ابن عبد البر کی استیعاب صحابہ کے حالات مین مستند خیال کیجاتی ہے، لیکن وہ خود فرماتے ہین،

واعتمدت فی ھذا الکتاب علی الاقوال المشھورۃ من اھل العلم بالسیر والانساب وعلی التواریخ المعروفۃ التی علیھا عول العلماء فی معرفۃ ایام الاسلام وسیر اھلہ،	مین نے اس کتاب مین مورخین اور نسابون کے مشہور اقوال، اور اون تواریخ پر جنکو علمار نے اسلام اور مسلمانونکے حالات مین معتبر سمجھا ہے، اعتماد کیا ہے،

اسکے بعد ماخذ گنائے ہین جو حسب ذیل ہین، موسیٰ بن عقبہ، ابن اسحاق، واقدی، ابن سعد، خلیفہ، تاریخ کبیر بخاری، تاریخ سراج، ذیل طبری، المولد دولابی، کتاب الحروف ابن السکن، احاد ابن جارود، وغیرہ،

ابن اثیر کی اسد الغابہ مین تفسیر ثعلبی، واحدی، اور بخاری، مسلم، موطار، مسند ابن حنبل، طیالسی، جامع ترمذی، سنن ابو داؤد، نسائی، ابن اسحاق وغیرہ کے نام آتے ہین،

---

[1] طبقات صفحہ ۵۰ ج ۴ قسم ۲،

لیکن اونھون نے احادیث کی کتابون سے صرف روایات نقل کی ہین، استیعاب کے ساتھ حالات نہین جمع کیے،

حافظ ابن حجر نے اصابہ مین یہی انداز قائم رکھا ہے، صرف سندین حذف کردی ہین،

ان نقائص کے علاوہ بعض اور نقائص بھی ہین، جن کو ہم مستقل عنوانات مین لکھتے ہین،

روایت ودرایت

اسلامی تاریخ کا معیار، اقوام عالم کی تاریخ سے بہت زیادہ بلند ہے، اوسمین جو واقعات قلمبند کیے جاتے ہین، اونکے تحقیق کا پہلا اصول یہ ہے کہ اوس شخص کی زبان سے لکھے جائین جو خود شریکِ واقعہ تھا، اور اگر خود نہ تھا تو شریکِ واقعہ تک تمام راویون کا نام بہ ترتیب بتایا جائے، اسکے ساتھ یہ بھی تحقیق کیا جائے کہ جو اشخاص سلسلۂ روایت مین آئے کون لوگ تھے؟ کیسے تھے؟ کیا مشاغل تھے؟ چال چلن کیسا تھا؟ حافظہ کیسا تھا؟ سمجھ کیسی تھی؟ ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟ سطحی الذہن تھے یا دقیقہ بین؟ عالم تھے یا جاہل؟ اسکو روایت کہتے ہین

اصول روایت ودرایت سے کام نہین لیا گیا

تحقیق واقعات کا دوسرا اصول یہ ہے کہ جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے عقلی شہادت کے مطابق بھی ہے یا نہین؟ اسکو درایت کہتے ہین

یہ دونون اصول قرآن مجید مین موجود ہین، لیکن اون پر محدثین کرام نے جو اضافہ کیا ہے اوس سے روایت ودرایت ۲ مستقل فن بن گئے ہین،

روایت کے جو اصول ہمارے کام آسکتے ہین، یہ ہین،

روایت کے اصول

(۱) طا طری، محدث کو تین چیزونکی ضرورت ہے، صدق، حفظ، صحتِ کتاب، اگر صدق اور صحتِ کتاب ہو تو اوسکو ضعیف نہین سمجھنا چاہیے، وہ صحیح کتابون کی مراجعت سے روایت کر سکتا ہے

(۲) امام مالک، روایت صرف ضابط، اور متقن سے لینا چاہیے،

(۳) تمام محدثین، راوی بالغ ہونا چاہیے،

(۴) ابن مبارک، روایت ثقہ عن ثقہ ہو،

(۵) عبدالرحمن بن یزید بن جابر، روایت صرف مشہور محدثین سے لکھی جائے،

(۶) ابن القطان، ثقہ راوی کا انفراد مضر نہین،

(۷) حبیب بن صالح طائی، ہر شخص سے روایت نہین لینا چاہیے،

(۸) امام بخاری، شیخ جس شخص سے روایت کرتا ہے اوس سے لقار کی تصریح ہونی ضرور ہی،

(۹) بعض محدثین، تدلیس کے لیے لقار شرط ہے، صرف معاصرت کافی نہین،

(۱۰) ابن مبارک، جب راوی کے محاسن زیادہ ہون تو معائب قابلِ التفات نہین، اور معائب غالب ہون تو محاسن کا ذکر بیکار ہے،

(۱۱) امام احمد بن حنبل، جس شخص کی عدالت ثابت ہوجائے، اوسکے متعلق کسی شخص کی جرح مقبول نہین ہوسکتی، البتہ اگر کوئی قطعی بات عدالت کے منافی بیان کیجائے تو جرح قابلِ قبول ہوگی،

(۱۲) ابن القطان، جو شخص ضعفار سے تدلیس کو جائز سمجھتا ہے اوسکی عدالت فاسد ہوجاتی ہے،

(۱۳) بخاری و مسلم، ضعیف راوی کی وہ حدیثین جو صحیح ہون، اور ثقات سے مروی ہون، قبول کیجائینگی،

(۱۴) تمام محدثین، صدوق اور متقن اگر کسی بدعت سے ملوث ہو، بشرطیکہ اوسکا داعی نہو، تو اوسکی روایتون سے احتجاج جائز ہوگا،

(۱۵) ابن معین، جو شخص حضرت عثمان رض، حضرت طلحہ رض، یا کسی صحابی کو گالیان دے وہ دجال ہے، اوسکی حدیثین لکھنا جائز نہین، اوس پر خدا، ملائکہ، اور تمام دنیا کی لعنت!

(۱۶) تمام محدثین، مجہول لوگون کی روایتون یا مقطوع حدیثون سے احتجاج جائز نہین،

(۱۷) قاضی ابویوسف، جو غرائب کی جستجو کرتا ہے اوسکو لوگ جھوٹا سمجھتے ہین،

درایت کے اصول

درایت کے اصول جن سے احادیث کی تنقید ہوتی ہے یہ ہین،

(۱) جو حدیث عقل کے خلاف ہو،

(۲) اصولِ مسلمہ کے خلاف ہو،

(۳) محسوسات اور مشاہدہ کے خلاف ہو،

(۴) قرآن مجید یا حدیث متواتر یا اجماعِ قطعی کے خلاف ہو، اور اوسمین تاویل کی کچھ گنجائش نہو،

(۵) جسمین معمولی بات پر سخت عذاب کی دھمکی ہو،

(۶) معمولی کام پر بہت بڑے انعام کا وعدہ ہو،

(۷) وہ حدیث رکیک المعنی ہو،

(۸) جسمین فضول باتین ہو -

(۹) جو حدیث واقع کے خلاف ہو،

(۱۰) جو انبیار کے کلام سے مشابہت نہ رکھتی ہو،

(۱۱) جس مین آیندہ واقعات کی پیشینگوئی بقید تاریخ مذکور ہو،

(۱۲) جو طبیبون کے کلام سے مشابہ ہو،

(۱۳) جسکے غلط ہونے کے دلائل موجود ہون،

(۱۴) جو خضر علیہ السلام کے متعلق ہو،

(۱۵) جو قرآن مجید کی کسی سورۃ کے فضائل مین وارد ہو،

(۱۶) جو راوی کسی شخص سے ایسی روایت کرتا ہے کہ کسی اور نے نہین کی، اور یہ راوی اوس شخص سے نہ ملا ہو،

(۱۷) جو روایت ایسی ہو کہ تمام لوگون کو اوس سے واقف ہونے کی ضرورت ہو، باانیہمہ ایک راوی کے سوا کسی اور نے اوسکی روایت نہ کی ہو،

(۱۸) جس روایت مین ایسا قابلِ اعتنا، واقعہ بیان کیا گیا ہو کہ اگر وقوع مین آتا تو سیکڑون آدمی اوس کو روایت کرتے، باوجود اسکے صرف ایک ہی راوی نے اوسکی روایت کی ہو،

یہ تو محدثین کے اصول تھے، لیکن مین کہتا ہون کہ

(۱۹) وہ حدیث جسمین قرآن کی کسی آیت کے منسوخ ہونے کا ذکر ہو،

(۲۰) جسمین قرأت کے اختلافات درج ہون،

(۲۱) جس سے خلافتِ قریش منصوص ہوتی ہو،

(۲۲) جسمین صحابہ پر کوئی اخلاقی الزام عائد ہوتا ہو،

(۲۳) جسمین صحابہ کا باہم سب وشتم کرنا مذکور ہو،

(۲۴) جو فضائلِ صحابہ یا اہلِ بیت مین وارد ہو، (بخاری کی حدیثین مستثنیٰ ہین)

محدثین نے بے شبہہ ان اصول سے احادیث کے نقد مین کام لیا ہے، لیکن انہی لوگون نے اسماء الرجال کی کتابون مین اونکو ہاتھ بھی نہین لگایا، اسکا یہ اثر ہوا کہ اس فن کو جس اوج کمال تک پہونچنا چاہیے تھا، نہ پہونچ سکا، اور آج کتبِ رجال مین جو بے سروپا باتین ملتی ہین، وہ اسی غلطی کا نتیجہ ہین،

اختلاف مراتب کا لحاظ نہیں رکھا گیا

رواۃ کا اختلاف مراتب

ایک بڑا نقص یہ ہے کہ ان کتابون مین رواۃ کے اختلافِ مدارج کو نظر انداز کر دیا گیا ہے، حالانکہ اوسکو ملحوظ رکھنے سے بہت سے مسائل نہایت آسانی کے ساتھ طے ہوجاتے ہین، تفحص سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام فرق مراتب کا لحاظ رکھتے تھے، حضرت عائشہ رضؓ سے ایک شخص نے موزہ پر مسح کرنے کا مسئلہ دریافت کیا تو اونھون نے فرمایا کہ اسکو علی رضؓ سے جا کر پوچھو، اونکو مجھ سے زیادہ اسکا علم ہے، کیونکہ وہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے[1]

حضرت ابن عباس رضؓ سے ایک شخص نے نماز وتر کے متعلق پوچھا تو بولے کیا مین تمکو اوس کا نام نہ بتاؤن جو دنیا مین رسول اللہ صلعم کے وتر سے سب سے زیادہ واقف ہے؟ تم عائشہ رضؓ کے پاس جاؤ، اور اون سے پوچھ کر مجھکو بھی تبلا جانا[2]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ سے کسی نے فرائض کا ایک مسئلہ دریافت کیا تو جواب دیکر کہا کہ ابن مسعود رضؓ سے بھی تصدیق کرا لینا[3]

شہادت مین نوعیت واقعہ کو نظرانداز کیا گیا

نوعیت واقعہ کے لحاظ سے شہادت کا معیار

چونکہ محدثین نے الصحابۃ کلہم عدول کا اصول قائم کر لیا ہے اسلیے متناقض روایات مین سخت دقت پیش آتی ہے، کیونکہ دونون فریق صحابی ہوتے ہین اور اونمین سے کسی کی تردید

---

[1] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب التوقیت فی المسح علی الخفین، [2] مسند صفحہ ۵۳ ج ۶، [3] صحیح بخاری کتاب الفرائض باب میراث ابنۃ ابن مع ابنۃ،

نہین کیجاسکتی، لیکن اگر واقعہ کی نوعیت کے لحاظ سے شہادت کا معیار قائم کیا جائے تو یہ مشکل حل ہو جاتی ہے، صحابۂ کرام اس اصول کا ہمیشہ لحاظ فرماتے تھے،

حضرت عمر رضہ کے زمانۂ خلافت مین جب حضرت عباس رضہ اور حضرت علی رضہ نے بنونضیر کی جائداد کا مطالبہ کیا تو چونکہ نہایت اہم مسئلہ تھا، اونھون نے حضرت عثمان رضہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضہ، حضرت زبیر رضہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضہ سے مخاطب ہو کر فرمایا[1]

انشدکم باللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض ہل تعلمون ان رسول اللہ صلعم قال لا نورث ما ترکنا صدقۃ یرید رسول اللہ صلعم نفسہ قال الرھط قد قال ذالک،

مین تم لوگون کو اوس خدا کی قسم دیتا ہون جسکے حکم سے زمین و آسمان قائم ہین، کیا تمکو معلوم ہے کہ آنحضرت (صلعم) نے فرمایا ہماری چیزون مین وراثت نہین جاری ہوتی، جو کچھ ہم چھوڑتے ہین صدقہ ہوتا ہے اس سے آنحضرت (صلعم) نے خود اپنے نفس کو مراد لیا ہے سب نے جواب دیا، بے شک آپ نے فرمایا تھا۔

حضرت علی رضہ نے قریش کی سیادتِ عامہ کے متعلق جو حدیث بیان کی وہ گو ایک مخصوص زمانہ کے لیے تھی، اور اوسمین شک وشبہہ کی گنجایش نہین نکل سکتی تھی، تاہم اونھون نے یہ الفاظ فرمائے، سمعتہ اذنای ووعاہ قلبی[2]!

حضرت عائشہ رضہ نے جب یہ حدیث بیان کی کہ آنحضرت (صلعم) نے کبھی چلنی نہین دیکھی، اور نہ کبھی چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھائی، تو چونکہ زمانہ تمدن کے لحاظ سے بہت آگے بڑھ گیا

---

[1] بخاری کتاب الاعتصام باب مایکرہ من التعمق والتنازع والغلو فی الدین، [2] مسند صفحہ ۱۰۱، ج ۱،

تھا، اور لوگ اسپر تعجب کر سکتے تھے، اونھون نے اسکو ان الفاظ سے موکد فرمایا[۱]،

والذی بعث محمداً صلعم بالحق، اوس ذات کی قسم جسنے آنحضرت کو حق کیساتھ مبعوث کیا،

صحابہ کرام نے ضرورت کے وقت متعدد مسائل مین شہادت طلب کی ہے، چنانچہ جب حضرت مغیرہ بن شعبہ رض نے دادی کی میراث کے متعلق روایت کی تو حضرت ابو بکر رض نے فرمایا "شاہد لاؤ[۲]"

حضرت ابو موسیٰ اشعری رض نے استیذان کی حدیث حضرت عمر رض کے سامنے بیان کی تو اونھون نے فرمایا کہ خدا کی قسم تمکو اسکا ثبوت دینا ہوگا[۳] ورنہ سزا دیجائے گی[۴]

صغیر السن لوگون کی روایت

اسی سلسلہ مین صغیر السن راویون کی روایت کا مسئلہ ہے، عام خیال یہ ہے کہ ایسے لوگون کی روایتین جو کم سنی مین کی گئی ہین مقبول ہین، اور اسکی سند مین حضرت محمود رض بن ربیع کی حدیث پیش کی جاتی ہے کہ وہ آنحضرت صلعم کے زمانہ مین پانچ سال کے تھے، ایکدفعہ آنحضرت صلعم نے اظہار محبت کے طور پر اونکے مونھ پر کلی کا پانی ڈال دیا تھا[۵] اس واقعہ کو اونھون نے جوان ہوکر لوگون سے بیان کیا، اور سب نے اونکی روایت قبول کی، اس سے ثابت ہوا کہ ۵ برس کی

---

[۱] مسند صفحہ ۱۷ جز ۶، یہ حدیث صحیح بخاری کتاب الاطعمۃ باب ماکان النبی صلعم و اصحابہ یاکلون مین حضرت سہل بن سعد سے مروی ہے، لیکن اوسمین قسم کا ذکر نہین، [۲] ابوداؤد کتاب الفرائض، [۳] بخاری کتاب الاستیذان، باب التسلیم والاستیذان ثلثا، [۴] ایضاً کتاب الاعتصام باب الحجۃ علی من قال ان احکام النبی صلعم کانت ظاہرۃ، [۵] ایضاً کتاب العلم متی یصح سماع الصغیر،

عمر کی روایت قبول ہوسکتی ہے،

لیکن واقعات کی نوعیت مختلف ہوتی ہے، محمود بن ربیع رضنے جو واقعہ بیان کیا، اوسکو ہر بچہ بیان کرسکتا ہے، اسلیے اوس سے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی، البتہ جب اونھون نے یہ حدیث بیان کی کہ آنحضرت (صلعم) نے فرمایا ہے کہ "جو شخص خالصًا خدا کے لیے لاالہ الا اللہ کہیگا" خدا اوسپر آگ حرام کردے گا"، تو حضرت ابو ایوب انصاری رضنے فرمایا[1]

والله ما اظن رسول الله صلعم قال ما قلت قط، | خدا کی قسم! مین کبھی یہ خیال نہین کرسکتا کہ تم جو کہتے ہو آنحضرتؐ نے فرمایا ہوگا،

یہ انکار اسی بنا پر تھا کہ مسائلِ فقہی کے سمجھنے مین اون سے غلطی ہوسکتی تھی،

فقاہت کو غیر ضروری سمجھا گیا

فقاہت کی شرط

ایک بڑی فروگذاشت یہ ہوئی کہ راویون کے لیے فقاہت کی شرط ضروری نہین قرار دی گئی، روایتون مین ایسی حدیثون کی ایک بڑی تعداد موجود ہے جو صرف غیر فقیہ رواۃ کی وجہ سے اختلافات کا سرچشمہ بنی ہوئی ہین، صحابہ کرام اس بات کو نظرانداز نہین کرتے تھے، چنانچہ حضرت عمر رضنے عام طور پر لوگون کو حدیث کی روایت سے روک دیا تھا اور صرف اونہی لوگون کو اجازت دی تھی جو فقاہت کے وصف سے متصف تھے، یہی وجہ ہے کہ اونکے زمانہ مین مسائل مین بہت کم اختلاف ہوتا تھا،

[1] صحیح بخاری باب صلوٰۃ النوافل جماعۃ،

ایکمرتبہ اونکے سامنے حضرت عمار رضؓ نے تیمم کی حدیث بیان کی تو جیسا کہ صحیح مسلم مین ہے اونھون نے فرمایا اتق اللہ یا عمار! یعنے اے عمار خدا سے ڈرو، چنانچہ اسی بنا پر جب حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ کے سامنے حضرت ابو موسی رضؓ نے اس روایت سے استدلال کیا تو حضرت عبد اللہ رضؓ نے کہا ہان، لیکن عمر رضؓ کو عمار کی روایت سے تسکین نہین ہوئی ہے[۱]

عام طور پر لوگون مین مشہور ہو گیا تھا کہ سو برس کے بعد دنیا مین ایک متنفس بھی باقی نہ رہے گا، حضرت ابن عمر رضؓ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ آنحضرت (صلعم) نے یہ نہین، بلکہ یہ فرمایا تھا کہ جو لوگ آج دنیا مین موجود ہین یہ سو برس کے بعد باقی نہ رہین گے، یعنے اس قرن کا خاتمہ ہو جائے گا[۲]

حضرت ابو سعید خدری رضؓ جنازہ کے دفن ہونے تک برابر کھڑے رہتے تھے، اور اوسکے متعلق ایک حدیث بیان کرتے تھے، واقد بن عمرو ایک جنازہ کے پاس کھڑے تھے، نافع ابن جبیر نے جو بیٹھے ہوئے تھے، اون سے پوچھا تم کیون کھڑے ہو؟ اونھون نے حضرت ابو سعید کی حدیث بیان کی، نافع نے کہا کہ حضرت علی رضؓ نے مسعود بن الحکم سے فرمایا تھا کہ آنحضرت (صلعم) پہلے کھڑے ہوتے تھے، لیکن بعد مین اوسکو ترک کر دیا تھا[۳]

اب تک جو چیزین مذکور ہوئین، داخلی موثرات کے سلسلہ مین آتی ہین، لیکن انکے علاوہ بعض خارجی موثرات بھی تھے، ان مین حکومت اور سلطنت سب سے قوی موثر تھا،

۱؎ صحیح بخاری کتاب التیمم باب التیمم ضربۃ و صحیح مسلم باب التیمم، ۲؎ ایضاً کتاب مواقیت الصلوۃ باب السمر فی الفقہ و الخیر بعد العشاء، ۳؎ صحیح مسلم کتاب الجنائز،

فنِ روایت پر حکومت کا اثر

موثرات خارجی حکومت کا اثر

مشرق مین بادشاہ خدا کا سایہ مانا جاتا ہے، اسلام مین خلیفہ رسول اللہ صلعم کا قائم مقام سمجھا جاتا تھا، اس بنا، پر متعدد روایتون مین خلافت و حکومت کا اثر شامل ہوگیا، اگرچہ مسلمانون کو ہمیشہ اس بات کا فخر رہے گا کہ اون کا قلم تلوار سے نہین دبا، تاہم عام حیثیت سے فنِ روایت پر حکومت کا جو اثر پڑا اوس سے کون انکار کر سکتا ہے؟

ابن سعد نے واقعۂ حرہ کے ضمن مین مجاہد کا یہ قول نقل کیا ہے[۱]

فقتل اللّٰہ منھم من قتل فی الفتنۃ	خدا نے اہل مدینہ مین سے بہتون کو فتنہ مین قتل کیا، اور
وبعث یزید الی اھل المدینۃ عشرین	یزید نے اونکی طرف ۲۰ ہزار لشکر بھیجا، جسنے مدینہ کو
الفًا فاباحوا المدینۃ ثلاثا یصنعون	تین روز تک مباح کر دیا، وہ لوگ جو چاہتے تھے کرتے
ماشاؤ المداھنتھم،	تھے، یہ جو کچھ ہوا اہلِ مدینہ کی مداہنت سے ہوا،

یزید کی سیہ کاریون کی داد دینے کا طریقہ اس سے زیادہ بہتر کیا ہو سکتا ہے کہ تمام صحابہ، تابعین، اور تبعِ تابعین کو مداہن کہا جائے،

حسنِ بصری، ربیع بن زیاد والیِ خراسان کے دفتر مین کام کر چکے تھے، جو امیر معاویہؓ کا نائب تھا، اسلیے اس نمک خواری کا اثر دیکھو، ابوالاشہب کہتے ہین[۲]

حدثنا الحسن قال لما ادرکوا بالعقوبۃ	ہم سے حسن نے بیان کیا کہ جب قاتلینِ عثمان رضؓ

[۱] طبقات صفحہ ۴۷ ج ۳ قسم ۱، [۲] ایضاً صفحہ ۵۸،

یعنی قتلۃ عثمان، قال احذن الفاسق	سزا پاچکے، تو فاسق بن ابو بکر رض (نعوذ باللہ) گرفتار
ابن ابی بکر، قال ابو الاشھب وکان	کیا گیا، ابو الاشہب کہتے ہین کہ حسن اونکا نام نہین
الحسن لا یسمیہ باسمہ، انما کان	لیتے تھے، بلکہ فاسق کہا کرتے تھے،
یسمیہ الفاسق،	

جانتے ہو! یہ فاسق کون تھا؟ محمد بن ابو بکر رض، جو رسول اللہ صلعم کے صحابی حضرت ابو بکر رض کے فرزند، اور حضرت علی رض کے آغوش پروردہ تھے، استیعاب مین لکھا ہے کہ حضرت علی رض اونکی مدح کرتے، اور اونکو فضیلت دیتے تھے،

محمد بن سیرین، بنو امیہ کے زمانہ مین تھے، اونکو اگرچہ حکومت سے کسی قسم کا تعلق نہ تھا، تاہم معاصرت کا اثر دیکھو، ایک بار اونھون نے کثیر بن افلح کو خواب مین دیکھا، کثیر نے حرہ کے واقعہ مین شہادت پائی تھی، لیکن ابن سیرین اور خود کثیر مرحوم اوسکو خواب مین بھی شہادت نہ کہہ سکے، اونھون نے کثیر سے پوچھا کہ آپ لوگ تو شہید ہوگئے؟ بولے نہین، جب مسلمان باہم لڑ کر قتل ہون تو شہید نہین ہوتے، ہم لوگ ندبا ہین[1]،

امام مالک رح، حضرت جعفر صادق سے روایت کرنا پسند نہین کرتے تھے، لیکن خلفائے عباسیہ کے اثر سے اونکو روایتین قبول کرنا پڑین[2]،

عبدالرحمن مسعودی، عباسیون سے راہ و رسم رکھتے، سیاہ قبا پہنتے، کمر مین خنجر باندھتے اور سر پر اونچی ٹوپی اوڑھتے تھے، جو عباسیون کا شعار تھا[3]، اس بنا پر بعض محدثین نے اونسے روایت کرنا چھوڑ دیا تھا، تاہم عام طور پر لوگ اونکی حدیثین قبول کرتے تھے،

[1] طبقات صفحہ ۲۲۰ ج ۵، [2] تہذیب التہذیب صفحہ ۱۰۳ ج ۲، [3] تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۱۸۵، ج ۱،

فرقِ باطلہ کا اثر

یہ "موثر" حکومت وسلطنت سے زیادہ عالمگیر تھا، ایشیا رمین مذہب کو جو تفوق عام حاصل رہا ہے" اور اوسکی قربان گاہ پر لوگون نے جو نذرین چڑہائی ہین، اون سے تاریخ کے صفحات آج تک رنگین ہین، انہی مذہبی خیالات کا اثر فنِ روایت مین بھی نمایان ہے، اسلام کے پیغمبر کو کفارِ مکہ نے شاعر کہا، ساحر کہا، مجنون کہا، لیکن کسی نے اونکے اخلاق پر حرفگیری کی جرأت نہین کی، صحابہ کے ساتھ بھی مشرکین کا یہی طرزِ عمل قائم رہا، لیکن اسلام مین سیاسی حیثیت سے جو فرقہ بندی ہوئی، اوس نے صحابہ کے اخلاق کو خصوصیت کے ساتھ اپنی ہدفِ ملامت کا آماج گاہ بنایا، اور اونکی طرف ایسی باتین منسوب کین جن سے اونکی پاک زندگی (نعوذ باللہ) معائبِ گوناگون کا مجموعہ بن گئی،

محدثینِ کرام نے ان الزامات کی پردہ دری کی، اور نہایت کد و کاوش سے اس قسم کی روایتون کو علٰحدہ کیا، لیکن جو زہر کئی سو برس تک اسلام کے رگ و پے مین دوڑتا رہا ہے، ناممکن تھا کہ ان کوششون سے زائل ہو جاتا، چنانچہ آج بھی وہ کبھی کبھی اسلام کے جسم سے پھوٹ نکلتا ہے!

محدثین نے صرف اون روایات کی تحقیق و تنقید کی تھی جو صحابہ کے مناقب اور مثالب

ہین وضع کی گئی تھین، یا جن سے صراحۃً کسی آیت یا حدیث کی مخالفت لازم آتی تھی لیکن وہ روایات جو بظاہر ایسی نہ تھین اون کی طرف بالکل توجہ نہین کی گئی، حالانکہ درحقیقت اونہی ہین وہ خنجر پوشیدہ تھے، جنھون نے اسلام کی شہ رگ کاٹ دی!

عثمانیہ

اسلام مین سب سے پہلا اختلاف حضرت عثمان رضہ کے زمانہ مین پیدا ہوا، حضرت عمر رضہ کے بعد چونکہ کوئی جامع شخص باقی نہین رہا تھا، اسلیے جماعتِ اسلام مختلف گروہون مین تقسیم ہوگئی، بعض لوگ حضرت عثمان رضہ کو ترجیح دیتے تھے بعض حضرت علی رضہ کو افضل خیال کرتے تھے، بعض حضرت طلحہ اور زبیر کے حامی تھے، حضرت عثمان کا گروہ عثمانی کہلاتا تھا اور صحابہ مین زید بن ثابت رضہ وغیرہ اسی لقب سے یاد کیے جاتے تھے، صحابہ کی عثمانیت تو مضر نہ تھی، لیکن آگے چلکر اسکا بُرا اثر نمایان ہوا، چنانچہ تابعین مین جو لوگ اس فرقہ سے تعلق رکھتے تھے حضرت علی رضہ، عائشہ رضہ، طلحہ رضہ، اور زبیر رضہ، وغیرہ کو علانیہ بُرا کہتے تھے، حضرت طلحہ رضہ کا قاتل مروان تھا، جو اسی فرقہ کی طرف منسوب تھا،

علویہ

عثمانیون کے مقابل علوی تھے، جو حضرت علی رضہ کو حضرت عثمان رضہ سے افضل سمجھتے تھے، ابو الطفیل عامر بن واثلہ وغیرہ اسی خیال کے لوگ ہین، یہ لوگ شیعہ کہلاتے تھے، انکا سب سے بڑا مرکز کوفہ تھا، جو حضرت علی رضہ کا دار الخلافت تھا، کوفہ کے تمام مشہور محدثین مثلاً اعمش، عبد الرزاق، حکم بن عتیبہ، سلمہ بن کہیل، حبیب بن ابی ثابت، منصور بن سلمہ، ابو اسحاق سبیعی، زبید، ابو غسان، عبید اللہ، ابو نعیم، شیعہ تھے، لیکن اونکی شیعیت کے یہ معنے ہین کہ وہ اہل سنت تھے اور حضرت ابو بکر رضہ وعمر رضہ کے بعد حضرت علی رضہ کا درجہ قرار دیتے تھے

سبائیہ — انکے بالکل مخالف رافضہ یا سبائیہ کا فرقہ تھا، جو عبد اللہ بن سبا کی طرف منسوب ہے[1]
یہ لوگ صحابہ کرام پر تبرا کہتے تھے، اور حضرت علی رضہ کو افضل الامۃ خیال کرتے تھے، صحابہ
کرام کو اس فرقہ سے اسقدر عناد تھا کہ حضرت عدی بن حاتم رضہ، جریر بن عبد اللہ رضہ، اور
حنظلۃ الکاتب رضہ نے صرف اس بناء پر کوفہ کی سکونت ترک کردی کہ وہان حضرت عثمان رضہ
پر لعن کہا جاتا تھا[1]

ناصبیہ — شام مین ناصبیہ یا سفیانیہ کا گروہ تھا، جو حضرت علی رضہ اور اہل بیت پر تبرا کہتا
تھا، اور اونکے مقابلہ مین حضرت معاویہ رضہ کو حق بہ جانب قرار دیتا تھا، اس فرقہ کے بانی
حریز کا عام قول تھا لنا امامنا ولکم امامکم!

خوارج — حضرت علی رضہ کے زمانہ مین خوارج پیدا ہوئے، جنکا مقصد نظام حکومتِ اسلامیہ
کو برباد کرنا تھا، چنانچہ اونکے سرگروہ شبث بن ربعی نے حضرت عثمان رضہ اور حضرت حسین رضہ
کی شہادت مین خاص حصہ لیا تھا، حضرت علی رضہ کے زمانہ مین نہروان کی جنگ انہی
لوگون سے پیش آئی، یہ لوگ اپنے مخالفون کو کافر سمجھتے تھے، اور حضرت علی رضہ کو نعوذ باللہ
ظالم سمجھکر اونکے مقابلہ مین خروج کیا تھا،

مجسمیہ — بصرہ مین مقاتل بن سلیمان نے جو مشہور مفسر گذرا ہے، تجسیم کا خیال ظاہر کیا تھا
جو یہود و نصاری کی صحبت کا نتیجہ تھا، تورات کی متعدد آیتون سے خدا مجسم ثابت ہوتا
ہے، مقاتل نے صفات کے اثبات مین اسقدر غلو سے کام لیا کہ تجسیم کی حد تک پہونچگیا،

[1] تہذیب صفحہ ۱۶۷ ج ۷،

جہمیہ

اسکے بالکل مخالف جہمیہ تھے جو خدا کو عضو معطل سمجھتے تھے، اور خلق قرآن کے قائل تھے

ان فرقون کے علاوہ قدریہ، شعوبیہ، تناسخیہ، مرجئہ، محللیہ، متکلمین، معتزلہ کے

عظیم الشان فرقے تھے، جو تمام دنیاے اسلام مین پھیلے ہوئے تھے،

یہ آسان تھا کہ ان فرقون کے راویون کی تمام حدیثین ترک کر دیجاتین اور

روایت کا فن ہمیشہ کے لیے مشتبہ حدیثون کے وجود سے پاک ہوجاتا، لیکن دقت یہ تھی کہ

ایسا کرنے سے نقل وروایت کا دائرہ بالکل محدود ہوا جاتا تھا اور بہت ممکن تھا کہ صحیح

حدیثین بھی اونکے ساتھ چھوٹ جاتین، چنانچہ جب علی بن مدینی نے امام یحیی بن سعید

سے عبدالرحمن بن مہدی کا یہ خیال ظاہر کیا کہ وہ ہر بانی مذہب کے روایتون سے

احتراز کرنا چاہتے ہین، تو امام یحیی نے فرمایا کہ قتادہ، ابن ابی رواد اور عمر بن ذر وغیرہ

کو کیونکر چھوڑا جا سکتا ہے؟ اور اگر ان لوگون کو چھوڑا جائے تو بکثرت رواۃ چھوٹ

جائین گے،[1]

اسکے علاوہ راوی کے لیے سب سے بڑی شرط صدق و دیانت ہے، اور ان فرقونین

متعدد شیوخ ایسے تھے جو اس وصف مین اپنا نظیر نہین رکھتے تھے، اس بنا پر اون کی

روایتون کو ترک کرنا ظلم اور نہایت ظلم تھا، امام مالک سے جب ایک شخص نے دریافت کیا

کہ داؤد بن الحصین اور ثور بن یزید وغیرہ سے (جو قدری تھے) آپ کیون روایت کرتے

ہین؟ تو ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ اگر آسمان سے زمین پر گرا دیے جاتے تب بھی ایک جھوٹ کے

[1] تہذیب صفحہ ۳۵۳ ج ۸،

مقابلہ مین اوسکو گوارا کرتے[1] جوزجانی کا قول[2] کہ کوفہ مین کچھ لوگ ایسے تھے جو اگرچہ باعتبار مذہب (شیعیت) ستائش کے قابل نہین، تاہم وہی لوگ محدثین کوفہ کے سرگروہ ہین، مثلاً ابواسحاق، اعمش، منصور، زبید وغیرہ، چونکہ یہ لوگ صادق القول تھے انکی روایتین محدثین نے قبول کین، البتہ مرسل حدیثون مین تامل کیا کیونکہ اسکا خوف تھا کہ شاید اونکے مخارج صحیح نہون[2] ابوداؤد کہتے ہین کہ تمام فرقون مین خوارج کی حدیثین سب سے زیادہ صحیح ہین[3] (یہ تعمیم صحیح نہین)

اسمین شک نہین کہ یہ لوگ ثقہ تھے، صدوق تھے، مامون تھے، لیکن اپنے مذہبی جذبات واحساسات سے کیونکر بے نیاز ہوسکتے تھے، محدثین نے اونکی روایتین قبول کرنے مین اس پہلو کو نظر انداز کردیا، اس لیے بہت سی ایسی روایتین احادیث مین شامل ہوگئین، جو اسلام کے مسلمہ عقائد کے خلاف تھین، اور جن سے اون فرقونکی تائید ہوتی تھی، بادی النظر مین یہ نہایت چھوٹی بات معلوم ہوتی ہے، لیکن دراصل یہی سب سے زیادہ پُرخطر چیز ہے، کیونکہ اختلاف وافتراق کا مادہ فاسد اسی جگہ سے پھوٹا ہے،

اسلام عقائد، اور اعمال کے مجموعہ کا نام ہے، اور دونون پر فرقِ باطلہ کی روایات کا اثر پڑا ہے،

۱- عقائد مین سب سے مقدم باری تعالیٰ کی تنزیہہ وتقدیس کا عقیدہ ہے، لیکن اوزاعی کا یہ قول پڑھو[4]

[1] تہذیب صفحہ ۳۲ ج ۲، [2] ایضاً صفحہ ۶۶ ج ۸، [3] ایضاً صفحہ ۱۲۸ ج ۱۰ [4] تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۱۷۱ ج ۱،

كنا والتابعون متوافرون نقول — ہم کہا کرتے تھے (اور تابعین بکثرت موجود تھے) کہ

ان الله تعالیٰ فوق عرشه (بسند صحیح) — اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے،

یہ وہی مقاتل کے خیالات کی ترجمانی ہے، جو بصرہ سے نکل کر دنیاے اسلام کی فضاء مین پھیل گئے تھے، اوزاعی کو یہ بات غنیمت معلوم ہوتی ہے کہ اونکے عقیدہ پر تابعین نے سکوت اختیار کیا، لیکن ہمارے نزدیک یہی چیز اصل راز کی پردہ دری کرتی ہے، اس خیال کا مبنیٰ قرآن مجید کی یہ آیت ہے،

الرحمان علی العرش استویٰ — رحمان عرش پر مستوی ہوا،

اوزاعی چونکہ شام کے رہنے والے تھے، اور اہل زبان نہ تھے، اسلیے اون سے معنی کے سمجھنے مین غلطی واقع ہوئی، حالانکہ آیت مین کہین فوقیت کا اشارہ تک نہین،

کلام عرب کے تفحص و استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ استواء کا صلہ جب علیٰ کے ساتھ آتا ہے تو استقرار یا علو کے معنے پیدا ہوتے ہین، خود قرآن مجید مین ہے،

لتستووا علیٰ ظهوره ثم تذکروا نعمة ربکم اذا استویتم علیه؛ — تاکہ تم اونکی پشت پر مستوی ہو، پھر اپنے رب کی نعمت کو مستوی ہو کر یاد کرو،

خداوند تعالیٰ نور ہے، اسلیے اوسکا استقرار اور علو اوسکی حالت کے مطابق ہوگا، اس سے فوقیت یا جسمیت لازم نہین آتی،

سب سے زیادہ جاہلانہ وہ ترجمے ہین جن مین استویٰ کا ترجمہ بیٹھا کیا گیا ہے، عربی مین ایسے مواقع پر استواء بلا صلہ کے استعمال ہوتا ہے اور اسکے ساتھ کوئی دوسرا لفظ بھی مذکور

ہوتا ہے، مثلاً یہ کہنا ہو کہ سیدھا بیٹھا تو کہین گے استوی جالسا، یا سیدھا کھڑا ہوا تو کہین گے استوی قائما،

آیت مین استوی کا صلہ علے کے ساتھ آیا ہے، اسلیے جلوس یا قیام کے معنے پیدا کرنا بڑی غلطی ہے، خدا چونکہ جسمیت سے منزہ ہے اسلیے اوسکے متعلق قیام یا قعود کی حالت نہین بیان کی جاسکتی، البتہ اوسکو کسی حد تک مستوی کہا جاسکتا ہے، اور وہ بھی ہماری زبان مین، اور ہمارے سمجھانے کے لیے، ورنہ خدا کے اوصاف بیان کرنے کا تحمل الفاظ کہان کرسکتے ہین؟

محدثین مین سے جو لوگ اہل زبان تھے، مثلاً امام مالک اون سے جب اس آیت کے متعلق پوچھا گیا، تو ارشاد فرمایا،

الاستواء معلوم والکیف مجھول، استوار تو معلوم ہے، لیکن کیفیت مجہول ہے،

کیفیت مجہول ہونے کا یہ مطلب ہے کہ نور کے استوار اور استقرار کی کیفیت احاطۂ بیان مین نہین آسکتی،

۲- صحابۂ کرام قرآن مجید کو خدا کی کتاب سمجھتے، اور اوسکے ہر حکم پر عمل کرتے تھے، اونکو فلسفیانہ موشگافیون کی نہ ضرورت تھی اور نہ فرصت، لیکن جب فلسفۂ یونان کی کتابین ترجمہ ہوئین تو یہ بحث پیدا ہوئی کہ قرآن قدیم ہے یا حادث؟ قرآن خدا کا کلام ہے، اور کلام خدا کی صفت ہے، چونکہ خدا قدیم ہے اسلیے اوسکی صفت بھی قدیم ہونی چاہیے، لیکن اسمین یہ دقت تھی کہ قرآن مجید کے حروف بلکہ اصوات تک کا قدیم ہونا لازم آتا تھا، اس بناء پر جہمیہ نے ایک درمیانی صورت نکالی اور یہ دعوی کیا کہ قرآن قدیم ہے لیکن قرأت قرآن حادث ہے، محدثین اگرچہ جہمیہ کے سخت مخالف تھے، تاہم بعض بعض اونکے ہم آہنگ ہوگئے، چنانچہ

امام بخاری نے مسئلۂ لفظ کے متعلق جو خیال ظاہر کیا، وہ جہمیہ کے بالکل مطابق تھا، حافظ ابن مندہ نے بڑی جرأت کرکے اونکے متعلق لکھا ہے[1]

ان البخاری کان یصحب الکرابیسی — بخاری، کرابیسی کے پاس اوٹھا بیٹھا کرتے تھے، اور

وانه اخذ مسئلة اللفظ عنه — مسئلۂ لفظ اونھون نے کرابیسی ہی سے لیا،

کرابیسی، امام شافعی کے خاص شاگرد اور جہمیہ کے ہم خیال تھے،

صحابۂ کرام نے قرآن مجید کے ایک ایک حرف کو نہایت احتیاط کے ساتھ محفوظ رکھا تھا، لیکن متعدد روایات مین حضرت عثمان رض کا ترتیب مین رد و بدل کرنا، حضرت زید بن ثابت رض جامع قرآن کا استخفاف، یا صحابہ کا قرأت قرآن مین اختلاف کرنا بیان کیا گیا ہے، تفحص سے معلوم ہوا کہ یہ تمام روایات عوف اعرابی رافضی، ابازر، اعمش، سعید بن محمد جرمی، ابواسحاق سبیعی، اور عبدالرزاق وغیرہ سے منقول ہین، جو شیعہ یا علوی عقائد کے لوگ تھے،

۳- مسلمانون کے عقیدہ کے مطابق صحابۂ کرام افضل الامۃ ہین، لیکن فرقِ باطلہ نے مختلف صحابہ کو اپنے مطاعن کا آماج گاہ بنایا،

صحیح بخاری مین ہے کہ ابوعبدالرحمٰن سلمی اور حبان بن عطیہ مین گفتگو ہوئی، اول الذکر عثمانی اور دوسرے علوی تھے، ابوعبدالرحمان نے کہا،[2]

انی لاعلم ما الذی جرأ صاحبک — مجھے وہ بات معلوم ہے جس سے تمھارے دوست

علی الدماء! — (حضرت علی رض) کو خونریزی کی جرأت ہوئی،

---

[1] تہذیب صفحہ ۴۶ ج ۲، [2] کتاب الجہاد باب اذا اضطر الرجل الی النظر فی شعور اہل الذمۃ،

قیس بن ابوحازم ایک عثمانی تھے، جنھون نے کلابِ حوأب کی حدیث روایت[1] کی، اور حضرت عائشہ رض پر الزام قائم کیا،

علوی زیادہ تر کوفہ مین تھے، کوفہ کی آب وہوا مین شیعیت سرایت کرگئی تھی اسلیے وہان رہ کر شیعیت سے محفوظ رہنا بعینہ ایسا تھا جیسے دریا مین کھڑے ہو کر پانی سے دامن بچانا، بشر حافی کا قول ہے[2]،

ماشرب احد ماء الفرات فسلم الا عبد اللہ بن ادریس،	عبد اللہ بن ادریس کے سوا جس شخص نے بھی فرات کا پانی پیا، (شیعیت سے) محفوظ نہین رہا،

کوفہ کے جو محدثین غلو سے محفوظ تھے وہ بھی اور محدثین کیطرح حضرت عثمان رض وغیرہ کے فضائل نہین بیان کرتے تھے،

ایکبار سفیان بن عیینہ نے ایک حدیث بیان کی تو کسی نے پوچھا کہ کیا اس مین حضرت عثمان رض کا بھی ذکر ہے؟ جواب دیا "ہان، لیکن مین کوفی ہون!"[3] ایک مرتبہ احمد بن عبد اللہ نے امام حماد بن زید سے فضائلِ عثمان رض لکھوانے کی خواہش ظاہر کی تو بولے تم کہان کے رہنے والے ہو؟ جب کوفہ کا نام معلوم ہوا تو فرمایا تعجب ہے، کوفہ کا رہنے والا فضائلِ عثمان کی جستجو کرتا ہے![4]

رافضہ صرف رونے کے لیے پیدا ہوئے تھے، اونکی زندگی کا سبسے بڑا مقصد تولی اور تبرّی تھا، اسلیے یا اہل بیت کے مناقب بیان کرتے اور یا صحابہ کرام پر لعن وطعن کرتے تھے،

---

[1] مسند صفحہ ۹۷ ج ۶، [2] تہذیب صفحہ ۱۴۵ ج ۵، [3] ایضاً صفحہ ۱۲۱ ج ۴، [4] ایضاً صفحہ ۱۵ ج ۱۱

ان لوگون مین سے سالم بن ابی حفصہ ابو یونس، عبداللہ بن عبدالقدوس سعدی، اصبغ بن نباتہ، جعفر بن سلیمان ضبعی، حارث بن حصیرۃ، تلید بن سلیمان محاربی نے منقبت کو اپنا پیشہ بنالیا تھا، چنانچہ کوفہ مین حضرت علیؓ یا اہل بیت کے متعلق جو روایتین پھیلین اونکا ذریعہ یہی لوگ تھے،

عام روایتون کو چھوڑ کر خود صحاح مین ایسی روایتین پائی جاتی ہین جنکے راوی رافضی تھے، مثلاً صحیح مسلم[1] مین غدیر خم کی جو روایت ہے اور جسمین آنحضرت صلعم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ مین تم مین دو عظیم الشان چیزین چھوڑ جاتا ہون قرآن، اور اہل بیت، اسکا ایک راوی محمد بن فضیل تھا، اوسکے متعلق ائمۂ رجال کی رائین ملاحظہ ہون،

امام احمد	شیعہ ہے،
ابن معین	ثقہ ہے،
ابو زرعہ	سچا ہے،
ابو حاتم	ایک شیخ ہے،
نسائی	اوس سے حدیث لینے مین کچھ مضائقہ نہین،
ابو داؤد	جلا بھنا شیعہ تھا،
ابن حبان	غالی شیعہ تھا،
ابن سعد	ثقہ، صدوق، کثیر الحدیث شیعہ ہے، لیکن بعض لوگ اوسکو حجت نہین سمجھتے،

مسند مین غدیر خم کی حدیث متعدد صحابہ سے منقول ہے، لیکن اکثر سلسلون مین عطیہ،

[1] مسلم فضائل علی رضہ،

عدی بن ثابت، علی بن زید، یزید بن ابی زیاد کے نام آتے ہین جو رافضی تھے، ان لوگونکے علاوہ شیعہ اور علوی رواۃ بھی ان سلسلون مین آئے ہین،

ذوالثدیہ کی حدیث مین سلمہ بن کہیل شیعہ ہین،

انذر عشیرتک الاقربین کی روایت اعمش، اور شریک نخعی سے منقول ہے اور یہ دونون شیعہ تھے،

حضرت عمار بن یاسر رض کے متعلق یہ حدیث تقتلک الفئۃ الباغیۃ، عوف اعرابی سے منقول ہے جو مشہور رافضی تھا، عوف کے علاوہ اعمش اور خالد بن مخلد بھی اسکے راوی ہین، جو شیعہ تھے، اور اخیر شخص غلو کی حد تک پہونچگیا تھا،

یہ تو مناقب تھے، اب مثالب کو دیکھو،

ابو ہارون عبدی، حضرت عثمان رض کے متعلق، حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت کرتا ہے کہ[1]

ان عثمان ادخل حفرتہ وانہ لکافر باللہ عثمان جب قبر مین اوتارے گئے تو (نعوذ باللہ) کافر تھے،

مین نے یہ روایت اپنے نفس پر سخت جبر کرکے لکھی ہے "نقل کفر کفر نباشد" مقصد یہ ہے کہ اکابر اسلام کے متعلق اس فرقہ کے خیالات معلوم ہون، جو خود ہماری کتابون مین موجود ہین، اور جنکی اب تک تنقید نہین کی گئی ہے، ابو ہارون شیعہ ہونے کے ساتھ کاذب بھی تھا طبقات مین ہے،

---

[1] تہذیب صفحہ ۴۱۲ ج ۷ بحوالہ کامل ابن عدی،

کان طلحۃ یلبس المعصفرات، حضرت طلحہ رضہ زعفرانی رنگ کے کپڑے پہنتے تھے،

حالانکہ مردون کو معصفر کپڑے پہننے کی ممانعت آئی ہے[1]، اس روایت کا ایک راوی عبید اللہ ابن موسیٰ ہے، جو رافضی تھا،

عباد بن یعقوب رواجنی، ایک رافضی تھا، جو کہا کرتا تھا کہ چونکہ خداوند تعالیٰ عادل ہے اسلیے طلحہ رضہ اور زبیر رضہ کو جنت مین نہ داخل کریگا، کیونکہ ان لوگون نے علی رضہ سے بیعت کی اور پھر مقابلہ کیا،

اسی نے یہ مرفوع حدیث وضع کی ہے[2]

عن عبد اللہ مرفوعاً اذا رأیتم معاویۃ علی منبری فاقتلوہ — حضرت ابن مسعود رضہ، آنحضرت صلعم کا یہ قول نقل کرتے ہین کہ جب تم معاویۃ کو میرے منبر پر دیکھنا تو قتل کر دینا،

اسماعیل بن ابی عیاش ایک شیعہ تھے، جو حمص مین حضرت علی رضہ کے فضائل بیان کیا کرتے تھے، اون سے مسند ابن حنبل مین یہ حدیث مروی ہے[3]

عن عمر بن الخطاب قال ولد لاخی ام سلمۃ زوج النبی صلعم غلام فسموہ الولید فقال النبی صلعم سمیتموہ باسماء فراعنتکم، لیکونن فی ھذہ الامۃ رجل یقال لہ الولید — حضرت عمر رضہ سے مروی ہے کہ ام المومنین ام سلمہ رضہ کا بھتیجا پیدا ہوا، تو لوگون نے اوسکا نام ولید تجویز کیا، آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا تم نے اوسکا نام فراعنہ کے نام پر رکھا ہے، اس امت مین ایک شخص ہوگا جسکا نام ولید ہوگا

---

[1] بخاری کتاب اللباس باب التزعفر للرجال [2] تہذیب صفحہ ۱۰۹ ج ۵ [3] مسند صفحہ ۱۸ ج ۱،

هو شر علی هذه الامة من فرعون لقومه، — وہ اس امت کے لیے فرعون سے بڑھکر بُرا ثابت ہوگا، (یہ خلیفہ ولید بن عبدالملک اموی کیطرف اشارہ ہے)

چونکہ یہ حدیث مسند مین ہے اسلیے تنقید کی ضرورت معلوم ہوتی ہے، اسکو اوزاعی نے امام زہری سے روایت کیا ہے، اور اوزاعی کے متعلق ابن معین کا یہ قول موجود ہے،

الاوزاعی فی الزهری لیس بذاک، — اوزاعی، زہری سے روایت کرنے مین کچھ ایسے نہین (یعنی قوی نہین)

یعقوب کہتے ہین،

وفی روایته عن الزهری خاصة شیئ، — اونکی وہ روایات جو زہری سے منقول ہین اونمین خصوصیت کے ساتھ کچھ ہے، (یعنی ضعف ہے)

اوزاعی کے راوی اسمٰعیل بن عیاش ہین، اونکا حافظہ اخیر عمر مین خراب ہوگیا تھا، بعض محدثین اون سے اسقدر بدگمان ہین کہ وہ اونکی کوئی روایت قبول نہین کرتے، چنانچہ صحیح مسلم کے مقدمہ مین ابی اسحاق فزاری کا یہ قول نقل کیا ہے، اونکا یہ قول بھی تھا؛

ذاک رجل لا یدری ما یخرج من راسه — وہ ایسا شخص ہے جسکو یہ بھی معلوم نہین کہ اوسکے دماغ سے کیا نکلتا ہے؛

رافضیون کے مقابل ناصبی تھے، وہ حضرت علی رضہ پر علانیہ تبرا کہتے تھے، اس فرقہ کا بانی حریز تھا، وہ کہا کرتا تھا کہ یہ حدیث،

انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ، — (اے علی رض تمکو مجھسے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی)

اصل مین یون ہے،

بمنزلة قارون من موسیٰ، — یعنے تمکو مجھسے وہ نسبت ہے، جو قارون کو موسیٰؑ سے تھی (نعوذ باللہ)

لیکن سُننے والے نے غلطی کی،[1]

اس فرقہ کا ایک شخص ابراہیم بن یعقوب جوزجانی تھا، ایکبار اوسکے دروازہ پر محدثین جمع تھے، اوسکی کنیز بکری ذبح کرانے کے لیے لائی، تو کوئی شخص ذبح کرنے پر آمادہ نہوا، ابراہیم نے کہا، سبحان اللہ! آج ایک بکری ذبح کرنے والا نہین ملتا، حالانکہ علی رضؓ نے روز روشن مین ۲۰ ہزار سے زائد مسلمان قتل کیے![2]

امیر معاویہ رضؓ کی منقبت مین کوئی مرفوع حدیث موجود نہین، تاہم عمر بن ہارون کی روایت غور سے سنو،

نزل جبرئیل علی النبی صلعم فقال ان کاتبک ھذا امین یعنی معاویۃ، — جبرئیلؑ آنحضرت صلعم کے پاس آئے اور کہا آپ کا یہ کاتب (یعنی معاویہ) نہایت امین اور دیانت دار ہے

عمر بن ہارون، حریز کا خاص شاگرد تھا،

۲- اعمال بھی عقائد کی طرح فرقِ باطلہ کی ہوا پرستیون کا جولانگاہ بن گئے ہین، احرام کی حالت مین نکاح کرنا جائز نہین، لیکن عکرمہ نے جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے شاگرد ہین، یہ روایت کی ہے،

ان رسول اللہ صلعم تزوج میمونۃ و ھو محرم، — آنحضرت صلعم نے جب حضرت میمونہ رضؓ سے نکاح کیا تو آپ احرام کی حالت مین تھے،

---

[1] تہذیب صفحہ ۲۳۹ ج ۲، [2] ایضاً صفحہ ۱۸۲ ج ۱،

عکرمہ، نجدہ کے رفیق تھے، جو خارجی تھا، وہ خود بھی اپنے مذہب کے سرگرم مبلغ تھے، چنانچہ افریقہ مین انہی نے خوارج کے مذہب کی اشاعت کی، اونھون نے حضرت ابن عباس رضؓ سے بہت سی غلط روایتین کی ہین،

مہر نکاح کے لیے ضروری چیز ہے، اور اوسکے بغیر نکاح نہین ہوسکتا، لیکن شریک بن عبداللہ نخعی نے یہ روایت کی ہے کہ آنحضرت (صلعم) نے حضرت عائشہ رضؓ کو حکم دیا کہ فلان عورت کو اوسکے شوہر کے پاس بھیجدو، اور اب تک اوسکا مہر متعین نہین کیا تھا[1] (نعوذ باللہ) شریک غالی شیعہ تھے اسلیے اس روایت مین متعہ بلکہ زنا کی جھلک پائی جاتی ہے،

متعہ کی حلت کے متعلق جو احادیث صحیح بخاری اور مسلم مین موجود ہین، اونکے راویون مین عبداللہ ابو ہاشم، مالک بن اسمٰعیل، جریر بن عبدالحمید، رافضی، ابن عینیہ، عبدالرزاق، شیعہ، حسن بن محمد مرجئی، لیث بن سعد اور بشر بن مفضل عثمانی تھے،

[1] تہذیب صفحہ ۳۳۷ جو ۴، بحوالہ ابن عدی،

قیاس ودرایت

ایک نہایت مہتم بالشان بحث یہ ہے کہ کوئی روایت اگر عقل، یا مسلمات یا دیگر قرائنِ صحیحہ کے خلاف ہو تو آیا صرف اس بنا پر واجب التسلیم ہوگی یا نہین کہ رواۃ ثقہ ہین اور سلسلۂ سند متصل ہے؟ صحابہ مین اوسکے متعلق دو گروہ تھے، ایک گروہ اوسکو تسلیم کرتا تھا اور دوسرا انکار کرتا تھا، حضرت عمرؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابوایوبؓ، اور حضرت ابن عباسؓ سے متعدد صحابہ کی روایات کا جو انکار مروی ہے اسی بنا پر تھا،

روایت بالمعنی

ایک بڑا مشکل مسئلہ روایت بالمعنی کا ہے، یعنی آنحضرت (صلعم) نے جو الفاظ فرمائے بعینہ وہی ادا کرنا چاہئین یا اونکا مطلب ادا کردینا کافی ہے؟ صحابہ مین حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، زبیرؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، اور مابعد کے لوگون مین طاؤس، محمد بن سیرین، یحیی بن سعید انصاری، عبدالرحمان بن مہدی، امام مالک، قتادہ، سالم بن جعد، عبدالملک بن عمیر، ابوزرعہ وغیرہ ایک ایک لفظ کی پابندی کرتے تھے،

دوسرا گروہ حضرت عائشہؓ، ابوہریرہؓ، عبداللہ بن عباسؓ، ابوسعید خدریؓ، جابرؓ، عبداللہؓ ابن عمرو بن العاصؓ کا تھا، جو صرف مطلب ادا کیا کرتا تھا، بعد کے لوگون مین حسن بصری

شعبی، سلیمان بن حرب، ہشیم، وکیع، سفیان بن عیینہ، ابراہیم نخعی اور اکثر محدثین اسی گروہ مین داخل تھے،

چونکہ الفاظ کے تغیر و تبدل سے یہ شبہہ قوی ہوتا ہے کہ صحابی نے اصل مطلب کے سمجھنے یا ادا کرنے مین غلطی کی ہوگی، اسلیے اس قسم کی روایات کے قبول کرنے مین تامل کیا جا سکتا ہے، حضرت عائشہ رضنے حضرت عبداللہ بن عمر رض کی روایت پر جو نقد کیا، اوسکی یہ وجہ بیان فرمائی،

اما انہ لم یکذب ولکنہ نسی او اخطأ — ہان وہ جھوٹ نہین بولے، لیکن بھول گئے یا خطا کی

دوسری روایت مین یہ الفاظ آئے ہین[1]

انکم لتحدثون عن غیر کاذبین ولا مکذبین ولکن السمع یخطی، — تم لوگ نہ خود جھوٹے ہو، نہ تمھارے راوی جھوٹے ہین، لیکن سامعہ غلطی کرجاتا ہے،

روایت آحاد

ایک بحث روایتِ آحاد کی ہے، روایتِ آحاد وہ ہین جنکے سلسلۂ سند مین کہین صرف ایک راوی پر مدارِ روایت ہو، یعنی کوئی دوسرا راوی اوسکا موید نہو، صحابہ کرام نے اس قسم کی روایتون مین نوعیت کا لحاظ کرکے حکم لگایا ہے، معمولی واقعات مین اونھون نے اس قسم کی روایتین تسلیم کی ہین، لیکن جنمین ذرا بھی اہمیت تھی اونکو قابلِ قبول نہین سمجھا ہے،

چنانچہ حضرت ابوبکر رضنے دادی کی میراث مین مغیرہ بن شعبہ رض سے حضرت عمر رض نے استیذان کی حدیث مین ابوموسی اشعری رض سے اور جنین کی دیت مین مغیرہ بن شعبہ سے شہادت طلب فرمائی، اور اونکی تنہا شہادت کو کافی نہین خیال کیا،

[1] صحیح مسلم کتاب الجنائز،

صحابہ کی تعریف

صحابی، صحبت سے مشتق ہے جسکے معنے ہم نشینی کے ہین، عرب کا محاورہ ہے صحبت فلانا حولاً وشھراً ویوماً وساعةً، اس بنا پر اصل وضع کے لحاظ سے یہ بالکل عام لفظ ہے، لیکن اصطلاح مین اسکے خاص معنے لیے جاتے ہین،

(۱) بعض لوگ صرف رؤیت کو کافی سمجھتے ہین، انکے نزدیک ابن ابی ذؤیب ہذلی بھی صحابی تھے، جنھون نے آنحضرت (صلعم) کی نعش مبارک کو دیکھا تھا،

(۲) بعض صحابہ اون بچون کو بھی صحابی کہتے ہین جو آنحضرت (صلعم) کے زمانہ مین پیدا ہوئے اور آپ نے اونکی تحنیک کی یا اونکے لیے دعا فرمائی، مثلاً محمد بن طلحہ وغیرہ،

(۳) بعضون نے رؤیت کی قید اوڑا کر صرف معاصرت کافی خیال کی ہے اونکے نزدیک تمام مخضرمین جنھون نے جاہلیت اور اسلام کا زمانہ دیکھا ہے، صحابی ہین، خواہ آنحضرت (صلعم) سے ملاقات نہ کی ہو، آپ کو نہ دیکھا ہو، آپ کی زندگی مین مسلمان ہوے ہون،

(۴) بعض کے نزدیک اسلام شرط ہے، خواہ آپ کی صحبت ایک گھنٹہ کے لیے بھی میسر نہ آئی ہو، اور خواہ نہ دیکھا ہو جیسے احنف بن قیس وغیرہ،

(۵) بعض بلوغ یا قبل بلوغت کو کافی خیال کرتے ہین،

(۶) بعض کے نزدیک صحابی وہ ہے جسمین اوصاف ذیل مین سے کوئی ایک وصف پایا جائے،

(۱) عرصہ تک آنحضرت (صلعم) کے ساتھ رہا ہو، (۲) اوس کی روایت موجود ہو، (۳) کسی غزوہ مین شامل ہوا ہو، (۴) آنحضرت (صلعم) کے ساتھ شہادت پائی ہو،

(۷) بعض طولِ صحبت کو ضروری خیال کرتے ہین،

(۸) حضرت سعید بن مسیب رح کے نزدیک جو شخص سال دو سال آنحضرت (صلعم) کے ساتھ رہا ہو، اور ایک دو غزوے کیے ہون، وہ صحابی ہے،

(۹) اکثر اہلِ علم کے نزدیک جسنے آنحضرت (صلعم) کا جمالِ مبارک دیکھا، حالتِ بلوغ مین مسلمان ہوا، دین کے مسائل ذہن نشین کیے وہ صحابی ہے،

(۱۰) لیکن سب سے زیادہ صحیح تعریف یہ ہے کہ جو آنحضرت (صلعم) سے مسلمان ہو کر ملا، اور اسلام پر آخری وقت تک قائم رہا وہ صحابی ہے[1]، اسمین وہ تمام لوگ داخل ہین جو کم و بیش آنحضرت کے ہمرکاب رہے، عام اس سے کہ حدیثون کی روایت کی یا نہ کی، غزوات مین شریک ہوئے یا نہ ہوئے، جمالِ مبارک دیکھا یا کسی مجبوری سے (مثلاً نابینا ہونے کی وجہ سے) نہ دیکھا، امام احمد بن حنبل اور امام بخاری سے یہی منقول ہے، اور تمام محققین نے اسی کو اختیار کیا ہے،

صحابہ کی شناخت

ان بزرگون کی شناخت کے چند طریقے ہین،

(۱) اونکی صحبت بطریق تواتر ثابت ہو،

[1] امام بخاری کے اصلی الفاظ یہ ہین، من صحب النبی صلعم او رآہ من المسلمین فھو من اصحابہ دیکھو صحیح بخاری باب فضائل اصحاب النبی،

(۲) مشہور صحابی ہون،

(۳) کوئی صحابی، اون کی صحبت کو بیان کرتا ہو،

(۴) کوئی تابعی اونکا صحابی ہونا بیان کرتا ہو،

(۵) اگر اونکی معاصرت اور عدالت ثابت ہے تو وہ خود اپنا صحابی ہونا ظاہر کرتے ہون،

(۶) تابعی اون سے کوئی حدیث روایت کرے جسمین آنحضرت (صلعم) سے سماعت کا ذکر ہو،

(۷) کسی غزوہ کے افسر رہے ہون،

(۸) آنحضرت (صلعم) کے عہدِ مبارک مین پیدا ہوئے ہون، آپنے تحنیک کی ہو یا دعا دی ہو،

(۹) آپ کے زمانہ مین مکہ یا طائف مین رہتے ہون، (کیونکہ سنلہ ھ تک ان مقامات کے تمام باشندے مسلمان ہوگئے تھے) یا حجۃ الوداع مین شرکت کی ہو،

صحابہ کی تعداد

آنحضرت (صلعم) کے زمانۂ وفات تک عرب کا اکثر حصہ علم اسلام کے نیچے آگیا تھا، اور اوسکے گوشہ گوشہ مین توحید کی آواز پہونچ گئی تھی، لوگ وفود کے ساتھ اطراف واکناف سے آتے اور جمالِ مبارک کی زیارت کرکے واپس جاتے تھے، مبلغین کی سعی وکوشش نے اشاعتِ اسلام کے دائرہ کو اور بھی وسیع کردیا تھا، اس بناء پر صحابۂ کرام کی تعداد صحت کے ساتھ تبلانا نہایت مشکل ہے، البتہ ظن وتخمین کی بناء پر کہا جاسکتا ہے کہ لاکھون سے متجاوز تھی،

فتح مکہ مین آپ کے ساتھ ۱۰ ہزار صحابہ شریک تھے، غزوہ حنین مین ۱۲ ہزار تک اونکی

تعداد پہونچ گئی تھی، اور غزوۂ تبوک مین اسقدر تھے کہ

لا یجمعھم کتاب حافظ![1] دفتر اونکا احاطہ نہین کرسکتا تھا،

حجۃ الوداع مین ۴۰ ہزار صحابہؓ آپ کے ہمرکاب تھے، اور جب آپ نے وفات پائی تو

ایک لاکھ اشخاص ایسے تھے جنھون نے آپ سے روایت کی اور آپ کے دیدار سے مشرف ہوئے

چنانچہ علی بن ابوزرعہ سے یہ تصریح منقول ہے، ابن فتحون نے استیعاب کے ذیل مین لکھا ہے کہ

یہ اون لوگون کی تعداد ہے جو رواۃِ حدیث مین شامل تھے، جن لوگون سے کوئی روایت منقول

نہین وہ اس کے علاوہ ہین،

صحابہ کی عدالت

صحابۂ کرام کی عدالت کے لیے، اگرچہ اونکی ہجرت، جہاد، قوت ایمان، بذل اموال،

نصرتِ اسلام، قتلِ آباء و ابناء، مناصحۃ فی الدین، ان مین سے ہر چیز کافی تھی، لیکن

خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید مین اور رسول اللہ (صلعم) نے احادیث شریفہ مین اونکے اوصاف

بیان کرکے اونکی عدالت کو زیادہ قطعی اور قوی کردیا، قرآن مجید مین ہے،

(۱) کنتم خیر امۃ اخرجت للناس، تم لوگ اون تمام امتون سے بہتر ہو جو دنیا کی ہدایت کیلیے نکالی گئین،

(۲) وکذٰلک جعلنٰکم امۃ وسطا، اسیطرح ہم نے تمکو ایسی امت بنایا ہی جو عدالت سے متصف ہے

[1] بخاری کتاب المغازی ذکر غزوۂ تبوک باب حدیث کعب بن مالک رضا

(۳) لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم،

خدا اون مومنین سے راضی ہوا جو تیرے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے، اور اونسے جو کچھ اونکے دلونمین ہے اوسکو جان لیا

(۴) والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ،

مہاجرین اور انصار مین اول سبقت کرنے والے اور جو لوگ اونکا اچھی طرح تبع کرتے ہین، خدا اونسے راضی ہوا، اور وہ خدا سے راضی ہوے،

(۵) یا ایھا النبی حسبک اللہ ومن تبعک من المومنین

اے پیغمبر! تمہارے لیے خدا اور مومنین بس ہین،

(۶) للفقراء المہاجرین الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا وینصرون اللہ ورسولہ اولئک ھم الصادقون،

یہ اون فقراء مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھرون اور جائدادون سے نکالے گئے، وہ خدا کا فضل اور رضامندی تلاش کرتے ہین، اور خدا و رسول کی مدد کرتے ہین، وہی لوگ سچے ہین،

(۷) محمد رسول اللہ، والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود،

محمد خدا کے رسول ہین، اور جو لوگ اونکے ساتھ ہین کفار پر سخت، باہم رحمدل ہین، تم اونکو دیکھوگے کہ رکوع کرنیوالے سجدہ کرنیوالے، وہ خدا کا فضل اور رضامندی ڈھونڈھتے ہین، اونکی نشانی یہ ہے کہ اونکے چہرون مین سجدون کا اثر پایا جاتا ہے،

یہ اور اسی قسم کی بہت سی آیتین ہین، جنکو خطیب بغدادی نے کفایہ مین جمع کر دیا ہے اور اونکی مدد سے صحابہ کی عدالت پر ایک نفیس بحث لکھی ہے، ایک طرف تو یہ آیتین، اور آنحضرتؐ

کی احادیثِ صحیحہ ہین جنمین صحابۂ کرام کی عدالت اور طہارت اکو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اور دوسری طرف محدث مازری ہین جو شرح برہان مین فرماتے ہین،

لسنا نعنی بقولنا الصحابة عدول کل من رآه صلعم یوماً ما او زاره لماماً او اجتمع به لغرض وانصرف عن کثب وانما نعنی به الذین لازموه وعزروه ونصروه واتبعوا النور الذی انزل معه اولئک هم المفلحون،

یہ مقولہ کہ صحابہ سب عادل ہین، ہم اس سے ہر ایسے شخص کو مراد نہین لیتے جسنے آنحضرت صلعم کو اتفاقاً دیکھ لیا، یا چلتے پھرتے آپ کی زیارت کرلی، یا آنحضرت (صلعم) سے کسی غرض کیلیے ملا اور پھر فوراً واپس چلا گیا، بلکہ ہم اون لوگونکو مراد لیتے ہین جو آنحضرت (صلعم) کی خدمت مین التزام رہے اور آپکی اعانت و مدد کی اور اوس نور کی پیروی کی جو آنحضرتؐ پر نازل ہوا، یہی لوگ کامیاب ہین،

لیکن خدا کی تعدیل کے بعد صحابہ کو مازری کی تعدیل کی کیا پروا ہو سکتی ہے! قرآن مجید مین عام الفاظ آئے ہین، جو تمام صحابہ کو شامل ہین، اسلیے اون سے ایک مخصوص جماعت (مقربین صحابہ) مراد لینا، اور بقیہ کو چھوڑ دینا کہان تک قرینِ انصاف ہے، اور اسکا حق ہمکو کب حاصل ہے؟

صحابہ کے طبقات

اسماء الرجال کے مصنفین نے اگرچہ صحابہ کو مختلف حیثیتون سے مختلف طبقات پر تقسیم کیا ہے، لیکن قرآن مجید سے اونکے جو طبقات معلوم ہوتے ہین، حسب ذیل ہین،

(۱) السابقون الاولون من المهاجرین،

(۲) والانصار

(۳) مسلمین قبل الفتح،

(۴) مسلمین بعد الفتح،

اور ہم اسی کے مطابق اپنی کتاب کو مرتب کرینگے،

صحابہ کا زمانہ

آنحضرت (صلعم) نے اپنی وفات سے ایک ماہ قبل خطبہ مین فرمایا تھا،

ارأیتکم لیلتکم ھذہ، فان راس مائۃ سنۃ منھا لا یبقی ممن ھو الیوم علی ظھر الارض احد،	کیا تم اس رات کو جانتے ہو؟ اسکے سو برس کے خاتمہ پر جو لوگ اسوقت موجود ہین، انمین سے کوئی باقی نہین رہے گا،

یہ صحیح بخاری کی روایت ہے، جو حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے[1]، لیکن صحیح مسلم مین حضرت جابرؓ سے یہ الفاظ منقول ہین،

سمعت النبی صلعم یقول قبل ان یموت بشھر تقسم باللہ ما علی الارض من نفس منفوسۃ الیوم یاتی علیھا مائۃ سنۃ وھی حیۃ یومئذ،	مین نے آنحضرت (صلعم) سے سنا، آپ وفات سے ایک ماہ قبل فرماتے تھے، خدا کی قسم! جو لوگ اسوقت زمین پر موجود ہین، سو برس کے بعد زندہ نہ رہینگے

---

[1] بخاری کتاب العلم باب السمر بالعلم، وکتاب مواقیت الصلوۃ باب ذکر العشاء،

اس حدیث کے مطابق سنہ ۱۱۰ھ مین صحابہ کا دور ختم ہوگیا، چنانچہ صحیح بخاری مین حضرت سعید بن مسیب سے روایت آئی ہے کہ پہلے فتنہ یعنے شہادت عثمان رضہ سے دوسرے فتنہ یعنے واقعۂ حرہ تک تمام اصحاب بدر فوت ہوگئے، اوسکے بعد تیسرے فتنہ تک (شائد ابن زبیر رضہ کا واقعہ مراد ہوگا) اصحاب حدیبیہ مین سے کوئی باقی نہ رہا، اور اس فتنہ کے بعد تمام صحابہ انتقال فرما گئے، سرباتک والیِ قنوج، اور بابا رتن ہندی کے دعوائے صحبت کو محدثین نے اسی بنا پر باطل قرار دیا ہے کہ یہ لوگ چوتھی اور چھٹی صدی مین صحبت کے مدعی ہوئے تھے،

کتاب کی ترتیب

اس کتاب کے ۵ حصے ہین،

پہلے حصہ مین ایک مبسوط مقدمہ ہے، جسمین فنِ روایت اور رجال پر محدثانہ نقد کیا گیا ہے، اور اونکی تاریخ لکھی ہے، اسکے علاوہ مہاجرین اولین مین سے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے مفصل حالات ہین، جو اس قدر صحت کے ساتھ لکھے گئے ہین کہ کبھی نہین لکھے گئے، اور نہ آیندہ لکھے جاسکتے ہین،

دوسرا حصہ، مہاجرین کے حالات مین ہے،

تیسرے مین انصار کا تذکرہ ہے،

چوتھے مین فتح مکہ سے قبل جو لوگ اسلام لائے، اونکے تراجم ہین،

سلہ بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ بدر،

پانچوان مسلمین بعد الفتح کے واقعات پر مشتمل ہے،

اصول تصنیف

تاریخ کی کتابین ماخذ کے لحاظ سے زیادہ بلند رتبہ نہین ہوتین، کیونکہ اونکا ماخذ بھی تاریخ ہی ہوتی ہے، فرق صرف زمانہ کا ہوتا ہے، لیکن صحابہ کرام کے حالات تاریخ سے زیادہ احادیث مین موجود ہین، اسلیے سیر الصحابہ کا ماخذ عام تاریخون سے زیادہ بلند ہوسکتا ہے، اسی بنار پر ہم نے

(۱) سب سے پہلے قرآن مجید کی آیتون مین صحابہ کے واقعات تلاش کیے ہین،

(۲) اوسکے بعد احادیث صحیح کو پیش نظر رکھا ہے، حدیث کی سب سے زیادہ مستند کتاب بخاری ہے، اسلیے واقعات زیادہ تر اوسی سے انتخاب کیے ہین، اور اوسکے اجمال کو دوسری کتابون کی تفصیل پر ترجیح دی ہے، صحیح مسلم سے صرف وہ واقعات لیے ہین جو بخاری سے متعارض نہین ہین، باقی کتب صحاح سے بھی اسی قسم کی روایتین اخذ کی گئی ہین،

(۳) کتب حدیث کے بعد اسمار الرجال کی کتابون کا اعتبار کیا ہے،

(۴) اور اونکے بعد محدثین کی تاریخین کافی سمجھی ہین، اور اون سے معمولی واقعات لیے ہین، جو شدت، جو کاوش، جو احتیاط، واقعات کے انتخاب مین کی گئی ہے، اوسکی وجہ سے تاریخ اور حدیث کے ڈانڈے مل گئے ہین!

خاتمہ

آخر مین یہ اعلان ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مین نے روایات کی تحقیق مین جو کد و کاوش کی ہے، اوسکا باعث الحاد یا زندقہ نہین ہے، بلکہ مین احادیثِ صحیحہ کو احادیثِ غیر صحیحہ سے ممتاز کرنا چاہتا ہون، اور وہ سرچشمہ جو رسول اللہ صلعم کے قلبِ مبارک سے نکلا ہے، اوسکو موضوعات وضعاف کے خس وخاشاک سے مکدر نہین دیکھ سکتا، یہ ہر مسلمان کا فرض ہے، اور اگر مین اسکوادا کرنے کی کوشش کر رہا ہون تو مجھ کو ہدفِ ملامت نہین بنانا چاہیے، مین نے جن احادیث کو ضعیف یا موضوع کہا ہے اسی بنا پر کہا ہے، ورنہ ایک غلام کی یہ مجال نہین کہ اپنے آقا کے فرمان سے سرتابی کی جرأت کرے! وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین،

والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد خاتم النبیین، وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین،

مناقبِ صحابہؓ

صحابۂ کرام افضل المسلمین، خیر الامم، اور روحِ کائنات تھے، اور اونکی خوش نصیبی نے کلامِ الٰہی کے مخاطبِ اول بننے کا اونکو موقع عطا کیا تھا، اسلیے قرآن مجید مین تمام انبیا و رسل کے متبعین سے زیادہ اونکے محامد و مکارم بیان کیے گئے ہین، اور جنابِ رسول اللہ صلعم کی زبان مبارک سے بھی متعدد بار اونکے فضائل کا اعلان ہوا ہے،

صحابہ اور قرآن — قرآن مجید مین صحابہ کے ایمان، اعمالِ صالحہ، جہاد، عبادت، تقویٰ، استقامت، فیاضی، اور تمام محاسنِ اخلاق کو تفصیل کے ساتھ نمایان کیا گیا ہے،

(۱) قرآن مجید نے اونکو بہترینِ مخلوق کہا ہے، سورۂ بلینہ مین ہے،

ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات	جو لوگ ایمان لائے، اور اعمالِ صالحہ کیے، وہی بہترین مخلوق
اولئک ھم خیر البریۃ جزاءھم عند	ہین، اونکی جزا رخدا کے پاس جنتین ہین جو ہمیشہ رہینگی،
ربھم جنات عدن تجری من تحتھا	اونکے نیچے سے نہرین جاری ہین، وہ لوگ اون مین
الانھار خالدین فیھا ابدا رضی اللہ	ابد الآباد تک رہین گے، خدا اونسے راضی ہوا، اور وہ خدا سے
عنھم ورضوا عنہ، ذالک لمن خشی ربہ،	راضی ہوے، یہ اوسکے لیے ہی جو خدا سے ڈرتا ہے،

اس آیت مین صحابہ کو تمام مخلوق پر علی الاطلاق فضیلت دینے کے علاوہ، جنت اور رضاءِ الٰہی کی بشارت بھی سنائی گئی ہے،

(۲) اونکے ایمان کی متعدد سورتون مین مدح کی ہے، سورۂ بقرہ مین ہے،

اللہ ولی الذین آمنوا یخرجھم
من الظلمات الی النور،

خدا دوست ہے اون لوگون کا جو ایمان لائے، وہ
اونکو تاریکیون سے روشنی مین لاتا ہے،

دوسری جگہ وارد ہوا ہے،

آمن الرسول بما انزل الیہ من
ربہ والمومنون، کل آمن باللہ و
ملئکتہ وکتبہ ورسلہ، لا نفرق بین
احد من رسلہ، وقالوا سمعنا واطعنا
غفرانک ربنا والیک المصیر،

جو کچھ خدا کیطرف سے اُتارا گیا ہے اوسپر رسول ایمان لائے
اور مومنین ایمان لائے ہین، ہر ایک ایمان لایا خدا پر، ملائکہ پر
کتابون پر، اور رسولون پر، ہم خدا کے رسولون مین تفریق
نہین کرتے، اور کہا اونھون نے ہمنے سنا اور اطاعت کی ہمکو اے
پروردگار تیری مغفرت کی تلاش ہی، اور تیری ہی طرف واپس ہونا ہے

سورۂ احزاب مین ہے،

وبشر المومنین بان لھم من اللہ فضلا
کبیرا،

اور مومنین کو بشارت دو کہ اونکے لیے خدا کی طرف سے
بڑا فضل ہے،

سورۂ فتح مین ہے،

ھو الذی انزل السکینۃ فی قلوب المومنین
لیزدادوا ایمانا مع ایمانھم،

خدا وہ ہے جس نے مومنین کے دلون مین اپنی تسکین اُتاری
تاکہ اونکے ایمان مین اور اضافہ ہو،

سورۂ حجرات مین ہے

ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ

لیکن خدا نے تمھارے لیے ایمان کو پسند کیا، اور اسکو

فی قلوبکم، وکرّہ الیکم الکفر و الفسوق | تمھارے قلوب مین زینت دی، اور تمھارے لیے کفر فسق
والعصیان، اولئک ھم الراشدون، | اور عصیان کو بُرا سمجھا، یہی لوگ صحیح راہ پانے والے ہین،
فضلاً من اللہ و نعمۃ، و اللہ علیم حکیم، | خدا کے فضل و نعمت کے سبب سے، اور خدا علیم اور حکیم ہے،

اسمین صحابہ کے حُبِّ ایمان، اور کفر، فسق، عصیان سے کراہیت، رشد و ہدایت، فضل و نعمت کا تذکرہ کیا گیا ہے
سورۂ تحریم مین ہے،

یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا | اوسدن خدا پیغمبر کو اور اون کو جو پیغمبر کے ساتھ ایمان
معہ، نورھم یسعیٰ بین ایدیھم و | لائے ہین رسوا نہ کریگا، اونکا نور اونکے آگے اور داہنے
بایمانھم، یقولون ربنا اتمم لنا نورنا | دوڑتا ہوگا، کہین گے اے پروردگار پورا کر ہمارے لیے ہمارا نور
واغفرلنا، انک علیٰ کل شئ قدیر، | اور ہماری مغفرت فرما، تو ہر شے پر قادر ہے،

(۳) اونکے اعمالِ صالحہ کا جابجا اعتراف کیا ہے، سورۂ بقرہ مین ہے،

وبشر الذین آمنوا وعملوا الصالحات | اور بشارت دو اونکو جو ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ
ان لھم جناتٍ تجری من تحتھا الانھار، | کیے، یہ کہ اونکے لیے جنتین ہین جنکے نیچے سے نہرین جاری
کلما رزقوا منھا من ثمرۃ رزقا قالوا | ہین، جب اونکو اون کے پھل دیے جائین گے تو
ھذا الذی رزقنا من قبل و اُتوا بہ | کہین گے یہ تو ہم پہلے پا چکے، حالانکہ ایک پھل دوسرے
متشابھا، و لھم فیھا ازواج مطھرۃ | کے مشابہ ہوگا، اور اونکے لیے اونمین پاک بیویان
وھم فیھا خالدون، | ہونگی، اور وہ اونمین ہمیشہ رہین گے،

دوسرے مقام پر ہے،

والذین آمنوا وعملوا الصالحات اولئک اصحاب الجنة، هم فیها خالدون،

جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے، وہی اصحاب جنت ہین، وہ اوسمین ہمیشہ رہین گے،

ایک اور جگہ ہے،

بلی من اسلم وجهه لله وهو محسن فله اجره عند ربه، ولا خوف علیهم ولا هم یحزنون،

ہان! جس نے اپنے کو خدا کے حوالہ کردیا، اور وہ نیکوکار ہے، تو اوسکے لیے خدا کے پاس اجر ہے، ان لوگونکو نہ خوف ہوگا اور نہ غم،

ایک اور مقام مین وارد ہوا ہے،

ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات واقاموا الصلوٰة وآتوا الزکوٰة لهم اجرهم عند ربهم ولا خوف علیهم ولاهم یحزنون،

جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ کیے، نماز قائم کی، زکوٰة دی، اونکے لیے خدا کے پاس اجر ہے، اون کو نہ خوف ہوگا اور نہ غم،

سورۂ نساء مین ہے،

والذین آمنوا وعملوا الصالحات سندخلهم جنات تجری من تحتها الانهار خالدین فیها ابدا، وعد الله حقا، ومن اصدق من الله قیلا،

اور جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ کیے، ہم اونکو عنقریب جنتون مین داخل کرینگے، جنکے نیچے سے نہرین بہتی ہین، یہ لوگ اونمین ہمیشہ رہین گے خدا کا وعدہ سچا ہی، اور خدا سے زیادہ کون سچ بول سکتا ہے،

اس آیت مین جنت الخلد کا وعدہ کیا گیا ہے، اور بعد کے فقرہ سے اوسکی تاکید کردی ہے،

سورۂ حج مین ہے،

فالذین آمنوا وعملوا الصالحات لهم مغفرة ورزق کریم،

تو جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ کیے، اونکے لیے مغفرت اور عزت کا رزق ہے،

سورۂ محمدؐ مین ہے،

والذین آمنوا وعملوا الصالحات وآمنوا بما نزل علی محمد وهو الحق من ربهم کفّر عنهم سیئاتهم واصلح بالهم،

اور جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ کیے، اور جو کچھ محمدؐ پر اوتارا گیا ہے اوسپر ایمان لائے اور وہ حق ہے خدا کیطرف سے، خدانے اونکی برائیونکا کفارہ کیا اور اونکا حال درست کر دیا،

(۴) اونکے جانی اور مالی جہاد کی قدر کی ہے، سورۂ نساء مین ہے

لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاهدون فی سبیل الله باموالهم وانفسهم، فضل الله المجاهدین باموالهم وانفسهم علی القاعدین درجة، وکلاً وعد الله الحسنی، وفضل الله المجاهدین علی القاعدین اجرا عظیما، درجات منه ومغفرة ورحمة، وکان الله غفورا رحیما

نہین مساوی ہین وہ مومنین جو بیٹھے رہتے ہین (سوا معذور لوگون کے) اور وہ جو خدا کی راہ مین مال اور جان سے جہاد کرتے ہین مدارج کے لحاظ سے خدانے مجاہدین کو بیٹھنے والون پر فضیلت دی ہے، اور ہر ایک سے خدانے بھلائی کا وعدہ کیا ہے، اور خدانے مجاہدین کو بیٹھنے والون پر اجرِ عظیم کے لحاظ سے فضیلت دی ہے، اوسکی طرف سے اونکے لیے مدارج ہین، مغفرت ہے، اور رحمت ہی اور خدا غفور رحیم ہے،

سورۂ توبہ مین ہے،

لکنِ الرسول والذین آمنوا معه جاهدوا
باموالهم وانفسهم، واولئک لهم
الخیرات واولئک هم المفلحون اعد الله
لهم جنات تجری من تحتها الانهار
خالدین فیها، ذالک الفوز العظیم،

لیکن رسول اور وہ لوگ جو اونکے ساتھ ایمان لائے انھون نے
اپنے مال اور جان سے جہاد کیا، اونہی کیلیے بھلائیان ہین،
اور وہی فلاح پانے والے ہین، خدانے اونکے لیے
جنتین مہیا کی ہین جنکے نیچے سے نہرین بہتی ہین، وہ
اونمین ہمیشہ رہین گے، یہ بڑی کامیابی ہے

اسی سورہ مین ہے،

ان الله اشتری من المومنین انفسهم
واموالهم بان لهم الجنة، یقاتلون
فی سبیل الله فیقتلون ویقتلون، وعدًا
علیه حقا فی التوراة والانجیل والقرآن
ومن اوفی بعهده من الله فاستبشروا
ببیعکم الذی بایعتم به، وذالک هو الفوز
العظیم، التائبون العابدون الحامدون
السائحون الراکعون الساجدون الآمرون
بالمعروف والناهون عن المنکر والحافظون
لحدود الله، وبشر المومنین،

خدانے مومنین سے اونکی جانین اور مال خرید لیا ہے
اسکے عوض اونکے لیے جنت ہے، وہ خدا کی راہ
مین لڑین گے تو مارین گے اور مارین جائین گے
اسپر خدا کا سچا وعدہ ہے توراۃ، انجیل اور قرآن
مین، اور جو پورا کرنیوالا ہے اپنا عہد خدا سے
پس بشارت حاصل کرو اوس بیع کی جس کا تم نے
اوس سے معاملہ کیا، یہی بڑی کامیابی ہے، یہ لوگ توبہ کرنیوالے ہین،
عبادت گذار ہین، حمد کرتے ہین پھرنیوالے ہین، رکوع کرتے ہین،
سجدہ کرتے ہین، بھلائی کا حکم دیتے ہین، برائی سے منع کرتے
ہین اور خدا کے حدود کی حفاظت کرتے ہین، اور تم مومنین کو بشارت دو،

اسمین جنت کے اجر کے علاوہ صحابہ کے چند اور اخلاق بھی بیان کیے گئے ہین، مثلاً وہ خدا کیطرف

رجوع کرتے ہین، عبادت گذار ہین، حمد کرتے ہین، سیاحت کرتے ہین، رکوع کرتے ہین، سجدہ کرتے ہین، اچھی چیزون کا حکم دیتے ہین، برائیون سے روکتے ہین، خدا کے حدود کی حفاظت کرتے ہین،

(۵) اونکی عبادت اورخشوع وخضوع کو مفصل بیان کیا ہے، سورۂ انعام مین ہے،

ولا تطرد الذین یدعون ربهم بالغداة والعشی یریدون وجهه ما علیک من حسابهم من شئ وما من حسابک علیهم من شئ فتطردهم فتکون من الظالمین،

تم اون لوگون کو اپنے پاس سے علٰحدہ نہ کرو جو صبح و شام خدا کو پکارتے ہین، وہ صرف اوسی کو چاہتے ہین، تم پر اونکا کوئی حساب نہین اور نہ اون پر تمھارا کوئی حساب ہے، اگر تم نے اونکو علٰحدہ کیا تو تم ظلم کروگے،

سورۂ کہف مین ہے

واصبر نفسک مع الذین یدعون ربهم بالغداة والعشی یریدون وجهه ولا تعد عیناک عنهم ترید زینة الحیاة الدنیا، ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا واتبع هواه وکان امره فرطا،

تم اپنے کو اون لوگون کے ساتھ روکے رکھو جو صبح و شام خدا کو پکارتے ہین اور اوسی کو چاہتے ہین اور تمھاری آنکھین اون سے نہ پھر جائین جس حال مین کہ تم حیات دنیا کی زینت کا ارادہ کرو، اور تم اوسکی اطاعت نہ کرو جسکا قلب ہماری یاد سے غافل ہے، خواہش کا پیرو ہے، اور اوسکا معاملہ حد سے تجاوز کر چکا ہے،

سورۂ مومنون مین ہے،

قد افلح المومنون الذین ہم فی صلاتہم
خاشعون، والذین ہم عن اللغو معرضون
والذین ہم للزکاۃ فاعلون، والذین
ہم لفروجہم حافظون، الا علیٰ
ازواجہم او ما ملکت ایمانہم فانہم
غیر ملومین، فمن ابتغی وراء ذالک
فاولئک ہم العادون، والذین ہم
لاماناتہم وعہدہم راعون،
والذین ہم علیٰ صلواتہم یحافظون
اولئک ہم الوارثون الذین یرثون
الفردوس ہم فیہا خالدون،

بے شک ایمان والون نے فلاح پائی، جو نماز مین
خشوع کرتے ہین، لغو سے اعراض کرتے ہین، زکوۃ
دیتے ہین، شرمگاہون کی حفاظت کرتے ہین مگر اپنی
ازواج یا لونڈیون پر، کیونکہ اسمین وہ ملامت
نہین کیے جائین گے، جو اسکے علاوہ چاہے وہ
زیادتی کرنیوالا ہے، اور جو اپنی امانتون اور
عہدون کی رعایت کرتے ہین، نمازون کی
حفاظت کرتے ہین، وہی لوگ فردوس
کے وارث ہین، وہ اوس مین ہمیشہ
رہین گے،

اسمین خشوع کے علاوہ، لغو سے اعراض کرنا، زکوۃ دینا، عفیف ہونا، امین ہونا، معاہدہ
کی پابندی کرنا، نمازون کی نگہداشت کرنا، بھی صحابہ کے اوصاف بیان کئے گئے ہین،

سورۂ احزاب مین ہے،

یا ایہا الذین آمنوا اذکروا اللہ
ذکراً کثیراً، وسبحوہ بکرۃ واصیلاً
ہو الذی یصلی علیکم وملائکتہ لیخرجکم

مومنین! خدا کو بہت یاد کیا کرو، اور اوسکی صبح
وشام تسبیح پڑھا کرو، وہی تم پر رحمت نازل کرتا ہے
اور اوسکے فرشتے درود پڑھتے ہین، تاکہ تمکو

من الظلمات الی النور، وکان	تاریکیون سے نور کیطرف نکالے اور وہ مومنین پر مہربان ہے
بالمومنین رحیماً، تحیتھم یوم یلقونہ	جب وہ اوس سے ملین گے تو تحیت اونکی یہ ہوگی سلام ہے
سلام واعدّ لھم اجراً کریماً،	اور اوس نے اونکے لیے باعزت اجر مہیا کر رکھا ہے،

سورۂ فتح مین ہے،

محمد رسول اللہ، والذین معہ اشداء	محمد خدا کے رسول ہین، اور جو لوگ اونکے ساتھ ہین
علی الکفار رحماء بینھم، تراھم	کفار پر سخت، باہم رحیم ہین، تم اونکو رکوع اور سجدہ کرتے
رکعاً سجداً، یبتغون فضلاً من اللہ	ہوئے دیکھوگے، خدا کا فضل ورضامندی کی تلاش
ورضواناً، سیماھم فی وجوھھم من	رہتے ہین اونکی علامت چہرون مین سجدہ کا نشان ہے
اثر السجود، ذالک مثلھم فی التوراۃ	یہ اونکی صفت تورات مین مذکور ہے، اور انجیل مین
ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج	یہ ہے، جیسے وہ کھیتی جو نکالتی ہو ڈنٹھل پھر اوسکو قوی
شطأہ فآزرہ فاستغلظ فاستویٰ	کرتی ہے، پھر وہ موٹا ہوتا ہے، پھر اپنی جڑ پر کھڑا
علی سوقہ، یعجب الزراع لیغیظ بھم	ہوجاتا ہی خوش ہوتے ہین کھیتی کرنیوالے، تاکہ اونکے
الکفار، وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا	ذریعہ سے کافرونکو غیظ مین لائے، خدانے عمل صالح کرنیوالے
الصالحات منھم مغفرۃ واجراً عظیماً،	مومنین سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے،

اسمین صحابہ کی کفار پر شدت، باہم نرمی، اور خدا کی رضاجوئی کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے،

(۲) اونکے تقویٰ کا شاندار الفاظ مین ذکر کیا ہے، سورۂ آل عمران مین ہے،

قل أؤنبئکم بخیر من ذالکم؟ للذین	کہو کیا مین تمکو اس سے بہتر چیز بتاؤن؟ متقی لوگون

اتقوا عند ربهم جنات تجری
من تحتها الانهار خالدین فیها و ازواج
مطهرة و رضوان من الله، و الله
بصیر بالعباد، الذین یقولون ربنا
اننا آمنا فاغفرلنا ذنوبنا وقنا
عذاب النار، الصابرین والصادقین
والقانتین والمنفقین والمستغفرین
بالاسحار،

کے لیے خدا کے پاس جنتین ہین جنکے نیچے سے نہرین
جاری ہین، وہ اونمین ہمیشہ رہین گے، اور پاک
بیویان ہین، اور خدا کی رضامندی ہے، خداوند بندونکو
دیکھتا ہے، جو لوگ کہتے ہین اے رب ہم ایمان
لائے، ہمارے گناہون کی مغفرت فرما، اور ہم کو
عذاب دوزخ سے محفوظ رکھ، صبر کرنے والے ہین،
سچ بولتے ہین، فرمانبردار ہین، خرچ کرتے ہین،
اور پچھلے پہر استغفار کرتے ہین،

اسمین علاوہ تقوی کے صبر، صداقت، قنوت، انفاق اور استغفار کے اوصاف بھی بیان کیے گئے ہین، اور جنت کے علاوہ رضاء الٰہی کا بھی مژدہ سنایا گیا ہے،

سورۂ حج مین ہے،

وبشر المخبتین الذین اذا ذکر الله
وجلت قلوبهم والصابرین علی ما
اصابهم والمقیمی الصلوة ومما
رزقناهم ینفقون،

اور بشارت دو اون عاجزی کرنے والون کو کہ جب
خدا کا ذکر ہوتا ہے تو اونکے دل کانپ اوٹھتے
ہین، اور مصیبت پر صبر کرنے والون کو، اور نماز
قائم کرنیوالون، اور خرچ کرنے والون کو،

اسمین صبر، اقامت نماز اور انفاق کا بھی ذکر کیا گیا ہے،

(۷) اونکی استقامت کی تعریف کی ہے، سورۂ حم السجدة مین ہے،

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا	جن لوگون نے کہا خدا ہمارا رب ہے، پھر اوسپر ثابت
تتنزل علیهم الملائکة الا تخافوا ولا	رہے، اونپر فرشتے اوترتے ہین کہ خوف نکرو اور غمگین
تحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون	ہو، اور جنت کی بشارت حاصل کرو جسکا تم سے وعدہ
نحن اولیاؤکم فی الحیاة الدنیا وفی	کیا گیا تھا، ہم تمھارے دنیا کی زندگی اور آخرت مین
الآخرة، ولکم فیها ما تشتهی انفسکم ولکم	ولی ہین، اور تمکو اوسمین (جنت مین) وہ چیز ملیگی جنکی طرف تمھارا
فیها ما تدعون، نزلا من غفور	نفس راغب ہوگا، اور جو کچھ تم مانگوگے، یہ غفور رحیم کی
رحیم، ومن احسن قولا ممن دعا	مہمانداری ہے، اور اوس سے بہتر بات کون کہتا ہے جو خدا کیطرف
الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین،	لوگونکو بلاتا، عمل صالح کرتا، اور کہتا ہے کہ مین مسلمان ہون،

اسمین صحابہ پر نزولِ ملائکہ، بشارتِ جنت اور ولایتِ الٰہی، کا تذکرہ کیا گیا ہے،

سورہ احقاف مین ہے،

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا	جن لوگون نے کہا ہمارا رب اللہ ہی، پھر جمے رہے، اونکو
فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون، اولئک	لیے نہ خوف ہے نہ غم، وہی لوگ اصحابِ جنت ہین،
اصحاب الجنة خالدین فیها، جزاء بما	اوسمین ہمیشہ رہین گے، یہ بدلا ہے اونکے اعمال کا،
کانوا یعملون،	

(۸) اونکی شانِ توکل کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے، سورہ آلِ عمران مین ہے،

الذین استجابوا للہ والرسول من	جن لوگون نے خدا اور رسول کی دعوت کو لبیک کہا،
بعد ما اصابهم القرح، للذین احسنوا	زخم پہونچنے کے بعد، اون مین سے جو لوگ محسن اور

منھم واتقوا اجر عظیم، الذین	متقی ہین اونکے لیے بڑا اجر ہے، ایسے لوگ کہ جب اونسی
قال لھم الناس ان الناس قد	لوگون نے کہا کہ تمھارے لیے آدمی جمع ہو رہے ہین اتم
جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا،	اون سے ڈرو، تو اونکا ایمان اور زیادہ ہوگیا، اور کہا
وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل، فانقلبوا	ہمارے لیے اللہ بس ہے، اور وہ اچھا کارساز ہے، تو
بنعمۃ من اللہ وفضل لم یمسسھم سوء	یہ لوگ لوٹے خدا کی نعمت اور فضل کے ساتھ، اونکو برائی
واتبعوا رضوان اللہ، واللہ ذو فضل	نہین پہونچی، اور اونھون نے رضاے الٰہی کی پیروی
عظیم،	کی، اور خدا بڑے فضل والا ہے،

اسمین دعوتِ الٰہی کی اجابت، احسان، تقویٰ، زیادتیِ ایمان، اور نعمتِ خداوندی سے مالامال ہونے کا بیان ہے،

سورۂ شوریٰ مین ہے

وما عند اللہ خیر وابقیٰ للذین	اور جو کچھ خدا کے پاس ہے وہ خیر ہے اور زیادہ باقی رہنے
آمنوا وعلیٰ ربھم یتوکلون،	والا ہے، اون لوگون کے لیے جو مومن ہین اور اپنے رب
	پر توکل کرتے ہین،

(۹) اونکے خصائص مین امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو شمار کیا ہے، اور یہی اونکی علی الاطلاق فضیلت کی وجہ قرار دی ہے، سورۂ آلِ عمران مین ہے،

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون	تم اون تمام امتون مین بہترین امت ہو جو لوگون کی
بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون	ہدایت کیلیے نکالی گئین اچھی باتون کا حکم دیتے ہو،

باللہ، برائی سے روکتے ہو، اور خدا پر ایمان رکھتے ہو،

سورۂ توبہ مین ہے،

والمومنون والمومنات بعضهم اولیاء بعض، یامرون بالمعروف وینهون عن المنکر ویقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ ویطیعون اللہ ورسوله، اولئك سیرحمهم اللہ، ان اللہ عزیز حکیم، وعد اللہ المومنین والمومنات جنات تجری من تحتها الانهار خالدین فیها ومساکن طیبة فی جنات عدن، ورضوان من اللہ اکبر ذالک هو الفوز العظیم

مسلمان مرد اور عورتین باہم دوست ہین، اچھی باتون کا حکم دیتے ہین برائیون سے روکتے ہین، نماز قائم کرتے ہین زکوۃ دیتے ہین، اور خدا ورسول کی اطاعت کرتے ہین، یہی لوگ ہین جنپر خدا عنقریب رحم کریگا، خدا غالب ہے حکیم ہے، خدانے مومنین اور مومنات سے وعدہ کیا جنتون کا، جنکے نیچے سے نہرین جاری ہین، وہ اونمین ہمیشہ رہین گے، اور عمدہ سکونت گاہون کا جنات عدن مین، اور خدا کی رضامندی سب سے بڑی چیز ہے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے،

(۱۰) اونکے تزکیہ اور تعلیم کو اپنا خاص احسان قرار دیا ہے، سورۂ آل عمران مین ہے،

لقد منّ اللہ علی المومنین اذ بعث فیهم رسولًا من انفسهم یتلو علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة، وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین،

خدانے مومنین پر احسان کیا جو اونکی طرف اونہی مین سے ایک رسول بھیجا، وہ اونپر اوسکی آیات تلاوت کرتا ہے، اونکا تزکیہ کرتا ہے، اور اونکو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگرچہ یہ لوگ پہلے کھلی ہوئی ضلالت مین تھے،

(۱۱) اونکی نصرت واعانت کو کافی سمجھا ہے، اور اوسکو تائید الٰہی کہا ہے، سورۂ انفال مین ہے،

هو الذی ایدک بنصرہ و بالمومنین — وہی خدا ہے جسنے تمہاری تائید اپنی مدد اور مومنین کے ذریعہ سے کی، اور
والّف بین قلوبھم، لو انفقت ما — اونکے قلوب مین اتحاد پیدا کیا، اگر تم زمین کا تمام مال و متاع خرچ
فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبھم — کر ڈالتے تب بھی اونکے قلوب کو متحد نہین کر سکتے تھے لیکن خدا نے
ولکن اللہ الّف بینھم، انہ عزیز حکیم، — اونکو متحد کر دیا، وہ غالب ہی، حکمت والا ہے،
یا ایھا النبی حسبک اللہ و من اتبعک — اے پیغمبر، تمہارے لیے خدا اور مومنین کافی ہین
من المومنین،

(۱۲) اونکے وفاء عہد کا اقرار کیا ہے، سورۂ احزاب مین ہے،

من المومنین رجال صدقوا ما — مومنین مین بہت سے لوگون نے خدا سے جو عہد کیا
عاھدوا اللہ علیہ، فمنھم من قضیٰ — تھا اوسکو سچا کر دکھایا، اون مین سے بعض تو اپنی
نحبہ ومنھم من ینتظر، وما بدّلوا — قرار داد کو انجام تک پہونچا چکے، اور بعض انتظار کر رہے
تبدیلا، — ہین، اور اپنے مین تبدیلی نہین پیدا کی،

(۱۳) اونکی سلامت روی کی تعریف کی ہے، سورۂ فتح مین ہے،

اذ جعل الذین کفروا فی قلوبھم الحمیۃ — جب کفار نے اپنے دل مین جاہلیت کی کد کی تو خدا نے
حمیۃ الجاھلیۃ فانزل اللہ سکینتہ، — رسول اور مومنین پر اپنی تسلی نازل فرمائی، اور اونکے
علی رسولہ وعلی المومنین والزمھم — لیے پرہیزگاری کی بات لازم کر دی، جسکے وہ سب سے
کلمۃ التقویٰ وکانوا احق بھا واھلھا، و — زیادہ مستحق اور اہل تھے، اور خدا ہر شے کو جاننے
کان اللہ بکل شیٔ علیما، — والا ہے،

(۱۴) اونکو صاحب بصیرت قرار دیا ہے، سورۂ یوسف مین ہے،

قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علےٰ	کہدو یہ میرا راستہ ہے، مین خدا کی طرف بلاتا ہون،
بصیرۃ انا و من اتبعنی،	مین اور میرے متبعین بصیرت پر ہین،

(۱۵) اونکو برگزیدہ بنایا ہے، سورۂ حج مین ہے،

وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ ھو اجتبٰکم	تم لوگ خدا کی راہ مین اچھی طرح جہاد کرو، اوسی نے تم کو برگزیدہ
وما جعل علیکم فی الدین من حرج،	کیا ہے، اور تمھارے لیے دین مین تنگی نہین کی ہے تمھارے
ملۃ ابیکم ابراھیم، ھو سمٰکم المسلمین	باپ ابراہیم کا مذہب ہے، اوسی نے تمھارا نام مسلمان
من قبل و فی ھذا لیکون الرسول	رکھا ہے پہلے اور اس مین (بھی یہی نام ہے) تاکہ رسول
شھیدا علیکم و تکونوا شھداء علےٰ	تم پر شاہد ہون، اور تم لوگون پر شاہد ہو، تم لوگ نماز
الناس، فاقیموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ	قائم کرو، زکوٰۃ دو، اور خدا کو مضبوط پکڑو، وہی
و اعتصموا باللہ، ھو مولٰکم، فنعم	تمھارا مولا ہے، تو کیا اچھا مولی ہے اور کیا اچھا
المولیٰ و نعم النصیر،	مددگار،

(۱۶) اونکی بیعت کو نہایت اہم اور عظیم الشان تصور کیا ہے، سورۂ فتح مین ہے،

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ،	جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہین، خدا سے بیعت کرتے ہین،
ید اللہ فوق ایدیھم،	خدا کا ہاتھ اونکے ہاتھون پر ہے،

(۱۷) اونکی مذہبی حمیت کی مدح کی ہے، سورۂ مجادلہ مین ہے،

لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاٰخر	تم اون لوگون کو جو خدا اور یوم آخر پر ایمان لائے ہین،

يوآدون من حآد الله ورسوله ولو كانوا آباءهم او ابناءهم او اخوانهم او عشيرتهم اولٰئك كتب فی قلوبهم الايمان وايدهم بروح منه ويدخلهم جنات تجری من تحتها الانهار خالدين فيها، رضی الله عنهم ورضوا عنه، اولٰئك حزب الله الا ان حزب الله هم المفلحون،

خدا ورسول کے دشمنون سے دوستی رکھنے والا نہین پاؤگے خواہ وہ اونکے باپ ہون، بیٹے ہون، بھائی ہون، قبیلے والے ہون، انہی لوگون کے قلوب مین خدا نے ایمان لکھدیا ہے، اور اپنی روح سے اونکی تائید کی ہے، اور وہ اونکو جنتون مین داخل کرے گا، جنکے نیچے سے نہرین جاری ہین، وہ اونمین ہمیشہ رہین گے، خدا اون سے راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہوئے، یہ لوگ خدا کا گروہ ہین، ہان خدا ہی کا گروہ کامیاب ہے،

اسمین صحابہ کے ایمان، روح الٰہی سے تائید، بشارت جنت، رضاء خداوندی، اور حزب اللہ کی شمولیت کا تذکرہ کیا گیا ہے، اور فلاح کی خبر دی گئی ہے،

(۱۸) اونکو دوہرے ثواب کا مژدہ سُنایا گیا ہے، سورۂ حدید مین ہے،

يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله وآمنوا برسوله، يؤتكم كفلين من رحمته ويجعل لكم نورا تمشون به ويغفر لكم، والله غفور رحيم،

مومنین! خدا سے ڈرو، اور اوسکے رسول پر ایمان لاؤ، وہ تمکو اپنی رحمت کا دوگنا دیگا، اور تمھارے لیے نور مقرر کریگا جسکے ساتھ تم چلوگے، اور تمھاری مغفرت کریگا، اور خدا غفور رحیم ہے،

اسمین نور اور مغفرت کی بشارت بھی سنائی گئی ہے،

(۱۹) اون سے دنیا کی کامیابی اور تسلط کا وعدہ کیا گیا ہے، سورۂ آلِ عمران مین ہے،

ما کان اللہ لیذر المومنین علے	خدا مومنین کو اوس حالت پر، جس پر اسوقت تم ہو
ما انتم علیہ، حتی یمیز الخبیث من	چھوڑ نہ دے گا، یہانتک کہ بُری چیز اچھی چیز سے
الطیب،	ممتاز نہ ہو جائے،

(۲۰) اون پر خدا نے انعام کیا، اور اپنی نعمت تمام کی ہے، سورۂ نساء مین ہے،

ومن یطع اللہ والرسول فاولئک	اور جو خدا اور رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ اون لوگونکے
مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین	ساتھ ہے جن پر خدا نے انعام کیا ہے یعنے انبیاء،
والصدیقین والشھداء والصالحین	صدیق، شہداء، صالحین، اور یہی لوگ اچھے رفقاء
وحسن اولئک رفیقا،	ہین،

سورۂ مائدہ مین ہے،

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم	آج مین نے تمھارے لیے مذہب کو مکمل کردیا، اور اپنی
نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا،	نعمت تم پر تمام کردی اور تمھارے لیے مذہب اسلام کو انتخاب کرلیا

(۲۱) اونکو فوز و فلاح کی امید دلائی گئی ہے، سورۂ اعراف مین ہے،

الذین یتبعون الرسول النبی الامی	جو لوگ رسول، نبی امی، کا اتباع کرتے ہین جسکو وہ اپنے
الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ	ان توراۃ و انجیل مین لکھا ہوا پاتے ہین، وہ اونکو
والانجیل یامرھم بالمعروف وینھٰھم	معروف کا حکم دیتا، منکر سے منع کرتا، طیبات کو حلال کرتا
عن المنکر ویحل لھم الطیبات	خبائث کو حرام کرتا، اور اون سے اونکے بار اور طوق
ویحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم	اوتارتا ہے، تو جو لوگ اوسپر ایمان لائے، اور

اصرھم والاغلال التی کانت علیھم، فالذین آمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ، اولئک ھم المفلحون،

اوسکو تقویت پہونچائی، اوسکی مددکی، اور اوس نور کا اتباع کیا جو اوسکے ساتھ اوتارا گیا، وہی لوگ فلاح پانے والے ہین،

صحابہ اور حدیث جناب رسول اللہ صلعم نے بھی صحابہ کے متعدد فضائل بیان فرمائے ہین، اس قسم کی حدیثین اگر صحاح سے یکجا کی جائین تو ایک مفصل مضمون تیار ہوسکتا ہے، لیکن ہم یہان پر صرف وہ حدیثین نقل کرینگے جو صحیح بخاری مین مذکور ہین، اور سنداً زیادہ صحیح ہین،

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رض سے مروی ہے[1]،

خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم، ثم یجئی اقوام تسبق شھادۃ احدھم یمینہ ویمینہ شھادتہ

سب سے بہتر لوگ میرے زمانہ کے ہین، پھر جو اون سے متصل ہون، پھر جو اون سے متصل ہون، پھر ایسے لوگ آئین گے، جن کی گواہی قسم سے اور قسم گواہی سے آگے ہوگی،

(۲) حضرت ابوسعید خدری رض سے منقول ہے[2]،

یاتی زمان یغزو فئام من الناس فیقال فیکم من صحب النبی صلعم فیقال

ایک زمانہ آئیگا، کہ لوگ غزوہ کے لیے نکلا کرینگے تو پوچھا جائیگا کیا تم مین کوئی صحابی ہے، جواب

[1] بخاری کتاب الشہادات باب لایشھد علی شہادۃ جور اذا شھد [2] ایضاً کتاب الجہاد والسیر باب من استعان بالضعفاء والصالحین فی الحرب،

نعم فیفتح علیه، ثم یاتی زمان	لے گا ہاں اور فتح ہو جائے گی، پھر ایک زمانہ آئیگا
فیقال فیکم من صحب اصحاب النبی صلعم	جب پوچھا جائیگا کیا تم مین صحابہ کا کوئی شاگرد ہے
فیقال نعم فیفتح، ثم یاتی زمان فیقال	جواب لے گا ہاں اور فتح ہوگی، پھر ایک زمانہ آئیگا
فیکم من صحب صاحب اصحاب النبی صلعم	جب پوچھا جائیگا کیا تم مین تابعی کا کوئی شاگرد ہے
فیقال نعم فیفتح،	جواب لے گا ہاں اور فتح ہوگی،

(۳) حضرت ابوہریرہ رض سے روایت[1] ہے،

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا	مین بنی آدم کے تمام قرون سے بہتر قرن مین مبعوث
حتی کنت من القرن الذی کنت فیه،	ہوا ہون، جس قرن مین مَین موجود ہون،

(۴) حضرت ابوسعید خدری رض سے منقول[2] ہے،

لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق	میرے صحابہ کو برا نہ کہو، اگر تم مین سے کوئی کوہ احد
مثل احد ذهبا ما بلغ مد احدهم	کے برابر سونا خرچ کرے تو اونکے مد اور نصف مد کو
ولا نصیفه،	بھی نہین پہونچ سکتا،

ان مین سے پہلی حدیث مین صحابہ کی فضیلت، دوسری مین برکت، تیسری مین اونکے زمانہ کا شرف، اور چوتھی مین اونکے انفاق کی اہمیت اور وقعت کو بیان کیا گیا ہے،

[1] بخاری کتاب المناقب باب صفة النبی صلعم، [2] ایضاً مناقب ابی بکر رض،

مناقبِ مہاجرینؓ

یہ جلد مہاجرین کے حالات مین ہے اسلیے اونکے فضائل بھی جمع کیے جاتے ہین، مہاجرین وہ لوگ ہین جو اسلام کے لیے اپنا گھر بار، اہل وعیال، مال ومتاع، سب کچھ چھوڑ کر مدینہ منورہ چلے آئے، اور دامنِ نبوت سے وابستہ ہوگئے، چونکہ یہ سب سے بڑا ایثار تھا، اسلیے یہ گروہ صحابہ کرام کے تمام گروہون پر علی الاطلاق فضیلت رکھتا ہے، اور قرآن مجید مین جسقدر اس گروہ کے مناقب بیان کیے گئے ہین، کسی کے نہین بیان کیے گئے،

مہاجرین اور قرآن (۱) قرآن مجید نے ہجرت کو ایمان کا معیار قرار دیا ہے، چنانچہ منافقین کے متعلق سورۂ نساء مین ارشاد ہوا ہے،

فلا تتخذوا منھم اولیاء حتی یھاجروا فی سبیل اللہ — تم اونکو دوست نہ بناؤ جب تک خدا کی راہ مین ہجرت نہ کرین،

(۲) صحابہ کی ولایت اور چارہ سازی تمامتر ہجرت پر موقوف رکھی ہے، چنانچہ سورۂ انفال مین ہے،

والذین آمنوا ولم یھاجروا ما لکم من ولایتھم من شیٔ حتی یھاجروا، — جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت نہین کی تو جب تک ہجرت نکرین تم اونکی چارہ سازی نہین کرسکتے،

(۳) تمام صحابہ پر مہاجرین کو علانیہ فضیلت دی ہے، چنانچہ سورۂ توبہ مین ارشاد ہوا ہے،

الذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ، واولئک ھم الفائزون یبشرھم ربھم برحمۃ منہ ورضوان وجنٰت لھم فیھا نعیم مقیم، خٰلدین فیھا ابدا، ان اللہ عندہ اجر عظیم،	جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی، اور خدا کی راہ مین مال اور جان سے جہاد کیا اونکا درجہ خدا کے نزدیک زیادہ بڑا ہے، اور وہی فوز و فلاح پانے والے ہین، خدا اونکو اپنی رحمت اور رضامندی اور جنتون کی بشارت دیتا ہی جنمین ابدی نعمت ہے وہ اونمین ہمیشہ رہین گے، خدا ہی کے پاس اجر عظیم ہے،

(۴) خداوند تعالیٰ نے اپنی رأفت و رحمت کو خاص طور پر مہاجرین سے وابستہ کیا ہے، سورۂ توبہ مین وارد ہوا ہے،

لقد تاب اللہ علی النبی والمھاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منھم، ثم تاب علیھم، انہ بھم رؤف رحیم،	خدانے توبہ قبول کی پیغمبر کی، اور مہاجرین و انصار کی، جنھون نے عسرت کے وقت پیغمبر کا اتباع کیا، بعد اسکے کہ اونمین سے ایک فریق کے قلوب قریب تھا کہ کج ہوجاوین، پھر خدانے اونکی توبہ قبول کی، وہ اونپر مہربان ہے، اور رحم کرنے والا ہے،

(۵) ایمان خوف و رجاء کے بین بین ہوتا ہے، لیکن مہاجرین پر رجاء غالب تھی اور اونکو خدا کے فضل اور رحمت پر بھروسا تھا، سورۂ بقرہ مین ہے،

ان الذین آمنوا والذین ھاجروا	جو لوگ ایمان لائے، اور جنھون نے ہجرت کی، اور

وجاهدوا فی سبیل اللہ اولٰئک یرجون	خدا کی راہ مین جہاد کیا، وہی لوگ رحمت خداوندی
رحمت اللہ، واللہ غفور رحیم،	کی امید رکھتے ہین، اور خدا غفور رحیم ہے،

(۶) مہاجرین صادق الایمان تھے، سورۂ حشر مین ہے،

للفقراء المہاجرین الذین اخرجوا	؛ اون فقراء مہاجرین کیلیے ہی، جو اپنے گھرون اور
من دیارھم واموالھم یبتغون	مالون سے نکالے گئے، وہ خدا کا فضل اور رضا
فضلا من اللہ ورضوانا وینصرون	تلاش کرتے ہین، اور خدا ورسول کی نصرت ومدد
اللہ ورسولہ، اولٰئک ھم الصادقون	کرتے ہین، وہی لوگ سچے ہین،

(۷) مہاجرین کے اعمال صالحہ کیا تھے؟ اوسکو سورۂ حج مین اس طرح بیان کیا ہے،

اذن للذین یقتلون بانھم ظلموا،	جن لوگون سے جنگ کیجاتی ہے اونکو اجازت دیگئی،
وان اللہ علی نصرھم لقدیر،	کیونکہ اون پر ظلم ہوا ہے، اور بے شک خدا اونکی
الذین اخرجوا من دیارھم بغیر	مدد پر قادر ہے، جو لوگ اپنے گھرون سے ناحق نکالے
حق الا ان یقولوا ربنا اللہ، ولولا	گئے صرف اس بنا پر کہ وہ کہتے تھے ہمارا رب اللہ ہی
دفع اللہ الناس بعضھم ببعض	اور اگر خدا لوگون کو ایک دوسرے کے ذریعہ سے
لھدمت صوامع وبیع وصلوات	نہ روکے تو صوامع، بیع، صلوات، اور مساجد
ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا	جن مین کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہی منہدم کردیے
ولینصرن اللہ من ینصرہ، ان	جائین، اور بے شک خدا اوسکی مدد کریگا جو خدا کی
اللہ لقوی عزیز، الذین ان مکناھم	مدد کرتا ہے، خدا قوی ہے، غالب ہی، وہ لوگ

فی الارض اقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر، وللہ عاقبۃ الامور،

جنکو اگر ہم زمین پر قابو دین تو نماز قائم کرین گے، زکوٰۃ دین گے، معروف کا حکم کرین گے، منکر سے روکین گے، اور خدا ہی کیلیے انجام کار ہے،

اسین آخری آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کی تمام جماعت مین صرف مہاجرین ہی وہ لوگ تھے، جن مین حکومت وخلافت کی صلاحیت موجود تھی، صحابہ کی اور جماعتون کے متعلق قرآنمجید مین یہ فقرے استعمال نہین کیے گئے ہین، مہاجرین نے آنحضرت (صلعم) کی وفات کے بعد خلافت کو جس پیمانہ پر قائم کیا، وہ اس آیت کا عملی ثبوت تھا،

(۸) متعدد سورتون مین مہاجرین کو جنت اور اجر عظیم کی بشارت سنائی گئی ہے، اور مغفرت کا وعدہ کیا گیا ہے، سورۂ آل عمران مین ہے،

فالذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم واوذوا فی سبیلی وقاتلوا وقتلوا لاکفرن عنھم سیاٰتھم ولادخلنھم جنات تجری من تحتھا الانھار، ثوابا من عند اللہ، واللہ عندہ حسن الثواب،

تو جن لوگون نے ہجرت کی، اور اپنے گھرون سے نکالے گئے، اور میری راہ مین اذیت پائی، اور لڑے اور مارے گئے، مین ضرور اونکی سیآت کا کفارہ کرونگا، اور اونکو جنتون مین داخل کرونگا، جنکے نیچے سے نہرین جاری ہین، یہ خدا کی طرف سے ثواب ہے، اور خدا کے پاس عمدہ ثواب ہے،

سورۂ حج مین ہے،

والذین ھاجروا فی سبیل اللہ ثم قتلوا اوماتوا لیرزقنھم اللہ رزقا حسنا،

جن لوگون نے خدا کی راہ مین ہجرت کی پھر قتل ہوئے یا اپنی موت سے مرے، خدا اونکو اچھا رزق دیگا،

وان الله لهو خیر الرازقین، لیدخلنهم مدخلا یرضونه، وان الله لعلیم حلیم،

اور خدا ہی بہتر رزق دینے والا ہے، وہ اونکو ایسی جگہ داخل کریگا، جسکو وہ پسند کرینگے، اور خدا علیم وحلیم ہے،

اجر کا وعدہ سورۂ نسا ر مین ہے، ارشاد ہوا ہے،

ومن یخرج من بیته مهاجرا الی الله ورسوله ثم یدرکه الموت فقد وقع اجره علی الله وکان الله غفورا رحیما

اور جو اپنے گھر سے خدا ورسول کی طرف ہجرت کرکے نکلا، پھر (راستہ مین) مرگیا، تو اوسکا اجر خدا پر واجب ہو گیا، اور خدا غفور رحیم ہے،

سورۂ نحل مین مغفرت کا اعلان کیا گیا ہے،

ثم ان ربك للذین هاجروا من بعد ما فتنوا ثم جاهدوا وصبروا، ان ربك من بعدها لغفور رحیم،

پھر تمھارا رب اون لوگون کے لیے جنھون نے آزمائش مین پڑنے کے بعد ہجرت کی، اور جہاد کیا اور صبر کیا، تمھارا خدا ضرور اسکے بعد غفور رحیم ہے

لیکن یہ اجر، یہ رحمت، یہ مغفرت، عالم عقبیٰ کے ساتھ مخصوص ہے، دنیا مین اونکو جو اجر عطا کیا گیا اوسکو بھی اسی سورہ مین بیان کردیا گیا ہے، چنانچہ وارد ہوا ہے:

والذین هاجروا فی الله من بعد ما ظلموا لنبوئنهم فی الدنیا حسنة ولاجر الآخرة اکبر لو کانوا یعلمون، الذین صبروا وعلی ربهم یتوکلون

جن لوگون نے خدا کی راہ مین ظلم کیے جانے کے بعد ہجرت کی، ہم اونکو دنیا مین عمدہ ٹھکانا دین گے، اور آخرت کا اجر اس سے بڑا ہے، کاش وہ جانتے، وہ لوگ جنھون نے صبر کیا اور اپنے رب پر توکل کرتے ہین،

یہ دنیا کا عمدہ ٹھکانا کیا تھا؟ خلافت، یہ اور سورۂ حج کی آیت، دونون سے مہاجرین کی خلافت

منصوص ہوتی ہے، مین نے یہ تصریح اس بنا پر کی ہے کہ ان آیتون پر خود صحابہ کی نگاہ بھی نہین پڑی، چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے انصار کے مقابلہ مین جو استدلال کیا تھا، وہ کسی آیت پر مبنی نہ تھا، بلکہ عرب کی سیاسی حالت سے استنباط کیا گیا تھا،

مہاجرین اور حدیث قرآن مجید کے علاوہ متعدد احادیث مین آنحضرت (صلعم) نے بھی ہجرت کی اہمیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے،

(۱) حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے[۱]

جاء اعرابی الی النبی صلعم فسألہ عن الہجرۃ فقال ویحک ان الہجرۃ شانہا شدید! فھل لک من ابل قال نعم، قال فتعطی صدقتہا قال نعم قال فھل تمنح منہا، قال نعم، قال فتحلبہا یوم ورودھا، قال نعم قال فاعمل من وراء البحار فان اللہ لن یترک من عملک شیئاً،	ایک اعرابی آنحضرت (صلعم) کے پاس آیا، اور ہجرت کے متعلق سوال کیا، آپنے فرمایا ہجرت نہایت دشوار چیز ہے کیا تمھارے پاس اونٹ ہین، کہا ہان، فرمایا تم انکی زکوٰۃ دیتے ہو، کہا ہان، فرمایا تم دوسرونکو بھی دیتے ہو، کہا ہان، فرمایا تم انکو گھاٹ پر لانے کے دن دوہتے ہو، کہا ہان، ارشاد ہوا، تو تم سمندر کے پار جا کر عمل کرو، خدا تمھارے عمل مین سے کچھ کم نہین کرے گا،

(۲) آپ نے انصار کے مناقب بیان فرمائے، تو ہجرت کی فضیلت ان الفاظ مین ظاہر کی[۲]

ولولا الہجرۃ لکنت امرء من الانصار	اگر ہجرت نہوتی تو مین انصار مین سے ہوتا،

---

[۱] بخاری باب بنیان الکعبۃ باب ہجرۃ النبی ؐ و اصحابہ الی المدینۃ، [۲] ایضاً کتاب المناقب باب قول النبیؐ لولا الہجرۃ لکنت من الانصار، مناقب انصار،

(۳) آپ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کی عیادت کو تشریف لیگئے، تو یہ دعا فرمائی،[۱]

اللّٰھم امض لاصحابی ھجرتھم، ولا تردھم علیٰ اعقابھم،	خداوندا میرے اصحاب کی ہجرت کو مکمل کردے، اور انکو اولٹے پاؤن واپس نکرنا،

(۴) حضرت اسمار بنت عمیس رضؓ نے حبشہ کو ہجرت کی تھی، فتح خیبر کے زمانہ مین مہاجرین حبشہ، مدینہ آئے، تو وہ بھی آئین حضرت حفصہ رضؓ کے مکان مین بیٹھی تھین کہ حضرت عمر رضؓ آگئے، اسمار رضؓ پر نظر پڑی تو پوچھا، یہ کون ہین؟ حضرت حفصہ رضؓ نے کہا اسمار بنت عمیس رضؓ فرمایا،

الحبشیة ھذہ؟ البحریة ھذہ؟	کیا حبش والی یہی ہین؟ کیا سمندر والی یہی ہین؟

اسمار رضؓ نے کہا ہان، فرمایا ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی لہذا رسول اللہ (صلعم) پر ہمارا حق زیادہ ہے، اسمار رضؓ نے غضبناک ہوکر جواب دیا ہرگز نہین، تم لوگ رسول اللہ (صلعم) کے ساتھ تھے، آپ تمھارے بھوکون کو کھلاتے اور جاہلون کو تعلیم دیتے تھے، اور ہم حبشہ مین وطن سے دور، خدا و رسول کی راہ مین پڑے ہوئے تھے، ہمکو اذیت پہونچتی تھی اور خوف دلائے جاتے تھے، خدا کی قسم! مین جب تک رسول اللہ (صلعم) سے تمھاری گفتگو کا تذکرہ نہ کرونگی، کھانا نہ کھاؤنگی، اور نہ پانی پیونگی، البتہ مین اپنی طرف سے کچھ نہ کہون گی، بلکہ تمام باتین بے کم و کاست عرض کرونگی، جب آنحضرت صلعم تشریف لائے تو اسمار رضؓ نے تمام گفتگو دہرائی، آپ نے ارشاد فرمایا،

لیس باحق بی منکم، ولہ ولاصحابہ ھجرة واحدة، ولکم انتم اھل السفینة ھجرتان	وہ تم سے زیادہ حقدار نہین، انکی اور انکے ساتھیونکی ایک ہجرت ہے، اور تم اہل سفینہ نے دو ہجرتین کی ہین،

---

[۱] بخاری باب بنیان الکعبۃ باب قول النبی صلعم اللھم امض لاصحابی ہجرتھم،

اسکا مہاجرینِ حبشہ پر یہ اثر ہوا کہ حضرت اسمارؓ کے پاس جوق جوق آتے، اور بار بار یہ حدیث پوچھتے[1]

مہاجرین میں دو قسم کے لوگ تھے، بعض نے حبشہ اور مدینہ دونون مقامات کی طرف ہجرت کی تھی، اور بعض صرف مدینہ آئے تھے، حدیث میں انہی دونون گروہون کا ذکر کیا گیا ہے،

(۵) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا[2]

الاعمال بالنیة، فمن کانت ھجرتہ	اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے، جس شخص کی ہجرت
الی دنیا یصیبھا او امرءۃ یتزوجھا	دنیا طلبی، یا کسی عورت سے نکاح کے لیے ہو تو اسکی
فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ، ومن	ہجرت انہی چیزون کے لیے ہوگی، اور جس شخص کی
کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فھجرتہ	ہجرت خدا و رسول کی طرف ہو اسکی ہجرت خدا و
الی اللہ ورسولہ،	رسول کیطرف ہوگی،

مہاجرینِ کرام نے جو ہجرت کی تھی، وہ خدا و رسول کی طرف تھی، حضرت خبابؓ فرماتے ہین[3]

ھاجرنا مع النبی صلعم نرید وجہ اللہ	ہم نے آنحضرت صلعم کے ساتھ ہجرت کی، جس سے
فوقع اجرنا علی اللہ،	صرف خدا مقصود تھا، اسلیے ہمارا اجر خدا پر واجب ہوگیا

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہین[4]

لا ھجرۃ الیوم، کان المومنون یفر	اب ہجرت نہین، مومنین آزمائش کے خوف سے اپنے
احدھم بدینہ الی اللہ والی رسولہ	دین کو لیکر خدا اور رسول کی طرف بھاگتے تھے لیکن اب
مخافۃ ان یفتن علیہ، فاما الیوم فقد	خدا نے اسلام کو غالب کر دیا، اور خدا کی عبادت

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ خیبر، [2] ایضاً باب بنیان الکعبۃ باب ہجرۃ النبی صلعم واصحابہ الی المدینۃ
[3] ایضاً [4] ایضاً،

اظھر اللہ الاسلام والیوم یعبد ربہ حیث شاء ولکن جہاد ونیۃ ، | ہر جگہ کیجا سکتی ہے ، اب صرف جہاد اور نیت کا ثواب ہے ،

حضرت اسماء بنت عمیس رضؓ فرماتی ہین[1]

وذلک فی اللہ وفی رسولہ ، | یہ ہجرت خدا و رسول کے لیے تھی ،

مہاجرین اولین

لیکن مہاجرین مین بھی دو طبقے تھے ، اون مین جو مہاجرینِ اولین تھے ، اونکے فضائل ومناقب قرآن مجید نے مخصوص طور پر علٰحدہ بیان کیے ہین ، کیونکہ وہ رتبہ مین عام مہاجرین سے افضل تھے ، چنانچہ سورۂ انفال مین دونون طبقون کا علٰحدہ علٰحدہ ذکر آیا ہے ،

والذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ ، والذین آووا ونصروا ، اولئک ھم المومنون حقا ، | جو لوگ ایمان لائے ، ہجرت کی اور خدا کی راہ مین جہاد کیا ، اور جن لوگون نے مدد ونصرت کی ، وہی لوگ سچے مسلمان ہین ،

ان مہاجرین کی حقانیتِ ایمانی کو بیان کرنے کے بعد دوسرے طبقہ کا تذکرہ اسطرح کیا ہے ،

والذین آمنوا من بعد وھاجروا وجاھدوا معکم فاولئک منکم ، | اور وہ لوگ جو بعد مین ایمان لائے ، ہجرت کی اور جہاد کیا ، تمھارے ساتھ ملکر وہ لوگ بھی تم ہی مین شامل ہین ،

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ خیبر ،

سورۂ توبہ مین اونکو رضاء الٰہی اور جنت الخلد کا مژدہ سنایا گیا ہے،

والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنات تجري تحتها الانهار خالدين فيها ابدا، ذلك الفوز العظيم،

مہاجرین اور انصار مین السابقون الاولون اور اونکے متبعین خدا اون سے راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہوئے، خدانے اونکے لیے جنتین مہیا کی ہین، جنکے نیچے نہرین بہتی ہین، وہ اونمین ہمیشہ رہین گے یہی بڑی کامیابی ہے،

اس آیت مین ان بزرگون کو قابلِ تقلید نمونۂ عمل کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے، اور اونکے اتباع کرنیوالون کو رضا و خوشنودی کی بشارت دی گئی ہے،

آیندہ صفحات مین جن دو بزرگون کے حالات مذکور ہین، وہ مہاجرینِ اولین کے مقدس گروہ مین شامل، اور رتبہ مین اون سب سے بالاتر تھے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم،

حضرت ابوبکر صدیق رض

نام و نسب

عبداللہ نام تھا، صحیح بخاری باب مناقب المہاجرین مین ہے، منہم ابوبکر عبداللہ، لیکن کنیت (ابوبکر) نام سے زیادہ مشہور تھی، اور اوسکا بتانا کافی ہوتا تھا، احادیث مین زیادہ تر کنیت ہی مذکور ہے، اونھون نے خود بھی ایک بار کنیت ہی بتلائی تھی، اون سے زینب احمسیہ نے جب نام پوچھا تو فرمایا انا ابوبکر[1]

صدیق لقب تھا، اور یہ لقب خود حضور سرور کائنات (صلعم) کی زبانِ مبارک سے ادا ہوا ہے، چنانچہ صحیح بخاری مین حضرت انس رض سے روایت آئی ہے کہ آنحضرت (صلعم) حضرت ابوبکر رض، حضرت عمر رض، حضرت عثمان رض، کوہ احد پر چڑھے، تو جلالِ نبوت سے اوسپر لرزہ طاری ہوگیا، آپنے فرمایا[2]

اثبت احد، فانما علیک نبی وصدیق وشھیدان، — اے احد قائم رہ! تجھ پر تو نبی، صدیق اور دو شہید ہین،

صحابہ مین حضرت عمر رض، ابن مسعود رض، عائشہ رض، ابوقتادہ رض، عبداللہ بن عمرو بن عاص رض، انس رض، ابوہریرہ رض، وغیرہ نے اونکے نام کے ساتھ اس لقب کو شامل کیا ہے، اور یہ تمام حدیثین بخاری

---

[1] بخاری باب بنیان الکعبۃ باب ایام الجاہلیۃ، [2] ایضاً کتاب المناقب مناقب ابی بکر رض،

کے مختلف ابواب مین مذکور ہین،

حضرت ابوبکرؓ کے والد کا نام ابو قحافہ تھا، صحیح بخاری مین ڈول نکالنے کا جو خواب مذکور ہے، اوسمین آنحضرت (صلعم) کے یہ الفاظ منقول ہین[1]

ثم اخذ ھا ابن ابی قحافة، پھر ڈول کو ابو قحافہ کے بیٹے نے لیا،

حضرت ابوبکرؓ سے جب آنحضرت (صلعم) نے دریافت کیا کہ میرے اشارہ کے بعد تم نے امامت کیون نہین کی؟ تو اونھون نے جواب دیا[2]

لم یکن لابن ابی قحافة ان یؤم النبی صلعم! ابو قحافہ کے بیٹے کی یہ مجال نہین کہ رسول اللہ کا امام ہو،

غزوۂ احد مین جب آنحضرت (صلعم) بارہ جان نثارون کے ساتھ ایک محفوظ مقام مین کھڑے ہوئے، اور مشرکین نے میدان خالی پایا، تو ابو سفیان نے پہلے آنحضرت کو تین بار پکارا اور جب کچھ جواب نہ ملا تو تین بار حضرت ابوبکرؓ کو آواز دی[3]،

افی القوم ابن ابی قحافة؟ کیا جماعت مین ابو قحافہ کے بیٹے ہین؟

حضرت ابوبکرؓ کی والدہ صخر بن عامر کی بیٹی تھین، اسی بنا پر ام مسطح کی مان حضرت ابوبکرؓ کی خالہ ہوتی تھین[4]، ام مسطح، اور اونکے بیٹے مسطح صحابی ہین،

[1] بخاری کتاب التعبیر باب نزع الذنوب والذنوبین من البئر، حضرت ابو قحافہ کا نام عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرة تھا، مرة آنحضرت صلعم کے جد امجد ہین اسلیے حضرت ابوبکر کا سلسلۂ نسب ساتوین پشت مین آنحضرت صلعم کے نسب سے مل جاتا ہے، ابو قحافہ صحابی ہین ۸ھ مین فتح مکہ کے وقت نوے برس کی عمر مین اسلام لائے اور ۱۴ھ مین جو حضرت عمرؓ کا زمانہ خلافت تھا، وفات پائی، [2] ایضاً کتاب الاحکام باب الامام یاتی قوماً فیصلح بینہم [3] ایضاً کتاب الجہاد والسیر باب مایکرہ من التنازع والاختلاف فی الحرب [4] ایضاً کتاب المغازی باب حدیث الافک حضرت ابوبکرؓ کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرة تھا، اور ام الخیر کنیت کرتی تھین، وہ بھی صحابیہ ہین،

حضرت ابوبکرؓ کا خاندان بنو تیم تھا، صحیح بخاری مین [1] ہے ابوبکر عبداللہ بن ابی قحافۃ التیمی، بنو تیم، قریش کے خاندان سے تھے، اسی بنا پر جب زینب احمسیہ نے حضرت ابوبکرؓ سے دریافت کیا کہ آپ کن مہاجرین مین ہین؟ تو بولے من قریش! [2]

ولادت

صحیح بخاری مین حضرت انسؓ سے روایت ہے، [3]

قدم النبی صلعم المدینة فکان اسن اصحابه ابوبکر،	آنحضرت صلعم مدینہ مین تشریف لائے تو آپ کے اصحاب مین سب سے معمر ابوبکر تھے،

دوسری روایت مین یہ الفاظ آئے ہین،

ولیس فی اصحابه اشمط غیر ابی بکر،	آپ کے اصحاب مین کھچڑی بال والے صرف ابوبکر تھے

اسی بنا پر ایک روایت مین حضرت انسؓ نے فرمایا،

وابوبکر شیخ،	اور ابوبکر بوڑھے تھے،

زمانۂ جاہلیت

جاہلیت عمیا جسمین تمام لوگ اخلاقِ ذمیمہ مین مبتلا تھے، حضرت ابوبکرؓ کا ہر خلق، اخلاقِ محمدی کا پرتو تھا، حضور سرورِ کائنات کو آغازِ وحی مین حضرت خدیجہؓ نے ان الفاظ مین تسکین دی تھی، [4]

[1] بخاری کتاب المناقب، مناقب ابی بکرؓ، [2] ایضاً باب بنیان الکعبۃ باب ایام الجاہلیۃ، [3] ایضاً باب ہجرۃ النبی م و اصحابہ الی المدینۃ، حضرت ابوبکر عام الفیل کے ڈھائی برس بعد پیدا ہوئے اسلیے وہ آنحضرتؐ سے عمر مین ڈھائی برس چھوٹے تھے، [4] ایضاً باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلعم:

واللہ ما یخزیک اللہ ابداً، انک لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق،	خدا کی قسم، خدا آپ کو کبھی رسوا نہ کریگا، آپ صلہ رحمی کرتے ہین، بیکسون اور فقیرون کے معاون رہتے ہین، مقروضون کا بار اوٹھاتے ہین، مہمان نواز ہین، اور مصائب بین حق کی حمایت کرتے ہین،

ابن الدغنہ نے قریش کے سامنے حضرت ابوبکرؓ کے بھی یہی فضائل بیان کئے، اونکی کہا[۱]

اتخرجون رجلا یکسب المعدوم ویصل الرحم، ویحمل الکل ویقری الضیف ویعین علی نوائب الحق؟	کیا تم اوس شخص کو نکالتے ہو جو بیکسون کی اعانت کرتا ہے، صلہ رحمی کرتا ہے، مقروضون کا بار اوٹھاتا ہے، مہمان نواز ہے، اور مصائب بین حق کا حامی رہتا ہے؟

آنحضرت صلعم کیطرح وہ بھی تجارت کرتے تھے، اونکا خود قول[۲] ہے،

لقد علم قومی ان حرفتی لم تکن تعجز عن مؤنۃ اھلی،	میری قوم کے لوگ جانتے ہین کہ میرا پیشہ اہل وعیال کے مصارف برداشت کرنیسے قاصر نہ تھا،

مختلف مقامات کی آمدورفت کے سبب سے لوگ اونکو پہچانتے تھے، حضرت انسؓ فرماتے ہین[۳]،

ابوبکر شیخ یعرف،	ابوبکر بوڑھے آدمی تھے، اور لوگ اونکو پہچانتے تھے،
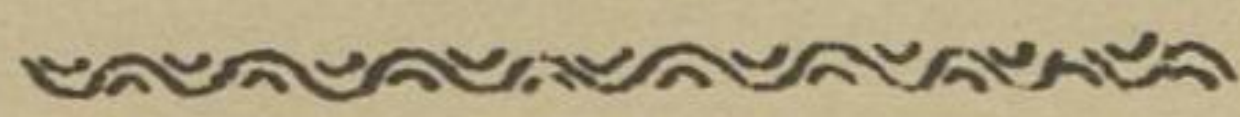
---

[۱] بخاری کتاب الکفالۃ باب جوار ابی بکر فی عہد النبی صلعم [۲] ایضاً کتاب البیوع باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، [۳] ایضاً باب بنیان الکعبہ باب ہجرۃ النبی صلعم،

قبول اسلام

آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے؎۱

انی قلت یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا فقلتم کذبت وقال ابوبکر صدقت،	مین نے کہا تھا، لوگو! مین تم سب کی طرف خدا کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہون، اوسوقت تم نے کہا تو جھوٹا ہے، اور ابوبکر نے کہا آپ سچے ہین،

امام بخاری نے باب باندھا ہے، باب اسلام ابی بکر الصدیق رض، اوسمین حضرت عمار بن یاسر رض کا یہ قول نقل کیا ہے؎۲،

رأیت رسول اللہ صلعم وما معہ الا خمسۃ اعبد وامرأتان وابوبکر	مین نے رسول اللہ صلعم کو اوسوقت دیکھا تھا جب آپ کے ساتھ صرف پانچ غلام دو عورتین اور ابوبکر تھے

ان روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ مین سب سے پہلے حضرت ابوبکر رض نے اسلام قبول کیا، پہلی روایت خصوصیت سے قابلِ توجہ ہے، اور چونکہ وہ خود آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے اسلیے تمام روایات پر ترجیح رکھتی ہے،

اسلام قبول کر کے حضرت ابوبکر رض کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہوا، یہ شرف اور لوگونکو بھی حاصل ہوا تھا، لیکن حضرت ابوبکر رض کی صحبت اور لوگون سے بالاتر تھی، اسلیے خود قرآن مجید مین اوسکا ذکر کیا گیا،

اذ یقول لصاحبہ لا تحزن،	جب پیغمبر اپنے صاحب (رفیق) سے کہہ رہا تھا، گھبراؤ نہین

؎۱ بخاری کتاب تفسیر القرآن باب قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً الآیۃ، ؎۲ ایضاً باب بنیان الکعبۃ باب مالقی النبی صلعم واصحابہ من المشرکین بمکۃ،

اور آنحضرت صلعم نے ایک موقع پر فرمایا[۱]،

فھل انتم تارکولی صاحبی، فھل انتم تارکولی صاحبی،	کیا تم میری خاطر سے میرے صاحب (رفیق) کو چھوڑوگے؟

حضرت عمر رضہ نے مجمع عام مین جب اونکی بیعت لی تو خصوصیت کے ساتھ اس شرف کا تذکرہ کیا[۲]،

ان ابا بکر صاحب رسول اللہ صلعم و ثانی اثنین،	ابوبکر، رسول اللہ صلعم کے صاحب (رفیق) اور دو مین کے دوسرے ہین،

اشاعتِ اسلام مین امداد حضرت ابوبکر رضہ نے مسلمان ہوکر اپنی ذات سے آنحضرت صلعم اور اسلام کو بڑی تقویت پہونچائی، اونھون نے وہ غلام آزاد کیے جو قریش کے مظالم گوناگون کا آماجگاہ بنے ہوئے تھے، ان مین سے حضرت بلال رضہ کا ذکر صحیح بخاری مین آیا ہے، چنانچہ قیس کہتے ہین[۳]،

ان بلالاً قال لابی بکر ان کنت انما اشتریتنی لنفسک فامسکنی وان کنت انما اشتریتنی للہ فدعنی وعمل اللہ...	بلال نے ابوبکر سے کہا اگر آپ نے مجھکو اپنے لیے خریدا ہے تو مجھے روک لیجیے، اور اگر خدا کے لیے خریدا ہے تو مجھکو اور خدا کے کام کو چھوڑ دیجیے،

حضرت ابوبکر رضہ نے اونکو خدا کے لیے خریدا تھا اس لیے خدا کے حوالہ کیا، حضرت عمر رضہ فرماتے ہین[۴]،

ابوبکر سیدنا واعتق سیدنا،	ابوبکر ہمارے سردار ہین، اور اونھون نے ہمارے سردار کو آزاد کیا

---

[۱] بخاری کتاب المناقب مناقب ابی بکر رضہ، [۲] ایضاً کتاب الاحکام باب الاستخلاف، حضرت ابوبکر رضہ کی اس سبقت کا یہ اثر ہوا کہ اونکے والد، والدہ، وہ خود اونکی بیویان، اونکی اولاد، اور اونکے پوتے ابوعتیق سب کے سب صحابی ہوئے، صحابہ مین حضرت ابوبکر کے علاوہ کسی شخص کی چار پشتین صحابی نہین، [۳] و [۴] ایضاً کتاب المناقب باب مناقب بلال بن

حضرت بلال رضہ کو اونکی غلامی مین یہ عزت حاصل ہوئی کہ صحابۂ کرام کے سردار اور آقا کہلائے،

حضرت ابوبکر رضہ نے اس سلسلہ مین روپیہ بھی خرچ کیا، جسکا اعتراف حضور سرور کائنات صلعم نے ایک خطبہ مین فرمایا ہے[۱]،

ان من امن الناس علیّ فی صحبته و ماله ابا بکر، — رفاقت اور مال مین مجھپر سب سے بڑا احسان ابوبکر کا ہے!

صحابہ مین اصحاب صفہ نہایت نادار لوگ تھے، جو خدا اور رسول کے مہمان سمجھے جاتے تھے حضرت ابوبکر رضہ بعض اوقات اونمین سے ۲-۳ آدمیون کو اپنے مکان لاکر کھانا کھلاتے تھے[۲]،

حضرت عائشہ رضہ کا عقد

آنحضرت صلعم کو حضرت خدیجہ رضہ کی وفات سے سخت صدمہ ہوا تھا، آپ نے حضرت ابوبکر رضہ کو حضرت عائشہ رضہ کے لیے پیغام دیا، حضرت ابوبکر رضہ کو تردد ہوا تو آپ نے فرمایا کہ وہ میرے لیے حلال ہین[۳]،

حضرت عائشہ رضہ، اہل بیت مین شامل ہوکر ام المومنین کے درجہ پر ممتاز ہوئین، حضرت ابوبکر رضہ کے لیے یہ شرف کیا کم تھا کہ اونکی دامادی مین وہ شخص داخل ہوا جو پیغمبر عالم اور شہنشاہ کونین ہے!

ہجرت حبشہ کا عزم

مشرکین مکہ کے ظلم وستم سے تنگ آکر اکثر مسلمانون نے حبشہ مین پناہ لی تھی، جب کفار

[۱] بخاری باب بنیان الکعبۃ باب الہجرۃ النبی م، [۲] ایضاً کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام
[۳] ایضاً کتاب النکاح باب تزویج الصغار من الکبار،

حضرت ابوبکرؓ کی عبادت مین خلل انداز ہوئے تو اونھون نے بھی حبشہ کا ارادہ کیا، صحیح بخاری کتاب الکفالۃ (باب جوار ابی بکر) اور باب بنیان الکعبۃ (باب ہجرۃ النبی صلعم) مین یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ منقول ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہین،

مین نے جب سے ہوش سنبھالا، اپنے مان، باپ کو مسلمان پایا، اور کوئی دن ایسا نہین ہوتا تھا جسمین رسول اللہ صلعم ہمارے ہان صبح اور شام تشریف نہ لاتے ہون، جب مسلمان آزمائش مین مبتلا ہوئے تو ابوبکرؓ ہجرت کرکے سرزمین حبشہ کی طرف چلے، برک الغماد تک پہونچے تھے کہ ابن الدغنہ سے جو قبیلۂ قارہ کا سردار تھا ملاقات ہوئی، اوسنے پوچھا، کہان کا قصد ہے؟ بولے،

اخرجنی قومی فاریدان اسیح فی الارض واعبد ربی — میری قوم نے مجھکو نکال دیا ہے، ارادہ ہے کہ کہین الگ جاکر خدا کی عبادت کرون،

ابن الدغنہ نے کہا ابوبکر! تم جیسا شخص نہ نکل سکتا ہے نہ نکالا جاسکتا ہے! تم فقراء و مساکین کی دستگیری کرتے ہو، صلۂ رحمی کرتے ہو، مہمان نواز ہو، راہ حق مین جو مصائب پیش آتے ہین اون مین مددگار رہتے ہو! مین تمھاری ضمانت کرتا ہون، اپنے شہر کو واپس چلو، اور وہین رہ کر خدا کی عبادت کرو،

حضرت ابوبکرؓ، ابن الدغنہ کے ہمراہ مکہ واپس آئے، رات کو ابن الدغنہ شرفاء قریش کے پاس گیا، اور کہا کہ ابوبکر جیسا شخص نہ نکل سکتا ہے، نہ نکالا جاسکتا ہے! وہ فقراء و مساکین کے دستگیر ہین، صلہ رحمی کرتے ہین، مہمان نواز ہین، مصائب حق مین معین رہتے ہین، قریش نے اوسکی ضمانت تسلیم کی لیکن یہ کہا کہ ابوبکر کو سمجھادو کہ اپنے مکان مین خدا کی عبادت کرین، نماز پڑہین، تلاوت کرین، لیکن بالاعلان نہ پڑہین، ورنہ ہمکو تکلیف ہوگی، کیونکہ ہمکو عورتون اور بچون کے بہک جانے کا خوف ہے،

ابن الدغنہ نے یہ تمام باتین حضرت ابوبکر رضہ سے بیان کین، حضرت ابوبکر رضہ نے چند روز تک مکان کے اندر عبادت کی، نماز بالاعلان نہین پڑھی، اور نہ کہین باہر جاکر قرآن کی تلاوت کی،

لیکن کچھ روز کے بعد اونھون نے مکان کے احاطہ مین ایک مسجد تعمیر کی، جسمین نماز پڑھتے اور قرآن کی تلاوت کرتے تھے، چونکہ رقیق القلب تھے، تلاوت کے وقت خشوع وخضوع کی حالت طاری ہو جاتی تھی اور رو دیا کرتے تھے، قریش کی عورتین اور بچے اودھر سے نکلتے اور یہ کیفیت دیکھتے تو اونپر خاص اثر پڑتا تھا، اور کھڑے ہو کر سننے لگتے تھے، یہ دیکھ کر سرداران قریش گھبرا گئے اور اونکو خطرہ پیدا ہوا، ابن الدغنہ کو بلاکر کہا ہم نے ابوبکر کے متعلق تمہاری ضمانت اس شرط پر منظور کی تھی کہ وہ گھر کے اندر خدا کی عبادت کرینگے، لیکن وہ اس حد سے تجاوز کر گئے ہین، اونھون نے مکان کے احاطہ مین مسجد بنائی ہے، جسمین بالاعلان نماز اور قرآن پڑھتے ہین، اور ہمکو ڈر ہے کہ ہماری عورتین اور بچے بہک نہ جائین، اسلیے تم اونکو روکو، اگر گھر کے اندر عبادت کرنے پر راضی ہون تو خیر، ورنہ تم اپنی ضمانت سے دست بردار ہو جاؤ، کیونکہ ہم نہ تمہاری ضمانت رد کرنا چاہتے ہین، اور نہ اونکو اعلان کی اجازت دے سکتے ہین،

ابن الدغنہ، حضرت ابوبکر رضہ کے پاس آیا، اور کہا مین نے جن شرائط پر تمکو پناہ دلوائی تھی یا اونپر قائم رہو، اور یا میری ذمہ داری سے علحدہ ہو جاؤ، کیونکہ مجھے یہ ننگ گوارا نہین کہ قریش میری ضمانت رد کر دین، اور عرب مین اسکا چرچا ہو، حضرت ابوبکر رضہ نے جواب دیا، مین تمہارے جوار سے استعفا دیتا ہون، اور خدا کے جوار مین آتا ہون،

آنحضرت صلعم اس زمانہ مین مکہ مین مقیم تھے، آپ نے صحابہ سے فرمایا مین نے دیکھا ہے کہ

تمہارا دارالہجرۃ کھجور والا مقام ہے جو دو سنگستانون کے درمیان واقع ہے، چنانچہ صحابہ نے مدینہ کی طرف ہجرت شروع کی، اور مہاجرین حبشہ مین سے بھی اکثر لوگ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، جب کفار نے زیادہ اذیت پہونچائی تو حضرت ابوبکر رضہ نے بھی مدینہ کا ارادہ کیا[1]، اور آنحضرت سے اجازت مانگی، سامان کر رہے تھے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا "تم ابھی ٹھہرو، کیونکہ امید ہے کہ مجھے بھی اجازت ملجائے گی" حضرت ابوبکر رضہ نے عرض کی "میرا باپ آپ پر قربان! کیا آپ کو امید ہے؟" ارشاد ہوا "ہان" حضرت ابوبکر رضہ رک گئے، اور اپنی دو اونٹنیون کو ۴ مہینہ تک ببول کی پتیان کھلائین تاکہ خوب فربہ ہو جائین،

ہجرتِ مدینہ اور رفاقت غار

حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین[2]

ایکروز ہم حضرت ابوبکر رضہ کے مکان مین بیٹھے ہوئے تھے، دوپہر کا وقت تھا، ایک شخص نے حضرت ابوبکر رضہ سے آکر کہا، یہ رسول اللہ صلعم نقاب ڈالے ہوئے تشریف لا رہے ہین، چونکہ اسوقت آنے کا معمول نہ تھا۔ حضرت ابوبکر رضہ نے جواب دیا، میرے باپ ماں اونپر قربان، خدا کی قسم اسوقت کسی بڑے کام سے آتے ہونگے، اتنے مین رسول اللہ صلعم تشریف لائے، اور اندر آنے کے لیے اذن طلب کیا، گھر مین پہونچکر فرمایا جو لوگ یہان ہون انکو ہٹا دو، حضرت ابوبکر رضہ نے عرض کی یا رسول اللہ میرا باپ آپ پر قربان، آپ ہی کے گھر کے لوگ ہین، دوسری روایت مین ہے کہ میری دونون لڑکیان ہین، یعنے عائشہ رضہ اور اسماء رضہ[3] آپ نے فرمایا مجھکو ہجرت کی اجازت ملگئی ہے

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع، [2] ایضاً باب بنیان الکعبۃ باب ہجرۃ النبی صلعم [3] ایضاً کتاب البیوع باب اذا اشتری متاعاً اودابۃ فوضعہ عند البائع،

حضرت ابوبکر رض نے نہایت بے تابی سے کہا،

الصحابۃ بابی انت یا رسول اللہ؟ یارسول اللہ میرا باپ آپ پر قربان، اور رفاقت؟

ارشاد ہوا "ہان" حضرت ابوبکر رض نے عرض کی میرے پاس دو اونٹنیان ہین، جن کو مین نے اسی مقصد کے لیے مہیا کیا ہے، آپ انمین سے ایک کو انتخاب کرلیجیے، آپ نے فرمایا مگر بقیمت حضرت ابوبکر رض نے ناقہ جدعاء آپ کے لیے انتخاب کی[1]

عجلت مین سامانِ سفر کیا ہوسکتا تھا؟ تاہم حضرت اسمار رض نے دستر خوان مین کھانا اور مشکیزہ مین پانی بھر دیا، دونون چیزون کے باندھنے کے لیے کپڑا نہ تھا، حضرت اسمار رض نے حضرت ابوبکر رض سے عرض کی کہ نطاق (کمر سے لپیٹنے کا کپڑا) کے سوا باندھنے کے لیے کوئی چیز نہین، حضرت ابوبکر رض نے فرمایا اسکے دو ٹکڑے کردو، ایک سے مشکیزہ اور دوسرے سے دستر خوان باندھ دو، حضرت اسمار رض نے تعمیل کی اور ذات النطاقین کے لقب سے مشہور ہوئین[2] یہ مختصر زادِ راہ لیکر دونون بزرگ اونٹنیون پر سوار ہوئے اور جبلِ ثور پہونچکر ایک غار مین چھپ گئے،

ہجرت کا واقعہ ایک پُر خطر راز تھا، لیکن خاندانِ صدیق رض کے سینے اس راز کا مدفن بن گئے تھے، حضرت ابوبکر رض، اور اسمار رض کے علاوہ عبد اللہ بن ابوبکر رض اور عامر بن فہیرہ رض نے بھی اس سلسلہ مین قابلِ قدر خدمات انجام دین، عبد اللہ رض حضرت ابوبکر رض کے فرزند، ہوشیار اور زود فہم نوجوان تھے، اونھون نے اپنے ذمہ یہ خدمت لی کہ جھٹ پٹے وقت غار پر پہونچ جاتے، رات وہین بسر کرتے، صبح ہوتے ہوتے مکہ مین داخل ہوجاتے، اور دن بھر قریش مین آنحضرت صلعم

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع، [2] ایضاً کتاب الجہاد باب حمل الزاد فی الغزو،

کے متعلق جو مشورے ہوتے، اون سے شام کو جاکر آپ کو آگاہ کرتے تھے،

عامر بن فہیرہ رضؓ، عبد اللہ بن طفیل بن سنجرہ کے غلام تھے، عبد اللہ، حضرت عائشہ رضؓ کے اخیافی بھائی ہوتے تھے، اونکا یہ کام تھا کہ دن بھر حضرت ابوبکر رضؓ کی اونٹنی چراتے، رات کو چرواہوں کی نگاہ بچاکر اونٹنی کو غار کے دہانہ پر لاتے، اور رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکر رضؓ اوسکا دودھ پیتے تھے، صبح ہوتی تو اوس کو دور ہانک لیجاتے، بعض روایتوں مین ہے کہ عامر خود حضرت ابوبکر رضؓ کے غلام تھے،[۲]

ایک طرف تو خاندانِ صدیق رضؓ کی یہ جان نثاریان تھین کہ خود، بیٹا، بیٹی، غلام، اور جانور تک رسول اللہ صلعم کی خدمت گذاری کا شرف حاصل کر رہے تھے، دوسری طرف کفارِ قریش تھے جن کی بغض و عداوت کی آگ سے مکہ کا ذرہ ذرہ بھڑک رہا تھا، اونھون نے چار دن طرف آدمی دوڑائے اور نگہبان مقرر کیے تھے، کہ رسول اللہ، مدینہ پہونچنے سے قبل راستہ ہی مین روک لیے جائین،

ان مین سے چند آدمی تلاش کرتے ہوئے غار کے دہانہ تک پہونچ گئے، حضرت ابوبکر رضؓ نے سر اوٹھایا تو اون کے پانؤن نظر آئے، یہ نہایت یاس انگیز موقع تھا، حضرت ابوبکر رضؓ نے غمزدہ ہو کر عرض کی،

لو ان احدھم نظر تحت قدمیہ لابصرنا،	اگر اِن مین سے کوئی اپنے پانؤن کو دیکھے گا تو ہم لوگ نظر آجائینگے،

---

[۱] بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع [۲] ایضاً باب بنیان الکعبۃ باب ہجرۃ النبی ص،

لیکن بارگاہِ رسالت سے جواب ملا[۱]،

اسکت، ما ظنک یا ابا بکر باثنین اللہ ثالثھما،

خاموش رہو، ابوبکر تمھارا ان دو شخصون کے متعلق کیا گمان ہے جنکا تیسرا خدا ہے!

اس کا یہ اثر ہوا کہ آفتابِ نبوت کے سامنے کفار کی آنکھین خیرہ ہوگئین!

قرآن مجید مین اس واقعہ کو یون بیان کیا گیا ہے،

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (توبہ)

اگر تم لوگ اوس (پیغمبر) کی مدد نہ کروگے (تو کچھ پروا نہین، کیونکہ) خدا اوسکی مدد کرچکا ہے، جب اوسکو کافرون نے نکالدیا۔ وہ مین کا دوسرا، جبکہ وہ دونون غار مین تھے، جب وہ اپنے رفیق سے کہہ رہا تھا گھبراؤ نہین، خدا ہمارے ساتھ ہے، تو خدا نے اوسپر اپنی تسکین نازل کی، اور اوسکی ایسے لشکرون سے مدد کی جنکو تم نہین دیکھتے، اور کافرون کی بات نیچی کردی، اور خدا ہی کی بات بلند ہے، خدا غالب اور حکمت والا ہے،

آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر رض تین رات غار مین مقیم رہے، اسی اثنا مین بنو دیل کے ایک شخص سے اجرت پر راہنمائی کا معاملہ طے ہوا، یہ شخص عاص بن وائل سہمی کا حلیف تھا، اور گو کافر تھا تاہم دونون صاحبون نے اوسپر اعتماد کیا، اونٹنیان اوسکے حوالہ کردین اور کہدیا کہ

[۱] بخاری کتاب المناقب مناقب ابی بکر رض، و باب بنیان الکعبۃ باب ہجرۃ النبی ص،

تین[۳] رات کے بعد چوتھی کی صبح کو اونٹنیان لیکر غار پر آجانا، چونکہ قریش کی طرف سے[۴] نگہبان مقرر تھے،
اور وہ ہر طرف پہونچ گئے تھے، سفر کا وقت رات کو مقرر کیا گیا،[۵] آنحضرت صلعم، حضرت ابوبکر رض، عامر
ابن فہیرہ رض، اور دلیل (رہنما) مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور ساحلی راستہ اختیار کیا،

رات بھر چلتے رہے، دن کو راستہ مین لوگ ملتے تھے، چونکہ حضرت ابوبکر رض عام طور پر
روشناس تھے، لوگ اون سے پوچھتے تمھارے آگے یہ کون جاتا ہے؟ وہ کہتے،

هذا الرجل يهديني السبيل، یہ شخص مجھکو راستہ بتاتا ہے،

لوگ رہنما سمجھ کر خاموش ہوجاتے، حالانکہ اونکا مقصد یہ تھا کہ راہِ خیر بتلاتے ہین[۶] غرض دوپہر تک
چلتے رہے، جب آفتاب سر پر آگیا، اور مسافرون کا چلنا موقوف ہوا، تو حضرت ابوبکر رض نے استراحت کے
لیے ایک چٹان کا دامن منتخب کیا، وہان دھوپ نہین آتی تھی، لوگ سواریون سے اوتر پڑے، اور
حضرت ابوبکر رض نے اپنے ہاتھ سے زمین جھاڑ کر برابر کی، اوسپر پوستین بچھائی، اور آنحضرت صلعم سے
کہا آپ آرام فرمائین، آنحضرت صلعم استراحت مین مصروف ہوئے، اور حضرت ابوبکر رض نے آس پاس
کی زمین صاف کرنا شروع کی[۷] چونکہ دوڑ آنے کا کھٹکا لگا ہوا تھا، چارون طرف دیکھتے جاتے تھے،[۸]
آنحضرت صلعم تشنہ لب تھے، حضرت ابوبکر رض نے ادھر اُدھر نظر دوڑائی، ایک چرواہا بکریونکا
گلہ لیے چلا آتا تھا جب قریب آیا، حضرت ابوبکر رض نے پوچھا تم کسکے چرواہے ہو؟ اوسنے ایک قریشی
کا نام لیا، پھر پوچھا دودھ ہے؟ بولا ہان، کہا ہمکو دے سکتے ہو؟ جواب دیا ہان، اوس نے ایک
بکری کے پیر باندھے، تو حضرت ابوبکر رض نے فرمایا اسکا تھن مٹی اور بالون سے صاف کردو، پھر کہا

سلہ بخاری باب بنیان الکعبۃ باب ہجرۃ النبی، سلہ ایضاً، سلہ ایضاً کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام سلہ ایضاً مناقب ابی بکر

اب اپنے ہاتھ صاف کر و، اوسنے ایک برتن مین دودھ دوہا، اور حضرت ابوبکرؓ نے تھوڑا پانی ملایا،
جس سے نیچے کا حصہ ٹھنڈا ہوگیا، یہ پانی چھنا ہوا تھا، کیونکہ مشکیزہ کے مُنھ پر کپڑا بندھا تھا، آنحضرت صلعم
کی خدمت مین لیکر پہونچے تو بیدار کرنا اچھا نہ معلوم ہوا، لیکن آپ جاگ اوٹھے تھے، درخواست کی
کہ اسکو پی لیجیے، آپ نے پیا، اور حضرت ابوبکرؓ خوش ہوگئے، اسکے بعد آنحضرت صلعم نے دریافت
فرمایا کہ روانگی کا وقت آیا؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا "جی ہان" آفتاب ڈھل چکا تو کوچ کا حکم دیا[۱]،

اِدھر یہ مبارک سفر شروع تھا، اودھر کفار مکہ نے تمام قبائل مین سفیر بھیجے، اور دو دیتون کا
انعام مشتہر کیا، یہ اوس شخص کے لیے تھا جو آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکرؓ کو قتل کردے یا زندہ گرفتار
کرلائے، ایک قاصد بنو مدلج مین بھی پہونچا، سراقہ بن مالک بن جعشم ایک مجمع مین بیٹھے تھے، اون سی
کہا سراقہ! ساحل کیطرف کچھ سوار نظر آتا ہے، میرا خیال ہے کہ محمدؐ اور اونکے اصحاب جارہے ہین،
سراقہ کو اگرچہ یہ بات قرین قیاس معلوم ہوئی، لیکن اس خیال سے کہ دوسرا شخص اونکا شریک
نہ ہوجائے سفیر سے کہا وہ نہین ہین، بلکہ اور لوگ ہین، جو میرے سامنے کوئی چیز تلاش کرنے گئے
تھے، پھر موقع پاکر اوٹھے، گھر آئے، اور کنیز سے کہا گھوڑے کو ٹیلے کے پار لیجاؤ، گھوڑا دیر تک کھڑا رہا،
سراقہ نے نیزہ لیا، چھت پر سے نیچے آئے، نیزہ کا نچلا حصہ ہاتھ مین پکڑا اور بالائی حصہ زمین پر ٹیکا، پھر
گھوڑے پر سوار ہوئے، اور بگ ٹٹ چھوڑ دیا،

سراقہ کی طرح کچھ اور لوگ بھی تلاش مین نکلے تھے، لیکن سب ناکام واپس آئے، سراقہ آگے بڑھے
اور آنحضرت صلعم کے قریب پہونچکر دم لیا، یہان گھوڑے نے ٹھوکر لی، اور سراقہ گر پڑے، اوٹھکر ترکش

[۱] بخاری باب علامات النبوۃ فی الاسلام،

مین ہاتھ ڈالا، اور فال کے تیر نکالے، تیر مین "لا" "ورنا ان" نکلا، لیکن انعام کی لالچ مین تیر کی بات نہ مانی، پھر گھوڑے پر سوار ہوئے، جب زیادہ قریب آئے تو حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا، آنحضرت صلعم قرأت مین مشغول تھے، اور کسی طرف التفات نہین کرتے تھے، لیکن حضرت ابوبکرؓ بار بار مڑ کر دیکھتے تھے آنحضرت صلعم سے عرض کی یا رسول اللہ یہ سوار آگیا! آنحضرت صلعم نے مڑکر دیکھا اور فرمایا،

اللھم اصرعہ! خداوندا اسکو گرادے،

دعا مقبول ہوئی، اور گھوڑے کے اگلے پیر زمین مین دھنس گئے، اب سراقہ کو نظر آیا کہ یہ کچھ اور سامان ہین، پکار کر کہا مجھکو امان دیجیے، آپ ٹھہر گئے، اور وہ گھوڑا بڑھا کر قریب آگیا، آپ نے چمڑہ کے ٹکڑہ پر امان نامہ لکھوا دیا، اور یہ خدمت عامر بن فہیرہؓ نے انجام دی،

سراقہ نے زادراہ اور کچھ نقد پیش کرنا چاہا، لیکن شہنشاہ کونین اور اونکے رفیق صرف تائید الٰہی کے محتاج تھے، اونکو مادی امداد کی ضرورت نہ تھی، اسلیے ارشاد ہوا، تم یہان ٹھہرو، اور اب جو شخص ہماری تلاش مین آئے اوسکو آگے نہ بڑھنے دینا، چنانچہ سراقہ نے ایسا ہی کیا[۱]

رسول اللہ صلعم آگے بڑھے تو حضرت زبیرؓ سے ملاقات ہوئی، وہ چند مسلمان تاجرونکے ساتھ شام سے آرہے تھے، حضرت زبیرؓ نے آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکرؓ کو سفید کپڑے پہنائے اور دونون بزرگ انھی کپڑون کو پہن کر مدینہ مین داخل ہوئے،

مدینہ کے مسلمانون کو آنحضرت صلعم کے مکہ چھوڑنے کی خبر معلوم ہوچکی تھی، وہ روزانہ تڑکے اوٹھ کر حرہ کی طرف نکل جاتے، اور دوپہر کو جب دھوپ سخت ہوجاتی انتظار کر کے واپس

---

[۱] بخاری باب بنیان الکعبہ باب ہجرۃ النبی صلعم و کتاب المغازی باب علامات النبوۃ فی الاسلام،

آتے تھے، ایک دن دیر تک انتظار کرکے گھرون کو واپس آئے تھے، ایک یہودی کسی ضرورت سے اپنے مکان کی چھت پر چڑھا، اور رسول اللہ کو دیکھکر آواز دی، اے گروہ عرب! تمھارا شاہد مقصود آپہونچا، مسلمان ہتھیار سج سج کر دوڑے، اور حرہ کی پشت پر آنحضرت صلعم سے ملاقات ہوئی، آپ داہنی طرف مڑکر عمرو بن عوف کے قبیلہ مین اوتر پڑے، یہ دوشنبہ کا دن اور ربیع الاول کا مہینہ تھا،

حضرت ابوبکر رض مجمع کی وجہ سے کھڑے ہوگئے، اور رسول اللہ صلعم خاموش بیٹھے رہے، انصار مین سے جن لوگون نے رسول اللہ کے جمالِ مبارک کی زیارت نہین کی تھی وہ آپ کے دہوکہ مین حضرت ابوبکر رض کو سلام کرتے تھے، جب آپ پر دھوپ پڑی تو حضرت ابوبکر رض چادر تان کر کھڑے ہوگئے، اوسوقت لوگون کو چادر کے سایہ مین آفتابِ رسالت نظر آیا،

مدینہ مین داخلہ

آپ چوداہ روز تک بنو عمرو بن عوف مین مقیم رہے، اوسکے بعد بنو نجار کو اطلاع دی، وہ ہتھیار لگاکر آئے، آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر رض کو سلام کیا، اور کہا،

ارکبا آمنین مطاعین! آپ دونون صاحب سوار ہون، امن دیا جائے گا، اور اطاعت کیجائے گی،

آنحضرت صلعم سوار ہوئے، حضرت ابوبکر رض آپ کے پیچھے بیٹھے، اور لوگون نے ہتھیار ون کے حلقہ مین اونٹنی کو لے لیا، جلوس آہستہ آہستہ روانہ ہوا، شہر مین شور تھا کہ رسول اللہ صلعم آرہے ہین، جب حضرت ابوایوب رض کا مکان آیا، تو آپ مع اپنے رفیق کے اون کے مکان مین

اوتر پڑے[1]

سنخ میں قیام | حضرت ابوبکرؓ نے چند روز کے بعد مکہ سے اہل وعیال کو بلوالیا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں[2]

فقدمنا المدینۃ فنزلنا فی بنی الحارث ابن خزرج، — ہم مدینہ آئے تو حارث بن خزرج کے محلہ میں قیام کیا،

بنو حارث بن خزرج عوالی میں رہتے تھے، اور ان کی بستی کا نام سنخ تھا، حضرت عائشہؓ ایک موقع پر بیان کرتی ہیں[3]

ان ابابکر اقبل علی فرس من مسکنہ بالسنخ — ابوبکر گھوڑے پر سوار ہوکر اپنے مکان سے آئے جو سنخ میں واقع تھا،

مدینہ کی آب وہوا ابتداءً موافق نہیں آئی، حضرت ابوبکرؓ اور بلالؓ بخار میں مبتلا ہوئے، حضرت ابوبکر کو بخار چڑھتا تو یہ شعر پڑھتے تھے[4]

کل امرء مصبح فی اھلہ — والموت ادنی من شراک نعلہ

مواخاۃ | اگرچہ صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے منقول ہے[5]

حالف النبی صلعم بین قریش والانصار فی داری — آنحضرت صلعم نے قریش اور انصار کے درمیان میرے گھر میں مواخاۃ کی،

---

[1] بخاری باب بنیان الکعبۃ باب ہجرۃ النبی ﷺ و باب مقدم النبی ﷺ واصحابہ الی المدینۃ [2] ایضاً باب تزویج النبی ﷺ عائشہ وقدومہا المدینۃ، [3] ایضاً کتاب المغازی باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ، [4] ایضاً ابواب فضائل المدینۃ [5] ایضاً کتاب الادب باب الاخاء والحلف،

تاہم حضرت ابوبکرؓ کے انصاری بھائی کا نام ہمکو معلوم نہین، البتہ حضرت ابوبکرؓ کی کی اور مدنی زندگی مین ہمکو اون کے صرف ایک اسلامی بھائی کا نام معلوم ہے، جس سے اونکا درجہ تمام صحابہ سے بلند ہوگیا ہے، یہ اسلامی بھائی کون تھے؟ خود **رسول اللہ صلعم**،

ہجرت سے تین سال قبل جب آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہؓ کا پیغام بھیجا تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا تھا، مین تو آپ کا بھائی ہون، (پھر یہ لڑکی آپ کے لیے کیونکر حلال ہوسکتی ہے) آپنے فرمایا،[1]

انت اخی فی دین اللہ وکتابہ،	تم خدا کے دین اور اوسکی کتاب مین میرے بھائی ہو،

انتقال سے کچھ پہلے جب آپ نے کنایۃً اپنی وفات کا اعلان فرمایا، تو اوسمین حضرت ابوبکرؓ کے متعلق یہ الفاظ زبانِ مبارک پر آئے،[2]

لو کنت متخذا خلیلا غیر ربی لاتخذت ابابکر خلیلا، ولکن اخوۃ الاسلام ومودتہ،	اگر مین خدا کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا، لیکن وہ اسلامی بھائی اور دوست ہین

لیکن یہ اخوت، خلت سے زیادہ بلند رتبہ تھی، اسلیے بعض روایات کے مطابق آپ نے یہ بھی ارشاد کیا،[3]

ولکن اخوۃ الاسلام افضل،	لیکن اسلامی اخوت زیادہ فضیلت رکھتی ہے

---

[1] بخاری کتاب النکاح باب تزویج الصغار من الکبار، [2] ایضاً کتاب المناقب مناقب ابی بکر باب قول النبی صلعم سدوا الابواب الا باب ابی بکر، [3] ایضاً باب قول النبی صلعم لو کنت متخذا خلیلا،

غزوات ومشاہد

حضرت ابوبکر رضہ نے عہد نبوی کے تمام غزوات ومشاہد مین شرکت کی، اور چند سرایا کے امیر رہے، حضرت سلمہ بن اکوع رضہ کا بیان ہے[1]

غزوت مع النبی صلعم سبع غزوات وخرجت فیما یبعث من البعوث تسع غزوات علینا مرۃ ابوبکر ومرۃ علینا اسامۃ ،

مین نے آنحضرت صلعم کے ساتھ سات غزوے کیے، اور سرایا مین سے نو مین شریک ہوا، ہم پر کبھی ابوبکر امیر ہوتے تھے، اور کبھی اسامہ،

بدر

غزوات نبوی مین بدر سب سے اہم غزوہ ہے، حضرت ابوبکر رضہ کو اسمین یہ امتیاز حاصل تھا، کہ وہ آنحضرت صلعم کے ساتھ قبہ کے اندر موجود تھے، صحیح بخاری مین حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہے[2]

قال النبی صلعم وھو فی قبۃ اللھم انی انشدک عھدک ووعدک اللھمان شئت لم تعبد بعد الیوم، فاخذ ابوبکر بیدہ فقال حسبک یارسول اللہ فقد الححت علی ربک، وھو فی الدرع

آنحضرت صلعم نے فرمایا، اور آپ قبہ مین تھے، خداوندا مین تجھکو تیرا وعدہ یاد دلاتا ہون، خداوندا اگر تو چاہے تو آج کے بعد تو نہ پوجا جائیگا، حضرت ابوبکر رضہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا، اور کہا یا رسول اللہ بس کیجیے، آپ نے خدا کے سامنے بہت عجز والحاح

[1] بخاری کتاب المغازی باب بعث النبی صلعم اسامۃ بن زید الی الحرقات، [2] ایضاً کتاب الجہاد باب ما قیل فی درع النبی صلعم وکتاب التفسیر باب قولہ سیھزم الجمع ویولون الدبر،

فخرج وھو یقول سیھزم الجمع ویولون الدبر،	کیا، آپ زرہ پہنے تھے، یہ آیت پڑھتے ہوئے نکلے، الخ

صحیح مسلم مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے بدر سے واپس آکر مدینہ مین صحابہ سے مشورہ کیا کہ اسیرانِ جنگ کے معاملہ مین کیا کیا جائے؟ حضرت ابوبکر رضہ نے عرض کی کہ سب اپنے ہی عزیز اقارب ہین، فدیہ لیکر چھوڑ دیے جائین، لیکن حضرت عمر رضہ نے راے دی کہ سب قتل کر دیے جائین، اور ہم مین سے ہر شخص اپنے عزیز کو آپ قتل کرے، آنحضرت صلعم نے حضرت ابوبکر رضہ کی رائے پسند کی، اور فدیہ لیکر چھوڑ دیا، اسپر خدا کا عتاب آیا اور یہ آیت اُتری،

لَوۡلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمۡ فِيۡمَاۤ اَخَذۡتُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ،	اگر خدا کا نوشتہ پہلے نہ لکھا جاچکا ہوتا، تو جو کچھ تمنے لیا، اسپر بڑا عذاب نازل ہوتا،

آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر رضہ یہ عتاب ربانی سنکر رو پڑے، حضرت عمر رضہ نے سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا،

ابکی الذی عرض علی اصحابك من اخذ ھم الفداء (مسلم کتاب الجہاد باب الامداد بالملئکۃ فی غزوۃ بدر)	تمھارے ساتھیون نے جو فدیہ لیا، اسپر جو خدا کی طرف سے پیش کیا گیا، اوسپر مین رو رہا ہون،

لیکن یہ حدیث روایت کے لحاظ سے صحیح نہین، اسکے مشترک راوی عکرمۃ بن عمار ہین، جو کمزور سمجھے ہین، اونکو وہم ہوتا ہے، اور ایاس بن سلمہ کے علاوہ جن لوگون سے روایت کرتے ہین، اون روایتون مین اضطراب پایا جاتا ہے، عکرمہ نے سماک حنفی ابوزمیل سے یہ

حدیث سُنی تھی، وہ بھی کمزور سمجھے جاتے ہین،

احد | بدر کے بعد احد کا معرکہ پیش آیا، اسمین بڑے بڑے جانبازون کے قدم اکھڑ گئے تھے اور عام طور پر صحابہ منتشر ہو گئے تھے، لیکن حضرت ابوبکرؓ اب بھی ثابت قدم تھے، اور شمع نبوت پر پروانہ وار نثار ہو رہے تھے، آپ بارہ صحابہ کو لیکر ایک محفوظ مقام مین کھڑے ہوے، تو ابوسفیان نے میدان خالی دیکھ کر آواز دی، أفی القوم محمد؟ کیا محمدؐ موجود ہین؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کوئی جواب نہ دے، اوس نے تین بار آنحضرت صلعم کا نام پکارا، اور جب جواب نہ ملا تو کہا،

أفی القوم ابن ابی قحافة، کیا ابو قحافہ کے بیٹے (حضرت ابوبکر) موجود ہین؟

حضرت ابوبکرؓ کا نام بھی اوسنے تین بار پکارا[1]

جب کفار میدان سے واپس گئے، تو آنحضرت صلعم کو دوبارہ حملہ کا خوف پیدا ہوا، آپ نے ارشاد فرمایا،

من یذهب فی اثرهم؟ کفار کا تعاقب کون کرے گا؟

صحابہ اگرچہ زخمون سے چور تھے، تاہم ۷۰ آدمی آمادہ ہوئے، حضرت ابوبکرؓ بھی اونھی مین تھے، خداوند تعالیٰ کو یہ جان نثاری پسند آئی، اور یہ آیت اُتری[2]،

الذین استجابوا لله والرسول من بعد ما اصابهم القرح للذین احسنوا وہ لوگ جنھون نے زخمون کے بعد خدا و رسول کی دعوت پر لبیک کہا، اون مین سے جو محسن اور

[1] بخاری کتاب الجهاد باب ما یکره من التنازع والاختلاف فی الحرب، [2] ایضاً کتاب المغازی باب غزوۂ احد باب الذین استجابوا لله والرسول،

منھم واتقوا اجر عظیم — متقی ہین، اونکے لیے بڑا اجر ہے،

مریسیع — غزوہ مریسیع یا مصطلق، جو بروایت موسیٰ بن عقبہ ۴ھ اور بروایت ابن اسحاق ۶ھ مین پیش آیا تھا، حضرت ابو بکرؓ اور اونکی اولاد کے برکات کا ایک اعلیٰ نمونہ تھا، نعمان بن راشد نے امام زہری سے نقل کیا ہے کہ افک کا واقعہ اسی غزوہ مین پیش آیا[۱]، سب سے پہلی برکت یہ نمایان ہوئی کہ غزوہ سے واپسی مین ام المومنین حضرت عائشہؓ کا ہار بیدا[۲] مین ٹوٹا، اور گر پڑا حضور سرورِ کائنات صلعم اوس کی جستجو مین مصروف ہوئے، تمام لشکر ٹھہر گیا، کچھ لوگون نے حضرت ابو بکرؓ سے آکر شکایت کی کہ عائشہؓ کی خبر لیجئے، اونھون نے آنحضرت صلعم اور تمام لوگون کو روک رکھا ہے، یہان آس پاس مین کہین پانی نہین، اور نہ کسی کے ساتھ ہے، حضرت ابو بکرؓ حضرت عائشہؓ کی تنبیہ کے لیے آئے، تو دیکھا کہ آنحضرت صلعم اون کی ران پر سرِ مبارک رکھ کر آرام فرما رہے ہین، آکر کہا تم نے رسول اللہ صلعم اور لوگون کو ایسی جگہ روکا ہے جہان پانی میسر نہین اور نہ کسی کے ساتھ پانی ہے، اسکے بعد سخت عتاب کیا، غصہ مین حضرت عائشہؓ کی پسلی مین اونگلی کونچتے تھے، اور دھکا دینے کے لیے سینہ پر ہات مارتے تھے، حضرت عائشہؓ کو سخت تکلیف تھی، برابر چوٹ لگ رہی تھی لیکن رسول اللہ صلعم کے پاسِ ادب سے جنبش نہین کر سکتی تھین، صبح کو جب آنحضرت صلعم بیدار ہوئے تو وضو کے پانی نہ تھا، اوسوقت تیمم کی آیت اوتری، حضرت اسید بن حضیرؓ نے کہا،

ما ھی باول برکتکم یا آلِ ابی بکر! — اے آلِ ابو بکر! یہ تمھاری کچھ پہلی برکت نہین،

[۱] بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ بنی المصطلق، [۲] ایضاً کتاب تفسیر القرآن باب تفسیر سورۃ المائدہ باب قولہ فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً طیباً،

حضرت عائشہ رضہ قضائے حاجت کے لیے گئی تھین، قافلہ والون نے غلطی سے اونکا اونٹ ہانک دیا، واپس آئین تو ہار اوس جگہ ملگیا لیکن قافلہ کوچ کر چکا تھا، اوسی جگہ بیٹھ گئین اور جھپکی سی آگئی، صفوان بن معطل سلمی ایک صحابی پیچھے تھے، جب وہ اس جگہ پہونچے تو حضرت عائشہ رضہ کو پہچانکر اونھون نے اونٹ پر بٹھا لیا، اور خود مہار پکڑ کر روانہ ہوئے، آگے کی منزل پر اونھون نی قافلہ کو پا لیا، منافقین اور خصوصاً عبداللہ بن ابی کو جو لشکر مین موجود تھا، اس سے بڑھ کر فتنہ پردازی کے لیے کیا موقع ملسکتا تھا، ان لوگون نے تہمت لگائی، اور تمام لشکر مین یہ خبر پھیل گئی، غلطی سے چند مسلمان جنمین مسطح بن اثاثہ رضہ بھی تھے، ان کے ہمنوا ہو گئے،

مدینہ پہونچکر حضرت عائشہ رضہ بیمار ہوئین، اور جب یہ خبر معلوم ہوئی تو اونکے مرض مین اور اضافہ ہو گیا، تحقیق کے لیے میکہ آئین، مان سے حالات دریافت کئے، اونھون نے تسکین دی، پھر پوچھا کہ میرے باپ کو بھی خبر ہوئی ہے؟ بولین ہان، کہا اور رسول اللہ صلعم بھی جانتے ہین؟ جواب ملا ہان، یہ سنکر آنکھون مین آنسو بھر آئے، اور چیخ چیخ کر رونے لگین، حضرت ابو بکر رضہ بالاخانہ پر تھے، اور قرآن پڑھ رہے تھے، اونھون نے آواز سنی تو نیچے اُتر آئے، اور حضرت عائشہ رضہ کی والدہ سے پوچھا،

ماشانہا؟ انکا کیا حال ہے؟

اونھون نے کہا انکے متعلق جو خبرین مشہور تھین وہ انکو معلوم ہو گئی ہین، حضرت ابو بکر رضہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اور کہا،

اقسمت علیک ای بنیۃ الا رجعت الی بیتک — بیٹی مین تمکو قسم دیتا ہون تم اپنے گھر واپس جاؤ،

حضرت عائشہ رضؓ اپنے مکان واپس آئین، صبح کو اونکے ماں باپ بھی آئے، اور داہین بائین بیٹھ گئے، نماز عصر کے بعد آنحضرت صلعم تشریف لائے، اور فرمایا اما بعد یا عائشۃ! اگر تم بُرائی کے قریب گئی ہو تو خدا سے توبہ کرو، حضرت عائشہ رضؓ باپ کی طرف متوجہ ہوئین اور کہا میری طرف سے رسول اللہ صلعم کو جواب دیجئے، اونھون نے فرمایا،

واللہ ما ادری ما اقول لرسول اللہ صلعم، — خدا کی قسم مین نہین سمجھتا کہ رسول اللہ صلعم سے کیا کہون؟

اسی مجمع مین آنحضرت صلعم پر دس آیتین برارتِ عائشہ رضؓ کے متعلق نازل ہوئین، جب آپ نے خوشخبری سُنائی، تو حضرت ابوبکر رضؓ نے کہا خدا کی قسم اب مسطح کا نفقہ بند کر دون گا، اور کبھی کچھ نہ دونگا" اونھون نے عائشہ رضؓ پر تہمت لگائی، (حضرت ابوبکر رضؓ، قرابت اور احتیاج کی بنا پر مسطح کا بار اوٹھاتے تھے) اس پر یہ آیت اوتری،

ولا یاتل اولو الفضل منکم والسعۃ ان یوتوا اولی القربی والمساکین والمہاجرین فی سبیل اللہ، ولیعفوا ولیصفحوا، الا تحبون ان یغفر اللہ لکم؟ واللہ غفور رحیم ....

تم مین سے جو لوگ صاحب فضیلت اور ذی مقدور ہین اونکو یہ قسم نہین کھانا چاہیے کہ قرابت دارون مسکینون اور مہاجرون سے سلوک نہ کرینگے، اونکو عفو و درگذر سے کام لینا چاہیے، کیا تم یہ نہین چاہتے کہ خدا تمکو بخشدے؟ خدا غفور رحیم ہے،

حضرت ابوبکر رضؓ نے فرمایا ہان، مین خدا کی قسم پسند کرتا ہون کہ خدا میری مغفرت کرے، چنانچہ مسطح کا نفقہ جاری کر دیا اور کہا خدا کی قسم اب کبھی نہ بند کرونگا[1]،

[1] بخاری کتاب الشہادات باب تعدیل النساء بعضھن بعضا، و کتاب التفسیر سورۃ النور باب ان الذین جاؤا بالافک وغیرہ

حدیبیہ | غزوۂ حدیبیہ مین جب آنحضرت صلعم ذوالحلیفہ پہونچے تو قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص کو دریافت حال کے لیے آگے روانہ کیا، وہ غدیر الاشطاط مین آکر ملا، اور اطلاع دی کہ قریش فوجین جمع کر رہے ہین، اور وہ بیت اللہ کی زیارت سے مانع ہونگے، اگر آپ انکار کرینگے تو وہ لڑنے پر آمادہ ہین"

آنحضرت صلعم نے صحابہ کو مخاطب کرکے فرمایا، اشیروا ایھا الناس علیّ! لوگو! مجھکو مشورہ دو،

حضرت ابوبکر رض نے عرض کی،[1]

یارسول اللہ! خرجت عامدًا لھذا البیت لا ترید قتل احد ولا حرب احد فتوجہ لہ، فمن صدنا عنہ قاتلناہ"	یارسول اللہ، آپ بیت اللہ کے ارادہ نکلے تھے، کیکو مارنے یا کسی سے لڑنے کا خیال نہ تھا، سیدھے چلے چلیے، جو شخص مزاحمت کریگا اوس سے ہم مقابلہ کرینگے

آنحضرت صلعم نے اس راے کو پسند کیا اور فرمایا امضوا علی اسم اللہ! (خدا کا نام لیکر چلو)

جب آپ حدیبیہ پہونچے تو عروہ بن مسعود، قریش کیطرف سے سفیر بنکر آیا اور کہا ای محمد! اگر تمنے اپنی قوم کو برباد کردیا تو کیا عرب مین اسکی کوئی نظیر مل سکے گی، اور اگر دوسری صورت ہوئی تو یہ مخلوط لوگ تم کو چھوڑ کر بھاگ جائین گے، حضرت ابوبکر رض کو اس جملہ پر سخت غصہ آیا، اور اونھون نے کہا،

امصص ببظر اللات، انحن نفر عنہ وندعہ؟	(گالی دیکر) کیا ہم ان کو چھوڑ کر بھاگ جائین گے؟

عروہ نے پوچھا یہ کون شخص ہے؟ لوگون نے بتایا ابوبکر رض، عروہ نے کہا مین انکو جواب دیتا لیکن

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیۃ،

انکا ایک احسان میری گردن پر ہے، جسکا بدلا مین ابھی تک ادا نہین کرسکا[1]۔

معاہدۂ صلح جو لکھا گیا، بظاہر مسلمانون کے خلاف تھا، اسلیے حضرت عمر رضؓ نے آنحضرت صلعم سے کہا کیا آپ پیغمبر برحق نہین ہین؟ فرمایا "ہان ہون" اونھون نے کہا کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہین؟ ارشاد ہوا "ہان" حضرت عمر رضؓ نے کہا تو ہم دین مین یہ ذلت کیون گوارا کرین، آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا "مین خدا کا پیغمبر ہون، اور خدا کے حکم کی نافرمانی نہین کرسکتا، خدا میری مدد کرے گا" حضرت عمر رضؓ، حضرت ابوبکر رضؓ کے پاس آئے، اور وہی باتین دہرائین، اونھون نے فرمایا، ایہا الرجل! وہ خدا کے رسول ہین، خدا کے حکم کی نافرمانی نہین کرسکتے، اور خدا اونکی مدد کرے گا، تم اونکا اتباع کرو، خدا کی قسم! وہ حق پر ہین[2]۔

اسی سلسلہ مین بیعت الرضوان کا واقعہ ظہور مین آیا، چونکہ حضرت ابوبکر رضؓ حدیبیہ مین موجود تھے، اسلیے اسمین شریک ہوئے ہونگے، تمام صحابہ جو حدیبیہ مین موجود تھے اسمین شریک ہوئے تھے۔

حنین | غزوۂ حنین مین بھی شریک تھے، جب حضرت ابو قتادہ رضؓ نے ایک کافر کے سامان کا آنحضرت صلعم سے مطالبہ کیا، اور وہ ایک قریشی کے پاس نکلا، تو حضرت ابوبکر رضؓ نے کہا[3]،

لاها الله اذا لا يعمد الى اسد من اسد الله يقاتل عن الله ورسوله صلعم يعطيك سلبه،	نہین، خدا کی قسم، یہ کبھی نہین ہوسکتا کہ خدا کا ایک شیر جو خدا اور رسول کی طرف سے لڑتا ہے رسول اللہ اوسکا حصہ تمھارے حوالہ کردین،

آنحضرت صلعم نے فرمایا صدق، ابوبکر رضؓ نے سچ کہا، اور ابو قتادہ رضؓ کو سامان دلوا دیا،

---

[1] بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب، [2] ایضاً کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد، [3] ایضاً کتاب الجہاد باب من لم یخمس الاسلاب،

وفد تمیم وفد بنی تمیم مین جب ریاست کا سوال پیدا ہوا، تو حضرت ابو بکر نے آنحضرت صلعم سے عرض کی کہ قعقاع بن معبد بن زرارہ کو رئیس مقرر فرمایئے، حضرت عمرؓ بولے نہین بلکہ اقرع بن حابس امیر ہون، حضرت ابو بکرؓ نے کہا،

ما اردت الا خلافی،	تمکو صرف میری مخالفت منظور ہے!

حضرت عمرؓ نے جواب دیا کبھی نہین، بات بڑھی اور دونون بزرگون کی آوازین بلند ہوگئین، اسپر یہ آیت نازل ہوئی[1]

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ	اے ایمان والو! خدا اور رسول کے آگے نہ بڑھو، اور
یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ	خدا سے ڈرو، خدا سننے والا، جاننے والا ہے،
سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ، یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا	اے ایمان والو! اپنی آوازون کو نبی کی آواز پر بلند
اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا	نہ کرو، اور جس طرح آپسمین زور سے بولتے ہو اون
لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ	(نبی) سے زور سے نہ بولو، ایسا نہو کہ تمھارے اعمال
اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ، (حجرات)	بیکار ہوجائین، اور تم بے خبر ہو،

یہ ایک اخلاقی تعلیم تھی جو ان دونون بزرگون کی وساطت سے صحابہ کو دی گئی، اور رسول اللہ صلعم کے سامنے آواز بلند کرنا ممنوع قرار پایا، لیکن ابن ابی ملیکہ کو اسمین بربادی کے آثار نظر آتے ہین، چنانچہ کہتے ہین،

کاد الخیران ان یھلکا!	قریب تھا کہ دو سب سے بہتر شخص برباد ہوجاتے،

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب وفد بنی تمیم، و کتاب تفسیر القرآن سورۂ حجرات،

لیکن یہ ابن ابی ملیکہ کی گستاخی اور خیرہ چشمی ہے، اونکو یہ معلوم نہین کہ قرآن مجید مین مذکورہ بالا آیتون کے

بعد یہ آیت بھی موجود ہے،

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ	جولوگ رسول اللہ صلعم کے سامنے اپنی آوازون کو
عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ	پست کرتے ہین اونہی کے قلوب کو خدانے تقوی
امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی، لَھُمْ	کے لیے آزمالیا ہے، اونکے لیے مغفرت اور ثواب
مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ،	عظیم ہے،

حضرت ابوبکر رض وعمر رض کے دلون کو خدانے تقوی کے لیے آزمایا تھا، اور وہ دونون اس آزمائش مین کامیاب ثابت ہوے، چنانچہ حضرت عمر رض کے متعلق منقول ہے کہ وہ اسقدر آہستہ گفتگو کرتے تھے کہ آنحضرت صلعم کو دوبارہ استفسار کی ضرورت پڑتی تھی، حضرت ابوبکر رض کے متعلق اگرچہ یہ فقرہ مذکور نہین، تاہم ذوالیدین کے واقعہ مین جب آنحضرت صلعم نے سہواً ظہر کی نماز مین دو رکعتین کم پڑہائین، تو گو حضرت ابوبکر رض وعمر رض نماز مین موجود تھے، تاہم آنحضرت صلعم کو مطلع کرنے کی جرأت نہ کرسکے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین[1]،

فھابا ان یکلماہ، اون دونون کو آنحضرت صلعم سے گفتگو کرتے ہوئے خوف معلوم ہوا،

وہ ابتلاء، وہ امتحان، وہ آزمائش، جس نے ان مقدس ہستیون کے قلوب کو تقوی کا آشیانہ بنایا، جس نے مغفرت اور اجر عظیم کی بشارت سنائی، کیا دین ودنیا کے خسران اور اعمالِ خیر کی بربادی کا سبب بن سکتی تھی؟

---

[1] بخاری کتاب الادب باب مایجوز من ذکر الناس نحو قولھم الطویل والقصیر،

امارت حج

۹ھ میں مسلمانون نے پہلا حج کیا، اور حضرت ابو بکر رض امیر الحاج مقرر ہوئے، یہ اس قدر ذمہ داری کا عہدہ تھا، کہ دوسرے سال آنحضرت صلعم نے خود اسکے فرائض انجام دیے، لیکن پہلے سال آپ نے حضرت ابو بکر رض کو امیر نامزد فرمایا، امام بخاری نے عنوان قائم کیا ہے، "حج ابی بکر بالناس فی سنة تسع" اوسکے تحت مین حضرت ابو ہریرہ رض کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت ابو بکر رض کو حجۃ الوداع سے قبل والے حج کا امیر بنایا تھا، چونکہ آنحضرت صلعم خود تشریف نہین لے گئے تھے، حضرت ابو بکر رض کے ہمراہ قربانی کے جانور بھیجدیے، حضرت عائشہ رض فرماتی ہین،[۱]

ثم بعث بها مع ابی بکر، آپ نے جانورون کو ابو بکر رض کے ہمراہ روانہ کیا،

حضرت ابو بکر رض نے ۱۰- ذوالحجہ کو چند آدمی جن مین حضرت علی رض، اور حضرت ابو ہریرہ رض بھی شامل[۲] تھے، اس حکم کے اعلان کرنے کے لیے بھیجے کہ آیندہ سے نہ کوئی مشرک حج کے لیے آئے، اور نہ بیت اللہ کا برہنہ طواف کیا جائے،

اسلام مین امیر الحج کا یہ پہلا عہدہ تھا، جس پر سب سے پہلے حضرت ابو بکر رض مامور ہوئے، اور انکے ذریعہ سے زمانۂ جاہلیت کی ایک قدیم رسم (طواف عریان) باطل ہوئی،

علالت نبوی اور امامت نماز

امامت نہایت مشکل کام ہے، اور صحابہ کی امامت اور بھی مشکل تھی، لیکن حضرت ابو بکر رض کو

---

[۱] بخاری کتاب الحج باب من قلد القلائد بیده وکتاب الوکالة باب الوکالة فی البدن وتعاهدها، [۲] ایضاً کتاب المغازی باب غزوة سیف البحر وکتاب التفسیر سورة براءة،

دومرتبہ یہ عظیم الشان شرف حاصل ہوا،

ایک بار بنو عمرو بن عوف مین کچھ جھگڑا ہوا، آنحضرت صلعم مصالحت کے لیے تشریف لے گئے، نماز کا وقت آیا تو بلال رضہ حضرت ابوبکر رضہ کے پاس آئے، اور کہا کیا آپ نماز پڑہائین گے؟ بولے "ہان، اگر تم چاہو" حضرت ابوبکر رضہ نے نماز شروع کی تو آنحضرت صلعم تشریف لائے، اور صف مین کھڑے ہوگئے، لوگون نے تالیان بجانا شروع کین، لیکن حضرت ابوبکر رضہ نماز مین اسقدر منہمک ہوجاتے تھے کہ اونکو مطلق خبر نہین ہوتی تھی، جب زیادہ زور سے دیر تک تالیان بجین، تو حضرت ابوبکر رضہ نے مڑکر دیکھا، آنحضرت صلعم نے اشارہ سے فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو، لیکن حضرت ابوبکر رضہ نے ہاتھ اوٹھاکر خدا کا شکر ادا کیا، اور پیچھے ہٹ آئے، آنحضرت صلعم آگے بڑھے اور نماز پڑہائی، نماز کے بعد حضرت ابوبکر سے پوچھا تم اپنی جگہ پر کیون نہ رہے؟ مین نے تو اجازت دی تھی، اونھون نے کہا پسر ابو قحافہ کی یہ مجال نہین کہ آپ کے آگے کھڑا ہوکر نماز پڑہائے[۱]

لیکن جب آنحضرت صلعم علیل ہوئے تو حضرت ابوبکر رضہ کو یہ خدمت انجام دینا پڑی، آپ نماز کی امامت خود فرماتے تھے، جب مرض مین زیادہ ترقی ہوئی، اور موذن (بلال رضہ) نے آکر مطلع کیا، تو آپ نے فرمایا، مروا ابابکر فلیصل بالناس! ابوبکر رضہ سے کہو، وہ نماز پڑہائین، یہ عشا کا وقت تھا،[۲] اور لوگ انتظار مین تھے، لیکن حضرت عائشہ رضہ مزاحم ہوئین، اور عرض کی کہ ابوبکر رضہ رقیق القلب آدمی ہین، جلد رونے لگتے ہین، آپ کی جگہ پر کھڑے ہونگے تو نماز نہ پڑھا سکینگے آپ عمر رضہ کو نماز پڑہانے کے لیے ارشاد فرمائین، اس معذرت سے حضرت عائشہ رضہ کا ایک مقصد

[۱] بخاری کتاب الاذان، باب من دخل لیوم الناس فجاء الامام الاول، و کتاب التہجد باب ما یجوز من التسبیح والحمد فی الصلوۃ للرجال، [۲] ایضاً باب انما جعل الامام لیوتم بہ حدیث عائشہ رضہ،

اور بھی تھا، وہ سمجھتی تھین کہ آپ کی جگہ پر جو شخص کھڑا ہوگا اوسکو لوگ آیندہ چلکر منحوس سمجھین گے

اونکو یہ خیال نہ تھا کہ ایسا شخص بابرکت سمجھا جائے گا[1] اسی بنا پر جب آپ نے دوبارہ حضرت

ابوبکر رض کا نام لیا، تو حضرت عائشہ رض نے حضرت حفصہ رض سے کہا اب تم عرض کرو، حضرت حفصہ رض

نے بھی وہی کہا، آپ نے تیسری مرتبہ فرمایا تم یوسف والیان ہو، ابوبکر سے کہو، نماز پڑہائین حضرت

حفصہ رض بولین عائشہ! مین تمھارے مقابلہ مین بھلائی کو نہین پہونچ سکتی[2]

غرض بلال رض، حضرت ابوبکر رض کے پاس آئے اور کہا آنحضرت صلعم کا حکم ہے کہ آپ نماز

پڑہائین، حضرت ابوبکر رض نے حضرت عمر رض سے درخواست کی، لیکن اونھون نے جواب دیا[3]،

انت احق بذالك! نماز آپ پڑہائیے، آپ زیادہ مستحق ہین،

حضرت ابوبکر رض نے نماز پڑہائی،

ایکروز مرض مین تخفیف ہوئی، تو آنحضرت صلعم دو شخصون کا سہارا لیکر مسجد مین تشریف لائے،

ظہر کا وقت تھا اور حضرت ابوبکر رض امامت کر رہے تھے، ارشاد ہوا مجھے انکے پہلو مین بٹھادو، حضرت

ابوبکر رض پیچھے ہٹنا چاہتے تھے، لیکن آپ نے اشارہ سے فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو، پھر حضرت ابوبکر رض

کے برابر آکر بائین طرف بیٹھ گئے[4]، آپ نماز پڑہاتے تھے، حضرت ابوبکر رض آپ کی اقتدار کرتے

تھے، اور لوگ حضرت ابوبکر رض کی اقتدار کرتے تھے،

نماز کے بعد آپ نے خطبہ دیا، صحیح بخاری مین حضرت عائشہ رض سے منقول ہے، فصلی لھم

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلعم ووفاتہ، حدیث عائشہ، [2] ایضاً کتاب الاذان باب اہل العلم والفضل احق بالامامۃ، [3] ایضاً باب انما جعل الامام لیؤتم بہ، [4] ایضاً باب الرجل یأتم بالامام ویاتم الناس بالماموم،

وخطبهم[1] اس خطبہ مین آپ نے حضرت ابوبکر رض کے متعلق چند جملے ارشاد فرمائے، آپ نے کہا،

ان اللہ سبحانہ خیر عبداً بین الدنیا وبین ما عندہ فاختار ما عند اللہ،	خدانے اپنے ایک بندہ کو اختیار عطا فرمایا ہے کہ خواہ وہ دنیا کی نعمتونکو قبول کرے یا خدا کے پاس جو کچھ ہے اوسکو قبول کرے، لیکن اوس نے خداہی کے پاس کی چیزین قبول کین،

یہ سُنکر حضرت ابوبکر رض روپڑے، اور کہا فدیناک بآبائنا وامھاتنا، راوی کا بیان ہے کہ مین نے اپنے دل مین کہا یہ بزرگ کیون روتے ہین؟ آپ ایک شخص کا واقعہ بیان کررہے ہین، اسمین رونے کی کیا بات ہے؟ لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ وہ بندہ خود رسول اللہ صلعم تھے اور ابوبکر رض کو ہم سے زیادہ علم تھا، آنحضرت صلعم نے حضرت ابوبکر رض سے خطاب کیا[2]

یا ابابکر لا تبک! ان امن الناس علیّ فی صحبتہ ومالہ ابوبکر، ولو کنت متخذا خلیلا من امتی لاتخذت ابابکر ولکن اخوۃ الاسلام ومودتہ، لایبقین فی المسجد باب الاسد الا باب ابی بکر،	اے ابوبکر رُومت، سب سے زیادہ مین جسکی صحبت اور دولت کا ممنون ہون وہ ابوبکر ہین، اگر مین کسی کو اپنی امت مین سے اپنا دوست بنا سکتا تو ابوبکر کو بناتا، لیکن اسلام کی اخوت اور مودت کافی ہے، مسجد کے رخ کوئی دروازہ، ابوبکر رض کے دروازہ کے سوا باقی نہ رکھا جائے

خطبہ کے بعد آپ مکان تشریف لے گئے،

دوشنبہ کے دن، فجر کے وقت، صفین قائم تھین، اور حضرت ابوبکر رض امامت کے لیے مصلی پر

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلعم، [2] ایضاً کتاب الصلوۃ باب الخوخۃ والممر فی المسجد، وباب بنیان الکعبۃ باب ہجرۃ النبی صلعم واصحابہ الی المدینۃ،

جارہے تھے، کہ دفعۃً حجرۂ اقدس کا پردہ اوٹھا، آنحضرت صلعم کھڑے تھے، چہرۂ مبارک قرآن کا ورق معلوم ہوتا تھا، اور آپ تبسم فرمارہے تھے، یہ عجیب منظر تھا، لوگ فرطِ مسرت سے بے قابو ہوگئے، حضرت ابوبکر رضؓ پیچھے ہٹے، اور خیال کیا کہ شاید حضور نماز کے لیے تشریف لانا چاہتے ہین، آپ نے انکو اشارہ کیا کہ آگے بڑہین، حضرت ابوبکر رضؓ نے نماز شروع کی، اور آپ نے پردہ ڈال لیا، اسی دن شام سے قبل آپ کا انتقال ہوگیا[1]

حضرت ابوبکر رضؓ نے تین روز تک آنحضرت صلعم کی زندگی مین نماز پڑہائی، حضرت انس رضؓ فرماتے ہین[2]

لم یخرج النبی صلعم ثلثا، آنحضرت صلعم، تین دن (نماز کے لیے) تشریف نہین لائے،

وفاتِ نبوی اور حضرت ابوبکر رضؓ کا استقلال

رسول اللہ صلعم کی وفات ایک قیامتِ کبریٰ تھی، جسکا صحابہ کو یقین نہین آتا تھا، حضرت عمر رضؓ لوگون سے قسم کھا کر کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ نے وفات نہین پائی، آپ عنقریب اوٹھین گے اور لوگون (منافقین) کے ہاتھ پاؤن کاٹین گے، حضرت ابوبکر رضؓ وفات کے وقت موجود نہ تھے، بلکہ مکان (سنخ) گئے ہوئے تھے، خبر ہوئی تو گھوڑے پر سوار ہوکر آئے، لوگون سے گفتگو نہین کی، اور مسجد کے اندر سے ہوتے ہوئے سیدھے حضرت عائشہ رضؓ کے حجرہ مین پہونچے، حضور کی نعشِ مبارک پر حبرہ کی چادر پڑی ہوئی تھی، اوسکو چہرۂ انور سے ہٹایا، جھکے اور بوسہ لیا، پھر رو کر کہا،

---

[1] بخاری کتاب الاذان باب ہل یلتفت لامر ینزل بہ الخ و باب اہل العلم و الفضل احق بالامامۃ، حدیث عبدالعزیز عن انس رضؓ، [2] ایضاً باب اہل العلم الخ

بابی انت وامی طبت حیا ومیتا، والذی نفسی بیده لا یذیقك الله الموتتین ابدا، اما الموتة التی کتبت علیك فقد متها،

میرے باپ مان آپ پر قربان! آپ موت و زندگی مین پاک تھے، اوس ذات کی قسم جسکے ہاتھ مین میری جان ہے خدا آپکو دوبارہ موت نہ دیگا، جو موت آپ کے لیے لکھی ہوئی تھی وہ آچکی،

مسجد مین آئے تو حضرت عمرؓ کی زبان پر وہی فقرے تھے، فرمایا ایها الحالف علی رسلك او قسم کھانے والے! بیٹھ جا[۱]، حضرت عمرؓ نے انکار کیا تو آگے بڑھے، لوگ حضرت عمرؓ کو چھوڑ کر اونکے گرد جمع ہو گئے، اور اونھون نے تقریر شروع کی، اب حضرت عمرؓ بھی بیٹھ گئے، حضرت ابوبکرؓ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا،

الا من کان یعبد محمدا فان محمدا صلعم قد مات، ومن کان یعبد الله فان الله حی لا یموت، وقال انک میت وانهم میتون، وقال وما محمد الا رسول، قد خلت من قبله الرسل، افأن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم؟ ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضر الله شیئا وسیجزی الله الشاکرین

ہان! جو شخص محمدؐ کی عبادت کرتا تھا وہ سُن لے کہ محمدؐ وفات پا گئے، اور جو خدا کی عبادت کرتا تھا اوسکو معلوم ہونا چاہیے کہ خدا زندہ ہے، اور کبھی نہ مریگا، اونھون نے فرمایا ہے اے پیغمبر تم بھی مروگے اور وہ بھی مرین گے، اور فرمایا محمد صرف ایک رسول ہین، اونسے پہلے بھی بہت سے رسول گذر چکے اگر وہ وفات پا جائین یا قتل کر دیے جائین تو کیا تم اولٹے پاؤن واپس جاؤ گے؟ اور جو واپس جائیگا خدا کو کچھ نقصان نہین پہونچا سکتا، اور خدا شکر گذار بندون کو عنقریب جزا دیگا،

---

[۱] بخاری کتاب المغازی مین اجلس کا لفظ ہے،

اس تقریر پر لوگ چیخ اوٹھے، اور آنحضرت صلعم کی وفات کا یقین ہوگیا، راوی کا بیان ہے کہ ہر شخص کی زبان پر یہی آیت جاری تھی، اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا یہ آیت نازل ہی نہین ہوئی تھی، خود حضرت عمر رض کا یہ حال ہوا کہ جب حضرت ابوبکر رض نے آیت پڑھی تو اونکے پاؤن کے نیچے سے زمین نکل گئی، اور زمین پر گر پڑے[1]

[1] بخاری کتاب المناقب، مناقب ابی بکر رض و کتاب المغازی باب مرض النبی صلعم و وفاتہ،
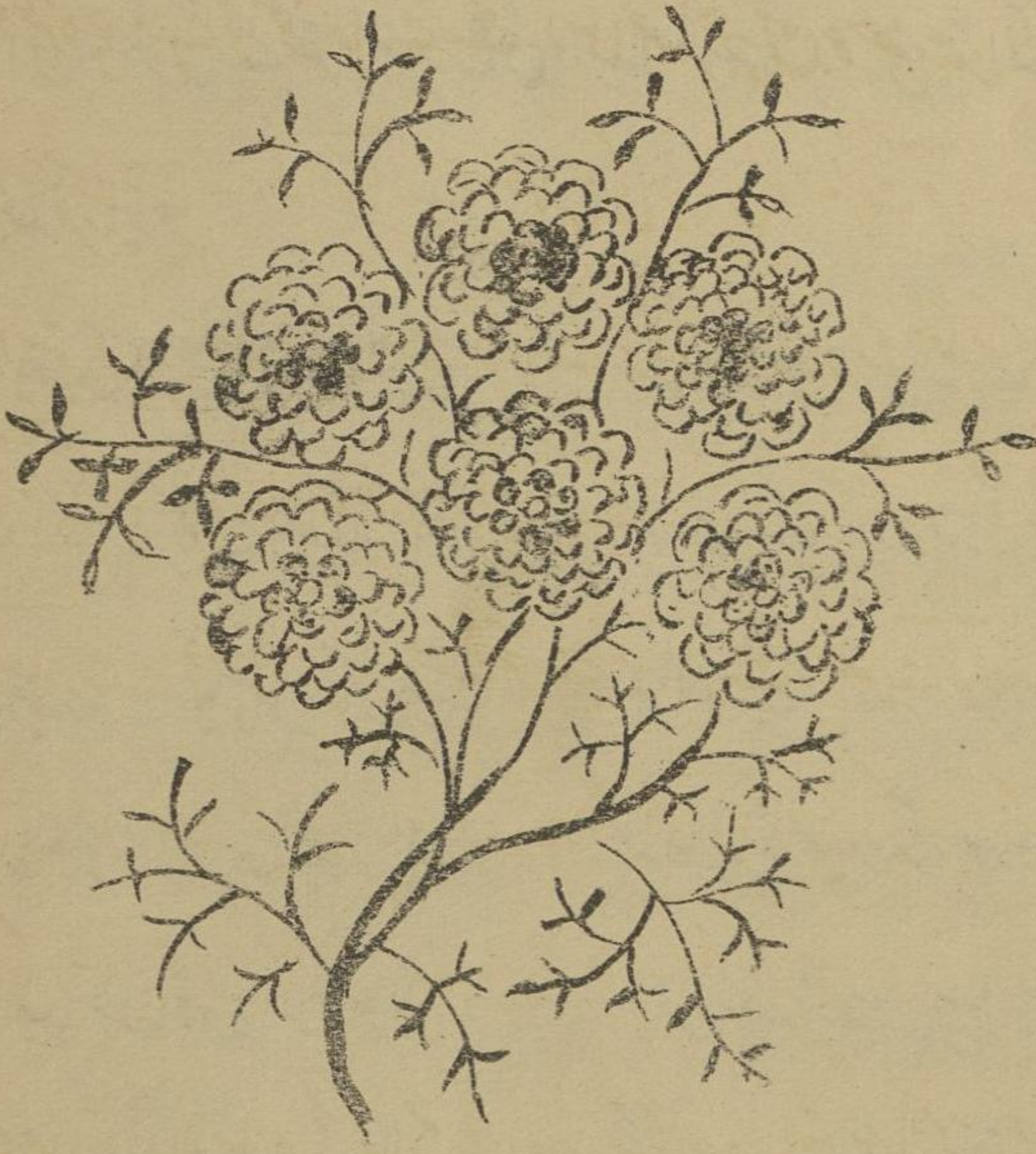
سقیفۂ بنو ساعدہ اور بیعت خلافت

ابھی آنحضرت صلعم کی تجہیز و تکفین بھی نہین ہوئی تھی کہ صحابہ مین جانشینی کا سوال پیدا ہوگیا اسوقت جماعتِ اسلام تین طبقون مین منقسم تھی، (۱) انصار جو سقیفہ بنو ساعدہ مین جمع تھے، (۲) حضرت علی رضہ اور زبیر رضہ وغیرہ جو اپنے کو مستحق جانتے تھے، (۳) مہاجرین جو حضرت ابوبکر رضہ کے طرفدار تھے، حضرت ابوبکر رضہ مسجد مین تھے کہ انصار کے اجتماع کی خبر آئی، حضرت عمر رضہ اور ابوعبیدہ رضہ کو لیکر وہان پہونچے، راستہ مین دو انصاریون سے ملاقات ہوئی، اور حالات معلوم ہوئے، ان لوگون نے منع کیا لیکن حضرت عمر رضہ نے جواب دیا کہ ہم ضرور جائین گے،

سقیفہ مین سعد بن عبادہ رضہ کمل اوڑھے ہوئے موجود تھے، حضرت عمر رضہ نے پوچھا یہ کون ہین؟ جواب ملا سعدؓ بن عبادہ، پوچھا انکا حال کیا ہے؟ کہا بخار آتا ہے، کچھ دیر کے بعد انصار کے خطیب نے تقریر شروع کی، جسمین کہا،

"ہم خدا کے انصار، اور اسلام کی فوج ہین، اور تم گروہ مہاجرین ایک قبیلہ ہو، جو نہایت کم تعداد مین آئے، لیکن تعجب ہے کہ اب یہ لوگ ہماری جڑ کھودنا، اور ہکو حکومت سے محروم کرنا چاہتے ہین"

خطیب خاموش ہوا تو حضرت عمر رضہ بولنا چاہتے تھے، اور اونھون نے حضرت ابوبکر رضہ کے

سامنے تقریر کرنے کے لیے چند جملے انتخاب بھی کر لیے تھے، لیکن جب بولنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا علیٰ رسلک! (ٹھہرو) چونکہ حضرت عمر رضؓ اونکو ناراض کرنا پسند نہین کرتے تھے، خاموش رہے، اور حضرت ابوبکر رضؓ نے تقریر شروع کی،

ما ذکرتم فیکم من خیر فانتم له اهل،	تم نے جو کچھ اپنے فضائل بیان کیے، تم اونکے اہل ہو لیکن
ولن یعرف هذا الامر الا لهذا الحی	یہ امر (خلافت) قریش کے علاوہ دوسرونکے متعلق نہوگا،
من قریش، هم اوسط العرب نسبًا	وہ نسب اور مسکن کے لحاظ سے تمام عرب سے افضل ہین،
و دارًا، وقد رضیت لکم احد هذین	اور مین تمھارے لیے ان دو شخصون مین سے ایک کو خلیفہ
الرجلین فبایعوا ایهما شئتم،	انتخاب کرتا ہون، انمین سے جسکے ہاتھ پر چاہو بیعت کرو،

بعض روایتون مین یہ الفاظ آئے ہین،

نحن الامراء وانتم الوزراء (ہم امیر اور تم وزیر) اس پر حباب بن منذر نے کہا خدا کی قسم یہ نہین ہوسکتا، ہمارا امیر الگ اور تمھارا الگ، حضرت ابوبکر رضؓ نے فرمایا،

لا ولکنا الامراء وانتم الوزراء	نہین، ہم امیر ہین اور تم وزیر ہو، وہ (قریش)
هم اوسط العرب دارا واعربهم	مسکن کے لحاظ سے عرب مین سب سے افضل، اور حسب کے
احسابا، فبایعوا عمر بن الخطاب	لحاظ سے خالص ہین، تم عمر بن الخطاب یا ابوعبیدہ
او اباعبیدة بن الجراح،	ابن الجراح کے ہاتھ پر بیعت کرو،

حضرت ابوبکر رضؓ تقریر کے بعد بیٹھ گئے، اور حضرت عمر رضؓ اور ابوعبیدہ رضؓ کا ہات پکڑ کر چاہا کہ ان مین سے کسی ایک کو خلیفہ بنائین، لیکن اونکی تواضع پر حضرت عمر رضؓ کی صداقت غالب آئی،

حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ ابوبکرؓ نے نہایت سنجیدہ اور وزنی تقریر کی تھی، اور مین جو جملے سوچ کر کہنا چاہتا تھا، ابوبکرؓ نے اون سے بہتر جملے فی البدیہہ کہے، لیکن اونکی تمام تقریر مین مجھکو صرف یہ فقرہ (حضرت عمر کی خلافت کا) ناگوار ہوا، خدا کی قسم! اگر مین اوس جماعت کا امیر بنایا جاؤن جسمین ابوبکر شامل ہون تو مجھے یہ گناہ زیادہ محبوب ہے کہ میری گردن اُڑا دی جائے، البتہ موت کے وقت اگر دوسرا خیال پیدا ہو جائے (جو اسوقت نہین ہے)، تو یہ اور بات ہے،

بیعت خاصہ

حضرت عمرؓ نے جب زیادہ شور دیکھا تو اس خیال سے کہ اختلاف نہ پیدا ہو، حضرت ابوبکرؓ سے کہا،

بل نبایعك انت فانت سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول اللہ صلعم،	بلکہ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرینگے آپ ہمارے سردار ہمسے افضل، اور آنحضرت صلعم کو ہم سے زیادہ محبوب تھے،

اسکے بعد حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑکر بیعت کی[1] پھر اور لوگ بیعت کے لیے اوٹھے، یہ بیعتِ خاصہ تھی،

بیعت عامہ

بیعتِ عامہ دوسرے دن منبر پر ہوئی، پہلے حضرت عمرؓ منبر پر چڑھے، اور خطبہ شروع کیا، حضرت ابوبکرؓ خاموش بیٹھے رہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا،

حضرت عمر کا خطبہ

کنت ارجوان یعیش رسول اللہ صلعم حتی یدبرنا، فان یك محمد صلعم قد مات فان اللہ قد جعل بین اظہرکم نورًا تھتدون بہ ھدی اللہ	مجھے امید تھی کہ رسول اللہ صلعم ہم سب کے بعد وفات پائین گے، اگر محمد صلعم کا انتقال ہوگیا تو خدا نے تمہارے درمیان ایک نور (قرآن) نازل کیا ہے، جس سے تم کو وہ ہدایت مل سکتی ہے جو خدا نے محمد صلعم کو

[1] بخاری کتاب المناقب مناقب ابی بکرؓ و کتاب المحاربین باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت،

محمد صلعم، وان ابابکر صاحب رسول اللہ صلعم وثانی اثنین، وانہ اولی المسلمین بامورکم، فقوموا فبایعوہ،	دی تھی، اور ابوبکر رسول اللہ صلعم کے رفیق اور دو مین کے دوسرے ہین، اور تمھارے امور کے (خلافت) تمام مسلمانون سے زیادہ مستحق ہین، تم لوگ اوٹھکر اون سے بیعت کرو،

خطبہ کے بعد حضرت عمر رض نے حضرت ابوبکر رض سے کہا اصعد المنبر (منبر پر چڑھیے) حضرت ابوبکر رض تامل کر رہے تھے، لیکن جب بار بار کہا تو منبر پر متمکن ہوئے اور لوگون نے عام طور پر بیعت کی[1]

بیعت کے بعد حضرت ابوبکر رض خلیفہ کے لقب سے مشہور ہوئے، اس لقب کو وہ خود بھی استعمال فرماتے تھے، چنانچہ وفد بزاخہ سے ارشاد فرمایا،[2]

تتبعون اذناب الابل حتی یری اللہ خلیفۃ نبیہ صلعم والمہاجرین امرا یعذرونکم بہ،	تم لوگ اونٹون کی دم کے پیچھے ہو (یعنے اونٹ چراتے رہو) یہان تک کہ خدا، خلیفہ اور مہاجرین کو تمھارے عذر کی نسبت راے قائم کرنے کا موقع دے،

حضرت ابوبکر رض کی بیعت چونکہ اتفاقی طور پر ہوئی تھی، اسلیے بیعتِ فلتہ (ناگہانی) کہلاتی تھی حضرت عمر رض نے اسی لقب سے اپنے خطبہ مین اوسکا ذکر کیا ہے،

فلا یغترن امرء ان یقول انما کانت بیعۃ ابی بکر فلتۃ وتمت، الا! وانھا قد کانت کذلک ولکن اللہ وقی شرھا،	کوئی شخص دہوکہ مین آکر یہ نہ کہے کہ ابوبکر کی بیعت اتفاقی تھی، اور وہ تمام ہوگئی، ہان، وہ بےشک ایسی ہی تھی، لیکن خدا نے اوسکے شر سے محفوظ رکھا،

آگے چلکر فرماتے ہین[3]

[1] بخاری کتاب الاحکام باب الاستخلاف، [2] ایضاً، [3] ایضاً کتاب المحاربین باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت،

انا واللہ ما وجدنا فیما حضرنا من امر	ہم نے خدا کی قسم اوسوقت بیعت ابوبکر سے زیادہ کوئی
اقوی من مبایعة ابی بکر خشینا ان	چیز قوی نہین پائی، ہمکو یہ خوف تھا کہ اگر ہم نے بیعت
فارقنا القوم ولم تکن بیعة ان یبایعوا	نہ کی اور اوسوقت لوگون کو چھوڑ دیا، تو وہ ہمارے بعد
رجلا منهم بعدنا فاما بایعناهم	اپنی جماعت مین سے کسی شخص کے ہاتھ پر بیعت کرینگے
علی ما لا نرضی واما نخالفهم	اب یا تو بجبر و اکراہ ہم اوسکو خلیفہ تسلیم کرتے، اور یا
فیکون فساد،	مخالفت ہوتی جس سے فساد پیدا ہوتا،

اس بیعت کو عرب نے کس نظر سے دیکھا؟ اسکا جواب حضرت جریر رض کی زبان سے سنو،
وہ فرماتے ہین کہ مین یمن مین تھا، یمن کے دو شخصون ذوکلاع اور ذوعمرو سے ملاقات ہوئی،
مین آنحضرت صلعم کا تذکرہ کرنے لگا، ذوعمرو بولا جو حالت تم بیان کر رہے ہو اگر تمھارے دوست
ایسے ہی تھے تو تین روز ہوئے اونکا انتقال ہوگیا، جب خشکی کا سفر شروع ہوا تو راستہ مین مدینہ کی
سمت سے سوار آتے ہوئے نظر پڑے، ان لوگون نے پوچھا خیر تو ہے؟ جواب ملا، رسول اللہ صلعم کا
انتقال ہوگیا، ابوبکر رض خلیفہ ہوئے، والناس صالحون، اور تمام لوگ خوش ہین، حضرت
جریر رض مدینہ روانہ ہوئے تو اونکے ساتھیون نے کہا اپنے دوست سے ہمارا واقعہ کہنا، حضرت جریر رض
نے حضرت ابوبکر رض سے ذکر کیا تو اوتھون نے فرمایا تم اونکو ساتھ کیون نہ لائے؟ بعد مین جب
ذوعمرو اور جریر رض مین ملاقات ہوئی تو ذوعمرو نے کہا تم لوگ جب تک اسطرح امرار کا انتخاب
کروگے اچھے رہوگے، لیکن جب تلوار سے فیصلہ ہوگا اوسوقت خلفا بادشاہ ہونگے، بادشاہونکی
طرح اونکا غصہ اور خوشی ہوا کرے گی[1]

[1] بخاری کتاب المغازی باب ذہاب جریر الی الیمن،

یہ امن، یہ سکون، یہ اعتماد، یہ اطمینان کیون تھا؟ اسکو خود حضرت ابوبکر رضہ نے بیان فرمایا ہے، ایک بار اونھون نے ایک عورت کو جسکا نام زینب تھا، اور قبیلۂ احمس سے تھی، دیکھا کہ بالکل خاموش ہے، دریافت سے معلوم ہوا کہ خاموش حج کی نیت کی ہے، ارشاد ہوا تم بولو، یہ جائز نہین، یہ جاہلیت کا کام ہے، عورت نے کہا تم کون ہو؟ جواب دیا ایک مہاجر، کہا کون مہاجر، فرمایا قریشی، پوچھا کس قبیلہ سے؟ ارشاد ہوا تم بڑی پوچھنے والی ہو، مین ابوبکر ہون، اب اوسنے کہا کہ یہ بہتر حالت جو جاہلیت کے بعد پیدا ہوئی ہے کب تک باقی رہے گی؟ حضرت ابوبکر رضہ نے فرمایا،

بقاءکم علیہ ما استقامت بکم ائمتکم،	یہ حالت اوسوقت تک باقی رہے گی جب تک تمھارے ائمہ تمکو سیدھا رکھین گے،

بولی ائمہ کیا؟ فرمایا کیا تھاری قوم مین سردار نہین جنکے احکام کی لوگ اطاعت کرتے ہین؟ کہا "ہان" فرمایا ویسے ہی ائمہ بھی ہوتے ہین[1]،

خلافتِ صدیقی پر اشاراتِ نبوی

اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً کسی شخص کو خلیفہ نہین بنایا، چنانچہ حضرت عمر رضہ فرماتے ہین[2]،

وان اترك فقد ترک من ھو خیر منی رسول اللہ صلعم،	اگر مین کسی کو خلیفہ نہ بناؤن تو ایسا کرسکتا ہون، کیونکہ رسول اللہ صلعم جو مجھسے بہتر تھے اونھون نے خلیفہ نہین بنایا،

[1] بخاری باب بنیان الکعبۃ باب ایام الجاہلیۃ، [2] ایضاً کتاب الاحکام باب الاستخلاف،

تاہم آپ نے متعدد بار حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے متعلق اشارات فرمائے،

(۱) آپ نے اونکو غار کی رفاقت کے لیے منتخب کیا، اور ہجرت مین ساتھ رکھا،

(۲) مدینہ مین داخلہ کے وقت وہ آنحضرت صلعم کے اونٹ پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، اور مشترک طور پر جلوس نکل رہا تھا،

(۳) غزوۂ بدر مین وہ آنحضرت صلعم کے ساتھ قبہ کے اندر تھے،

(۴) آنحضرت صلعم نے متعدد سرایا پر اونکو امیر بنایا،

(۵) ایکبار آنحضرت صلعم نے خواب بیان کیا کہ مین ایک حوض پر لوگون کو پانی پلا رہا ہون، پھر ابوبکرؓ آئے اونھون نے میرے ہاتھ سے ڈول لے لیا، اور ایک یا دو ڈول کھینچے، اونکی کھینچنے مین کمزوری پائی جاتی تھی، خدا اونکی مغفرت فرمائے[۱]،

(۶) ایکبار آپ کی خدمت مین ایک عورت آئی، آپ نے فرمایا پھر آنا، بولی اگر مین آؤن اور آپ نہ ملین، (یعنے وفات پاجائین) ارشاد ہوا اگر مجھ سے ملاقات نہ ہو تو ابوبکر کے پاس آنا[۲]،

(۷) آنحضرت صلعم نے ۹ھ مین اونکو امیر الحاج کا منصب عطا کیا،

(۸) زمانۂ علالت مین باضابطہ امام نماز مقرر فرمایا،

(۹) اسی زمانہ مین جو خطبہ دیا، اوسمین حضرت ابوبکرؓ کو اپنا اسلامی بھائی فرمایا، اور اونکے دروازہ کے سوا تمام دروازون کے بند کرنے کا حکم دیا،

---

[۱] بخاری کتاب المناقب باب مناقب ابی بکرؓ، [۲] ایضاً باب مناقب ابی بکرؓ،

(۱۰) آغازِ علالت مین حضرت عائشہ رضؓ سے یہ بھی ارشاد فرمایا[1]

لقد هممت ان ارسل الی ابی بکر	مین نے ارادہ کیا تھا کہ ابو بکر اور اونکے بیٹے کو بلا کر
وابنه فاعهد ان یقول القائلون	خلافت کی وصیت کردون، شاید کوئی مدعی یا آرزومند
او یتمنی المتمنون ثم قلت یابی الله	پیدا ہو جائے، لیکن پھر مین نے کہا کہ خود خدا اور
ویدفع المومنون،	مسلمان (ابو بکر کے سوا) کسی کو پسند نہ کرین گے،

ان واقعات کو صحابہ خلافت کا اشارہ سمجھتے تھے، چنانچہ حضرت عمر رضؓ نے بیعت کے سلسلہ مین جو تقریرین کین، اونمین بعض واقعات کا حوالہ دیا تھا،

حضرت ابو بکر رضؓ کے علاوہ جو دو فریق امیدوار تھے، اون مین سے انصار کے پاس کوئی سند نہ تھی، اور حضرت علی رضؓ کا یہ حال تھا کہ جب آنحضرت صلعم کے زمانہ علالت مین حضرت عباس رضؓ نے اون سے کہا کہ چلو ہم آنحضرت صلعم سے خلافت کے متعلق دریافت کرین، تو اونھون نے جواب دیا[2]

انا والله لئن سألناها رسول الله	خدا کی قسم اگر ہم نے رسول اللہ صلعم سے خلافت کے
صلعم فمنعناها لا یعطیناها الناس	متعلق سوال کیا، اور آپ نے انکار کر دیا تو لوگ
بعده، وانی والله لا اسئلها	ہم کو کبھی خلیفہ نہ بنائین گے، مین خدا کی قسم اسکے
رسول الله صلعم،	متعلق رسول اللہ صلعم سے دریافت نکرونگا،

اسکے علاوہ حضرت ابو بکر رضؓ کی مرجعیتِ عامہ کے مقابلہ مین اونکو امید بھی نہ تھی آنحضرت صلعم

[1] بخاری کتاب الاحکام باب الاستخلاف، [2] ایضاً کتاب المغازی باب مرض النبی صلعم و وفاته،

نے فرمایا تھا،

یابی اللہ ویدفع المومنون

خدا انکار کریگا، اور مسلمان مدافعت کرینگے،

اور حضرت عمر رض نے فرمایا،[1]

ولیس منکم من تقطع الاعناق الیہ مثل ابی بکر،

تم مین ایسا کوئی نہین جسکے پاس ابوبکر رض کی طرح لوگ ٹوٹ کر آتے ہون،

قضیۂ فدک

مدینہ، فدک اور خیبر مین آنحضرت صلعم کی جو خالصہ جائداد تھی، حضرت فاطمہ رض اور حضرت عباس رض نے اوسکا مطالبہ کیا، حضرت ابوبکر رض نے فرمایا،[2]

سمعت النبی صلعم یقول لا نورث ما ترکنا صدقۃ، انما یاکل آل محمد فی ھذا المال، واللہ لقرابۃ رسول اللہ صلعم احب الیّ أن أصل من قرابتی،

مین نے رسول اللہ صلعم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے ہمارے مال مین وراثت جاری نہین ہوگی ہم جو کچھ چھوڑین صدقہ ہوگا، البتہ آلِ محمد اوس سے نفقہ لےسکتے ہین، خدا کی قسم! رسول اللہ صلعم کی قرابت سلوک کرنے کے معاملہ مین مجھکو اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے،

دوسری روایت مین یہ الفاظ آئے ہین،[3]

انی واللہ لا اغیر شیئا من صدقۃ رسول اللہ صلعم عن حالھا التی کان

مین خدا کی قسم! رسول اللہ صلعم کے صدقہ مین بالکل تغیر نہ کرونگا، جو حالت اوسکی عہد رسول اللہ صلعم مین

[1] بخاری کتاب المحاربین باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت، [2] ایضاً کتاب المغازی باب حدیث بنی النضیر
[3] ایضاً باب غزوۃ خیبر،

علیہا فی عہد رسول اللہ صلعم و لاعملن فیہا بما عمل بہ رسول اللہ صلعم، | تھی وہی رہے گی، اور مین وہی کرون گا جو رسول اللہ صلعم کرتے تھے،

اور کتاب الجہاد مین یہ الفاظ منقول ہین،

لست تارکا شیئا کان رسول اللہ صلعم یعمل بہ الا انی عملت بہ، فانی اخشی ان ترکت شیئا من امرہ ان ازیغ، | مین جو کچھ رسول اللہ صلعم کرتے تھے بالکل وہی کرونگا، اور اوسمین سے کچھ ترک نکرونگا، کیونکہ مجھے خوف ہو کہ اگر مین نے کچھ بھی چھوڑا تو کج ہو جاؤنگا،

مذکورہ بالا حدیث اگرچہ حضرت عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، زبیرؓ، عباسؓ، ابوہریرہؓ، عمرو بن حارثؓ، عائشہؓ، اور متعدد ازواج کو معلوم تھی، تاہم مطالبۂ میراث کے وقت کسی کو خیال نہ آیا، (جس طرح صحابہ کو وفاتِ نبویؐ کی آیتوں کا خیال نہ تھا) اور جب حضرت ابو بکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کو جواب دیا تو وہ ناراض ہو کر مکان چلی آئین، حضرت ابوبکر کو چھوڑ دیا، اور وفات کے وقت تک یہی حالت قائم رکھی،[۱]

حضرت فاطمہؓ کی طرح ازواجِ مطہرات نے بھی حضرت عثمانؓ کو حضرت ابوبکرؓ کی خدمت مین روانہ کیا تھا، لیکن حضرت عائشہؓ نے جب حدیث یاد دلائی، تو سب خاموش ہوگئین، حضرت عائشہؓ نے اس موقع پر یہ الفاظ کہے تھے،[۲]

الا تتقین اللہ؟ الم تعلمن ان النبی صلعم کان یقول الخ | کیا تم خدا سے نہین ڈرتین، کیا تم کو معلوم نہین کہ آپ یہ فرمایا کرتے تھے، الخ

[۱] بخاری کتاب الجہاد باب فرض الخمس، [۲] ایضاً کتاب المغازی باب حدیث بنی النضیر،

اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم نے بارہا یہ خیال ظاہر فرمایا تھا،

حضرت ابوبکر رض نے اس جائداد کا وہی انتظام کیا جو آنحضرت صلعم کے زمانہ مین تھا، یعنے ایک سال کا نفقہ اہل بیت کے لیے نکالتے تھے، اوس کے بعد جو باقی بچتا تھا، اوسکو خدا کا مال قرار دیتے تھے، یہ ایسا کام تھا جسکے متعلق حضرت عمر رض فرماتے ہین[۱]

واللہ یعلم انہ فیہا لصادق بار راشد تابع للحق، | خدا جانتا ہے کہ وہ اسمین راست باز، نیکوکار، ہدایت یافتہ، حق کے مطیع تھے،

وظیفۂ خلافت

حضرت ابوبکر رض، اگرچہ ایک حدیث کی روسے آنحضرت صلعم کی خالصہ جائداد سے اپنے معاش کا سامان کرسکتے تھے، لیکن اونھون نے انتہائی زہد و ورع سے کام لیا، اور اپنے متعلق صحابہ سے فرمایا[۲]

لقد علم قومی ان حرفتی لم تکن تعجز عن مؤنۃ اھلی وشغلت بامر المسلمین فسیاکل آل ابی بکر من ھذا المال و یحترف للمسلمین فیہ، | میری قوم جانتی ہے کہ میرا پیشہ اہل وعیال کا بار اٹھانے سے قاصر نہ تھا، اور اب مین مسلمانون کے کام مین مصروف ہوگیا ہون، اس بنا پر آلِ ابوبکر اس مال مین سے کھائین گے، اور مسلمانون کے لیے تجارت کرین گے،

لوگون نے منظور کیا تو[۳]

اکل ابوبکر۔ حضرت ابوبکر نے بیت المال سے وظیفہ لیا،

---

[۱] بخاری کتاب الجہاد باب فرض الخمس، [۲] ایضاً کتاب البیوع باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، [۳] ایضاً کتاب الاحکام باب رزق الحاکم والعاملین علیہا،

حضرت علیؓ کی بیعت

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کو ۶ ماہ گذرے تھے کہ حضرت فاطمہؓ نے وفات پائی، حضرت علیؓ نے اونکو رات کے وقت دفن کردیا، اور حضرت ابوبکرؓ کو اطلاع نہین کی، اب تک حضرت علیؓ نے بیعت نہین کی تھی، یہ اگرچہ قابلِ اعتراض بات تھی، لیکن لوگ جگر گوشۂ نبوت کے لحاظ سے اون سے تعرض نہین کرتے تھے، جب حضرت فاطمہؓ کا انتقال ہوگیا تو لوگون کی نظرین بدل گئین، حضرت علیؓ کو احساس ہوا تو بیعت کے لیے تیار ہوئے، حضرت ابوبکرؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ میرے مکان پر تشریف لائیے، لیکن دوسرا شخص آپ کے ساتھ نہ آئے، دوسرے شخص سے مراد حضرت عمرؓ تھے، حضرت عمرؓ نے سُنا تو فرمایا خدا کی قسم آپ تنہا نہ جائین! ارشاد ہوا،

وما عسیتھم ان یفعلوا بی واللہ لآتینھم،	میرا وہ لوگ کیا کرین گے؟ خدا کی قسم مین اونکے پاس ضرور جاؤن گا،

حضرت ابوبکرؓ تشریف لیگئے، تو حضرت علیؓ نے کہا[1]

انا قد عرفنا فضلک وما اعطاک اللہ ولم ننفس علیک خیرا ساقہ اللہ الیک، ولکنک استبددت علینا بالامر، وکنا نری لقرابتنا من رسول اللہ صلعم نصیبًا،	ہم کو آپ کی فضیلت اور خلافت کا اعتراف ہے، اور خدا نے جو بھلائی آپ کے ساتھ کی (یعنے خلافت) اوس پر ہم کو رشک اور منافست نہین، لیکن آپ نے اس معاملہ مین استبداد سے کام لیا، حالانکہ ہم رسول اللہ کی قرابت کے سبب سے اپنے آپکو (خلافت کا) مستحق سمجھتے تھے،

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ خیبر،

یہ سنکر حضرت ابوبکر رض رو پڑے، اور حضرت علی رض سے ارشاد فرمایا،

والذی نفسی بیدہ لقرابۃ رسول اللہ صلعم احب الی ان اصل من قرابتی، واما الذی شجر بینی وبینکم من ھذہ الاموال فلم آل فیھا عن الخیر، ولم اترک امرا رأیت رسول اللہ صلعم یصنعہ فیھا الا صنعتہ	اوس ذات کی قسم جسکے ہاتھ مین میری جان ہے، رسول اللہ صلعم کی قرابت سلوک کرنیکے معاملہ مین مجھکو خود اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے، اور مجھ مین اور آپ لوگون مین جو اس جائداد کے متعلق اختلاف پیدا ہوا اوسمین مین نے بھلائی مین کمی نہین کی، اور مین نے جو کچھ رسول اللہ صلعم کو اوسکے متعلق کرتے ہوئے دیکھا تھا، وہی کیا،

حضرت علی رض نے کہا موعدک العشیۃ للبیعۃ، ظہر کی نماز پڑھ کر حضرت ابوبکر رض منبر پر چڑھے اور تشہد کے بعد حضرت علی رض کی حالت، بیعت سے علٰحدگی، اوسکے اسباب، اور اونکی معذرت لوگون کے سامنے بیان فرمائی پھر حضرت علی رض نے حضرت ابوبکر رض کے حقوقِ خلافت بیان کیے، اور یہ معذرت پیش کی کہ بیعت سے علٰحدگی کا سبب رشک وحسد نہ تھا، نہ مجھکو حضرت ابوبکر رض کے فضائل سے انکار تھا، لیکن چونکہ ہم خلافت کو اپنا حق سمجھتے تھے اور انھون نے استبداد سے کام لیا، اسلیے ہم لوگ ناخوش ہوگئے،

اس بات سے تمام صحابہ مسرور ہوئے، اور حضرت علی رض کی نسبت جو بدگمانی تھی زائل ہوگئی،

خلیفۃ الرسولؐ کے اعمال جلیلہ

حضور سرور کائنات صلعم نے فرمایا ہے[1]،

بینا انا نائم رأیت انی علی حوض اسقی الناس فاتانی ابو بکر فاخذ الدلو من یدی لیریحنی فنزع ذنوبین وفی نزعه ضعف و الله یغفر له	مین نے خواب مین دیکھا کہ ایک حوض پر لوگون کو پانی پلا رہا ہون، اتنے مین ابو بکر آئے اور میرے ہاتھ سے ڈول لے لیا تاکہ مجھے آرام ہو ، انھون نے دو ڈول کھینچے، اونکے کھینچنے مین ضعف تھا، خدا اونکی مغفرت کرے،

اسلام کے کوثر پر تشنہ لبانِ ہدایت کی بھیڑ لگی ہوئی تھی، اور محمد رسول اللہ صلعم ساقی گری کی خدمت انجام دے رہے تھے، کہ دفعتہً آرام لینے کی ضرورت محسوس ہوئی، آپ حیاتِ جاودانی کے لذت شناس ہوئے، اور حضرت ابو بکر رضؓ نے آپ کا فریضہ ادا فرمایا، منصبِ خلافت کے لحاظ سے حضرت ابو بکر رضؓ نے جو عظیم الشان کام کیے، اونکی نظیر سے اسلام کی تاریخ بالکل خالی ہے، اونھون نے قیامِ امن، تشئید خلافت، اور اقامتِ شریعت کے لیے کوششین کی ہین،

---

[1] بخاری کتاب التعبیر باب الاستراحۃ فی المنام، مدت خلافت ۲ سال تین ماہ گیارہ روز،

(۱) قیام امن

آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ کے آخری زمانہ مین عرب مین عام بد امنی کے آثار ظاہر ہوئے، صنعاء مین اسود عنسی، اور یمامہ مین مسیلمۂ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا جسپر ضعیف الاعتقاد لوگ ایمان لائے، مسیلمہ نے جرارت کر کے مدینہ کا قصد کیا، بنو حنیفہ کے لوگ کثرت سے ساتھ تھے، اوس نے بارگاہِ نبوی مین درخواست کی کہ اگر ولیعہدی دیجاے تو آپ کا اتباع کرتا ہون، آنحضرت ثابت بن قیس رضہ کو ہمراہ لیکر اوسکے پاس تشریف لیگئے، کھجور کی ایک شاخ ہاتھ مین تھی، ارشاد فرمایا اگر تو یہ شاخ مانگے تب بھی مین ندونگا، خدا کا جو حکم ہے ٹل نہین سکتا، اگر تو پیچھے ہٹا تو خدا تجھکو جڑ سے اوکھاڑ دیگا، اور مین تیرے متعلق خواب دیکھ چکا ہون، خواب یہ تھا[1]

اتیت بخزائن الارض، فوضع فی کفی	مجھکو زمین کے خزانے دیے گئے، اور میرے ہاتھ پر
سواران من ذہب، فکبر علیّ فاوحی	سونے کے دو کنگن رکھے گئے، مجھکو ناگوار ہوا تو وحی
الیّ ان انفخہما، فنفختہما فذہبا،	آئی کہ انکو پھونکدو، مین نے اون دونون کو پھونکا تو
فاولتہما الکذابین اللذین انا	غائب ہوگئے، اسکی مین نے یہ تاویل کی ہے کہ دو
بینہما، صاحب صنعاء وصاحب	کنگن سے مراد دو کذاب ہین، جنکے درمیان مین مین ہون،
الیمامۃ،	ایک صاحب صنعاء، اور دوسرا صاحب یمامہ،

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد ان لوگون نے زور پکڑا، اور بکثرت لوگ مرتد ہوگئے، بعض لوگون نے آپ کی وفات سے یہ فائدہ اوٹھایا کہ زکوٰۃ دینا بند کردی، یہ بھی ایک

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب وفد بنی حنیفہ،

قسم کا ارتداد تھا،

حدیث مین جو یہ مذکور ہے کہ قیامت کے دن میرے اصحاب مین سے کچھ لوگون کو داہنی اور کچھ لوگون کو بائین لیجائین گے، تو مین کہون گا کہ یہ میرے اصحاب ہین، اسوقت مجھے جواب ملیگا

انهم لم یزالوا مرتدین علی اعقابهم منذ فارقتهم، | آپ نے جب سے وفات پائی یہ لوگ مرتد ہو گئے،

اس سے مراد بھی مرتد لوگ ہین، چنانچہ قبیصہ کہتے ہین[۱]

هم المرتدون الذین ارتدوا علی عهد ابی بکر، | یہ وہ لوگ ہین جو حضرت ابوبکر رضہ کے عہد مین مرتد ہوئے تھے،

حضرت ابوبکر رضہ نے فتنۂ ارتداد کے فرو کرنے کی جو تدبیرین اختیار کی تھین، انکا ذکر بخاری مین موجود نہین، البتہ بعض اشارات ہین، اور ہم انہی پر اکتفا کرتے ہین،

اسود — اسود کو فیروز نے قتل کیا[۲]

مسیلمہ — مسیلمہ کی جنگ یوم الیمامہ کے نام سے مشہور ہے[۳]، حضرت انس رضہ فرماتے ہین،

ویوم الیمامة علی عهد ابی بکر یوم مسیلمة الکذاب، | اور جنگ یمامہ ابوبکر کے عہد مین ہوئی وہ مسیلمہ کذاب کی جنگ تھی،

اسمین ستر انصار شہید ہوئے، اور بکثرت حفاظ کام آئے، دربار خلافت مین اس لڑائی کے متعلق یہ خبر آئی تھی[۴]

---

[۱] بخاری کتاب الانبیاء باب واذکر فی الکتاب مریم، [۲] ایضاً کتاب المغازی باب قصۃ الاسود العنسی، [۳] ایضاً باب من قتل من المسلمین یوم احد، [۴] ایضاً کتاب تفسیر القرآن باب قولہ لقد جاءکم رسول من انفسکم الآیۃ،

ان القتل قد استحر يوم اليمامة بالناس[1] جنگ یمامہ مین بکثرت مسلمان شہید ہوئے

آخر بڑی بامردی سے لڑکر مسیلمہ مارا گیا، وحشی نے جو حضرت حمزہ کا قاتل تھا، یہ خدمت انجام دی،

اوسنے حربہ پھینک کر مارا جو سینہ کو توڑ کر شانون سے نکل آیا، پھر ایک انصاری نے جست کر کے

سر پر تلوار ماری، اور مسیلمہ مردہ ہوکر گر پڑا، مکان کی چھت پر چڑھ کر ایک کنیز نے اوسکی موت

کا ان الفاظ مین اعلان کیا، وا امیر المومنین قتله العبد الاسود[1]!

مانعین زکوٰۃ

مانعینِ زکوٰۃ سے جب جہاد کا ارادہ کیا، تو حضرت عمرؓ نے کہا وہ تو توحید کے قائل ہین،

آپ اون سے کس بنا پر لڑتے ہین؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا،

والله لاقاتلن من فرق بين الصلوٰة والزكوٰة، فان الزكوٰة حق المال، والله لو منعوني عناقا كانوا يؤدونها الى رسول الله صلعم لقاتلتهم على منعها،

خدا کی قسم! جو نماز اور زکوٰۃ مین تفریق کریگا مین اوس سے لڑونگا، کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے خدا کی قسم اگر وہ لوگ رسول اللہ صلعم کو بکری کا ایک بچہ دیتے تھے اور مجھے نہ دین گے تو مین اون سے جہاد کرون گا،

بعد مین خود حضرت عمرؓ کو اس رائے کے صائب ہونے کا اقرار کرنا پڑا اور اونھون نے تسلیم کیا کہ

یہ رائے تائیدِ الٰہی پر مبنی تھی[2]،

یہ فتنے فرو ہوئے تو اور مہمات کے انجام دینے کا وقت آیا،

[1] بخاری کتاب المغازی باب قتل حمزۃ، [2] ایضاً کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین، باب قتل من ابی قبول الفرائض،

(۲) تشئید خلافت

سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضہ نے حدودِ خلافت کو وسیع کرنے کی طرف توجہ فرمائی، اور اسلام جو عرب کے چہار دیواری کے اندر محدود تھا، اوسکو آس پاس کے ممالک مین پھیلنے کا موقع دیا، سرحد کی جن قومون سے حضرت ابوبکر رضہ کے زمانہ مین لڑائیان پیش آئین، اونمین سے روم کا ذکر صحیح بخاری مین آیا ہے،

حضرت ابن عمر رضہ فرماتے ہین کہ مین جب لڑائی شروع ہوئی، گھوڑے پر سوار رہتا، اوس روز مسلمانون کے امیر خالد بن الولید رضہ تھے، جنکو ابوبکر رضہ نے بھیجا تھا، دشمن نے میرا گھوڑا پکڑ لیا، لیکن جب اوسکو شکست ہوئی، تو خالد کو وہ گھوڑا ملا، اور اونھون نے میرے پاس بھجوا دیا، دوسری روایت مین یہ الفاظ آئے ہین[1]

ان فرسًا لابن عمر عار فلحق بالروم، ابن عمر رضہ کا گھوڑا بھاگ کر رومیون کے لشکر مین چلا گیا،

انتظامِ ملکی کے سلسلہ مین چند اہم چیزین عالمِ وجود مین آئین،

امیر العسکری

فتنۂ ارتداد کی بنا پر حضرت ابوبکر رضہ دار الخلافت چھوڑ کر باہر نہین جا سکتے تھے، اس لیے مختلف لوگون کو فوجون کا افسر بنایا، رومیون کے جنگون مین خالد بن الولید رضہ امیر العسکری پر مامور تھے،

افتار

افتار کا کام حضرت ابوبکر رضہ خود انجام دیتے تھے، زینب احمسیہ کا واقعہ اوپر آ چکا ہے، اور میراثِ جد کا قصہ آگے آئے گا،

[1] بخاری کتاب الجہاد والسیر باب اذا غنم المشرکون مال المسلم ثم وجدہ المسلم،

فصل قضایا — فصلِ قضایا کی خدمت بھی اونہین کے متعلق تھی، ایکبار ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ کھایا اوسنے ہاتھ کھینچنا چاہا تو اسکا دانت ٹوٹ گیا، حضرت ابوبکرؓ نے دعوی خارج کر دیا[1]

فراین — فراین لکھنے کا محکمہ بھی تھا، چنانچہ حضرت انسؓ کو صدقات کے متعلق ایک فرمان عطا ہوا تھا، فراین پر آنحضرت صلعم کی مہر لگائی جاتی تھی،

مہمانداری — وفود کی مہمانداری کا انتظام بھی تھا، چنانچہ بزاخہ سے لوگ آئے تھے[2] جو بحرین مین ایک مقام کا نام ہے، چونکہ یہ لوگ مرتد ہو کر پھر مسلمان ہوئے تھے، خلیفہ نے فرمایا کہ تم واپس جاؤ اور اونٹ چراتے رہو، تمھارے متعلق مشورہ کیا جائیگا،

ولاۃ — والیان صوبہ مین سے بحرین کے حاکم علاء بن الحضرمی رضہ کا نام[3] بالتخصیص معلوم ہے،

محصلین صدقہ — محصلین زکوٰۃ و صدقہ مین حضرت انس بن مالکؓ کا نام تصریح آیا ہے، وہ خود فرماتے ہین[4]

ان ابا بکر رضی اللہ عنہ کتب لہ ھذا الکتاب لما وجھہ الی البحرین،	حضرت ابوبکرؓ نے اونکو یہ فرمان لکھکر دیا جب بحرین کیطرف بھیجا تھا،

محاصل اور عطایا — محاصل مین جو کچھ آتا، اوس سے صحابہ کو عطیے دیتے تھے، صحیح بخاری مین[5] ہے،

فکان ابوبکرؓ یدعو حکیما الی العطاء فیابی ان یقبلہ منہ،	حضرت ابوبکرؓ، حکیمؓ (بن حزام) کو عطیہ دینے کیلیے بلاتے تو وہ قبول کرنے سے انکار کرتے تھے،

بحرین سے مال آیا، تو حضرت ابوبکرؓ نے منادی کرائی کہ جسکا آنحضرت صلعم پر

---

[1] بخاری کتاب الاجارہ باب الاجیر فی الغزو، [2] ایضاً کتاب الاحکام باب الاستخلاف، [3] ایضاً کتاب الشہادات باب من امر بانجاز الوعد، وکتاب الجہاد باب ما اقطع النبی صلعم من البحرین، [4] ایضاً کتاب الزکوٰۃ باب زکاۃ الغنم، [5] ایضاً باب الاستعفاف عن المسئلۃ،

قرض تا ہو، یا آپ نے عطیہ دینے کا وعدہ کیا ہو، وہ آکر لے جائے، حضرت جابر رضؓ سے آنحضرت[1]

نے وعدہ فرمایا تھا، وہ آئے تو حضرت ابوبکر رضؓ نے سکوت اختیار کیا، جب تیسری مرتبہ آئے تو کہا یا

مجھکو دیجیے، اور یا آپ بخل کرتے ہین، ارشاد ہوا بخل کا الزام دیتے ہو؟ حالانکہ بخل سے بڑھ کر

کوئی بُرا مرض نہین، مین نے ہر مرتبہ تمکو دینے کا ارادہ کیا تھا، اوسکے بعد ۱۵۰۰ عنایت فرمائے[1]،

قانون اجارہ

حضرت ابوبکر رضؓ کے زمانہ مین اجارہ کا قانون وہی تھا، جو عہدِ نبوی مین رائج تھا، خیبر کو

جس طرح آپ نے بٹائی پر دیدیا تھا، حضرت ابوبکر رضؓ نے بھی اوسی کو باقی رکھا، بخاری[2] مین ہے،

لم یذکر ان ابا بکر و عمر جدد الاجارۃ — یہ کہین مذکور نہین کہ ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ نے آنحضرت صلعم کی

بعد ما قبض النبی صلعم، — وفات کے بعد اجارہ کی تجدید کی،

(۳) اقامتِ شریعت

فتنۂ ارتداد کا قلع قمع، اگرچہ حضرت ابوبکر رضؓ کا خاص احسان تھا، لیکن اوس سے بڑا

جمع قرآن

احسان یہ ہے کہ اونھون نے قرآن مجید جمع کرایا، جس سے کتاب الٰہی ابدالآباد تک تحریف سے

بچ گئی، اور امم سابقہ کی آسمانی کتابون کا جو حشر ہوا تھا، اسلام مین اوسکا اعادہ نہو سکا،

قرآن مجید کی کتابت اور اوسکا اہتمام، ابتداءِ عہدِ نبوت سے قائم تھا، چنانچہ سورۂ عبس مین

جو مکی ہے وارد ہوا ہے،

کلا انھا تذکرۃ، فمن شاء ذکرہ، فی — ہرگز نہین، یہ تذکرہ ہے، جو چاہے اسکو یاد کر سکتا ہے،

صحف مکرمۃ، مرفوعۃ مطھرۃ، بایدی — معزز، بلند، پاک صحیفون مین، محترم اور نیک

[1] بخاری کتاب الجہاد والسیر باب ومن الدلیل علی ان الخمس لنوائب المسلمین الخ و باب ما اقطع النبی صلعم من البحرین، و کتاب المغازی باب قصۃ عمان والبحرین، [2] ایضاً کتاب الاجارۃ باب اذا استاجر ارضا فمات احدھما،

سفرۃ، کرام بررۃ، — کاتبون کے ہاتھ مین،

سورۂ بروج مین ہے،

بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ، — بلکہ وہ قرآن ہے برتر، محفوظ تختیون مین،

سورۂ طور مین ہے،

وکتاب مسطور، فی رق منشور، — لکھی ہوئی کتاب کی قسم، پھیلے ہوئے اوراق مین،

سورۂ واقعہ مین ہے،

انہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون — یہ قرآن کریم ہے، پوشیدہ کتاب مین، اوسکو صرف

لا یمسہ الا المطھرون، — پاک لوگ چھوتے ہین،

مدنی سورتون مین سے سورۂ بقرہ مین ہے،

ذلک الکتاب، لا ریب فیہ، — یہ کتاب ہے، اسمین ریب نہین،

سورۂ آل عمران مین ہے،

انزل علیک الکتاب، — جسنے تمپر کتاب نازل کی،

سورۂ ہود مین ہے،

کتاب احکمت آیاتہ — ایسی کتاب ہے جسکی آیتین محکم ہین،

سورۂ بینہ مین ہے،

رسول من اللہ یتلو صحفا مطھرۃ — خدا کا ایک رسول، جو پاک صحیفے پڑھتا ہے، جنمین

فیھا کتب قیمۃ، — درست احکام لکھے ہین،

ان آیات سے نہ صرف قرآن کا مکتوب ہونا ثابت ہوتا ہے، بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ چمڑہ کے ورقون پر لکھا جاتا تھا، اوسکے لکھنے والے معزز اور نیک لوگ تھے، اور وہ عام طور پر لوگون کے پاس لکھا ہوا موجود تھا،

تاہم اس قدر یقینی ہے کہ اوسکو یکجا کر کے ایک مجموعہ مین لکھنے کی ضرورت تھی، رق منشور سے اگرچہ چمڑہ کے ورقون پر لکھا ہونا معلوم ہوتا ہے تاہم یہ نہین کہا جا سکتا کہ کل قرآن اوسپر لکھا ہوا تھا، بلکہ بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ چمڑہ کے علاوہ شانہ کی چوڑی ہڈیون پر بھی لکھا جاتا تھا، یہ قرآن جو چمڑہ، اور ہڈی پر لکھا ہوا تھا، حضرت ابو بکر رض نے اسکو کسی چیز[1] پر یکجا لکھوایا،

بخاری مین جمعِ قرآن کی جو احادیث مذکور ہین، اگرچہ روایت کے لحاظ سے مقدمہ مین اون پر تنقید کر دی گئی ہے، تاہم بعض پہلوؤن پر ہم اون کی مدد سے روشنی ڈالنا چاہتے ہین،

حضرت زید بن ثابت رض نے قرآن جمع کرنے کی جو صورت بتائی ہے، یہ تھی ہا[2]

فتتبعت القرآن اجمعہ من الرقاع والاکتاف والعسب وصدور الرجال،	مین نے قرآن کو چمڑہ کے ورقون، شانہ کی چوڑی ہڈیون، اور کھجور کی پتیون، اور لوگون کے سینون سے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر جمع کرنا شروع کیا،

اسمین آخری ٹکڑہ قابلِ غور ہے، جب پورا قرآن تحریر مین آچکا تھا تو "لوگون کے سینون" سے جمع کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

---

[1] موطا مین تصریح ہے کہ کاغذ پر لکھوایا تھا، لیکن بخاری مین اسکا ذکر نہین، [2] بخاری کتاب التفسیر سورۃ توبہ باب قولہ لقد جاءکم رسول من انفسکم الآیۃ،

حفاظ کی شہادت

ہمارے نزدیک بات بالکل صاف ہے، قرآن کا تحریری سرمایہ اگرچہ بتمام و کمال موجود تھا، تاہم مصحف مین قلمبند کرتے وقت حفاظ کی شہادت مناسب سمجھی گئی، چنانچہ بخاری کی ایک حدیث سے مستنبط ہوتا ہے کہ ہر ہر آیت پر دو دو شخصون کی شہادت لی گئی تھی، حضرت زید رضؓ فرماتے ہین،[1]

فقدت آیة من سورة الاحزاب	مین نے سورۂ احزاب کی ایک آیت گم پائی، جسکو
کنت اسمع رسول الله صلعم یقرء ها لم	مین آنحضرت صلعم سے سُنا کرتا تھا، وہ صرف ایک
اجدها مع احد الا مع خزیمة الانصاری	شخص خزیمہ انصاری کے پاس ملی، جنکی شہادت
الذی جعل رسول الله صلعم شهادته	آنحضرت صلعم نے دو شخصون کے برابر قرار دی
شهادة رجلین	تھی،

حضرت زید رضؓ خود حافظ تھے، اور یہ آیت اونھون نے رسول اللہ صلعم کی زبانِ مبارک سے سُنی بھی تھی، لیکن جب تک خزیمہ رضؓ نے شہادت نہین دی، اونھون نے اوسکو قرآن مین نہین لکھا، خزیمہ رضؓ کے متعلق اونکا خود بیان ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اونکی شہادت دو آدمیون کے برابر قرار دی تھی، اسلیے گو وہ تنہا تھے تاہم دو آدمیون کے برابر سمجھے گئے، اس سے شہادت کے علاوہ اور کیا مقصد نکل سکتا ہے؟

شہادت سے ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ صحابہ مین قرآن کے متعلق اختلاف نہین پیدا ہوا، اور ہر شخص نے اپنا اپنا ذخیرہ حضرت زید رضؓ کے سامنے لاکر پیش کر دیا، بخاری مین ہے،[2]

---

[1] بخاری سورۂ احزاب باب فمنهم من قضی نحبه ومنهم من ینتظر الآیة، [2] ایضاً کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن،

فکانت الصحف عند ابی بکر حتی — یہ صحیفے ابوبکر رض کے پاس اونکی وفات تک رہے،
توفاہ اللہ ثم عند عمر حیاتہ، ثم — پھر عمر رض نے زندگی بھر اونکو اپنے پاس رکھا، پھر
عند حفصۃ بنت عمر — حفصہ بنت عمر رض کے پاس رہے،

اگر صحابہ مین اختلاف ہوتا تو قرآن کو جمع کرنے کے بعد گھر مین نہ رکھا جاتا، بلکہ اوسکی عام طور پر اشاعت کیجاتی، اور اوس پر سب کو متفق کیا جاتا،

وفات

اسلام کی حفاظت، قرآن کی ترتیب، نفاق کا استیصال، اور خلافت کی تنظیم ہو چکی تو خلیفۂ رسول اللہ صلعم نے دنیاے فانی کو الوداع کہا،

سب سے پہلے جانشینی کا مسئلہ طے فرمایا، اور حضرت عمر رض کو باضابطہ خلیفہ نامزد کیا، حضرت عمر رض خود فرماتے ہین[1]،

ان استخلف فقد استخلف من ھو خیر منی ابوبکر، — اگر مین خلیفہ بناؤن تو ایسا کر سکتا ہون، کیونکہ ابوبکر نے جو مجھ سے بہتر تھے خلیفہ بنایا تھا،

یہ اتنا بڑا احسان تھا کہ تمام عالم اسلامی کی گردنین قیامت تک اوسکے آگے جھکی رہین گی، مسلمانون کی جہانبانی اور کشورستانی کا اصلی راز اسی انتخاب مین مضمر تھا،

وفات سے پیشتر حضرت عائشہ رض خدمت مین حاضر ہوئین، حضرت ابوبکر رض نے ارشاد فرمایا،

فی کم کفنتم النبی صلعم ؟ — آنحضرت صلعم کو تم نے کتنے کپڑون مین کفن دیا تھا،

---

[1] بخاری کتاب الاحکام باب الاستخلاف،

عرض کی تین سفید سحولی کپڑے تھے، جنمین قمیص اور عمامہ نہ تھا، فرمایا،

فی ای یوم توفی رسول اللہ صلعم ؟ رسول اللہ صلعم نے کس دن وفات پائی تھی،

بولین، دوشنبہ کے دن، پوچھا،

فای یوم ھذا ؟ تو آج کون دن ہے ؟

کہا دوشنبہ، حضرت ابوبکر رضہ نے فرمایا،

ارجو فیما بینی و بین اللیل، مجھے امید ہے کہ رات تک موت آجائے گی،

جسم مبارک پر جو کپڑا تھا، اوسمین زعفران کے دھبے تھے، نظر پڑی تو ارشاد ہوا،

اغسلوا ثوبی ھذا، و زیدوا علیہ اس کپڑے کو دھوکر، دو کپڑے اور بڑہانا، اور

ثوبین، فکفنونی فیہما، اون مین مجھ کو کفن دینا،

حضرت عائشہ رضہ نے کہا یہ کپڑا تو پرانا ہے، فرمایا،

ان الحی احق بالجدید من المیت انما زندہ، مردہ سے زیادہ نئے کپڑے کا مستحق ہے، یہ تو

ھو للمھلۃ، مہلت کے لیے ہے،

سہ شنبہ کی رات شروع ہوئی، تو روح مبارک عالم قدس مین پرواز کر گئی[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

حضرت ابوبکر رضہ کی ہمشیر آئین، اور نوحہ کرنا شروع کیا، لیکن حضرت عمر رضہ نے اونکو نکلوا دیا[2]

صبح سے پیشتر تدفین سے فرصت ہوئی، اور اوس تختہ جنت مین جسمین آنحضرت صلعم آرام

---

[1] بخاری کتاب الجنائز باب موت یوم الاثنین، حضرت ابوبکر رضہ کی علالت ۷- جمادی الثانی ۱۳ ھ سے شروع ہوئی، ۱۵ روز بخار مین علیل رہے، ۲۲- جمادی الثانی کو وفات پائی، [2] ایضاً کتاب الخصومات باب اخراج اہل المعاصی و الخصوم من البیوت،

فرما رہے ہین، آپ کے ایک پہلو مین سپرد خاک کئے گئے، حضرت عمر رض فرماتے ہین[1]،

سلھا ان ادفن مع صاحبتی، اون سے (حضرت عائشہ) پوچھو کہ مین اپنے دونون

دوستون کے پاس دفن کیا جاؤن،

اس شرف کا اشارہ عہدِ نبوت مین ہو چکا تھا، ایکبار آنحضرت صلعم مدینہ کے کسی باغ مین تشریف

فرما تھے، باغ کے گرد چہار دیواری تھی، اور حضرت ابو موسیٰ رض دروازہ پر متعین تھے، آنحضرت صلعم

کنوئین پر ساقِ مبارک کھولے، اور پاؤن لٹکائے ہوئے بیٹھے تھے، حضرت ابو بکر رض آئے اور اندر

جانا چاہا، ابو موسیٰ رض نے کہا ٹھہرئیے، مین آپ کے لیے اجازت حاصل کرون، حضرت ابو بکر رض

کھڑے ہوگئے، اور ابو موسیٰ رض نے بارگاہِ نبوت مین اطلاع کی، ارشاد ہوا، اونکو اندر آنے کی

اجازت دو اور جنت کی بشارت سناؤ، حضرت ابو بکر رض، آنحضرت صلعم کے پاس آئے، اور آپکے

داہنے طرف، ساق کھولکر اور پاؤن لٹکا کر کنوئین پر بیٹھ گئے، پھر حضرت عمر رض آئے اور یہی واقعہ

پیش آیا، وہ اندر آئے، اور آنحضرت صلعم کے بائین طرف اوسی ہئیت سے بیٹھ گئے، اب کنوئین پر

جگہ نہ تھی، حضرت عثمان رض آئے تو کنوئین کے دوسرے جانب آنحضرت صلعم کے سامنے بیٹھے،

سعید بن مسیب رح فرماتے ہین کہ مین نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ کنوئین سے مراد قبر ہی،

چنانچہ اون تینون بزرگون کی قبرین برابر برابر ہین؛ اور حضرت عثمان رض علحدہ ہین[2]،

ازواج واولاد

حضرت ابو بکر رض نے پانچ شادیان کین، جن مین سے تین کا ذکر صحیح بخاری مین آیا ہے،

---

[1] بخاری کتاب الجنائز باب ما جاء فی قبر النبی صلعم وابی بکر رض وعمر رض [2] ایضاً کتاب الفتن باب الفتنة التی تموج کموج البحر،

ام بکر

(۱) ام بکر: قبیلۂ کلب سے تھین، جب حضرت ابو بکر رض نے ہجرت کی، تو چونکہ وہ مسلمان نہین ہوئی تھین، حضرت ابو بکر رض نے اونکو طلاق دیدی، اور اونھون نے اپنے ابن عم سے نکاح کر لیا، یہ شعر

تحیی بالسلامة ام بکر ۔۔۔۔ وھل لی بعد قومی من سلام

اونہی کے متعلق ہے،[۵۱]

ام اسماء

(۲) ام اسماء، انکا نام بخاری مین مذکور نہین، مشرک تھین، آنحضرت صلعم اور قریش مین جب ایک خاص مدت کے لیے صلح ہوئی تو اپنے شوہر کے ساتھ مدینہ آئین، حضرت اسماء رض نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ مین اونکے ساتھ کچھ سلوک کر سکتی ہون؟ فرمایا "ہان" اپنی مان کے ساتھ سلوک کرو،[۵۲]

ام رومان رض

(۳) ام رومان: خاندانِ فراس سے تھین[۵۳] صحابیہ ہین، حضرت ابو بکر رض سے پہلے طفیل بن سنجرہ کو منسوب تھین، اون سے عبد اللہ پیدا ہوئے، جو حضرت عائشہ رض کے اخیافی بھائی تھے،[۵۴]

باقی ۲ بیویون یعنے بنت خارجہ رض اور اسماء بنت عمیس رض کا ذکر اور کتابون مین ہے، لیکن ہم ان موتیون مین پوت نہین ملانا چاہتے،

اولاد مین حضرت عائشہ رض، اسماء رض، عبد الرحمان رض، عبد اللہ رض، اور محمد رض کے نام صحیح بخاری مین آئے ہین،

حضرت عائشہ رض

(۱) حضرت عائشہ رض، ام المومنین تھین[۵۵]، اونکا یہ رتبہ ہے کہ قرآن مجید مین اونکی طہارت، عفت اور ایمان کی شہادت دی گئی ہے، اور یہ وہ فضیلت ہے جو حضرت مریم کے علاوہ کسی کو نصیب

---

۵۱ بخاری باب بنیان الکعبة باب ہجرة النبی صلعم واصحابه الی المدینة، ۵۲ ایضاً کتاب الادب باب صلة المرأة امها ولها زوج، ۵۳ ایضاً کتاب المناقب باب علامات النبوة فی الاسلام، ۵۴ ایضاً کتاب المغازی باب غزوة الرجیع، ۵۵ ایضاً ابواب تقصیر الصلوٰة باب اذا صلّی قاعداً ثم صح الخ،

نہین ہوئی، اونکی شان مین قرآن مین دس آیتین نازل ہوئی ہین، اونکے متعلق آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے[1]،

فضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام، عائشہ کو عورتون پر وہی فضیلت ہے جو ثرید کو تمام کھانون پر ہے،

وہ آنحضرت صلعم کو سب سے زیادہ محبوب تھین، حضرت عمرو بن العاص رض نے جب آنحضرت صلعم سے ایکبار دریافت کیا کہ دنیا مین آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ تو آپ نے بلاتخصیص فرمایا، عائشۃ[2]،

تیمم کی آیت اونہی کی وجہ سے نازل ہوئی، اور آنحضرت صلعم پر وحی اونہی کے بستر پر آئی، جو اونکی مخصوص فضیلت تھی[3]،

حضرت اسمار (۲) حضرت اسمار: انکا لقب ذات النطاقین ہے، نطاق کا واقعہ اوپر آچکا ہے،

عبدالرحمان (۳) عبدالرحمن رض: حضرت عائشہ رض کے حقیقی بھائی تھے[4] یعنی ام رومان کے بطن سے پیدا ہوئے تھے،

عبداللہ (۴) عبداللہ رض:- ہجرت کے زمانہ مین جب آنحضرت صلعم غار مین تشریف فرماتھے، تو انکے ذمہ یہ خدمت تھی کہ دن بھر مکہ مین رہتے اور قریش کے مشورے سُنتے، پھر شام کو جاکر آنحضرت صلعم کو مطلع کرتے، اور رات کو غار مین آپ کے پاس سوتے تھے،

محمد (۵) محمد رض،

[1] بخاری کتاب المناقب باب فضل عائشہ رض، [2] ایضاً مناقب ابی بکر رض، [3] ایضاً باب فضل عائشہ رض، [4] ایضاً باب علامات النبوۃ فی الاسلام،

ام کلثوم کا ذکر بخاری مین نہین ہے،

حضرت ابوبکر رض کی طرح اونکی اولاد بھی اسلام کے لیے خدا کی ایک رحمت تھی، قرآن وحدیث کی اشاعت کے دنیا مین جو سلسلے پھیلے ہوئے ہین، اونمین اس خاندان کا بہت بڑا حصہ ہے، صحابہ کے آخری دور مین علوم اسلامیہ کا مرجع جو ذاتِ مقدس بنی ہوئی تھی او حضرت ابوبکر رض کی صاحبزادی، اور آنحضرت صلعم کی حرم محترم حضرت عائشہ رض تھین، صحابہ کے بعد مدینہ کے فقہا سبعہ علم نبوی کا مرکز تھے، اون مین حضرت ابوبکر رض کے پوتے قاسم بن محمد رض کو خاص درجہ حاصل تھا،

عمر

حضرت ابوبکر رض کی عمر وفات کے وقت کیا تھی؟ صحیح بخاری سے اس کا کچھ جواب نہین ملسکتا، البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ بالکل بوڑھے ہو گئے تھے، حضرت ابوسعید خدری رض نے آنحضرت صلعم کا جو آخری خطبہ نقل کیا ہے، اوسمین فرماتے ہین[1]،

فقلت فی نفسی، ما یبکی ھذا الشیخ، — مین نے اپنے دلمین کہا یہ بوڑھے آدمی کیون روتے ہین؟

اور حضرت انس رض نے ہجرت کے وقت کی یہ کیفیت بیان کی ہے[2]،

فغلفھا بالحناء والکتم حتی قنا لونھا، — اونھون نے داڑھی کو مہندی اور نیل سے رنگ لیا تھا، اور وہ نہایت سُرخ ہو گئی تھی،

---

[1] بخاری کتاب الصلوۃ باب الخوخۃ والممر فی المسجد [2] ایضًا باب بنیان الکعبۃ باب ہجرۃ النبی صلعم واصحابہ الی المدینۃ حضرت ابوبکر رض کی عمر ۶۳ سال کی تھی، مسلم کتاب الفضائل باب قدر عمرہ صلعم مین حضرت انس رض اور حضرت معاویہ رض کی حدیثون مین اسکی تصریح ہے،

حضرت ابوبکرؓ کی عظمت

حضرت ابوبکرؓ کو بارگاہِ نبوت مین جو تقرب حاصل تھا، اونپر جو عنائتین ہوتی تھین، جو مناصب ملتے تھے، وہ ایک ایک کرکے صحابہ کے پیش نظر تھے، لیکن یہ تمام چیزین عمل سے تعلق رکھتی تھین، آنحضرت صلعم نے اپنے ارشادات سے حضرت ابوبکرؓ کی عظمت کا جو خیال پیدا کیا، وہ ان کے علاوہ تھا،

غزوۂ ذات السلاسل مین حضرت عمرو بن العاصؓ امیر نامزد کئے گئے، چونکہ یہ بڑے فخر و امتیاز کی بات تھی، اونکو اپنی فضیلت کا خیال پیدا ہوا، آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور عرض کی، آپ کو دنیا مین سب سے زیادہ کون محبوب ہی؟ ارشاد ہوا عائشہؓ، پوچھا مردون مین؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا[1]

ابوھا! اونکے باپ، (یعنے حضرت ابوبکرؓ)

ایکبار حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ مین شکر رنجی ہوئی، حضرت ابوبکرؓ نے سخت و سست کہا، حضرت عمرؓ ناراض ہوکر اوٹھ گئے، اب حضرت ابوبکرؓ کو ندامت ہوئی، اور وہ اون کے پیچھے پیچھے چلے، کہتے تھے کہ تم میرے لیے استغفار کرو، لیکن حضرت عمرؓ زیادہ ناراض تھے، گھر کے

---

[1] بخاری کتاب المغازی غزوۂ ذات السلاسل،

اندر چلے گئے اور دروازہ بند کر لیا، حضرت ابو بکر رضؓ گھبرائے ہوئے دربار نبوت مین پہونچے، کپڑیکا ایک کنارہ ہاتھ مین تھا، اور زانو کھل گیا تھا، حضور نے اونکی صورت دیکھی تو ارشاد فرمایا،

اما صاحبکم ھذا فقد غامر — تمھارے ان دوست نے بھلائی کیطرف سبقت کی،

حضرت ابو بکر رضؓ نے سلام کے بعد عرض کیا، یا رسول اللہ! مجھ مین اور ابن الخطاب مین جھگڑا ہوا، مین نے جلد بازی کی تھی لیکن پھر نادم ہوا، اور اون سے کہا میری مغفرت کی دعا کرو، لیکن اونھون نے انکار کیا، اب مین آپ کے پاس آیا ہون، حضور نے یہ سنکر تین مرتبہ فرمایا،

یغفر اللہ لک یا ابا بکر! — اے ابو بکر! خدا تمھاری مغفرت فرمائے،

کچھ دیر کے بعد حضرت عمر رضؓ کو اپنی بے التفاتی پر ندامت ہوئی، حضرت ابو بکر رضؓ کے مکان پر گئے اور پوچھا "اثم ابو بکر" کیا ابو بکر موجود ہین؟ جواب ملا نہین، وہ بھی سیدھے بارگاہ رسالت مین پہونچے، اور سلام کے بعد قصہ بیان کیا، راوی بیان کرتا ہے،

فجعل وجہ النبی صلعم یتمعر، — حضور کا چہرۂ مبارک متغیر ہونے لگا

اب حضرت ابو بکر رضؓ ڈرے اور دو زانو بیٹھ کر عرض کیا، یا رسول اللہ! واللہ انا کنت اظلم! خدا کی قسم زیادتی میری تھی! حضرت ابو بکر رضؓ نے یہ جملہ دو مرتبہ کہا، لیکن حضور نے ارشاد فرمایا،

ھل انتم تارکو لی صاحبی! ھل انتم تارکو لی صاحبی! انی قلت یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا فقلتم کذبت وقال ابو بکر صدقت! — کیا تم لوگ میری خاطر سے میرے رفیق کو چھوڑ دوگے؟ (دو بار) مین نے کہا تھا لوگو! مین تم سب کی طرف خدا رسول بنا کر بھیجا گیا ہون، لیکن تم نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو، اور ابو بکر نے کہا آپ سچ کہتے ہین،

راوی کہتا ہے[1]،

فما اوذی بعدھا، اس واقعہ کے بعد پھر حضرت ابو بکرؓ کو کسی نے ایذا نہین پہونچائی،

مرض الموت کے خطبہ مین آنحضرت صلعم نے حضرت ابو بکرؓ کے متعلق جو الفاظ فرمائے،

اونکو بھی اس مقام پر پیشِ نظر رکھنا چاہیے،

ان اقوال واعمال کا یہ اثر تھا کہ تمام صحابہ حضرت ابو بکرؓ کی عظمت کرتے تھے،

تقرب نبوی کے لحاظ سے تمام صحابہ مین حضرت عمرؓ کے سوا حضرت ابو بکرؓ کا کوئی ہم پایہ

نہ تھا، لیکن حضرت عمرؓ بھی اونکی انتہا رسے زیادہ تعظیم کرتے تھے،

حضرت عمرؓ آنحضرت صلعم کی طرح اونکو بھی اُسوہ اور نمونہ سمجھتے تھے، اور اونکی تقلید کرنا

چاہتے تھے، ایکبار مسجد (حرم) مین بیٹھے ہوئے تھے، شیبہ بھی پاس تھے، اون سے فرمایا کہ میرا ارادہ

ہے کہ بیت اللہ مین جو کچھ سونا اور چاندی موجود ہے اوسکو مسلمانون مین تقسیم کردون، اونھون نے

جواب دیا، آپ ایسا نہ کرینگے، فرمایا کیون؟ کہا آپ کے دونون دوستون (آنحضرت صلعم اور

حضرت ابو بکرؓ) نے ایسا نہین کیا، ارشاد ہوا[2]

ھما المرآن یقتدی بھما! وہی دو ایسے شخص ہین، جنکی اقتدا کرنی چاہیے،

اون کی رضامندی کو خدا کا احسان کہتے تھے، مرض الموت مین جب عبداللہ بن عباسؓ

نے آکر تسکین دی، اور اوسمین آنحضرت صلعم اور حضرت ابو بکرؓ کی رفاقت کا حوالہ دیا، تو فرمایا[3]

---

[1] بخاری کتاب المناقب مناقب ابی بکرؓ، وکتاب تفسیر القرآن باب قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الآیۃ سورۃ الانعام، [2] ایضاً کتاب الاعتصام باب الاقتدا بسنن رسول اللہ صلعم، کتاب الحج مین بھی یہ حدیث باختلاف الفاظ منقول ہے، [3] ایضاً کتاب المناقب باب مناقب عمر بن الخطابؓ،

واما ماذکرت من صحبة ابی بکرو رضاه فانما ذلك منٌّ من الله جلّ ذکرہ منّ بہ علی!

تم نے ابوبکر کی رفاقت اور رضامندی کا جو تذکرہ کیا، تو وہ خدائے عزوجل کا ایک احسان تھا، جو اوسنے میرے ساتھ کیا،

اس مقام پر یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ آنحضرت صلعم کی رفاقت اور رضامندی کے متعلق بھی حضرت عمر رضہ نے یہی الفاظ فرمائے تھے،

اونکو صحابہ کا سردار خیال کرتے تھے،[1]

ابوبکر سیدنا،

ابوبکر ہمارے سردار ہین،

اونکو صحابہ مین سب سے افضل اور آنحضرت صلعم کا محبوب خاص تصور کرتے تھے[2]

بل نبایعك فانت سیدنا وخیرنا و احبنا الی رسول الله صلعم،

بلکہ ہم آپ کو خلیفہ بنائین گے، کیونکہ آپ ہمارے سردار ہمسے افضل، اور آنحضرت کو ہمسے زیادہ محبوب تھے

اونکو ناراض کرنا مکروہ سمجھتے تھے، بیعتِ سقیفہ مین جب حضرت عمر رضہ نے خطبہ دینا چاہا اور حضرت ابوبکر رضہ نے روکا تو خاموش ہوگئے، اسکی وجہ خود بیان فرماتے ہین[3]،

کنت اداری منه بعض الحد،

مین اونکے غصہ کو دفع کرتا رہتا تھا،

اسکے بعد فرماتے ہین،

فکرهت ان اغضبه،

مین نے اونکو ناراض کرنا برا سمجھا،

اونکی موجودگی مین خلیفہ بننا گناہ سمجھتے تھے، اور اوسپر مرجانے کو ترجیح دیتے تھے،[4]

[1] بخاری کتاب المناقب باب مناقب بلال رضہ، [2] ایضا باب مناقب ابی بکر رضہ، [3] ایضا کتاب المحاربین باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت، [4] ایضا،

کان واللہ ان اقدم فتضرب عنقی لا یقربنی ذلک من اثم احب الیّ من ان أتامر علی قوم فیھم ابوبکر، اللھم الا ان تسول الی نفسی عند الموت شیئا لا اجد لا الآن،

خدا کی قسم، یہ بہتر تھا کہ میری گردن ماردی جاتی، تو یہ گناہ مجھکو زیادہ محبوب ہوتا بہ نسبت اسکے کہ مین اوس قوم کا امیر بنایا جاؤن جسمین ابوبکر موجود ہون، ہان یہ دوسری بات ہے کہ موت کے وقت یہ خیال بدل جائے، جو اسوقت موجود نہین،

حضرت عثمان رض اونکی فرمانبرداری کو ضروری خیال کرتے تھے، چنانچہ فتنہ کے زمانہ مین فرمایا[2]،

ثم استخلف اللہ ابا بکر فواللہ ما عصیتہ ولا غششتہ،

پھر خدانے ابوبکر رض کو خلیفہ کیا، خدا کی قسم! مین نے اونکی نہ کبھی نافرمانی کی اور نہ خیانت کی،

حضرت علی رض اونکو آنحضرت صلعم کے بعد تمام لوگون سے افضل سمجھتے تھے، چنانچہ جب محمد بن حنفیہ نے اون سے دریافت کیا ای الناس خیر بعد رسول اللہ صلعم؟ رسول اللہ صلعم کے بعد سب سے بہتر شخص کون ہے؟ تو انھون نے فرمایا ابوبکر[2]!

بیعت کے واقعہ مین حضرت علی رض نے اونکے سامنے جو الفاظ فرمائے، یہ تھے[3]،

انا قد عرفنا فضلک وما اعطاک اللہ ولم ننفس علیک خیرا ساقہ اللہ الیک،

ہم آپ کی فضیلت، اور جو کچھ خدانے آپ کو دیا (یعنے خلافت) اوس سے واقف ہین اور ہمکو اس بھلائی مین جو خدانے آپکو عطا کی آپ پر رشک نہین ہے،

---

[1] بخاری باب بنیان الکعبۃ باب ہجرۃ الحبشۃ، [2] ایضاً کتاب المناقب باب مناقب ابی بکر رض، [3] ایضاً کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر

حضرت عائشہ رضہ کے نزدیک آنحضرت صلعم کے بعد احب البشر حضرت ابو بکر رضہ تھے[۱] چنانچہ عروہ کہتے ہین،

کان عبد اللہ بن الزبیر احب البشر الی عائشۃ بعد النبی صلعم و ابی بکر، — عبد اللہ بن زبیر کو حضرت عائشہ رضہ رسول اللہ صلعم اور ابو بکر رضہ کے بعد سب سے زیادہ محبوب رکھتی تھین،

حضرت انس رضہ اونکی محبت کو نجات کا ذریعہ سمجھتے تھے، فرماتے ہین[۲]

فانا احب النبی صلعم و ابا بکر و عمر و ارجوان اکون معھم بحبی ایاھم وان لم اعمل بمثل اعمالھم، — مین رسول اللہ صلعم، اور ابو بکر و عمر کو محبوب رکھتا ہون، اور مجھے امید ہے کہ محبت کی وجہ سے مین اونکے ساتھ ہونگا گو مین نے اون کے جیسے اعمال نہین کیے ہین،

حضرت عبد اللہ بن عمر رضہ اونکی نسبت صحابہ کا خیال بیان فرماتے ہین[۳]

کنا فی زمن النبی صلعم لا نعدل بابی بکر احدا، — ہم لوگ آنحضرت صلعم کے زمانہ مین ابو بکر کے برابر کسی کو نہین سمجھتے تھے،

حضرت عبد اللہ بن عباس رضہ اونکے حسنِ صحبت اور خوشنودی کو فلاحِ دارین سمجھتے تھے، چنانچہ جب حضرت عمر رضہ نے مرض الموت مین اپنے متعلق پریشانی ظاہر فرمائی، تو اونھون نے تسکین کے لیے یہ الفاظ کہے[۴]

ثم صحبت ابا بکر فاحسنت صحبتہ ثم فارقتہ وھو عنک راض، — (آنحضرت صلعم کے بعد) پھر آپ ابو بکر رضہ کیساتھ رہے اور اونکی صحبت کو عمدگی کیساتھ گذارا جب اونکا اور آپکا ساتھ چھوٹا تو وہ آپ سے خوش تھے،

[۱] بخاری کتاب المناقب باب مناقب قریش [۲] ایضاً باب مناقب عمر رضہ [۳] ایضاً کتاب المناقب مناقب عثمان بن عفان رضہ [۴] ایضاً باب مناقب عمر رضہ،

ایکبار حضرت عبداللہ بن عباس رضہ سے کسی نے ابن زبیر رضہ کی بیعت کے متعلق پوچھا تو بولے

مین اونکو کیونکر چھوڑ سکتا ہون؟ عفیف ہین، قرآن کی تلاوت کرتے ہین، جب اونھون نے خلافت

کا دعوی کیا تو مین نے دل مین کہا کہ اونکی ابوبکر و عمر سے بڑھکر مدد کرون گا، اوسکے بعد حضرت

ابن عباس رضہ نے یہ الفاظ استعمال فرمائے [۱]

وهما کانا اولی بکل خیر منه، اگرچہ وہ دونون ہر بھلائی مین ابن زبیر سے بہتر تھے

حضرت ابن عباس رضہ نے ان بزرگون کو علی الاطلاق جو فضیلت دی ہے، وہ اور کسی

صحابی کو دوسرے صحابی پر نہین دیجا سکتی،

یہ تو خاص خاص صحابہ کی رائین تھین، اب عام طور پر دیکھو،

ہجرت کے بعد جب آنحضرت صلعم قبا سے مدینہ تشریف لائے، تو انصار نے آنحضرت صلعم اور

حضرت ابوبکر رضہ کو مخاطب کرکے کہا [۲]

ارکبا آمنین مطاعین، آپ دونون سوار ہون، دونون کی اطاعت کیجائیگی

اور دونون کو امن دیا جائیگا،

غزوۂ حدیبیہ مین جب حضرت عمر رضہ کو شرائط صلح پر اطمینان نہین ہوا تو وہ آنحضرت صلعم

کے پاس سے اوٹھ کر حضرت ابوبکر رضہ کے پاس آئے،

حضرت بلال رضہ نے ایکبار نماز کے وقت آنحضرت صلعم کو نہین دیکھا، تو حضرت ابوبکر رضہ

سے امامت کی درخواست کی،

---

[۱] بخاری کتاب تفسیر القرآن باب قولہ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار الآیۃ، [۲] ایضاً باب بنیان الکعبۃ باب ہجرۃ النبی صلعم و اصحابہ الی المدینۃ،

رفاعۃ القرظی کی بیوی نے جب آنحضرت صلعم کے سامنے تعلقات زناشوئی پر بے باکانہ گفتگو کی، تو چونکہ یہ سوء ادب تھا، خالد بن سعید بن العاص رضنے پکار کر کہا،[۵۱]

یا ابا بکر الا تسمع الی ھذہ ما تجھر بہ عند النبی صلعم، — ابوبکر! آپ سنتے نہین؟ یہ آنحضرت صلعم کے سامنے کیسی باتین کر رہی ہے،

آنحضرت صلعم کی وفات کے دن لوگ حضرت عمر رضکے پاس کھڑے تھے، لیکن جب حضرت ابوبکر رض تشریف لائے تو سب کے سب اونکے گرد آکر جمع ہوگئے، اور حضرت عمر رض کو چھوڑ دیا، خلافت کا سوال پیش آیا تو جیسا کہ حضرت عمر رضنے خطبہ مین بیان کیا ہے،[۵۲]

اجتمع المھاجرون الی ابی بکر، — مہاجرین حضرت ابوبکر رض کے طرفدار تھے،

حضرت علی رضنے کچھ عرصہ تک بیعت نہین کی تھی، لیکن جب حضرت فاطمہؓ کا انتقال ہوگیا، تو[۵۳]

استنکر علی وجوہ الناس، — حضرت علی نے لوگونکے چہرے بدلے ہوئے دیکھے،

ان تمام واقعات سے تم کو اندازہ ہوا ہوگا کہ صحابہ کرام مین جو شخص مرجع عام بنا ہوا تھا، وہ حضرت ابوبکر رض تھے، حضرت عمر رضنے سچ فرمایا ہے،

لیس منکم من تقطع الاعناق الیہ مثل ابی بکر، — تم مین ایسا کوئی نہین جس پر ابوبکر کی طرح لوگ ٹوٹ کر گرتے ہون،

---

[۵۱] بخاری کتاب الشہادات باب شہادۃ المختبی، [۵۲] ایضاً کتاب المحاربین باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت [۵۳] ایضاً کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر،

امامت واجتہاد

علومِ اسلامیہ کا مرکز جنابِ رسول اللہ صلعم کی ذاتِ مبارک ہے، لیکن آپ کے بعد یہ درجہ حضرت ابوبکر رضہ صدیق کو حاصل ہوا، جو صحابہ مین سب سے زیادہ انوارِ نبوت سے منور ہوئے تھے،

فقاہت

امامت اور اجتہاد کی سب سے ضروری شرط فقاہت ہے، اور اس وصف مین حضرت ابوبکر رضہ کا کوئی جواب نہ تھا، آنحضرت صلعم نے جب اپنی وفات کے متعلق یہ فقرے فرمائے کہ ایک بندہ کو خدا نے اختیار دیا ہے کہ خواہ دنیا لے یا خدا کے پاس جو کچھ ہے اوسکو اختیار کرے، چنانچہ اوس نے خدا کے پاس کی چیزون کو اختیار کیا، تو صحابہ اس سے کوئی نتیجہ نہ نکال سکے، بلکہ اونکو خیال ہوا کہ آنحضرت صلعم کسی شخص کا واقعہ بیان فرمارہے ہین، لیکن حضرت ابوبکر رضہ رو پڑے، اور انھون نے سمجھا کہ بندہ سے مراد خود آنحضرت صلعم ہین، اور یہ موت کی طرف اشارہ ہے،

اس واقعہ کو حضرت ابوسعید خدری رضہ نے جہان بیان کیا ہے، فرماتے ہین[1]

وکان ابوبکر اعلمنا، — اور ابوبکر ہم مین سب سے زیادہ عالم تھے،

حضرت ابوبکر رضہ کی یہ فقاہت بعض اہم علمی ایجادات کا باعث ہوئی،

---

[1] بخاری کتاب المناقب مناقب ابی بکر رضہ باب قول النبی صلعم سدوا الابواب الاباب ابی بکر رضہ،

حدیث

حدیث کا فن تمامتر روایت اور درایت پر موقوف ہے، اور یہ دونون چیزین حضرت ابوبکرؓ کی مرہونِ منت ہین،

اصول روایت

روایت مین اونکا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اونھون نے یہ اصول قائم کیا کہ راوی ثقہ اور مامون ہو، اور اوسپر کسی قسم کا الزام نہو، یہ اصول اونھون نے قرآن مجید کی ترتیب کے وقت بیان فرمایا تھا، چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضہ سے اسطرح مخاطب ہوئے،[1]

انک رجل شاب عاقل لا نتھمک، تم عقلمند نوجوان ہو، اور تمپر ہم لوگ اتہام نہین رکھتے،

دوسری شرط (عاقل) سے روایت کا دوسرا اصول یہ نکلتا ہے کہ فاتر العقل کی روایت معتبر نہین ہوگی،

اصول درایت

درایت مین یہ اصول کہ "واقعہ کی نوعیت کے لحاظ سے شہادت کا معیار قائم ہونا چاہیئے" اونہی کا ایجاد کیا ہوا ہے، چنانچہ قرآن مجید کی تدوین مین ہر آیت پر دو دو شخصونکی شہادت لی گئی تھی،

فقہ

استنباط کے طریقے

فقہ استنباطِ مسائل کو کہتے ہین، اور یہ چیز سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضہ نے ایجاد کی، اونھون نے استنباط کے جو اصول وضع کئے، اون سے بہتر اصول آجتک وضع نہین ہوسکے ہین،

آیات

(۱) اونھون نے آیاتِ قرآنی سے استدلال کی بنیاد قائم کی، چنانچہ آنحضرت صلعم کی

---

[1] بخاری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن،

وفات کا اسی طریقہ سے ثبوت دیا،

عمل متواتر

(۲) اونھون نے عمل متواتر کو حدیث سے زیادہ وقعت دی، اور اس کی ایجاد کا فخر حاصل کیا، صحابہ اس سے بالکل ناواقف تھے، چنانچہ میراثِ فدک کے معاملہ مین اونھون نے حدیث پڑھنے کے بعد فرمایا،

ولا عملن فیہا بما عمل بہ رسول اللہ صلعم	اور مین اوسمین وہی کرونگا جو آنحضرت صلعم کیا کرتے تھے

قیاس

(۳) اونھون نے بعض مسائل مین قیاس سے کام لیا، چنانچہ دادا کی میراث کا مسئلہ اونہی کا طے کیا ہوا ہے، یہ مسئلہ آغازِ اسلام سے آجتک معرکۃ الآرا رہا ہے، اور حضرت عمرؓ، علیؓ، ابن مسعودؓ، زید بن ثابتؓ کے اسمین مختلف اقوال ہین، ایک شخص مرتا ہے، اور اوس کے ورثہ مین دادا، باپ، اور بھائی ہین، حضرت ابوبکرؓ اوسکا کیونکر حصہ لگاتے ہین؟ اسکو ابن زبیرؓ کی زبان سے سُنو[1]

اما الذی قال رسول اللہ صلعم لوکنت متخذا من ھذہ الامۃ خلیلا لاتخذتہ انزلہ ابا،	وہ شخص جسکے متعلق رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ اگر مین اس امت مین کسی کو خلیل بناتا تو اوسی کو بناتا (یعنے حضرت ابوبکر) اوسنے دادا کو باپ کا قائم مقام قرار دیا ہے،

صحابہ مین حضرت ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ اونہی کے ہم خیال ہین،

میراث جد

حضرت ابوبکرؓ کا یہ قیاس کسقدر صحیح تھا؟ اسکا اندازہ امام بخاری کے اس قول سے ہوگا،[2]

ولم یذکر ان احدا خالف ابابکر فی زمانہ واصحاب النبی صلعم متوافرون،	یہ کہین منقول نہین کہ ابوبکرؓ کے زمانہ مین کسی نے اس خیال کی مخالفت کی حالانکہ صحابہ بکثرت موجود تھے،

---

[1] بخاری کتاب المناقب مناقب ابی بکرؓ باب قول النبی صلعم لوکنت متخذا خلیلا، [2] ایضاً کتاب الفرائض باب میراث الجد مع الاب والاخوۃ،

حضرت ابو بکرؓ نے فقہ کے بعض اہم مسائل بیان کیے ہین، جنہین فرمانِ صدقہ ایک یادگار چیز ہے، اور درحقیقت کتبِ فقہ کا باب الزکوٰۃ اوسی سے ماخوذ ہے، ہم اوسکو اس مقام پر بلفظہ نقل کرتے ہین،

فرمان صدقه

بسم الله الرحمن الرحيم، هذه فريضة
الصدقة التي فرض رسول الله صلعم
على المسلمين والتي امر الله بها رسوله
فمن سئلها من المسلمين على وجهها
فليعطها ومن سئل فوقها فلا يعط فی
اربع وعشرين من الابل فما دونها
من الغنم من كل خمس شاة فاذا بلغت
خمسا وعشرين الى خمس وثلاثين
ففيها بنت مخاض انثى، فاذا بلغت
ستة وثلاثين الى خمس واربعين
ففيها بنت لبون انثى، فاذا بلغت ستا
واربعين الى ستين ففيها حقة طروقة
الجمل فاذا بلغت واحدة وستين
الى خمس وسبعين ففيها جذعة فاذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ فرائضِ صدقہ ہین جنکو رسول اللہ
صلعم نے خدا کے حکم سے مسلمانون پر مقرر فرمایا تھا،
جس مسلمان سے اسکے مطابق مانگا جائے تو اوسکو
دیدینا چاہیے، اور جس سے اسکے مقدار سے زیادہ
طلب کیا جائے اوسکو نہ دینا چاہیئے، چوبیس اونٹ
اور اس سے کم بکریون مین ہر پانچ پر ایک بکری
ہوگی، جب پچیس سے پنتیس تک ہون تو ایک مادہ
بنت مخاض، (سال بھر کی اونٹنی) جب چھتیس سے
پینتالیس تک ہون تو ایک مادہ بنت لبون (تین
سال سے کم کی اونٹنی) جب چھیالیس سے ساٹھ
تک ہون تو ایک حقہ قابلِ نر (چار سال سے کم
کی اونٹنی) جب اکسٹھ سے پچھتر تک ہون تو ایک
جذعہ (پانچ سال سے کم جسکے آگے کے دانت ٹوٹ چکے
ہون) جب چھہتر سے نوّے تک ہون دو بنت لبون

بلغت یعنی ستة وسبعین الی تسعین
ففیها بنتا لبون فاذا بلغت احدی
وتسعین الی عشرین ومائة ففیها
حقتان طروقتا الجمل فاذا زادت
علی عشرین ومائة ففی کل اربعین
بنت لبون وفی کل خمسین حقة و
من لم یکن معه الا اربع من الابل
فلیس فیها صدقة الا ان یشاء ربها
فاذا بلغت خمسا من الابل ففیها
شاة وفی صدقة الغنم فی سائمتها
اذا کانت اربعین الی عشرین ومائة
شاة فاذا زادت علی عشرین ومائة
الی مائتین شاتان فاذا زادت
علی مائتین الی ثلثمائة ففیها ثلاث
شیاه فاذا زادت علی ثلثمائة ففی کل
مائة شاة فاذا کانت سائمة الرجل
ناقصة من اربعین شاة واحدة

جب اکیانوے سے ایک سو بیس تک ہون تو دو حقے
قابل نر، جب ایکسو بیس سے زیادہ ہون تو ہر چالیس
پر ایک بنت لبون، اور ہر پچاس پر ایک حقہ، جس
شخص کے پاس صرف چار اونٹ ہون، اوس مین
صدقہ نہین ہے، البتہ اگر اونکا مالک دینا چاہے،
(تو تطوعًا اور تبرعًا قبول کیا جا سکتا ہے) جب پانچ
اونٹ ہون تو ایک بکری،

بکریون کا صدقہ اگر وہ چرنے والی ہون، چالیس سے
ایکسو بیس تک ایک بکری، جب ایکسو بیس سے اوپر
دو سو تک ہون تو دو بکری، جب دو سو سے اوپر
تین سو تک ہون تو تین بکری، جب تین سو سے
اوپر ہون تو ہر سو پر ایک بکری، جب چرنے والی
بکریان چالیس سے ایک بھی کم ہون تو اون مین صدقہ
نہین ہے، البتہ اگر اونکا مالک دینا چاہے،

چاندی (مضروب وغیر مضروب) مین دسوین کا
ربع ہے، اگر ایکسو نوے ہون تو اون مین کچھ نہین،
البتہ اگر مالک دینا چاہے،

فليس فيها صدقة الا ان يشاء ربها
وفي الرقة ربع العشر فان لم تكن
الا تسعين ومائة فليس فيها شئ الا
ان يشاء ربها، ومن بلغت عنده من
الابل صدقة الجذعة وليست
عنده جذعة وعنده حقة فانها
تقبل منه الحقة ويجعل معها شاتين
ان استيسرتا له او عشرين درهما
ومن بلغت عنده صدقة الحقة و
ليست عنده الحقة وعنده الجذعة
فانها تقبل منه الجذعة ويعطيه
المصدق عشرين درهما او شاتين
ومن بلغت عنده صدقة الحقة
وليست عنده الا بنت لبون فانها
تقبل منه بنت لبون ويعطي شاتين
او عشرين درهما، ومن بلغت صدقته
بنت لبون وعنده حقة فانها

جسکے پاس اونٹ کا صدقہ جذعہ تک پہونچگیا ہو
اور جذعہ نہو بلکہ حقہ ہو تو حقہ کو قبول کرلینا چاہیے
اور اوسکے ساتھ دو بکریان لینی چاہئین، اگر
آسانی سے ممکن ہون، یا بیس درہم لے لینا چاہیے
اور جسکے پاس حقہ کا صدقہ ہو اور حقہ موجود نہو
بلکہ جذعہ ہو تو جذعہ لیکر مصدق بیس درہم یا دو
بکریان مالک کو دیدے، اور جسکو صدقہ مین حقہ
دینا ہو، اور اوسکے پاس صرف بنت لبون ہو،
تو اوس سے بنت لبون لیکر اوسکو دو بکریان
یا بیس درہم دیدینا چاہیے، اور جسکو صدقہ مین
بنت لبون دینا ہو اور اوسکے پاس حقہ ہو تو
اوس سے حقہ لیکر مصدق بیس درہم یا دو بکریان
اوسکو دیدے، اور جسکو صدقہ مین بنت لبون
ادا کرنا ہو اور اوسکے پاس نہو بلکہ بنت مخاض
ہو تو اوس سے بنت مخاض قبول کی جائے گی،
اور اوسکو بیس درہم یا دو بکریان دیجائین گی،
اور جسکو صدقہ مین بنت مخاض دینا ہو،

تقبل منه الحقة ويعطيه المصدق
عشرين درهما او شاتين، ومن بلغت
صدقته بنت لبون وليست عنده و
عنده بنت مخاض فانها تقبل منه
بنت مخاض ويعطى معها عشرين درهما
او شاتين ××× ومن بلغت صدقة
بنت مخاض وليست عنده وعنده
بنت لبون فانها تقبل منه ويعطيه المصدق
عشرين درهما او شاتين، فان لم يكن
عنده بنت مخاض على وجهها وعنده ابن
لبون فانه يقبل منه، وليس معه شئ ××
ولا يخرج في الصدقة هرمة ولا ذات
عوار ولا تيس الا ماشاء المصدق ××
ولا يجمع بين متفرق ولا يفرق بين مجتمع
خشية الصدقة ××× وما كان من خليطين
فانهما يتراجعان بينهما بالسوية، [1]

اور اوسکے پاس نہو بلکہ بنت لبون ہو، تو وہ قبول
کیجائے گی، اور مصدق مالک کو بیس درہم یا دو
بکریاں دے گا، اگر بنت مخاض صدقہ کے مطابق
نہو بلکہ ابن لبون ہو (تین سال سے کم کا اونٹ)
تو وہ لے لیا جائے گا، اور اوسکے ساتھ کچھ نہ دیا
جائے گا،

اور صدقہ میں اسقدر بوڑھا جانور جسکے دانت
ٹوٹ گئے ہوں، نہ نکالا جائے، اور نہ عیب دار
جانور لیا جائے، اور نہ بکرا لیا جائے، البتہ اگر
مصدق چاہے، تو لے سکتا ہے،

اور صدقہ کے خوف سے متفرق کو مجتمع اور
مجتمع کو متفرق نہ کیا جائے،

اور دو شریک برابر برابر اپنا حصہ لگا لیں،

[1] بخاری کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ الغنم وباب من بلغت عندہ صدقۃ بنت مخاض ولیست عندہ، وباب العرض فی الزکوٰۃ وباب لایؤخذ فی الصدقۃ ہرمۃ الخ وباب لایجمع بین متفرق الخ وباب ما کان من خلیطین الخ،

قرآن مجید مین دریائی جانورون کے متعلق وارد ہوا ہے،

احل لکم صید البحر وطعامه متاعا لکم — تمھارے لیے دریا کا شکار اور اوسکا طعام حلال کیا گیا ہے، جو تمھارے لیے متاع ہے،

طافی

لیکن دریا مین بعض جانور مرنے کے بعد سطح آب پر آجاتے ہین، اور اونکا شکار نہین ہوسکتا حضرت ابوبکر رض اونکے متعلق فرماتے ہین[1]

الطافی حلال: — مردہ ہوکر جو جانور دریا کی سطح پر آجائے اوسکا کھانا حلال ہے

یہ خیال آیت کے دوسرے لفظ سے ماخوذ ہے، یعنے وطعامه، طعام اوسکو کہتے ہین جسکو دریا اوپر پھینکدے

قصاص

قصاص کے متعلق حضرت ابوبکر رض کا یہ طرز عمل تھا[2]

اقاد ابوبکر من لطمة، — ابوبکر نے تھپڑ کا قصاص لیا،

صحابہ مین حضرت ابن زبیر رض، علی رض، سوید بن مقرن رض نے بھی اسی پر عمل کیا ہے،

خطابت

حضرت ابوبکر رض صحابہ کرام مین سب سے بڑے خطیب تھے، اونکے خطبہ مین بلاغت کے ساتھ ساتھ متانت، سنجیدگی اور وقار پایا جاتا تھا، اور وہ برجستہ اسقدر عمدہ تقریر کرسکتے تھے کہ بڑے بڑے بلغا، حیران رہ جاتے تھے، حضرت عمر رض اخطب العرب تھے، تاہم جب سقیفہ بنو ساعدہ مین خطبہ دینے کے لیے آمادہ ہوئے، تو چند بلیغ جملے سوچ لیے، اور اس خیال سے عجلت کی کہ کہین حضرت ابوبکر رض اپنی تقریر مین اون جملون کو ادا نہ کردین، لیکن جب حضرت ابوبکر رض نے اونکو روک کر تقریر شروع کی

[1] بخاری کتاب الذبائح والصید باب قول اللہ تعالی احل لکم صید البحر، [2] ایضا کتاب الدیات باب اذا اصاب قوم من رجل ہل یعاقب،

تو اونھون نے خود اعتراف کیا،[۱]

فتکلم ابلغ الناس،

ابوبکرؓ نے ایسا بولے جیسے بہت بڑا بلیغ شخص بول سکتا ہے،

دوسری روایت مین یہ الفاظ آئے ہین[۲]

فتکلم ابو بکر فکان هو احلم منی واوقر، واللہ ما ترک من کلمة اعجبتنی فی تزویری الا قال فی بدیهته مثلها او افضل منها،

پھر ابوبکرؓ نے تقریر کی، وہ مجھ سے زیادہ متین، اور باوقار تھے، خدا کی قسم مین نے جو عمدہ جملے سوچے تھے، ابوبکرؓ نے فی البدیہہ اوسی قسم کے یا اون سے بہتر جملے کہے،

طرز ادا

حضرت ابوبکرؓ کا طرز ادا نہایت بلیغ تھا، اور اوسکا شدت کے ساتھ لوگون پر اثر پڑتا تھا وفات نبوی کی خبر صحابہ کے کانون کو نامانوس معلوم ہوتی تھی، لیکن جب حضرت ابوبکرؓ نے اوسکو اس بلیغ پیرایہ مین ادا کیا،

الا! من کان یعبد محمداً فان محمداً صلعم قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت

ہان، جو شخص محمد صلعم کی عبادت کرتا تھا، اسکو معلوم ہونا چاہیے کہ محمد صلعم انتقال فرماگئے، اور جو خدا کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ خدا زندہ ہے، کبھی نہین مریگا،

تو صحابہ کی یہ حالت ہوئی کہ[۳]

فنشج الناس یبکون،

چیخ چیخ کر رونے لگے،

اور آنحضرت صلعم کی وفات کا یقین ہوگیا،

---

[۱] بخاری کتاب المناقب مناقب ابی بکرؓ، [۲] ایضاً کتاب المحاربین باب رجم الحبلیٰ من الزنا [۳] ایضاً کتاب المناقب مناقب ابی بکرؓ

سقیفۂ بنو ساعدہ کے خطبہ کے الفاظ اپنی جگہ پر گذر چکے ہین،

تعبیر

اس فن مین بھی حضرت ابوبکرؓ تمام صحابہ پر فوقیت رکھتے تھے، اور یہ کمال حاصل کیا تھا کہ خود رسول اللہ صلعم کی موجودگی مین خواب کی تعبیر دیتے تھے، یہ جرأت اور صحابہ کو نہین ہوسکتی تھی ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے آکر خواب بیان کیا کہ ایک ابر کا ٹکڑہ ہے، جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے، اور روگ ہاتھون پر لے رہے ہین، کوئی زیادہ لیتا ہے اور کوئی کم، اسی اثنا مین ایک رسی آسمان سے زمین تک لٹک آئی، آپ نے اوسکو پکڑا اور چڑھ گئے، پھر دوسرے شخص نے پکڑا اور چڑھ گیا، پھر تیسرا شخص آیا اور پکڑ کر چڑھ گیا، پھر چوتھے نے چڑھنا چاہا تو رسی ٹوٹ گئی، لیکن پھر جڑ گئی،

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی،

یارسول اللہ، بابی انت، واللہ لتدعنی فاعبرھا؛	یارسول اللہ! میرا باپ آپ پر قربان، خدا کی قسم مجھے تعبیر دینے دیجیے،

ارشاد ہوا،

اعبرھا،	اچھا تم ہی تعبیر دو،

حضرت ابوبکرؓ نے کہا ابر تو اسلام ہے، اور شہد اور گھی قرآن ہے، جس کی حلاوت ٹپک رہی ہے کسی کے پاس زیادہ قرآن ہے، اور کسی کے پاس کم، رسی سے مراد حق ہے جسپر آپ قائم ہین اور جسکی وجہ سے خدا آپ کو بلند کریگا، پھر آپ کے بعد ایک شخص اوس حق پر قائم ہوگا۔ اور اوسکی

وجہ سے بلند ہو جائیگا، پھر ایک اور شخص قائم رہ کر بلند ہوگا، پھر ایک شخص قائم رہنا چاہیگا لیکن رسی منقطع ہو جائے گی لیکن جب دوبارہ جوڑ دیجائے گی تو وہ بھی بلند ہو جائیگا،

فاخبرنی یا رسول اللہ بابی انت اصبت ام اخطأت؟ — یا رسول اللہ، میرا باپ آپ پر قربان، بتلایئے مین نے صحیح کہا یا غلط کی،

آنحضرت صلعم نے فرمایا بعض باتین ٹھیک کہین، اور بعض مین غلطی کی، حضرت ابوبکرؓ نے کہا

فواللہ یا رسول اللہ لتحدثنی بالذی اخطأت[1] — خدا کی قسم! یا رسول اللہ میری غلطیان تبلا دیجیے،

آپ نے ارشاد فرمایا لا تقسم، قسم نہ دلاؤ،

میرے نزدیک رسی سے مراد حبلِ خلافت ہے، چونکہ آنحضرت صلعم، خلافت کے متعلق تصریح نہین کرنا چاہتے تھے، اسلیے حضرت ابوبکرؓ کی غلطیان ظاہر نہین کین،

انساب

حضرت ابوبکرؓ علم انساب مین بھی اپنا جواب نہین رکھتے تھے، اس مین اونکو یہ رتبہ حاصل تھا کہ خود آنحضرت صلعم بھی اعتراف فرماتے تھے،

ایکبار ازواجِ مطہرات نے حضرت زینب بنت جحش رضؓ کو وکیل بنا کر آنحضرت صلعم کیخدمت مین بھیجا کہ حضرت عائشہ رضؓ کے معاملہ مین عدل سے کام لین، اونھون نے نہایت بلند آہنگی سے اپنے مقصد کا اظہار کیا، حضرت عائشہ رضؓ بیٹھی تھین، اونپر حملے شروع کیے، یہانتک کہ سخت گفتگو کی نوبت آئی، آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہ رضؓ کیطرف دیکھا، اونھون نے مرضی پاکر اسقدر مدلل

[1] بخاری کتاب التعبیر باب من لم یر الرؤیا لاول عابر اذا لم یصب،

تردید کی کہ حضرت زینب رضہ خاموش ہوکر رہ گئین، اوسوقت آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہ رضہ کی طرف دیکھا اور فرمایا[1]

انھا بنت ابی بکر، | کیون نہو، آخر ابو بکر کی بیٹی ہے،

شاعری

حضرت ابو بکر رضہ کے اشعار اگرچہ ہمکو معلوم نہین، تاہم اتنا یقینی ہے کہ وہ شعر و سخن کا مذاق رکھتے تھے، چنانچہ ہجرت کے بعد جب مدینہ مین قیام کیا اور بخار مین مبتلا ہوئے، تو یہ شعر زبان پر جاری تھا،

کل امری مصبح فی اھلہ | والموت ادنی من شراک نعلہ

صبح کیوقت گھر کے لوگ آدمی کو سلامتی کی دعا دیتے ہین | حالانکہ موت اوسکے جوتے کی تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہے

یہ شعر اوسوقت پڑھتے تھے جب بخار چڑھتا تھا[2]

---
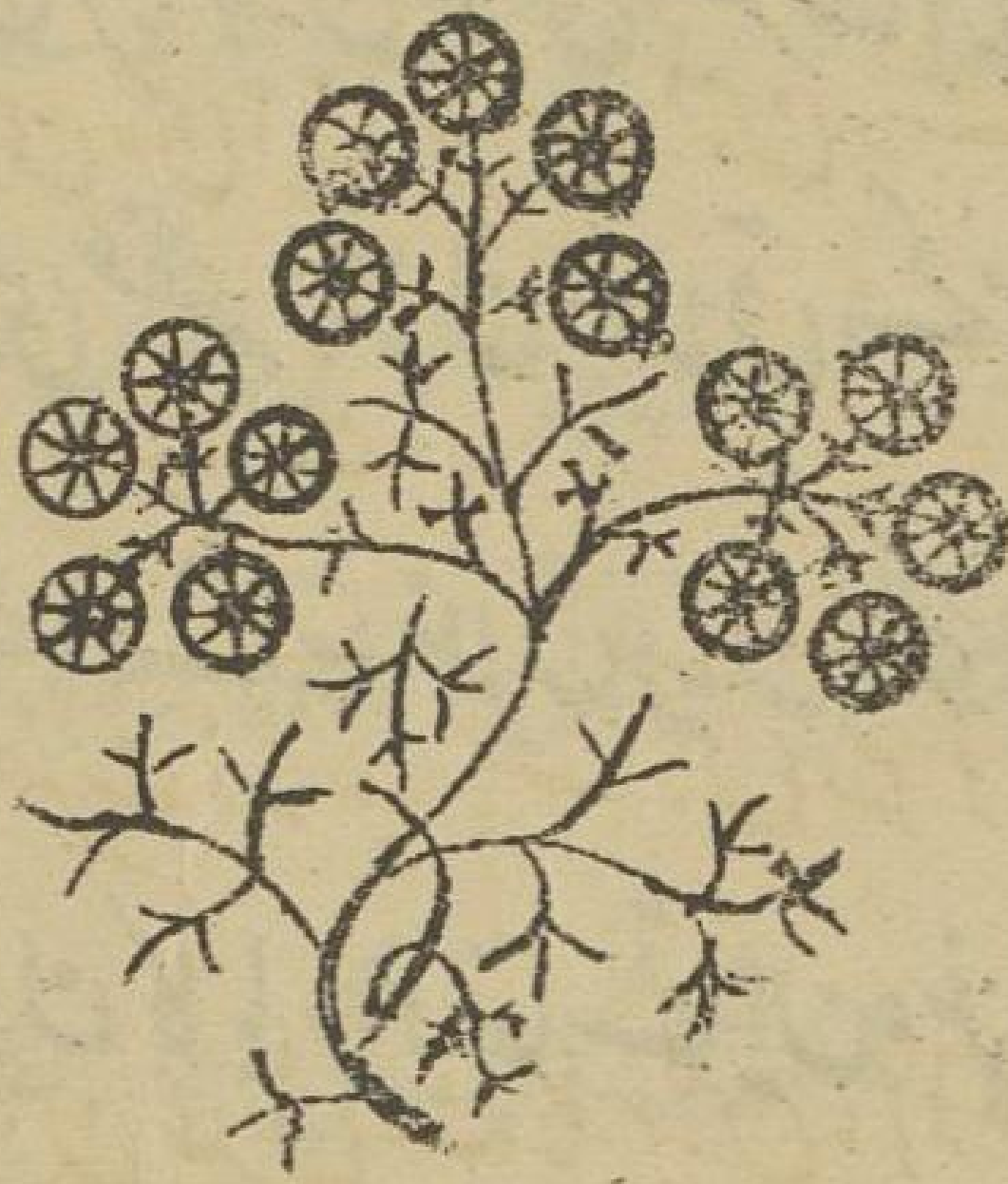
[1] بخاری کتاب الہبۃ وفضلہا باب من اہدی الی صاحبہ وتحری بعض نسائہ دون بعض، [2] ایضاً باب بنیان الکعبۃ باب مقدم النبی صلعم واصحابہ الی المدینۃ،

اخلاق طاہرہ

تمدنِ اسلامی، فرقِ عالم کا دُرّۃ التاج ہے، لیکن اوسکے تمام عناصر اخلاقِ کاملہ کی بدولت ظہور مین آئے ہین، حضور سرور کائنات صلعم نے صحابۂ کرامؓ کو جو تعلیم دی، اور اونمین جو اخلاق پیدا کیے، وہ ایک طرف تو ملکوتی صفات سے مشابہ تھے، اور دوسری طرف حیوانی قوتون کو معتدل کرتے تھے، انہی اخلاق کا کرشمہ وہ روحانی تمدن تھا، جو صحابہ کے زمانہ مین عالم وجود مین آیا، دفعۃً تاریخ کا ورق اُلٹ گیا، اور دنیا کی تمام گذشتہ ترقیان گردہو گیئن،

یہ اخلاق اگرچہ تمام صحابہ مین موجود تھے، تاہم ایک ذاتِ قدسی وہ تھی جو محاسنِ اخلاق کا مطلع اور رذائل عادات کا مغرب تھی، یہ جامع کامل حضرت ابوبکر رضؓ تھے، جو اپنی فطرتِ سلیمہ کے اقتضا سے زمانۂ جاہلیت مین بھی عظیم الشان اخلاق کے مظہر رہ چکے تھے،

سردارِ قارہ ابن الدغنہ نے اونکے یہ اخلاق بیان کئے ہین،

"یہ صلۂ رحم کرتے ہین، مقروضون کا بار اوٹھاتے ہین، غریبون کی اعانت کرتے ہین، مہمانونکی ضیافت کرتے ہین، حق کی حمایت کرتے ہین، مصیبتون مین لوگون کے کام آتے ہین"

صلح حدیبیہ کے زمانہ مین جب عروہ بن مسعود کو حضرت ابوبکر رضؓ نے سخت جواب دیا تو اوسنے کہا[1]

[1] بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب،

لولا ید کانت لك عندی لم اجزك بھا لاجبتك!

اگر تمھارا ایک احسان مجھپر نہوتا، جسکا بدلہ مین ابھی تک ادا نہین کرسکا تو مین تم کو جواب دیتا،

لیکن یہ جاہلیت کے اخلاق تھے، اسلام کے زمانہ مین اون مین جامعیت، تنوع، اور بوقلمونی پیدا ہوئی،

ایثار | قومون کی سعادت کا سرچشمہ، اور برکاتِ تمدن کا دیباچہ، ایثارِ نفس ہے، اور یہ وصف حضرت ابوبکر رض مین (بہ استثنا حضرت عمر رض) تمام صحابہ سے زیادہ نمایان تھا، بیعتِ سقیفہ مین جب مسئلہ استخلاف پر اونھون نے تقریر کی تو خلافت کے لیے حضرت عمر رض اور ابوعبیدہ رض کا نام پیش کیا اور اپنے کو بالکل علحدہ کر لیا، یہی نہین، بلکہ جیسا کہ کتاب المحاربین مین تصریح ہے، اونھون نے تقریر ختم کی، اور بیٹھ کر حضرت عمر رض اور ابوعبیدہ رض کا ہات پکڑ لیا، اور لوگون سے فرمایا،

بایعوا ایھما شئتم، ان دونون مین سے جسکے ہات پر چاہو بیعت کرو،

شجاعت | ترقیِ اقوام کا سب سے بڑا محرک شجاعت کا جذبہ ہے، جو حضرت ابوبکر رض مین بتمام وکمال موجود تھا، غور کرو! کفرزار مکہ کا ذرہ ذرہ پیغمبرِ اسلام کا دشمن ہے، اکثر صحابہ حبشہ کو ہجرت کر چکے ہین، جان نثاران خاص مین سے حضرت عمر رض، بلال رض، سعد رض، عمار بن یاسر رض، مدینہ کو روانہ ہو چکے، پیغمبر کفار کے نرغہ مین ہے، اسی زمانہ مین ہجرت کی اجازت ہوتی ہے، اور آپ حضرت ابوبکر رض کو ہمراہ لیکر مدینہ روانہ ہو جاتے ہین،

جان کا خطرہ ہے، اور کفار کی طرف سے انعام کا اشتہار ہو چکا ہے، لیکن جان پر کھیل کر رسول اللہ صلعم کا ساتھ دیرہے ہین،

جبلِ ثور کا تیرہ وتاریک غار ہے، اور رسول اللہ صلعم کے ہمراہ تین راتین اوسمین بسر کررہے ہین،
راستہ مین ایک جگہ قیام ہوتا ہے، رسول اللہ صلعم کو چٹان کے سایہ مین لٹا کر محافظت کیلیے
باہر نکلتے ہین، اور چارون طرف دیکھتے جاتے ہین کہ کہین دشمن تو نہین آرہا ہے

غزوۂ بدر مین تمام صحابہ میدانِ جنگ مین دادِ شجاعت دے رہے ہین، لیکن صرف ایک
ذات ہے جو رسول اللہ صلعم کی حفاظت او رصیانت کی ذمہ دار ہے، اور اسوقت بھی ثانی
اثنین بنی ہوئی ہے،

غزوۂ احد مین گو جسمِ مبارک چور چور ہے، تاہم کفار کا تعاقب کررہے ہین،

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد مانعینِ زکوٰۃ کا گروہ پیدا ہوتا ہے، تمام صحابہ رائے دیتے
ہین کہ اون سے جہاد ضروری نہین، لیکن خلیفہ کا دل کھلتا ہے، اور زبان پر یہ الفاظ جاری ہوتے ہین،

"خدا کی قسم! جو شخص نماز اور زکوٰۃ مین فرق کریگا، مین اوس سے لڑونگا، زکوٰۃ
مال کا حق ہے، خدا کی قسم! اگر وہ لوگ رسول اللہ صلعم کو ایک بکری کا بچہ دیتے
تھے، اور مجھے ندین گے، تو مین اون سے جہاد کرونگا"،

حُبِ رسول ؐ | ایمانِ کامل کا معیار یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم کی محبت، جان، مال، اولاد، بلکہ تمام
دنیاوی تعلقات پر غالب آجائے، اور اس معیار پر حضرت ابوبکر رضؓ سے زیادہ کوئی شخص پورا
نہین اوتر سکتا،

غار، اور غزوات کے واقعات محبت رسول کا اعلےٰ نمونہ ہین، تاہم ایک واقعہ اور بھی
سُننے کے قابل ہے،

عروہ بن زبیر نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضہ سے دریافت کیا کہ مشرکین نے رسول اللہ صلعم کو جو تکلیفین پہونچائین، اونین زیادہ سخت تکلیف کیا تھی؟ حضرت عبداللہ رضہ نے جواب دیا، ایک روز رسول اللہ صلعم کعبہ کے احاطہ (حجر) مین نماز پڑھ رہے تھے، عقبہ بن ابی معیط آیا، آپ کے مونڈھے پکڑے، اور آپ کے گلے مین کپڑا ڈال کر زور سے کھینچا، گلا دب رہا تھا لیکن آپ یادِ الٰہی مین محو تھے، اتنے مین حضرت ابوبکر رضہ آگئے، اونھون نے عقبہ کے مونڈھے پکڑے، رسول اللہ صلعم کی مدافعت کی، اور یہ فرمایا[۱]

اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ و	کیا تم اوس شخص کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ
قد جاءکم بالبینات من ربکم	ہے، حالانکہ وہ تمھارے پاس تمھارے رب کی واضح نشانیاں لیکر آیا ہے؟

مال نہایت محبوب چیز ہے، لیکن حضرت ابوبکر رضہ کو ایک چیز اوس سے بھی زیادہ محبوب تھی، اسلیے تمام مال و دولت اوسپر نثار کر دیا، صحیح بخاری مین ہے،[۲]

کفعل ابی بکر حین تصدق بماله	جسطرح ابوبکر نے اپنا مال تصدق کر دیا،

یہ اسقدر باوقعت ایثار تھا کہ خود آنحضرت صلعم نے ممنونیت کے ساتھ اسکا تذکرہ فرمایا ہے،

"مین جس شخص کی صحبت اور دولت کا سب سے زیادہ ممنون ہون، وہ ابوبکر ہین"

ایک اور موقع پر ارشاد ہوا،[۳]

واسانی بنفسه وماله ـ	اونھون (ابوبکر رضہ) نے میری جان اور مال سے امداد کی،

---

[۱] بخاری کتاب تفسیر القرآن، سورۃ المومن، [۲] ایضاً کتاب الزکوٰۃ باب وجوب الزکوٰۃ وباب لاصدقۃ الاعن ظہر غنی، [۳] ایضاً کتاب المناقب مناقب ابی بکر،

اولاد انسان کو بہت عزیز ہوتی ہے، لیکن حضرت ابوبکر رض کے نزدیک رسول اللہ صلعم کے مقابلہ مین کوئی چیز عزیز نہ تھی، حضرت عائشہ رض اونکی نہایت محبوب صاحبزادی تھین، اور ازواجِ مطہرات مین داخل تھین، تاہم جب غزوۂ مریسیع مین اونکا ہار گم ہوا اور آنحضرت صلعم کو قیام کرنا پڑا، تو حضرت ابوبکر رض نے اونکو سخت تنبیہ کی، پسلی مین اونگلیان کونچین، اور سینہ پر دھکا مارا، کہ رسول اللہ صلعم اور مسلمانون کو تم نے کیون روکا؟

افک کے واقعہ مین جب حضرت عائشہ رض، آنحضرت صلعم سے اجازت لیکر میکہ آئین، تو حضرت ابوبکر رض کو خیال پیدا ہوا کہ اونکے رہنے سے رسول اللہ صلعم کو ملال ہوگا، یہ بڑا نازک وقت تھا، رسول اللہ صلعم، اوس زمانہ مین حضرت عائشہ رض سے بہت کم ملتفت ہوتے تھے، وہ اسکو محسوس کرتی تھین تو تکلیف ہوتی تھی، اور چونکہ پہلے سے بیمار تھین، اس واقعہ نے اونکی بیماری مین اور بھی اضافہ کردیا تھا، وہ مان باپ کے پاس بڑی امیدین لیکر آئی تھین، اور سمجھتی تھین کہ میری حمایت کرینگے، لیکن حضرت ابوبکر رض نے تمام حالات سنکر نظر بدل لی، اور فرمایا،

"بیٹی! مین تجھ کو قسم دیتا ہون کہ تو اپنے گھر کو واپس جا"

جب آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہ رض سے گفتگو کی، تو اونھون نے حضرت ابوبکر رض سے کہا کہ آپ میری طرف سے جواب دیجیے، حضرت ابوبکر رض نے صاف جواب دیا،

"مین نہین جانتا کہ رسول اللہ صلعم کو کیا جواب دون؟"

آخر حضرت عائشہ رض کو خود ہی جواب دینا پڑا،

تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلعم پر ان واقعات کا کیا اثر پڑا؟ آپ ڈول کھینچنے کا خواب

بیان کرتے ہین، تو حضرت ابوبکرؓ کا ذکر ان الفاظ مین آتاہے،

"مین ایک حوض پر لوگون کو پانی پلا رہا تھا، ابوبکرؓ آئے اور میرے ہاتھ سے ڈول لے لیا، تاکہ مجھے راحت پہونچائین"،

اللہ اکبر! حضرت ابوبکرؓ کی محبت کا یہ عالم ہے کہ بیداری تو بیداری، حالتِ رؤیا مین بھی جلوہ گر نظر آتی ہے، لمثل ھذا فلیعمل العاملون،

جب تخییر کی آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہ رضؓ کو سب سے پہلے آگاہ کیا، اور فرمایا رائے قائم کرنے مین جلدی نہ کرنا، اپنے ماں باپ سے مشورہ لے لینا، حضرت عائشہ رضؓ اسکے بعد فرماتی ہین[1]،

وقد علم ان ابوی لمریکونا یامرانی بفراقه!	آپ خوب جانتے تھے کہ میرے باپ مان، آپ کے پاس سے میرا جدا ہونا گوارا نکرین گے،

آپ حضرت ابوبکرؓ کے مکان مین جسقدر آتے جاتے تھے، کسی کے مکان مین نہین جاتے تھے، مدینہ مین اونکا مکان کئی میل دور تھا، اسلیے مجبوری تھی، لیکن مکہ مین یہ حال تھا[2]،

لم یمر علینا یوم الا یاتینا فیه رسول اللہ صلعم طرفی النھار بکرۃ وعشیۃ	کوئی دن ایسا نہین ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلعم صبح یا شام ہمارے گھر تشریف نہ لاتے ہون،

جود وسخا | حضرت ابوبکرؓ دولت مند لوگون مین تھے، اور اسکی شہادت خود قرآن مجید نے دی ہے،

ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعة	تم مین جو لوگ دولتمند اور وسعت والے ہین وہ قسم نہ کھائین الخ

[1] بخاری کتاب تفسیر القرآن سورۃ الاحزاب، باب قوله وان کنتن تردن اللہ ورسوله والدار الآخرۃ الآیۃ،
[2] ایضاً باب بنیان الکعبۃ باب ہجرۃ النبی صلعم واصحابہ الی المدینۃ،

حضرت عائشہ رضؓ اسکی تفسیر مین فرماتی ہین[1]،

یعنی ابا بکر، اس سے مراد ابو بکر ہین،

دولتمندون کا مال ومتاع، نمود ونمائش، عزت وجاہ، شان وشوکت، کے مواقع پر صرف ہوتا ہے، لیکن حضرت ابو بکر رضؓ کا مال خدا کی راہ مین خرچ ہوتا تھا، وہ جیسا کہ قرآنِ مجید مین مذکور ہے، ذوی القربیٰ، مساکین، اورمہاجرین، پر اپنا روپیہ صرف کرتے تھے،

ذوی القربیٰ مین حضرت مسطح بن اثاثہ رضؓ ایک صحابی تھے، جو فقر وفاقہ مین مبتلا تھے، حضرت ابو بکر رضؓ نے اونکے تمام مصارف کا بار اپنے ذمہ لے لیا تھا حضرت عائشہ فرماتی ہین[2]

کان ینفق علی مسطح بن اثاثۃ لقرابتہ منہ وفقرہ، — وہ مسطح بن اثاثہ کے اخراجات قرابت اور فقر کی بنا پر برداشت کرتے تھے،

مساکین کے سلسلہ مین حضرت بلال رضؓ کی آزادی کا واقعہ ہے،

مہاجرین مین اصحابِ صفہ کا ایک گروہ تھا، جو خدا ورسول کا مہمان رہتا تھا حضرت ابو بکر رضؓ بھی ان معزز مہمانون کے میزبان بنتے تھے،

ایکبار آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جسکے گھر مین دو آدمیون کا کھانا پکتا ہو وہ اصحابِ صفہ مین سے ایک شخص کو اپنے ہمراہ لیجائے، جسکے ہان چار آدمی ہون وہ پانچوان یا چھٹا (زیادہ) کو شامل کرکے آدمی اون مین سے انتخاب کرلے، اس قاعدہ کے مطابق آنحضرت صلعم دس صاحبون کو کاشانۂ اقدس مین لے گئے، اور حضرت ابو بکر رضؓ تین آدمیون کو لائے،

---

[1] بخاری کتاب تفسیر القرآن، باب ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین آمنوا الخ سورۃ النور،
[2] ایضاً کتاب المغازی باب حدیث الافک،

ان تین شخصون کے علاوہ مکان کے لوگون مین حضرت ابوبکر رضہ، اونکی زوجہ، عبدالرحمان رضہ اونکی بیوی، خادم، پانچ آدمی تھے، اور کُل آدمیون کی تعداد آٹھ تھی، حضرت ابوبکر رضہ نے عبدالرحمان رضہ سے کہا، تم اپنے مہمانون کی خبر لینا، مین رسول اللہ صلعم کے پاس جاتا ہون، میرے آنے سے پہلے اونکو کھانا کھلا دینا، حضرت ابوبکر رضہ، رسول اللہ صلعم کی خدمت مین تشریف لے گئے، اور وہان اونکو دیر ہوگئی، باتین کرتے رہے یہان تک کہ عشا کی نماز کا وقت آگیا، پھر نماز کے بعد آنحضرت صلعم کھانا نوش فرمانے لگے، اور حضرت ابوبکر رضہ بیٹھے رہے جب زیادہ رات گذر گئی تو مکان روانہ ہوئے،

اِدہر عبدالرحمان رضہ نے مہمانون کے سامنے کھانا رکھا، تو اونھون نے کہا آپ کہان ہین منزلنا؟ (ہمارے مکان کا مالک کہان ہے) عبدالرحمان نے جواب دیا آپ لوگ کھائین لیکن وہ راضی نہوئے، اور کہا جب تک گھر کا مالک نہ آئیگا ہم کھانا نہین کھائین گے، عبدالرحمن رضہ نے کہا آپ ہماری ضیافت قبول کرین، ورنہ اگر وہ آگئے اور اوسوقت تک آپ لوگون نے کھانا نہ کھایا تو پھر ہماری خیر نہین ہے، مہمانون نے اب بھی انکار کیا تو عبدالرحمان رضہ کو یقین ہوگیا کہ اب حضرت ابوبکر رضہ ناراض ہونگے،

حضرت ابوبکر رضہ گھر تشریف لائے، تو عبدالرحمان رضہ کی والدہ نے کہا آپ کو مہمانونکا خیال نہین رہا؟ فرمایا کیا تم نے کھانا نہین کھلایا؟ بولین ہم نے پیش کیا تھا لیکن اون لوگون نے انکار کیا، حضرت ابوبکر رضہ غصہ ہوئے، عبدالرحمان رضہ اونکی آہٹ پاکر چھپ گئے تھے، حضرت ابوبکر رضہ نے اونکو آواز دی، دوبار پکارنے پر وہ خاموش رہے، تیسری بار کہا یا

غنثر! (اوبیئہ) مین تجھکو قسم دیتا ہون، اگر تو میری آواز سُن رہا ہے تو نکل آ، عبد الرحمان نکلکر سامنے آئے، اور کہا اپنے مہانون سے واقعہ دریافت کیجیے، مہانون نے کہا یہ سچ کہہ رہے ہین، کھانا لیکر آئے تھے، اب حضرت ابوبکرؓ مہانون کی طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا، تو آپ لوگون کو میرا انتظار تھا؟ خدا کی قسم آج رات کو مین کھانا نہین کھاؤنگا، اون لوگون نے جواب دیا خدا کی قسم! جب تک آپ نہ کھائین گے ہم بھی نہ کھائین گے!

حضرت ابوبکرؓ اب سنبھلے، اور فرمایا، "یہ (قسم) شیطانی حرکت تھی، مین نے آج کی طرح بُری رات کبھی نہین دیکھی، آپ لوگ کیسے ہین؟ ہماری ضیافت کیون نہین قبول کرتے؟" "کھانا لاؤ" حضرت ابوبکرؓ نے سب سے پہلے بسم اللہ کہہ کر کھانے مین ہات ڈالا، پھر اون لوگون نے بھی کھایا، اس کھانے مین یہ برکت ہوئی کہ ایک لقمہ اُٹھاتے تھے تو نیچے سے بڑھتا ہوا معلوم ہوتا تھا، حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا تو جسقدر کھانا پکایا گیا تھا اوتنا یا اوس سے زیادہ نظر آیا، بیوی سے بولے "یا اخت بنی فراس! یہ کیا معاملہ ہے؟ اونھون نے کہا وقرة عینی! اب یہ تین گنا زیادہ ہے، جب لوگ سیر ہو چکے تو حضرت ابوبکرؓ نے اوسکو آنحضرت صلعم کی خدمت مین بھیجا، آپ نے اوسمین سے کچھ خود نوش فرمایا، اور کچھ باقی رہنے دیا، صبح کو اور لوگون نے سیر ہو کر کھایا۔[1]

گذشتہ مصارف کے علاوہ اور مصارف مین بھی حضرت ابوبکرؓ کا روپیہ خرچ ہوتا تھا، چنانچہ ہجرت کے لیے اونھون نے دو اونٹ خریدے تھے، جنمین ایک پر رسول اللہ صلعم اور ایک پر خود سوار تھے،

[1] بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوة فی الاسلام، و کتاب الادب باب مایکرہ من الغضب والجزع عند الضیف و باب قول الضیف لصاحبہ لا آکل حتی تاکل،

بخل سے تنفر | بخل سے سخت نفرت کرتے تھے، حضرت جابر نے جب اون سے کہا کہ آپ مجھکو دینے مین بخل کرتے ہین تو تین بار فرمایا[1]

اقلت تبخل عنی؟ وای داء ادوء من البخل — تم کہتے ہو آپ بخل کرتے ہین؟ بخل سے بڑھکر کون بڑا مرض ہو سکتا ہے

تواضع | حضرت ابوبکرؓ سے بڑھکر گردن افراز کون ہو سکتا تھا؟ لیکن اونکی سربلندی، تواضع کے مرادف تھی، کبر و غرور جاہلیت کا شعار ہے جسکو اسلام منہدم کرنے کے لیے آیا تھا، حضرت ابوبکرؓ اس شعار سے اسقدر متنفر تھے کہ خود آنحضرت صلعم نے اس باب مین اونکی برارت فرمائی ہے،

ایکبار آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص کبر و غرور سے اپنا کپڑا لٹکا کر چلے گا، خدا قیامت کے دن اوسکی طرف نظر نہ کریگا، حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی،

ان احد شقی ثوبی یسترخی، الا ان التعاھد ذلک منه، — میرے کپڑے کا ایک کنارہ لٹکتا رہتا ہے، البتہ اگر مین اوسکا خیال رکھون،

آپ نے ارشاد فرمایا[2]

انک لست تصنع ذلک خیلاء! — تم اوسکو کبر و غرور سے نہین کرتے ہو،

اگرچہ رسول اللہ صلعم کی جگہ پر حضرت ابوبکرؓ کے سوا کوئی شخص امامت کے لیے کھڑا نہین ہو سکتا تھا، تاہم جہان وہ مستقل طور پر سکونت پذیر تھے، (یعنی قبار) اوس مسجد کے امام سالمؓ مولی ابی حذیفہ تھے، اور حضرت ابوبکرؓ اونکی اقتدار مین نماز پڑھتے تھے، چنانچہ بخاری مین ہے[3]،

کان سالم مولی ابی حذیفة یؤم المھاجرین — سالم مولی ابی حذیفہ مہاجرین اولین، اور صحابہ کی

[1] بخاری کتاب المغازی باب قصة عمان والبحرین، [2] ایضاً کتاب المناقب مناقب ابی بکرؓ [3] ایضاً کتاب الاحکام باب استقضاء الموالی واستعمالھم،

الاولین والاصحاب النبی صلعم فی	مسجد قبا، مین امامت کرتے تھے، جن مین ابوبکر،
مسجد قباء فیھم ابوبکر وعمر وابوسلمة	عمر، ابوسلمہ، زید، اور عامر بن ربیعہ بھی ہوتے
وزید وعامر بن ربیعة،	تھے،

شکر حضرت ابوبکر رضہ کو خدا نے جو فضیلتین عطا فرمائی تھین، اونکا وہ شکر ادا کرتے تھے، ایکبار امامت کررہے تھے، آنحضرت صلعم تشریف لائے تو صف مین کھڑے ہوگئے، اور حضرت ابوبکر کو ہاتھ کے اشارہ سے امامت کے لیے فرمایا، حضرت ابوبکر رضہ نے نیت توڑدی، ہاتھ اوٹھائے اور آنحضرت صلعم کے اس ارشاد پر خدا کا شکر ادا کیا، پھر پیچھے ہٹ کر صف مین مل گئے،

اکل حرام سے اجتناب لقمۂ حرام سے جو کام و دہن آلودہ ہوجاتے ہین، اونکی رگوںین روحانیت کا خون نہین دوڑتا، حضرت ابوبکر رضہ کا دل، مظہرِ انوارِ الٰہی تھا، اسلیے وہ شدت کے ساتھ اکلِ حرام سے اجتناب کرتے تھے،

اونکے پاس ایک غلام تھا جس سے کچھ رقم مقرر کرلی تھی، اور اوسکو وہ اپنے صرف مین لایا کرتے تھے، ایکروز اوسنے کچھ مال لاکر دیا، اور حضرت ابوبکر رضہ نے وجہ معاش مین صرف کرڈالا اوس نے کہا آپ جانتے ہین یہ کس قسم کی کمائی ہے؟ حضرت ابوبکر رضہ نے پوچھا،

وما ھو؟	کس قسم کی ہے،

کہا مین جاہلیت مین کہانت کرتا تھا، اور وہ مجھے اچھی طرح آتی نہ تھی، مین نے دہوکہ دیکر ایک آدمی کے لیے کہانت کی تھی، آج وہ ملا تو یہ رقم پیش کی، آپ نے جو کچھ کھایا ہے اوسی رقم کا ہے، حضرت ابوبکر رضہ نے یہ سُنا تو مُنھ مین ہاتھ ڈالا، اور پیٹ مین جو کچھ تھا، قے کرڈالا[۱]،

[۱] بخاری باب بنیان الکعبۃ باب ایام الجاہلیۃ،

ادب نبوی | بارگاہِ رسالت مین حضرت ابوبکر رض سے زیادہ کوئی مقرب نہ تھا، تاہم وہ (باستثنار حضرت عمر رض) تمام صحابہ سے زیادہ آنحضرت صلعم کا احترام کرتے تھے، آپ سے گفتگو کرتے تو بات بات مین کہتے،

بابی انت وامی، میرے باپ مان آپ پر قربان،

حضرت عمران بن حصین رض ایک سفر کا واقعہ بیان کرتے ہین کہ ہم لوگ رات کو چلتے رہے صبح کا وقت قریب آیا تو استراحت کی غرض سے اوتر پڑے، سفر کی تکان تھی، آنکھین بند ہوگئین، اور نیند آگئی، جب آفتاب بلند ہوا تو سب سے پہلے حضرت ابوبکر رض کی آنکھ کھلی، اونکا قاعدہ تھا کہ[1]

کان لا یوقظ رسول اللہ صلعم من منامہ حتی یستیقظ، رسول اللہ صلعم کو سوتے سے جگاتے نہ تھے، جبتک کہ آپ خود نہ اوٹھ بیٹھین،

ہجرت کے واقعہ مین وہ آنحضرت صلعم کو سوتا چھوڑ کر دودھ کی تلاش مین نکلے تھے، جب لیکر واپس آئے تو خود بیان فرماتے ہین[2]

فکرھت ان اوقظہ، مین نے آپ کو جگانا مکروہ سمجھا،

آنحضرت صلعم کے سامنے بلاضرورت گفتگو نہ کرتے، ایکبار آپ نے پوچھا کہ وہ کون درخت ہے جو مسلمان سے مشابہ ہے، اوسکے پتے نہین جھڑتے، اور ہر زمانہ مین پھل لاتا ہے، چونکہ اسکے جواب پر اطمینان نہ تھا، حضرت ابوبکر رض خاموش بیٹھے رہے، راوی کہتا ہے[3]،

رأیت ابابکر وعمر لا یتکلمان مین نے دیکھا کہ ابوبکر وعمر خاموش ہین،

---

[1] بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوة فی الاسلام، [2] ایضاً، حدیث براء بن عازب رض، [3] ایضاً کتاب تفسیر القرآن باب قولہ کشجرة طیبة اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء توتی اکلہا کل حین، سورة ابراہیم،

ذوالیدین کے واقعہ مین حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ دونون موجود تھے، لیکن آپ سے گفتگو کرتے ہوئے اونکو خوف معلوم ہوا، ھابا ان یکلما ہ!

آپ کی موجودگی مین امامت کی جرارت نہ کرتے، ایکبار امامت کررہے تھے، آپ تشریف لائے اور صف مین کھڑے ہوگئے، اونھون نے پیچھے ہٹنا چاہا، آپ نے اشارہ سے منع کیا، لیکن اونھون نے کہا، ابو قحافہ کے بیٹے کی یہ مجال نہین کہ آپ کے سامنے امام بنکر کھڑا ہو،

مرض الموت مین جب وہ مستقل امام تھے، ایکروز آنحضرت صلعم مسجد مین تشریف لائے تو اونھون نے مصلے سے ہٹ جانا چاہا، لیکن آپ نے روکا اور اونکے برابر بیٹھ کر نماز پڑہائی،

جس روز آپ نے وفات پائی، صبح کے وقت پردہ اوٹھاکر نماز کی کیفیت ملاحظہ فرمانا چاہی، حضرت ابوبکرؓ مصلے پر کھڑے ہوچکے تھے سمجھے کہ آپ آنا چاہتے ہین، صف اول مین شامل ہونے کے لیے پیچھے ہٹے، آپ نے اشارہ فرمایا کہ آگے بڑہو، اور پردہ چھوڑ لیا،

رازداری دوست کے لیے رازداری ضروری چیز ہے، حضرت ابوبکرؓ، رسول اللہ صلعم کے دوست رفیق، اور بھائی تھے، اسلیے اونمین یہ وصف نہایت شدت کے ساتھ نمایان تھا، حضرت عمرؓ اونکے نہایت مخلص دوست تھے، تاہم رسول اللہ صلعم کی دوستی کا پلہ اونکی دوستی کے مقابلہ مین بھاری رہتا تھا،

حضرت عمرؓ کی صاحبزادی، حضرت حفصہؓ، خنیس رضؓ بن حذافہ سہمی کو منسوب تھین، جو اصحاب بدر مین تھے، اونکا انتقال ہوا تو حضرت عمرؓ نے حضرت عثمان رضؓ سے کہا اگر تم چاہو تو حفصہ سے تمہارا نکاح پڑہا دون، اونھون نے جواب دیا مین غور کرونگا، کچھ دن کے بعد ملے

تو کہا میرا ارادہ نہین ہے، اب حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے ذکر کیا، وہ خاموش ہو گئے اور کچھ جواب نہ دیا، چونکہ اون سے حضرت عمرؓ کے تعلقات زیادہ تھے، حضرت عمرؓ کو سخت صدمہ ہوا، خود کہتے ہین،

فکنت علیه اوجد منی علیٰ عثمان — عثمان کے انکار پر مجھکو جو غصہ تھا، ابوبکر کی خاموشی پر مجھے اوس سے زیادہ غصہ آیا،

چند روز کے بعد رسول اللہ صلعم نے نکاح کا پیام دیا، اور یہ مبارک تقریب انجام پائی، نکاح کے بعد حضرت ابوبکرؓ اونکے پاس آئے اور کہا تم کو میری خاموشی سے رنج ہوا ہوگا؟ حضرت عمرؓ نے کہا "ہان" حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا[1]

انه لم یمنعنی ان ارجع الیك فیما عرضت الا انی قد علمت ان رسول الله صلعم قد ذکرها، فلم اکن لافشی سر رسول الله صلعم ولو ترکها لقبلتها، — تمھاری درخواست کا جواب دینے مین مجھکو جو چیز مانع ہوئی یہ تھی کہ آنحضرت صلعم اون (حفصہؓ) کا ذکر فرما چکے تھے، مین نے رسول صلعم کے راز کو فاش کرنا مناسب نہین سمجھا، اگر آپ اپنا ارادہ فسخ کرتے تو مین اون سے نکاح کر لیتا،

رقیق القلبی رقت قلب اور لطافتِ طبع کا جوہر اکثر صحابہ مین موجود تھا، جو اونکو آستانۂ اسلام پر جھکانے کا باعث ہوا، لیکن حضرت ابوبکرؓ مین یہ جوہر سب سے زیادہ نمایان تھا، اس لیے وہ سب سے پہلے خدا کے آگے جھکے،

[1] بخاری کتاب المغازی، غزوۂ بدر،

وہ عموماً ہر بات کا شدت کے ساتھ اثر لیتے تھے، واقعۂ افک مین جب حضرت عائشہ رضہ نے رونا شروع کیا تو حضرت ابوبکر رضہ کی آنکھون سے بھی آنسو روان ہوگئے،

مرض الموت مین جب آنحضرت صلعم نے اونکو امام نماز بنانا چاہا تو حضرت عائشہ رضہ نے یہ عذر پیش کیا،[1]

ان ابابکر اذا قام فی مقامک لم	ابوبکر جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہونگے تو اسقدر
یسمع الناس من البکاء	روئین گے کہ قرأت کی آواز نہ سُنائی دے گی،

آنحضرت صلعم نے جب اشارۃً اپنی وفات کی خبر سُنائی تو

فبکی ابوبکر!	ابوبکر رونے لگے،

ہیبت وجلال | اس نرمی کے ساتھ مزاج مین کچھ گرمی بھی تھی، جو ضروری مواقع پر ظاہر ہوتی تھی، حضرت عمر رضہ اونکو غصہ دلانا مکروہ سمجھتے تھے،

حضرت عبدالرحمن رضہ بڑے صاحبزادے تھے، لیکن مہمانون کے واقعہ مین اونھون نے حضرت ابوبکر رضہ کے متعلق یہ الفاظ کہے،

انہ ان جاء ولم تطعموا لنلقین منہ	وہ اگر آگئے اور آپ لوگون نے کھانا نہ کھایا، تو ہم اونسے کچھ پا جائینگے

جب مہمانون نے کھانا کھانے سے انکار کیا تو کہتے ہین،

فعرفت انہ یجد علیّ،	مین سمجھ گیا کہ اب وہ مجھپر ناراض ہونگے،

حضرت ابوبکر رضہ آئے تو عبدالرحمان رضہ کہتے ہین،

---

[1] بخاری کتاب الاذان باب اہل العلم والفضل احق بالامامۃ،

تنحیت عنہ　　　　　مین سامنے سے ہٹ گیا،

اوںھون نے دوبار آواز دی لیکن عبد الرحمن رض خاموش رہے، جب قسم دلائی تو سامنے آئے،

ہار گم ہونے کے واقعہ مین حضرت عائشہ رض پر جو عتاب کیا تھا، وہ اوپر گذر چکا ہے،

ایکبار حضرت عائشہ رض کے پاس انصار کی دو لڑکیان آئین اور جنگ بعاث کے واقعات

گانا شروع کیے، آنحضرت صلعم منھ پھیرے لیٹے رہے، لیکن جب حضرت ابو بکر رض آئے تو اونھون نے

حضرت عائشہ رض کو ڈانٹا کہ رسول اللہ صلعم کے سامنے شیطان کا مزمار کیسا؟ آنحضرت صلعم اون کی

طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا جانے بھی دو، جب حضرت ابو بکر رض دوسری طرف متوجہ ہوئے تو

حضرت عائشہ رض کہتی ہین[1]،

غمزتھما فخرجتا!　　　　　مین نے آنکھ کا اشارہ کیا اور وہ لڑکیان باہر چلی گئین

افک کے واقعہ مین جب حضرت عائشہ رض کو معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر رض سن چکے ہین تو

خرت مغشیا علیھا،　　　　　وہ بیہوش ہو کر گر پڑین،

یہ غصہ کی عام حالت تھی، لیکن جب زیادہ غصہ ہوتے تو سخت الفاظ زبان سے نکلتے

تھے، عبد الرحمن رض پر ناراض ہوئے تو فرمایا یا غنثر! اولئیم،

عروہ پر بگڑے تو کہا، امصص ببظر اللات، (گالی ہے)

نظافت | حضرت ابو بکر رض بالطبع نظافت پسند تھے، اور اسکا اثر سفر و حضر مین یکسان طور پر نمایان

ہوتا تھا، ہجرت کے واقعہ مین جب ایک چٹان کے سایہ مین پناہ لی، تو خود بیان کرتے ہین،

[1] بخاری کتاب الجہاد والسیر باب الدرق،

سویت للنبی صلعم مکانا بیدی ینام علیه وبسطت فیه فروة وقلت نم یا رسول الله وانا انفض لک ما حولک فنام وخرجت انفض ما حوله،

مین نے رسول اللہ صلعم کے لیے اپنے ہاتھ سے زمین برابر کی، تاکہ آپ استراحت فرمائین، مین نے زمین پر پوستین بچھادی، اور کہا یا رسول اللہ آپ آرام فرمائین، اور مین آس پاس کی زمین صاف کیے دیتا ہون، آپ سوگئے، اور مین زمین صاف کرنے لگا،

اسی حالت مین ایک چرواہا بکریون کا گلہ لیے سامنے آیا، اوس سے حضرت ابوبکر رضنے دودھ کی فرمائش کی، جب دوہنے کا وقت آیا، تو اونھون نے کہا،

ثم امرته ان ینفض ضرعها من الغبار ثم امرته ان ینفض کفیه فحلب کثبة من لبن وقد جعلت لرسول الله صلعم اداوة علیٰ فیها خرقة،

مین نے اوس سے کہا کہ اوسکا تھن غبار سے صاف کرے، پھر کہا کہ اپنے ہاتھ صاف کرے، اوسنے دودھ دوہا، مین نے رسول اللہ صلعم کے لیے جو برتن لیا تھا اوسکے منھ پر کپڑا بندھا ہوا تھا،

تقشف ناپسند تھا حضرت ابوبکر رض اگرچہ اپنا تمام مال واسباب خدا کی نذر کرچکے تھے، تاہم متقشفانہ زندگی اختیار نہین کی، بلکہ تجارت کے ذریعہ سے جو آمدنی ہوتی اوسکو وجہ معاش مین صرف کرتے تھے، عبدالرحمان رض بڑے صاحبزادے تھے، اور علیحدہ مکان مین رہتے تھے، تاہم اونکا بار بھی حضرت ابوبکر رض اوٹھاتے تھے، کام کاج کے لیے ایک خادم تھا، باہر سے کوئی چیز لانا ہوتی تو دوسرے کے سر پر لاتے، حضرت عازب رض سے اونٹ کا کجاوہ خریدا تو فرمایا[1]

---

[1] بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوة فی الاسلام،

ابعث ابنك یحملہ معی، اپنے لڑکے کو ساتھ کر دو، وہ اوسکو اوٹھا کرلے چلے

سنح مین جو مکان تھا، دو منزلہ تھا، حضرت عائشہ رض فرماتی ہین[1]

فوجدت ام رومان فی السفل وابا بکر فوق البیت مین نے ام رومان کو نیچے، اور ابوبکر کو اوپر پایا،

صحیح بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے آخری زمانہ مین اونکا ایک مکان مسجد نبوی سے متصل بھی واقع تھا، اور اوسکا دروازہ مسجد کے صحن مین تھا، اسی مکان کے متعلق آنحضرت صلعم نے خطبہ مین فرمایا،

لا یبقین فی المسجد باب الا سد مسجد کے رُخ کوئی دروازہ باقی نہ رکھا جائے مگر

الا باب ابی بکر، ابوبکر کا دروازہ،

سواری کے جانور بھی رہتے تھے، اونٹ کے لیے کجاوہ خریدنے کا واقعہ ابھی گذر چکا ہے، ہجرت سے چار ماہ پیشتر جو اونٹ خریدے تھے اونکا ذکر بھی آچکا ہے،

آنحضرت صلعم کی وفات کے زمانہ مین گھوڑا بھی تھا، چنانچہ سنح سے آئے تو گھوڑے پر سوار ہو کر آئے، حضرت عائشہ رض فرماتی ہین،

ان ابا بکر اقبل علی فرس من مسکنہ بالسنح ابوبکر اپنے مکان سے جو سنح مین تھا، گھوڑے پر آئے،

عیادت | مریضون کی عیادت، اسلامی ہمدردی کا ایک ثبوت ہے، اور حضرت ابوبکر رض اس ثبوت کو کبھی کبھی پیش کیا کرتے تھے، حضرت جابر رض علیل ہوئے، تو رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکر رض اونکے مکان تک پاپیادہ عیادت کے لیے تشریف لے گئے، وہ بنو سلمہ کے محلہ مین رہتے تھے[2]

[1] بخاری کتاب تفسیر القرآن باب ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ الخ سورۃ النور، [2] ایضاً باب قولہ یوصیکم اللہ فی اولادکم، سورۃ النساء،

حُبِ اہلِ بیت حضرت ابو بکر رض، رسول اللہ صلعم کے اہلِ بیت اور اعزہ و اقارب سے نہایت محبت رکھتے تھے، اور اونکو اپنے اعزہ و اقارب پر ترجیح دیتے تھے، اونکا عام قول تھا[1]

ارقبوا محمد اصلعم فی اهل بیته — اہل بیت کے متعلق محمد صلعم کا لحاظ کرو،

حضرت علی رض نے جب اونکو بیعت کرنے کے لیے اپنے مکان پر بلایا، اور رسول اللہ صلعم کی قرابت کا تذکرہ کیا تو اونھون نے یہ الفاظ حضرت علی کو مخاطب کرکے فرمائے،

والذی نفسی بیدہ لقرابة رسول الله صلعم احب الیّ ان اصل من قرابتی، — اوس ذات کی قسم جسکے ہاتھ مین میری جان ہے، سلوک کرنے مین مجھکو رسول اللہ صلعم کے اقربا اپنے اقربا سے زیادہ محبوب ہین،

ایکبار نمازِ عصر پڑھکر جارہے تھے، راستہ مین حضرت حسن رض کو بچون کے ساتھ کھیلتے دیکھا تو کاندھے پر اوٹھا لیا، اور فرمایا،

بابی شبیه بالنبی — میرا باپ قربان، رسول اللہ صلعم کے ہم شکل ہو،
لا شبیه بعلی — علی کے مشابہ نہین ہو،

حضرت علی رض نے سُنا تو ہنس پڑے[2]

اس مقام پر یہ بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر رض نے فدک وغیرہ کے معاملہ مین حضرت فاطمہ رض کی ناراضی کا کیون نہین خیال فرمایا؟ حالانکہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا[1]

فاطمة بضعة منی فمن اغضبها اغضبنی! — فاطمہ میرا ایک ٹکڑا ہے جسنے اوسکو غصہ دلایا، مجھکو غصہ دلایا،

---

[1] بخاری کتاب المناقب باب مناقب قرابة رسول اللہ صلعم [2] ایضاً باب صفة النبی صلعم،

اور اس واقعہ مین حضرت فاطمہ رضہ اون سے سخت ناراض ہوئی تھین بخاری مین ہے،

فوجدت فاطمة علی ابی بکر فی ذلک — فاطمہ اس معاملہ مین ابو بکر سے ناراض ہوئین، اونکو

فهجرته فلم تکلمه حتی توفیت، — چھوڑ دیا، اور وفات تک بات چیت نہین کی،

بخاری کے شراح نے اس مقام پر عجیب عجیب تاویلین کی ہین، لیکن کوئی تاویل چسپان نہین ہوتی، ہمارے نزدیک صاف بات یہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضہ فرمانِ نبوی کی وجہ سے مجبور تھے، آنحضرت صلعم نے اپنے متروکہ کو صدقہ قرار دیا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ اوسمین وراثت جاری نہین ہو سکتی،

حضرت فاطمہ رضہ کو ناراض کرنے کی تہدید، ایک مخصوص واقعہ ہے، جسکا تعلق حضرت علی رضہ سے تھا، حضرت علی رضہ نے ابو جہل کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہا تھا، آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا تو وہ الفاظ فرمائے، اسکے علاوہ اسی حدیث مین یہ الفاظ بھی آئے ہین[1]

وانی لست احرم حلالا ولا احل حراما — اور مین حلال کو حرام، اور حرام کو حلال نہین کرنا چاہتا،

اس سے معلوم ہوا کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے کی صورت سامنے ہو تو ناراضی یا رضامندی کا خیال نہ ہونا چاہیے، مطالبۂ میراث مین یہی صورت سامنے تھی، رسول اللہ صلعم نے جب صریح ارشاد مین فرما دیا تھا کہ ترکہ تقسیم نہ ہوگا تو حضرت فاطمہ کا مطالبہ منظور کرنے کے کیا معنے ہو سکتے تھے؟ اور جب رسول اللہ صلعم کو احکام مین تبدیلی کا اختیار نہ تھا، تو حضرت ابو بکر رضہ کو کیونکر ہو سکتا تھا؟ اسی بنا پر حضرت ابو بکر رضہ نے اس موقع پر یہ الفاظ فرمائے،[2]

فانی اخشی ان ترکت شیئا من امره — مجھے خوف ہے کہ اگر رسول اللہ صلعم کے حکم کو ذرہ

---

[1] بخاری باب مناقب فاطمہ رضہ، [2] ایضا کتاب الجہاد باب ما ذکر من درع النبی صلعم وعصاہ وسیفہ الخ

ان اذیغ!! برابر بھی چھوڑا تو کج ہو جاؤنگا،

ان وجوہ کی بنا پر حضرت فاطمہ رض کی ناراضی غلط فہمی کا نتیجہ تھی، جسکی حضرت ابو بکر رض پروا نہین کر سکتے تھے، اور نہ اونھون نے پروا کی،

اولاد کی محبت | حضرت ابو بکر رض کو اپنی اولاد سے نہایت محبت تھی، اور اسکا کبھی کبھی عملاً اظہار بھی ہوتا تھا

مدینہ آکر مہاجرین بخار مین مبتلا ہو گئے تھے، حضرت عائشہ رض کو بھی بخار آتا تھا، براء رض کے والد سے جب حضرت ابو بکر رض نے کجاوہ خریدا، اور براء رض اوسکو اوٹھا کر اونکے گھر لے گئے، تو اونھون نے دیکھا کہ حضرت عائشہ رض لیٹی ہین، بخار چڑھا ہوا ہے، حضرت ابو بکر رض اونکے پاس گئے، اونکے رخسار کا بوسہ لیا اور کہا[1]

کیف انت یا بنیۃ؟ بیٹی! تم کیسی ہو،

حضرت اسماء رض، حضرت زبیر رض کو منسوب تھین، چونکہ گھر مین کوئی خادم اور خادمہ نہ تھی، اسلیے حضرت اسماء رض گھوڑے کو چارہ کھلاتی تھین، پانی بھرتی تھین، ڈول سیتی تھین، آٹا گوندھتی تھین، اور ایک فرلانگ سے کھجور کی گٹھلیان سر پر لاد کر لاتی تھین، حضرت ابو بکر رض کو یہ حالات معلوم ہوئے تو اونھون نے ایک خادم بھیجدیا، جو گھوڑے کی تربیت اور پرداخت کرتا تھا، حضرت اسماء رض کہتی ہین[2]

فکأنما اعتقنی! گویا اونھون نے مجھکو آزاد کر دیا،

کفار پر رحم | خلیفہ اور امام کے لیے رحمت عامہ نہایت ضروری چیز ہے، اور حضرت ابو بکر رض مین

---

[1] بخاری باب بنیان الکعبۃ باب ہجرۃ النبی صلعم و اصحابہ الی المدینۃ، [2] ایضاً کتاب النکاح باب الغیرۃ،

یہ وصف ہمیشہ سے موجود تھا، غزوۂ حدیبیہ مین جب قریش کی تیاریون کا حال معلوم ہوا تو آنحضرت
صلعم نے مسلمانون کو مشورہ کے لیے طلب فرمایا، حضرت ابوبکر رضنے کہا، یا رسول اللہ! آپ کعبہ کا
قصد کرکے نکلے تھے، کسی کو مارنے یا جنگ کرنے کا ارادہ نہ تھا، آپ آگے بڑھین، جو مزاحمت کریگا
اوس سے ہم لڑین گے، آپ نے اس راے کو پسند فرمایا،

پاس حقوق یہ چیز بھی خلافت کے لوازمات مین ہے، اور حضرت ابوبکر رض مین ابتدا سے موجود تھی،
غزوۂ حنین مین حضرت ابوقتادہ انصاری رض اور ایک قریشی کسی مشرک کے سامان کا مطالبہ کر رہے
تھے، عصبیت قومی قریشی کا پلہ جھکاتی تھی، لیکن حضرت ابوبکر رض نے صاف کہا،

کلا لا تعطه اصیبغ من قریش وتدع اسدا من اسد الله،

یا رسول اللہ! ہرگز نہین، آپ قریش کے اصیبغ (ایک جانور ہے) کو عطا فرمائین گے اور خدا کے ایک شیر کو چھوڑ دینگے

مناقبِ عظیمہ

مناقب اسم آلہ ہے، اور نقب سے مشتق ہے، جسکے معنے ہین سوراخ کرنا، شہنشاہِ کونین کا نائبِ برحق جو عظیم الشان مناقب رکھتا تھا، اون سے قلبِ نفاق مین رخنے پڑ جاتے ہین، اور سینۂ رزائل شق ہو جاتا ہے،

صدیق اور مسیح مرادف الفاظ ہین[1]، اور اسلام کے مسیح نے مذہب و ملت کے قالب مین جو روح پھونکی، اوسکے نہایت درخشان مناظر تمھارے سامنے ہین،

نصرت اسلام

سب سے پہلے آنحضرت صلعم کی مدد و نصرت کو لو، تو تمام صحابہ کی نصرت ایک طرف، اور تنہا ابوبکر صدیق رض کی نصرت ایک طرف،

الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ، اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار (قرآن مجید)

اگر تم لوگ اوس (رسول) کی مدد نہین کرتے ہو (تو کچھ پروا نہین) خدا اوسکی مدد کر چکا ہے، جب اوسکو کافرون نے نکالدیا تھا اور وہ دو مین کا دوسرا تھا، جب دونون غار مین تھے،

حضرت عائشہ رض، ابو سعید خدری رض، اور ابن عباس رض کا قول ہے کہ غار مین رسول اللہ صلعم

[1] بخاری مین ہے قال ابراھیم المسیح الصدیق، دیکھو کتاب الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ اذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسے بن مریم الآیۃ،

کے ساتھ ابوبکر رض تھے[1]،

ازالۂ فتن

آنحضرت صلعم کے بعد استخلاف کا سوال پیدا ہوا، اور مسلمانون کے تین فریق اوسکے دعویدار ہوئے، انصار کا مطالبہ تھا کہ خلیفہ مدنی ہونا چاہیے، بنو ہاشم اپنے گروہ مین سے خلیفہ منتخب کرنا چاہتے تھے، لیکن حضرت ابوبکر رض نے معاملہ کی نزاکت پر غور کیا، اور سب سے پہلے انصار کے مجمع مین تشریف لے گئے، جو بنو ہاشم سے زیادہ طاقتور تھے، وہان اونھون نے جو تقریر کی وہ اس قدر منصفانہ تھی کہ مجمع مین ایک آواز بھی اوسکے خلاف نہ اوٹھ سکی، جب انصار کا مطالبہ رد کر دیا گیا تو بنو ہاشم خود بخود آستانۂ خلافت پر جھک گئے، اسطرح اختلاف و انشقاق کا ایک اوٹھتا ہوا طوفان، حضرت ابوبکر رض کی حسنِ تدبیر سے دب گیا، اور اسلام کی جمعیت منتشر ہونے سے محفوظ رہ گئی،

تنظیم ملت

اسلام کی ترقی کا سب سے بڑا راز تنظیم و تشکیل مین مضمر تھا، انبیاء سابقین کے مقابلہ مین آنحضرت صلعم کو جو نمایان کامیابی حاصل ہوئی اوسکا سبب یہی تھا کہ آپ نے تمدن کے تمام شعبون کو باقاعدہ قائم کیا، اور اونکو ایک نظام کے تحت مین ترقی دی، لیکن آپ کے بعد جب ارتداد کا فتنہ پیدا ہوا، اور مدعیانِ نبوت نے عرب کے مختلف اطراف سے اپنی صدائین بلند کین تو دفعۃً سارا نظام درہم برہم ہوگیا، اس نازک وقت مین حضرت ابوبکر رض نے جو کام کیا جو بڑے بڑے اولو العزم پیغمبرون سے بھی نہ ہوسکا تھا، وہ موسیٰ ع اور عیسیٰ ع کے قالب مین نہین، بلکہ محمد رسول اللہ صلعم کے قالب مین آگے بڑھے، صحابہ کی مختصر جمعیت ساتھ لی، اور

[1] بخاری کتاب المناقب، مناقب ابی بکر رض،

تمام عرب کو اپنی روحانی اور مادی طاقت سے مغلوب کیا، ارتداد کا فتنہ فرو ہو گیا، مدعیانِ نبوت ایک ایک کرکے مارے گئے، اور اسلام کی آواز ملک کے گوشہ گوشہ مین گونجنے لگی،

توسیع خلافت

حضرت ابو بکرؓ نے اسی پر اکتفا نہین کیا، بلکہ وہ وسائل اختیار کیے جنسے خلافتِ اسلامیہ کے حدود وسیع ہو گئے، اور اسلام کا قدم ریگستانِ عرب سے نکل کر عراق اور شام کے سبزہ زار و زمین آگیا، اونھون نے عرب کی فطرت کو پہچانا، اور اوس سے وہ کام لیا جو خود محمد رسول اللہ صلعم لینا چاہتے تھے، عرب کی فطرت مین شجاعت، بسالت، جانبازی، ایثارِ نفس، اقتحامِ حرب داخل ہے، اور ان چیزون کا اگر صحیح مصرف نہو تو ملک مین آتش جنگ نہایت آسانی سے مشتعل ہو کر اوسکو اک تودۂ خاکستر بنا سکتی ہے، حضرت ابو بکرؓ نے نہایت ہوشیاری سے اونکا مصرف متعین کیا، اور اونکا رخ مرکزِ خلافت سے ہٹا کر کسریٰ و قیصر کی طرف پھیر دیا، جس سے ٹکرا کر دنیا کی دو نہایت قدیم سلطنتین پاش پاش ہو گئین، اسطرح اونھون نے اوس عظیم الشان سلطنت کا سنگِ بنیاد رکھا جو تاریخِ عالم مین خلافت راشدہ کے پرعظمت نام سے مشہور ہے،

جمع قرآن

یہ تو عملی کام تھے، علمی حیثیت سے حضرت ابو بکرؓ نے جو قابلِ فخر کارنامہ انجام دیا وہ ادیان و مذاہب کی تاریخ مین قیامت تک سب سے بڑا کارنامہ تسلیم کیا جائے گا مسیلمہ کذاب کی جنگ مین جب بکثرت حفاظ شہید ہوئے، تو اونھون نے قرآن مجید مرتب کرایا، اور ایک مجموعہ مین لکھوا کر اوس کی حفاظت کی، صحائفِ آسمانی مین سے کوئی صحیفہ تحریف و تبدیل سے محفوظ نہین رہا ہے، لیکن قرآنِ مجید تیرہ سو برس سے حفاظ کے سینون اور کاغذ کے اوراق مین اوسی طرح محفوظ ہے، جس طرح وہ نازل ہوا تھا، اوس کا ایک ایک نقطہ، اور ایک ایک

شوشہ اپنی جگہ پر قائم ہے، اور جب تک نظامِ کائنات مین فرق نہین آتا، اوسمین بھی ذرہ برابر فرق نہین آئے گا،

مناقب ذاتی

مذہبی اور قومی کارنامون کو چھوڑ کر اب ذاتی مناقب کو دیکھو، قرآنِ مجید نے مصلحین اخلاق کے چند مدارج قائم کیے ہین؛

النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین	پیغمبر، صدیق، شہداء، صالحین،

اس ترتیب کے لحاظ سے حضرت ابوبکرؓ کا دوسرا درجہ ہے، یعنے وہ صدیق ہین، اور یہ وہ درجہ ہے جو انبیا مین حضرت ابراہیمؑ، حضرت ادریسؑ اور حضرت یوسفؑ کو حاصل ہوا تھا،

حضرت ابوبکرؓ کو خاص طور سے قرآن مجید مین تین بار مغفرت اور اجرِ عظیم کی بشارت دی گئی ہے،

(۱) ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی، لھم مغفرۃ واجر عظیم،	جو لوگ اپنی آوازین رسول اللہ صلعم کے سامنے پست رکھتے ہین، اونہی کے قلوب کو خدا نے تقوی کے لیے آزمالیا ہے، اونکے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے،

یہ آیت اوسوقت نازل ہوئی تھی جب حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ مین وفد بنو تمیم کے متعلق اختلاف ہوا تھا

(۲) ولا یاتل اولوا لفضل منکم والسعۃ ان یوتوا اولی القربیٰ والمساکین والمھاجرین فی سبیل اللہ، ولیعفوا	اور تم مین جو لوگ صاحب فضل و وسعت ہین، وہ ذوی القربیٰ، مساکین، اور مہاجرین کو دینے مین کمی نہ کرین، اونکو عفو و درگذر سے کام لینا چاہیے

ولیصفحوا، الا تحبون ان یغفر الله لکم؟ واللہ غفور رحیم، — کیا تمکو یہ پسند نہین کہ خدا تمھاری مغفرت کرے، خدا غفور رحیم ہے،

یہ آیت مسطح رض کے واقعہ مین نازل ہوئی حضرت ابوبکر رض نے فرمایا بے شک مین پسند کرتا ہون کہ خدا میری مغفرت کرے،

(۳) الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابھم القرح، للذین احسنوا منھم واتقوا اجر عظیم، — جن لوگون نے زخم کھانے کے بعد خدا ورسول کی دعوت پر لبیک کہا، اون مین سے جو محسن اور متقی ہین، اونکے لیے اجر عظیم ہے،

یہ آیت غزوۂ احد مین نازل ہوئی، اور جن لوگون کے متعلق نازل ہوئی اونمین صرف حضرت ابوبکر رض اور حضرت زبیر رض کا نام معلوم ہے،

ان آیتون کے علاوہ اصحاب بدر، اصحاب الشجرۃ، مہاجرین اولین، اور صحابہ کرام کے فضائل مین جو آیتین مذکور ہین، اون مین حضرت ابوبکر رض بدرجۂ اولی داخل ہین،

آیتون کے علاوہ حدیثون مین بھی اونکی مغفرت کی خبرین موجود ہین،

ایکبار آنحضرت صلعم انصار کے کسی باغ مین بئراریس پر تشریف رکھتے تھے، باغ کے گرد چہار دیواری تھی، اور حضرت ابوموسیٰ رض دربانی کے شرف پر ممتاز تھے، حضرت ابوبکر رض آئے اور اندر جانے کی اجازت طلب کی، تو آنحضرت صلعم نے فرمایا،

ائذن لہ وبشرہ بالجنۃ، — اونکو اندر آنیکی اجازت دو، اور جنت کی بشارت سناؤ

حضرت ابوبکر رض وعمر رض مین شکر رنجی ہوئی تو آنحضرت صلعم نے تین بار فرمایا،

یغفر اللہ لک یا ابا بکر! — اے ابوبکر خدا تمھاری مغفرت فرمائے،

خواب مین آنحضرت صلعم نے حضرت ابوبکر رضؓ کو ڈول کھینچتے ہوئے دیکھا تو کچھ کمزوری پائی، اسکو جب صحابہ سے بیان کیا تو کمزوری کا ذکر کرکے فرمایا،

واللہ یغفر لہ — خدا اون کی مغفرت کرے،

جامع المناقب | ایکبار آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا[1]

من انفق زوجین فی سبیل اللہ نودی	جو شخص ایک جوڑا خدا کی راہ مین خرچ کریگا اوسکو
من ابواب الجنۃ یا عبد اللہ ھذا خیر	جنت کے دروازون سے آواز دی جائے گی کہ اے
فمن کان من اھل الصلوٰۃ دعی	خدا کے بندے یہ نیکی ہے، جو شخص نماز گذار ہوگا وہ
من باب الصلوٰۃ، ومن کان من	باب ا[illegible] جائیگا، جو مجاہد ہوگا باب الجہاد
اھل الجہاد دعی من باب الجہاد،	سے بلایا جائے گا، جو روزہ دار ہوگا باب الریان
ومن کان من اھل الصیام دعی	سے بلایا جائے گا، اور جو خیر ہوگا اوسکو باب الصدقۃ
من باب الریان ومن کان من	سے آوازہ یجائے گی،
اھل الصدقۃ دعی من باب الصدقۃ	

یہ سنکر حضرت ابوبکر رضؓ بولے،

بابی انت وامی یا رسول اللہ ما علی	میرے باپ مان آپ پر قربان، جو شخص اون
من دعی من تلک الابواب من ضرورۃ	دروازون سے بلایا جائیگا اوسکی ضرورت مین لیکن

[1] بخاری کتاب الصوم باب الریان للصائمین،

فهل يدعى احد من تلك الابواب كلها؟ | کیا کوئی ایسا شخص بھی ہو جو تمام دروازوں سے بلایا جائیگا؟

آپ نے فرمایا،

نعم، وارجوان تكون منهم | ہان، اور مجھے امید ہے کہ تم اونہی لوگون مین ہوگے

صحابہ مین یہ شرف صرف حضرت ابوبکرؓ کو حاصل ہے کہ آنحضرت صلعم نے اونکے نمازگذار، مجاہد، روزہ دار، اور مخیر ہونے کا اپنی زبانِ مبارک سے اعتراف فرمایا، نماز، جہاد، روزہ اور خیرات، مذہبی اعمال مین سب سے بلند درجہ رکھتے ہین، اور جو شخص ان چارون چیزون کا جامع ہے، وہ اسلام کی تعلیمات کا سب سے اعلیٰ نمونہ کہا جاسکتا ہے،

قوتِ ایمان | ایمان اور اسلام دو جداگانہ الفاظ ہین، ایمان بلند رتبہ چیز ہے، اور صحابہ کرام مین سے اکثر بزرگ ایمانِ ام معلوم ائز تھے، لیکن اوسمین بھی مدارج ہوتے ہین، حضرت ابوبکرؓ کو ایمانِ کامل کا جو مرتبہ حاصل تھا اوسپر صحابہ مین حضرت عمرؓ کے سوا کوئی شخص فائز نہو سکا، وہ پہلے دن جس درجہ کے مومن تھے، آخر تک اوسی درجہ پر ممتاز رہے، والحمد للہ علیٰ ذلک!

یہ صرف ہمارا دعویٰ نہین ہے، بلکہ اوس وجودِ اقدس کا دعویٰ ہے جو کائناتِ نبوت کا آفتاب تھا، آپ نے ایکمرتبہ فرمایا،

بينا رجل يسوق بقرة اذ ركبها فضربها فقالت انا لم نخلق لهذا انما خلقنا للحرث، | ایک شخص گائے چرارہا تھا، اوسپر سوار ہوا، اور مارا تو بولی مین اس کام کے لیے نہین پیدا ہوئی ہین زراعت کے لیے پیدا کی گئی ہون،

صحابہ کو تعجب ہوا، اور اونہون نے کہا سبحان اللہ! گائے بولتی ہے! آپ نے ارشاد فرمایا،

فانی اومن بھذا انا وابوبکر وعمر! | اسپر مین، ابوبکر اور عمر ایمان لاتے ہین،

اوسکے بعد آپ نے فرمایا،

بینما رجل فی غنمہ اذ عدا الذئب فذھب منہا بشاۃ فطلب حتی کأنہ استنقذھا منہ فقال لہ الذئب ھذا استنقذتھا منی فمن لہا یوم السبع یوم لا راعی لہا غیری، | ایک شخص اپنی بکریون کے درمیان تھا، ایک بھیڑیا ایک بکری پکڑلے گیا، وہ بھیڑیے کے پیچھے دوڑا، اور بکری کو چھڑالایا، بھیڑیے نے کہا آج تم اسکو چھڑائے لیے جاتے ہو، لیکن اوس دن جب ہر جگہ درندے ہونگے اور میرے سوا کوئی چرواہا نہوگا، اسکو مجھسے کون چھڑائیگا؟

صحابہ کو اب بھی تعجب ہوا اور کہا سبحان اللہ! بھیڑیا بولتا ہے، آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا،

فانی اومن بھذا انا وابوبکر وعمر! | اسپر مین، ابوبکر، اور عمر ایمان لاتے ہین،

راوی کا بیان ہے کہ یہ دونون بزرگ اوسوقت مجمع مین موجود نہ تھے[1]

ایمانِ کامل کا معیار یہ ہے کہ ماضی حال، محال ممکن، اور غائب حاضر بن جائے، کیا اس حدیث سے حضرت ابوبکر رضہ کے ایمان کا یہ معیار نہین معلوم ہوتا؟ حضرت ابوبکر رضہ مجمع مین موجود نہین، آنحضرت صلعم ایک واقعہ بیان فرماتے ہین جو بادی النظر مین ناممکن معلوم ہوتا ہے، تمام مجمع متعجبانہ آپ کی طرف دیکھتا ہے، لیکن آپ کہتے ہین کہ اس پر مجھکو اور ابوبکر رضہ کو یقین ہے، یہ ایمانِ کامل نہین تو اور کیا ہے؟ سب سے عجیب تر یہ بات ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنے ایمان کے ساتھ حضرت ابوبکر رضہ کے ایمان کو شریک فرمایا، اور ترتیب مین دوسرے نمبر پر رکھا، وکفاہ ذلک فخرا،

[1] بخاری کتاب المناقب مناقب ابی بکر رضہ،

توکل علی اللہ | یہ فضیلت قوتِ ایمان کا پرتو ہوتی ہے، اور حضرت ابوبکرؓ مین بدرجہ کامل موجود تھی، ابن الدغنہ نے جب اونکو اپنی پناہ مین لیا، اور اس شرط پر مکہ واپس لایا کہ اعلان کے ساتھ گھر کے باہر قرآن نہ پڑہا کرین، تو چند روز تک اونھون نے اس کی پابندی کی، لیکن جب اونھون نے مکان کے احاطہ مین قرآن پڑھنا شروع کیا تو گو یہ شرط کے مخالف بات نہ تھی، تاہم قریش متحمل نہو سکے، ابن الدغنہ کو بلوایا، اور اوس سے شکایت کی، وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کہا یا تو آپ اوس شرط پر اقتصار کرین، اور یا میری ذمہ داری سے باہر ہوجائین، حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا،

انی ارد الیک جوارک وارضی بجوار اللہ ! | مین تیری ذمہ داری واپس کرتا ہون، اور خدا کی ذمہ داری مین داخل ہوتا ہون،

یہ جواب اونھون نے اوسوقت دیا تھا جب مکہ مین زندگی بسر کرنا مسلمانون کے ناممکن تھا، اور اکثر صحابہ ہجرت کرکے حبشہ چلے گئے تھے،

عبادتِ الٰہی | اسلام سے پہلے حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ نے کعبہ کے بنیاد ڈالی تھی، اور اسلام کے بعد حضرت ابوبکرؓ صاحب رسول اللہ نے مسجد تعمیر فرمائی، یہ اسلام مین سب سے پہلی مسجد تھی، حضرت عائشہؓ فرماتی ہین[1]

ثم بدا لابی بکر فابتنی مسجدًا بفناء دارہ وبرز نکان یصلی فیہ ویقرء | پھر ابوبکرؓ کو خیال آیا، اونھون نے اپنے مکان کے احاطہ مین ایک مسجد بنائی، اور باہر نکل آئے اوسمین

---

[1] بخاری کتاب الکفالۃ باب جوار ابی بکر فی عہد النبی صلعم وعقدہ،

القرآن فیتقصف علیہ نساء المشرکین | وہ نماز اور قرآن پڑھتے تھے، مشرکین کی عورتیں اور بچے
وابناؤھم یعجبون وینظرون الیہ، | اونکے پاس جمع ہو جاتے، اور تعجب سے اونکی طرف دیکھتے تھی،

جیسا کہ اس حدیث مین مذکور ہے، حضرت ابوبکر رض کی عبادت، نماز اور تلاوتِ قرآن تھی، نماز مین نوافل وغیرہ کی کوئی تصریح نہین، البتہ یہ متعین طور پر معلوم ہے کہ چاشت کی نماز نہین پڑھتے تھے، چنانچہ حضرت ابن عمر رض سے کسی نے پوچھا کہ آپ چاشت کی نماز پڑھتے ہین؟ بولے نہین، کہا حضرت عمر رض پڑھتے تھے؟ فرمایا نہین، دریافت کیا حضرت ابوبکر رض پڑھتے تھے؟ جواب دیا نہین، پوچھا رسول اللہ صلعم پڑھتے تھے؟ کہا مجھے خیال نہین[1]،

حضرت ابن عمر رض کو توشبہہ تھا، لیکن حضرت عائشہ رض نے تصریح کی ہے کہ آنحضرت صلعم بھی چاشت کی نماز نہین پڑھتے تھے،

قرآن کی تلاوت زیادہ کرتے تھے، افک کے واقعہ مین جب حضرت عائشہ رض اپنے گھر آئین تو خود بیان کرتی ہین،

فسمع ابوبکر صوتی وھو فوق البیت یقرأ، | ابوبکر نے میری آواز سُنی، وہ مکان کے اوپر قرآن پڑھ رہے تھے،

روزون مین رمضان کے علاوہ ایام تشریق کے روزے برابر رکھتے تھے، چنانچہ عروہ کہتے ہین[2]،

کانت عائشۃ تصوم ایام منیٰ وکان | عائشہ ایام منی کے روزے رکھتی تھین اور اونکے باپ

[1] بخاری کتاب التہجد باب صلوۃ الضحی فی السفر، [2] ایضاً کتاب الصوم باب صیام ایام التشریق، لیکن بخاری مطبوعہ میرٹھ مین ابوہ کا لفظ ہے جس سے عروہ مراد ہونگے،

ابوھا یصومھا، اپنے حضرت ابوبکرؓ بھی ان دنون کے روزے رکھا کرتے تھے،

ذوق وشوق | حضرت ابوبکرؓ کی یہ بھی ایک مخصوص فضیلت ہے کہ جب نماز مین کھڑے ہوتے تو محویت اور استغراق کا عالم طاری ہو جاتا، اور خدا کے سوا تمام چیزین فراموش ہو جاتی تھین، حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہین[1]

کان ابوبکر لا یلتفت فی صلوته ابوبکر نماز مین کسی طرف متوجہ نہین ہوتے تھے،

دوسری روایت مین یہ الفاظ آئے ہین،

کان ابوبکر اذا دخل فی الصلوٰة لم یلتفت حتی یفرغ، ابوبکر جب نماز شروع کرتے تو فارغ ہونے تک دوسری طرف التفات نہین کرتے تھے،

ایکبار آنحضرت صلعم تشریف لائے، حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے، صحابہ نے تالیان بجانا شروع کین، جب زیادہ دیر تک تالیان بجتی رہین اسوقت انکو خبر ہوئی،

گریہ وبکار | حضرت ابوبکرؓ رقیق القلب تھے، اور انکا دل موم کی طرح گداز تھا، اسلیے قرآنمجید کی آیات سے شدت کے ساتھ متاثر ہوتے تھے، اور نہ صرف متاثر ہوتے بلکہ روتے تھے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہین[2]

کان ابوبکر رجلا بکاء لا یملك دمعه حین یقرء القرآن، ابوبکر بہت رونے والے شخص تھے، جب قرآن پڑھتے آنسوون کو روک نہین سکتے تھے،

کفار مکہ نے انکی یہ حالت دیکھی تو گھبرا گئے، اور انکو خوف پیدا ہوا کہ کہین عورتین اور

[1] بخاری کتاب التہجد باب ما یجوز من التسبیح والحمد فی الصلوٰة للرجال [2] ایضاً کتاب الکفالة باب جوار ابی بکر فی عہد النبیؐ

بچے اسلام کی طرف راغب نہ ہو جائین،

عمل بالقرآن | حضرت ابو بکر رضؓ قرآن کی تعلیمات کا مجسم نمونہ تھے، اور اونکو ہمہ وقت عمل بالقرآن کی فکر دامنگیر رہتی تھی، حضرت مسطح بن اثاثہ رضؓ نے جب افک کے واقعہ مین شرکت کی تو حضرت ابو بکر رضؓ نے اونکا نفقہ بند کر دیا، اسپر یہ آیت نازل ہوئی،

ولیعفوا ولیصفحوا — اونکو چاہیے کہ عفو و درگذر سے کام لین،

حضرت ابو بکر رضؓ نے فرمایا[1]،

واللہ لا انزعھا منہ ابدًا، — خدا کی قسم اب کبھی اونکا نفقہ بند نہ کرونگا،

اور اونکا نفقہ جاری کر دیا،

غزوۂ حدیبیہ مین جب یہ آیت نازل ہوئی،

ولا تمسکوا بعصم الکوافر (ممتحنہ) — اور کافرہ عورتون کو اپنے نکاح مین نہ رکھو،

تو بعض صحابہ نے اسکا عملی ثبوت پیش کیا، لیکن حضرت ابو بکر رضؓ اس آیت کے نازل ہونے سے کئی سال قبل اپنی فطری سلامت روی کا ثبوت دے چکے تھے، چنانچہ ہجرت کے وقت اونھون نے ام بکر کو طلاق دی تھی، جو عمل بالقرآن کا ایک اضطراری نمونہ تھا، اور سیکڑون اختیاری اعمال سے افضل تھا،

ام بکر نے حضرت ابو بکر رضؓ کے بعد اپنے ابن عم سے نکاح کیا، جو شاعر تھا، اوسکے یہ اشعار مقتولانِ بدر کے متعلق ہین[2]

[1] بخاری کتاب المغازی باب حدیث الافک، [2] ایضًا باب بنیان الکعبۃ باب ہجرۃ النبی صلعم واصحابہ الی المدینۃ،

وماذا بالقلیب قلیب بدر	چاہ بدر میں کیسے کیسے فیاض ہیں،
من الشیزی تزین بالسنام	جو شیزی کے پیالوں میں اونٹ کے کوہان کا گوشت کھلاتے تھے
وماذا بالقلیب قلیب بدر	اور چاہ بدر میں کیسی کیسی گانے والیاں،
من القینات والشرب الکرام	اور معزز میخوار ہیں،
تحیی بالسلامۃ ام بکر	اے ام بکر! سلامتی مبارک،
وھل لی بعد قومی من سلام	اور کیا میرے لیے میری قوم کے بعد کوئی سلامتی ہے؟
یحدثنا الرسول بان سنحیی	پیغمبر ہم سے کہتا ہے کہ ہم زندہ کیے جائیں گے،
وکیف حیاۃ اصداء وھام	صدی اور ھام کا زندہ ہونا کیونکر ممکن ہے؟

ان اشعار سے ام بکر کا رحجان طبیعت بھی معلوم ہوتا ہے،

سبقت الی الخیر | حضرت ابوبکرؓ سرتاپا خیر و برکت تھے، اسلیے جب کسی معاملہ میں بشریت غالب آتی تو فوراً ادسپر نادم ہوتے، اور حق کی طرف رجوع فرماتے تھے، حضرت عائشہ رضؓ بیان کرتی ہیں[۱]

ان اباھا کان لا یحنث فی یمین حتی	اونکے باپ (یعنے حضرت ابوبکر) قسم نہیں توڑتے
انزل اللہ کفارۃ الیمین، قال ابوبکر	تھے، جب خدا نے قسم کا کفارہ نازل کیا تو ابوبکر نے
لا اری یمینا اری غیرھا خیرا منھا	کہا اب اگر میں قسم سے بہتر دوسری چیز دیکھونگا تو
الا قبلت رخصۃ اللہ وفعلت الذی ھو خیر	خدا کی رخصت قبول کرونگا، اور بہتر چیز پر عمل کرونگا

[۱] بخاری کتاب تفسیر باب قولہ لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم سورۃ المائدۃ

مہمانون کے واقعہ مین جب حضرت ابوبکرؓ نے قسم کھائی کہ مین کھانا نہ کھاؤنگا، اور مہمانون نے بھی قسم کا اعادہ کیا، تو سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے کھانا نوش فرمایا، اور کہا[1]

انما کان ذلک من الشیطان، وہ قسم شیطانی تھی،

ایکمرتبہ حضرت عمرؓ کو سخت و سست کہا، اور وہ ناراض ہوکر مکان چلے گئے، توحضرت ابوبکرؓ نے پہلے معافی مانگی، اور جب معافی نہ ملی تو آنحضرت صلعم سے جاکر سارا واقعہ بیان کیا[2] آپ نے فرمایا،

اما صاحبکم فقد غامر، تمھارے دوست نے سبقت کی،

بارگاہ نبوت مین تقرب حضرت ابوبکرؓ خلوت اور جلوت مین آنحضرت صلعم کے ساتھ رہتے تھے، اور ان مواقع پر اونکو مختلف مناظر دیکھنے، اور گوناگون فضائل سے بہرہ اندوز ہونے کا شرف حاصل ہوتا تھا،

ہجرت کے موقع پر دودھ پیش کرنے کا فخر حاصل کیا، آپ نے پیا تو حضرت ابوبکرؓ خوش ہوگئے،

مدینہ کے زمانہ قیام مین گو شہر سے کئی میل دور رہتے تھے، تاہم بارگاہ نبوت کی کشش کھینچ لاتی تھی، حضرت عتبان بن مالک رضنے جب آنحضرت صلعم کو اپنے مکان پر نماز پڑھنے کے لیے بلایا، تو اگرچہ صبح کا وقت تھا، لیکن حضرت ابوبکرؓ موجود تھے، دن چڑھے آنحضرت صلعم نے اونکو ہمراہ لیا اور عتبانؓ کے مکان پر تشریف لے گئے، یہان دونون بزرگونکی دعوت ہوئی،

ایکبار آنحضرت صلعم ابن سر رصاری کے دین تشریف لے گئے، آپ کے رفیق بھی ساتھ

[1] بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب السمر مع الاہل والضیف [2] ایضاً کتاب لاطعمہ باب الخزیرہ

تھے، گرمی کا زمانہ تھا، اور انصاری باغ مین پانی دے رہے تھے، آنحضرت صلعم نے فرمایا اگر سرد پانی ممکن ہو تو پلاؤ، ورنہ تازہ ہی سہی، وہ دونون صاحبون کو چھپر مین لے گئے، پیالہ مین سرد پانی ڈالکر دودھ ملایا، اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین پیش کیا، آپ نے نوش فرماکر اپنے رفیق کو عطا کیا، اور اونھون نے پیا، اس روایت مین اگرچہ حضرت ابوبکرؓ کا نام مذکور نہین تاہم صحاح مین اونکا نام آیا ہے، اور انصاری کا نام ابوالہیثم بن التیھان مذکور ہے،

حضرت جابرؓ نے اپنے والد کا قرض ادا کرنا چاہا، تو کھجورین زمین پر ڈال دین، اور آنحضرت صلعم کو اطلاع کی، آپ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو لیکر تشریف لائے، اور دعا فرمائی، کھجورین دیکھنے مین کم تھین لیکن دعائے نبوی کی یہ برکت ہوئی کہ سارا قرض ادا ہوگیا، اور کھجورین باقی بچ گئین، مغرب کے وقت حضرت جابرؓ نے آنحضرت صلعم سے ذکر کیا تو آپ مسکرائے، اور فرمایا[1]

ائت ابا بکر و عمر فاخبرھما، — ابوبکر اور عمر کے پاس جاؤ اور اونکو بھی مطلع کرو،

اون دونون سے سُنا، تو کہا،

لقد علمنا اذ صنع رسول اللہ صلعم ما صنع ان سیکون ذلک، — ہم کو یقین تھا کہ آنحضرت صلعم نے جو دعا کی، وہ پوری ہو کر رہے گی،

حضرت انسؓ کے مکان مین آنحضرت صلعم تشریف فرما تھے، حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بھی بیٹھے ہوئے تھے، ایک پیالہ مین دودھ آیا، پہلے آپ نے پیا، پھر اس طرح کے مطابق داہنی طرف

[1] بخاری کتاب الصلح باب الصلح بین الغرماء و اصحاب المیراث والمجازفۃ فی ذلک،

بڑھایا، ادھر ایک اعرابی بیٹھا تھا، حضرت عمرؓ کو خیال ہوا کہ شاید اعرابی اس شرف سے بہرہ یاب ہو گا اسلیے عرض کی،

اعط ابابکر یا رسول الله عندك — یا رسول اللہ ابو بکر کو دیجیے، جو آپکے پاس بیٹھے ہوئے ہین،

حضرت ابو بکر آنحضرت صلعم کے قریب بائین جانب بیٹھے ہوئے تھے، لیکن قاعدہ توڑا نہین جا سکتا تھا، آنحضرت صلعم نے اعرابی کے ہات مین پیالہ دیدیا، اسکے بعد حضرت عمرؓ کا نمبر آیا، اور سب سے آخر مین حضرت ابو بکرؓ شرف اندوز ہوئے[1]

نہ صرف دن کو بلکہ رات کو بھی خدمتِ نبوی مین حاضر ہوتے تھے، آپ کے ساتھ عشا کی نماز پڑھتے، اور باتین کرتے رہتے تھے، بعض اوقات رات زیادہ گذر جاتی، اور تب مکان واپس آتے تھے، چنانچہ یہ واقعہ مہمانون کے ذکر مین گذر چکا ہے،

اسی تقرب اور اختصاص کا یہ اثر تھا کہ آنحضرت صلعم اکثر فرمایا کرتے تھے[2]

کنت وابوبکر وعمر، وفعلت وابوبکر وعمر، وانطلقت وابوبکر وعمر، — مین تھا اور ابو بکر و عمر تھے، مین نے کیا اور ابو بکر و عمر نے کیا، مین گیا اور ابو بکر و عمر گئے،

[1] بخاری کتاب المساقاۃ باب فی الشرب، وکتاب الہبۃ باب من استسقی [2] ایضاً کتاب المناقب مناقب ابی بکرؓ

(۲) حضرت عمرؓ

نام ونسب

حضرت عمرؓ کا پورا نام یہ ہے، عمر بن الخطاب ابو حفص العدوی القرشی، صحیح بخاری مین اسی طرح منقول ہے[1]

عمر نام تھا، اور نام ہی سے مشہور تھے، آنحضرت صلعم، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عائشہؓ ابن عباسؓ، ابو موسیؓ، حذیفہؓ، انسؓ، عبداللہ بن شدادؓ، اسلم عدوی اور اکثر صحابہ نے اونکا یہی نام لیا ہے،

ابو حفص کنیت تھی، جو بہت کم مذکور ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہین[2]

اخبرنی ابو حفص یعنی عمر ابن الخطاب — مجھکو ابو حفص نے خبر دی (اس سے مراد حضرت عمرؓ ہین)

باپ کا نام خطاب تھا، اور اس سے ہر شخص واقف تھا، آنحضرت صلعم فرماتے ہین[3]

عرض علیّ عمر ابن الخطاب — عمر بن خطاب میرے سامنے پیش کئے گئے،

دوسرے موقع پر فرماتے ہین[4]

ثم اعطیت فضلی عمر بن الخطاب، — پھر مین نے اپنا بچا ہوا عمر بن الخطاب کو دیا،

---

[1] بخاری کتاب المناقب مناقب عمر بن الخطابؓ، [2] ایضاً کتاب اللباس باب لبس الحریر وافتراشہ للرجال و قدر ما یجوز منہ، [3] ایضاً کتاب الایمان باب تفاضل اہل الایمان فی الاعمال [4] ایضاً کتاب العلم باب فضل العلم،

جابرؓ کے واقعہ مین ارشاد ہوا[1]

اخبر ذالك ابن الخطاب، اسکی خطاب کے بیٹے کو اطلاع کرو،

غزوۂ حدیبیہ مین فرمایا[2]

یا ابن الخطاب انی رسول اللہ، اے خطاب کے بیٹے، مین خدا کا رسول ہون،

صحابہ مین سے حضرت ابوبکرؓ، جابرؓ، ابن عباسؓ، عبداللہ بن ہشامؓ، ام المومنین ام سلمہؓ، ابوہریرہؓ، وغیرہ نے اس نسبت سے اونکا نام لیا ہے،

کفار مکہ بھی اونکو اسی نسبت سے پکارتے تھے، چنانچہ جب وہ مسلمان ہوئے تو لوگون نے کہا[3]

نرید هذا ابن الخطاب الذی صبأ، ہم خطاب کے بیٹے کے پاس جاتے ہین جو مرتد ہوگیا ہے،

ابوسفیان نے غزوۂ احد مین آواز دی کہ[4]

افی القوم ابن الخطاب؟ کیا قوم مین خطاب کے بیٹے ہین،

عینیہ بن حصن فزاری آیا تو کہا[5]

هی یا ابن الخطاب، (ڈانٹ کر) اے ابن خطاب!

ماں[6] کا نام بخاری مین مذکور نہین ہے،

---

[1] بخاری کتاب فی الاستقراض باب اذا قاص او جازفہ فی الدین فہو جائز، [2] ایضاً کتاب الجہاد باب اثم من عاہد ثم غدر باب، [3] ایضاً باب بنیان الکعبۃ باب اسلام عمرؓ، [4] ایضاً کتاب الجہاد باب مایکرہ من التنازع والاختلاف فی الحرب، [5] ایضاً کتاب التفسیر باب قولہ خذ العفو الخ [6] ان کا نام حنتمہ بنت ہاشم بن مغیرہ بن عبداللہ ابن عمر بن مخزوم تھا، بعض لوگون نے بنت ہشام لکھا ہے، لیکن حافظ ابن حجر وغیرہ نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے مولنا شبلی نے الفاروق مین اسی مسامحت کا اعادہ کیا ہے، حالانکہ مصنفین رجال نے تصریح کردی ہے کہ ابوجہل حضرت عمر کا حقیقی ماموں نہ تھا، اور اس روایت کی بنا پر اوسکا حقیقی ماموں ہونا لازم آتا ہے، ننہال کیطرف سے حضرت عمرؓ حضرت

حضرت عمر رضہ کا خاندان بنوعدی تھا، بخاری مین ہے، القرشی العدوی، حضرت عمر رضہ نے خود بھی اپنے مورث اعلیٰ کا نام عدی بن کعب بتلایا ہے[۱]،

بنوعدی، قریش کی ایک شاخ تھے، چنانچہ حضرت ابن عباس رضہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت

وانذر عشیرتک الاقربین، — اور اپنے قریبی اعزہ کو ڈراؤ،

نازل ہوئی، تو آنحضرت صلعم نے آواز دی، یا بنی فہر، یا بنی عدی!

اسکے بعد ابن عباس رضہ فرماتے ہین[۲]،

لبطون قریش، — یہ قریش کے بطن تھے،

آیت اور حدیث کے ملانے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بنوعدی نہ صرف قریشی تھے، بلکہ آنحضرت صلعم کے قریبی رشتہ دار تھے، الاقربین!

آنحضرت صلعم نے جنت مین حضرت عمر رضہ کا مکان دیکھا، تو پوچھا یہ کس کا ہے؟ جواب ملا[۳]،

لرجل من قریش، — ایک قریشی کا،

حضرت عمر رضہ نے خود بنوعدی کو قریش کی شاخ کہا ہے[۴]،

ولادت

بخاری سے اونکا زمانۂ ولادت معلوم نہین ہوتا[۵]،

(حاشیہ صفحہ ۳۲۳) خالد بن ولید کے بھانجے ہوتے تھے، خالد، حنتمہ کے چچازاد بھائی تھے، [۱] بخاری کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان رضہ، [۲] ایضاً کتاب الوصایا باب اذا وقف او اوصی لاقاربہ الخ [۳] ایضاً کتاب التعبیر باب القصر فی المنام [۴] ایضاً کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان رضہ [۵] لیکن مسلم مین ہے کہ وفات کے وقت اونکی عمر ۶۳ سال کی تھی، اسلیے وہ اسلام سے ۳۰ سال قبل اور عام الفیل سے ۱۰ سال بعد پیدا ہوئے ہونگے،

زمانۂ جاہلیت

دینِ ابراہیمی اگرچہ نیست ونابود ہو چکا تھا، اور بیت اللہ کے در و دیوار بت پرستی کا مظہر بن گئے تھے، تاہم حضرت عمرؓ کا خاندان دعوتِ ابراہیمؑ سے نا آشنا نہ تھا، زید بن عمرو بن نفیل (حضرت عمرؓ کے ابن عم) زمانۂ جاہلیت مین پہلے شخص تھے، جنکو کفر و شرک کی ظلمتون مین توحید کی روشنی نظر آئی، اور اونھون نے پکار کر کہا،

اللھم انی اشھد کانی علی دین ابراھیم	خداوندا! مین تجھکو گواہ کرتا ہون کہ مین ابراہیم کے مذہب پر ہون

اور قریش سے یون مخاطب ہوئے،

یامعشر قریش واللہ مامنکم علی[1]	اے قریش! خدا کی قسم میرے سوا تم مین کوئی ابراہیم
دین ابراھیم غیری	کے مذہب پر قائم نہین،

وہ بتون کے نام کا ذبیحہ نہین کھاتے تھے، اور لڑکیون کو زندہ درگور کرنے کے مخالف تھے،۔

حضرت عمرؓ انہی کے بھائی تھے اسلیے اونکے کان مین یہ آواز پڑ چکی تھی، اور اون کی فطرتِ سلیمہ نے اونکو راہِ حق پر ڈالدیا تھا، چنانچہ بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ نیک کامون کی طرف راغب، اور رضائے الٰہی کے متلاشی رہتے تھے،

صحیح بخاری مین ہے[1]

ان عمر سأل النبی صلعم قال کنت	حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلعم سے عرض کی کہ مین نے
نذرت فی الجاھلیۃ ان اعتکف لیلۃ	جاہلیت مین نذر مانی تھی کہ مسجدِ حرام مین ایک رات

[1] بخاری کتاب الاعتکاف باب الاعتکاف لیلا،

فی المسجد الحرام قال فاوف بنذرک اعتکاف کرونگا، ارشاد ہوا تم اپنی نذر پوری کرو،

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ زمانۂ جاہلیت مین اعتکاف کرتے تھے مسجدِ حرام مین رات رات بھر رہنا اور خدا کی ذات کے متعلق غور کرنا، یقیناً اوسی "تحنث" کی ایک جھلک تھی جسکو نبوت سے پہلے حضور سرورِ کائنات صلعم اور حضرت ابراہیم ع نے اختیار کیا تھا، اس بنا پر حضرت عمرؓ دوسرے قریشی تھے جنھون نے دعوتِ ابراہیم ع کو لبیک کہنے کی کوشش کی،

وہ والدین کی نہایت عزت کرتے تھے، اور اسمین اسقدر مبالغہ کیا تھا کہ اونکی قسم کھاتے تھے، صحیح بخاری مین ہے[1]،

ان رسول الله صلعم ادرک عمر ابن الخطاب وهو يسير في ركب يحلف بابيه، فقال الا ان الله ينهاكم ان تحلفوا بآبائكم،	رسول اللہ صلعم نے عمرؓ بن الخطاب کو دیکھا کہ ایک جماعت کے ساتھ چلے جا رہے ہین، اور اپنے باپ کی قسم کھا رہے ہین تو ارشاد فرمایا خبردار! خدا تمکو باپ کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے،

اسی فطرتِ سلیمہ کی بناء پر اونکو اسلام سے ہمدردی پیدا ہوئی، چنانچہ اونکی ہمشیرہ اور سعید بن زیدؓ نے اسلام قبول کیا، تو گو وہ ابھی تک مسلمان نہین ہوئے تھے تاہم ان لوگون کو اسلام پر قائم رہنے کی تاکید کرتے تھے، چنانچہ حضرت سعید بن زیدؓ نے ایک موقع پر اس واقعہ کو بیان کیا ہے، فرماتے ہین[2]،

کان عمر ابن الخطاب یقیم علی الاسلام	مجھے وہ زمانہ یاد ہے جب عمر مجھکو اور اپنی بہن کو

[1] بخاری کتاب الایمان والنذر باب لاتحلفوا بآبائکم، [2] ایضاً باب بنیان الکعبۃ باب اسلام عمر ابن الخطاب رضؓ،

انا واخته وما اسلم ولو ان احدا انقض لما صنعتم بعثمان لكان محقوقا ان ينقض،

اسلام پر مضبوط کرتے تھے، حالانکہ مسلمان نہین ہوئے تھے، اور تم لوگون نے عثمان کے ساتھ وہ سلوک کیا ہے کہ اگر احد شق ہو جائے تو ہو سکتا ہی،

اسکا مطلب یہ ہے کہ قدیم زمانہ مین مخالفون کو بھی اسلام سے ہمدردی تھی، اور اب مسلمان کو مسلمان سے ہمدردی نہین ہے، چنانچہ عمر کا ہم لوگون کے ساتھ وہ سلوک تھا، اور تمھارا خلیفہ (حضرت عثمانؓ) کے ساتھ یہ سلوک ہے،

اس حدیث کا بعض لوگون نے ایک اور مطلب بھی بیان کیا ہے،

اور قسطلانی نے اوسکی تردید کی ہے،

زمانۂ جاہلیت، اور اسلام مین بھی حضرت عمرؓ کا پیشہ تجارت تھا، اور وہ اس سلسلہ مین دور و دراز مقامات کا سفر گوارا فرماتے تھے، چنانچہ ایک موقع پر اوسکو خود ظاہر کیا ہے[1]

الهاني الصفق بالاسواق، بازارون کی تجارت نے مجھ کو مشغول کرلیا،

اسواق، سوق کی جمع ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف بازارون مین جاتے تھے۔ اسی بنا پر مفسرین نے اسکی تفسیر کی ہے،

الخروج الی التجارة، تجارت کے لیے نکلنا،

---

[1] بخاری کتاب البیوع باب الخروج فی التجارة،

قبول اسلام

حضرت عمرؓ عقلاء زمانہ مین تھے، اونکی فطرت نہایت صالح تھی، اور طبیعت مین قبولِ حق کا مادہ موجود تھا، ان باتون کے ساتھ اونکے اعمالِ صالحہ نے اونکو جادۂ اعتدال سے قریب کر دیا تھا، اسلیے وہ بعثت نبوی سے پیشتر ہی اسلام کی طرف راغب ہوگئے، صحیح بخاری مین اونکے اسلام لانے کا نہایت دلچسپ قصہ منقول ہے، اور چونکہ خود اونہی کی زبانی ہے اسلیے زیادہ مستند ہے، ہم اوسکو اس مقام پر بلفظہ نقل کرتے ہین؎[1]

عن عبد الله بن عمر قال ما سمعت عمر لشئ قط يقول اني لاظنه كذا الا كان كما يظن، بينما عمر جالس اذ مر به رجل جميل فقال لقد اخطأ ظني او ان هذا على دينه في الجاهلية او لقد كان كاهنهم، عليّ الرجل، فدعى له فقال له ذلك، فقال ما رأيت

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہین کہ حضرت عمرؓ جب کسی شے کے متعلق یہ کہتے تھے کہ میرا اسکی نسبت یہ گمان ہے تو اونکے گمان کے مطابق ظاہر ہوتا تھا، ایک روز حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے، ایک حسین شخص نکلا، حضرت عمرؓ نے فرمایا، ممکن ہے میرا خیال غلط ہو، یا تو یہ شخص اپنے جاہلی مذہب پر قائم ہے، اور یا یہ کاہن تھا، "اس کو بلاؤ" وہ آیا تو حضرت عمرؓ نے

؎[1] بخاری باب بنیان الکعبۃ باب اسلام عمر بن الخطاب رضہ،

كاليوم استقبل به رجل مسلم، قال
فانى اعزم عليك الا ما اخبرتنى،
قال كنت كاهنهم فى الجاهلية، قال
فما اعجب ما جاءتك به جنيتك قال
بينما انا يوما فى السوق اذ جاءتنى
اعرف فيها الفزع، فقالت الم تر
الجن وابلاسها، ويأسها من بعد
انكاسها، ولحوقها بالقلاص واحلاسها
قال عمر صدق، بينما انا نائم عند آلهتهم
اذ جاء رجل بعجل فذبحه فصرخ به
صارخ، لم اسمع صارخا قط اشد
صوتا منه، يقول يا جليح، امر نجيح،
رجل فصيح، يقول لا اله الا انت،
فوثب القوم، قلت لا ابرح حتى
اعلم ما وراء هذا، ثم نادى يا جليح،
امر نجيح، رجل فصيح، يقول لا اله
الا الله، فقمت، فما نشبنا ان قيل

اپنا خیال ظاہر کیا، اوسنے کہا ایسا دن کسی مسلمان
نہ آیا ہوگا، حضرت عمرؓ نے کہا مجھکو صرف واقعہ
معلوم کرنا مقصود ہے، اوسنے جواب دیا مین جاہلیت
مین کاہن تھا، حضرت عمرؓ نے پوچھا تمھارا جن
سب سے عجیب تر کیا خبر لایا تھا؟ بولا ایک روز مین
بازار مین تھا جن گھبرایا ہوا آیا اور کہا کیا تم نہین
دیکھتے جن اور اونکے تحیر کو، اور انقلاب کے بعد
اونکی مایوسی کو، اور اون کا جوان اونٹنی والون
سے ملنے کو، (یعنے اہل عرب)

حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ شخص سچ کہتا ہے،
ایک روز مین مشرکین کے معبودون کے قریب
سو رہا تھا، ایک شخص گوسالہ لیکر آیا اور اوسکو
ذبح کردیا، اوسکے بعد ایک آواز آئی، مین نے
اوس سے زیادہ تیز آواز کبھی نہین سنی، یہ شخص چلا کر
کہہ رہا تھا، اے جلیح! ایک کامیاب چیز ہے، ایک فصیح
شخص کہتا ہے لا الہ الا انت، لوگ اوٹھے لیکن مین نے
کہا مجھے ابھی یہین ٹھہر کر پتہ لگانا چاہیے کہ اسکے بعد کیا ہوتا ہے

هذا ابنی، | اوس شخص نے پھر پکارا، اے ملیح! کامیاب چیز ہے، ایک فصیح شخص لا الہ الا اللہ کہہ رہا ہے، اوسوقت مین اوٹھا، اسکے بعد ہی آنحضرت صلعم کی نبوت کا چرچا ہوا،

یہ ایک ہاتف غیب کی آواز تھی، جس پر حضرت عمرؓ نے بہت جلد لبیک کہا،

امام بخاری نے باب اسلام عمر بن الخطاب رضؓ کا عنوان قائم کیا ہے، اوس مین حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی یہ روایت نقل کی ہے، کہ جب حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے، تو ایک ہنگامہ برپا ہوگیا، مشرکین بکثرت اونکے مکان پر جمع ہوگئے، اور کہنے لگے،

صبأ عمر، عمر بے دین ہوگئے!

حضرت عمرؓ خوف زدہ گھر کے اندر تھے، اور مین مکان کی چھت پر تھا، اور بچہ تھا، اتنے مین عاص بن وائل سہمی، عمرو کے باپ آئے حبرہ کا حلہ پہنے تھے، اور قمیص مین حریر کے کف لگے ہوئے تھے، وہ بنو سہم سے تھے، جو جاہلیت مین ہمارے حلیف تھے، اونھون نے آکر پوچھا آپ کا کیا حال ہے؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا،

زعم قومک انھم سیقتلونی ان اسلمت، | آپ کی قوم کا خیال ہے کہ چونکہ مین مسلمان ہوگیا ہون اسلیے وہ مجھکو قتل کردے گی،

عاص نے کہا گو آپ کلمہ پڑھ چکے ہین لیکن وہ لوگ آپ کا کچھ نقصان نہین کرسکتے، مین آپ کو پناہ دیتا ہون، عاص گھر سے باہر نکلے تو انسانون کا سیلاب موجزن تھا، پوچھا کیا ارادہ ہے؟ جواب ملا یہ ابن خطاب جو بے دین ہوگیا ہے ہم اسکے پاس جاتے ہین، عاص نے کہا بے دین

ہو گیا ہے تو پھر؟ مین اوسکو پناہ دیتا ہون، لوگ یہ سنکر واپس گئے[1]

اس روایت مین یہ فقرہ،

بینما ہو فی الدار خائفا، — حضرت عمرؓ مکان کے اندر خوف زدہ تھے،

خاص اہمیت رکھتا ہے، اس خوف کی وجہ کیا تھی؟ اوسکو حضرت عمرؓ نے عاص سے خود بیان کیا ہے، یعنے قریش آمادۂ قتل تھے، اور اسی بنا پر یہ اجتماع عظیم فراہم ہوا تھا،

اللہ اکبر! عمر بن الخطابؓ کے اسلام لانے کا یہ اثر ہے کہ کفر کی بنیادین ہل گئی ہین اور مشرکین کا ٹڈی دل امنڈ آیا ہے، کیا یہ شرک کا پیغام موت، کفر کا لمحۂ آخر، اور رذائلِ اخلاق کے انسداد کا دیباچہ تھا؟ تھا اور یقیناً تھا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہین،

ما زلنا اعزۃ منذ اسلم عمر، — عمر جب سے مسلمان ہوئے ہم لوگ غالب آتے گئے،

حضرت عمرؓ کے لیے اس سے بڑھکر کیا فخر ہو سکتا ہے کہ اونکا اسلام، اعلاء کلمۃ اللہ، غلبۂ ایمان، نصرتِ توحید، اشاعتِ حق، ازالۂ کفر، امحاء باطل کا سبب ثابت ہوا،

روایاتِ کاذبہ واقعہ کی سادہ صورت تو یہ تھی جو صحیح بخاری کے حوالون سے مذکور ہوئی، لیکن مسند ابن حنبل اور طبقات ابن سعد کی روایات مین جو رنگ آمیزیان ہین، اب اونکو منظر عام پر لانے کا وقت آگیا ہے، ان کتابون مین حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا قصہ دوسری طرح منقول ہے،

مسند کی روایت مسند مین ہے کہ حضرت عمرؓ اسلام لانے سے پیشتر رسول اللہ صلعم سے "تعرض" کرنے کے لیے نکلے، آپ مسجد مین جا چکے تھے، اور نماز شروع کر دی تھی، یہ پیچھے جا کر کھڑے ہو گئے،

---

[1] بخاری باب بنیان الکعبۃ باب اسلام عمرؓ،

آپ نے سورۃ الحاقہ شروع کی تو انکو قرآن کے الفاظ پر سخت تعجب ہوا، اور کہنے لگے خدا کی قسم!
یہ شاعر ہے، جیسا کہ قریش کہا کرتے ہین، آپ نے یہ آیت پڑھی انہ لقول رسول کریم و
ما ھو بقول شاعر، (یہ رسول کریم کا قول ہے، شاعر کا قول نہین)، اب اونکو خیال پیدا ہوا
کہ آپ کاہن ہین، آپ نے آیت پڑھی ولا بقول کاھن! (یہ کاہن کا قول نہین) جب
سورۃ ختم ہوئی تو حضرت عمر رض پر خاص اثر پڑا، اور اسلام نے دل مین جگہ کرلی،

یہ حدیث روایت کے لحاظ سے منقطع ہے، اسکے راوی اول شریح بن عبید ہین، جن کا
حضرت عمر رض سے لقا ثابت نہین، وہ شام کے رہنے والے تھے، لیکن شام مین جو اکابر صحابہ
موجود تھے، اونکو بھی نہ دیکھ سکے، پھر اورون کا کیا ذکر ہے؟ اون سے صفوان بن عمرو نے روایت
کی ہے، وہ بعض مناکیر کے ناقل ہین،

ابن سعد کی روایت

ابن سعد کی روایت مین واقعہ کی شکل اس سے بھی زیادہ بدنما ہے، اوسمین مذکور ہے
کہ حضرت عمر رض تلوار باندھ کر نکلے، راستہ مین بنو زہرہ کے ایک شخص سے ملاقات ہوئی، پوچھا عمر!
کہان کا قصد ہے؟ جواب دیا "محمد کے قتل کو جاتا ہون" اوسنے کہا اگر تم محمد صلعم کو قتل کروگے
تو بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کیا اطمینان ہوگا، جواب دیا معلوم ہوتا ہے تم بھی بے دین ہوگئے
ہو، اور قدیم مذہب چھوڑ دیا ہے، اوسنے کہا مین تمکو اس سے زیادہ تعجب انگیز بات بتلاتا
ہون، تمھارے بہنوئی اور بہن بھی بے دین ہوگئے ہین، اور تمھارا مذہب چھوڑ دیا ہے، حضرت
عمر غضبناک ہوکر پلٹے، اور بہن کے گھر آئے، وہان ایک مہاجر جنکا نام خباب تھا، بیٹھے ہوئے
پڑھا رہے تھے، اونھون نے حضرت عمر رض کی آہٹ پائی تو مکان کے کسی حصہ مین چھپ گئے،

حضرت عمر رضنے اندر جا کر پوچھا یہ کیا آواز تھی؟ یہ لوگ سورۂ طٰہٰ پڑھ رہے تھے، جواب دیا ہم جو روزمرہ گفتگو کرتے ہین یہ اوسکے علاوہ ایک چیز ہے، کہا شاید تم دونون بے دین ہوگئے ہو؟ بہنوئی بولے عمر! ممکن ہے کہ حق تمھارے مذہب کے علاوہ کہین اور ہو، حضرت عمر یہ سُنتے ہی اُچھل پڑے اور اون پر سوار ہو کر روندنا شروع کیا، بہن اپنے شوہر کو بچانے آئین تو اس زور سے تھپڑ مارا کہ چہرہ لہولہان ہوگیا، اونھون نے غصہ ہو کر کہا عمر! حق تمھارا مذہب نہین! اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله! جب حضرت عمر رضہ مایوس ہوگئے تو کہا اچھا مجھکو اپنی کتاب دکھاؤ، مین بھی پڑھونگا، راوی کا بیان ہے کہ عمر کتابین پڑھا کرتے تھے، اونکی بہن بولین تم ناپاک ہو اور اوسکو صرف پاک لوگ چھو سکتے ہین، تم اوٹھ کر غسل یا وضو کرو، حضرت عمر رضنے اوٹھ کر وضو کیا پھر کتاب لیکر سورۂ طٰہٰ پڑھنا شروع کی جب اس آیت، اننی انا الله لا اله الا انا فاعبدنی واقم الصلوٰة لذکری، پر پہونچے تو دفعۃً حالت متغیر ہوگئی، کہا مجھ کو محمد صلعم کے پاس لے چلو، خباب نے یہ جملہ سُنا تو اندر سے نکل آئے اور کہا اے عمر! بشارت ہو، جمعرات کی شب کو رسول اللہ صلعم نے دعا کی تھی اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او بعمرو بن ہشام، مین سمجھتا ہون کہ یہ دعا تمھارے حق مین مقبول ہوئی، راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ صلعم اس زمانہ مین کوہ صفا کی تلی مین مقیم تھے، حضرت عمر رض آپ کے آستانہ پر پہونچے، دروازہ پر حمزہ، طلحہ اور چند صحابہ پہرہ دے رہے تھے، لوگ حضرت عمر کو دیکھ کر خوف زدہ ہوئے، لیکن حضرت حمزہ نے کہا، ہان! عمر ہین، اگر خدا کو اچھا کرنا منظور ہے تو مسلمان ہو جائین گے اور رسول اللہ صلعم کا اتباع کرینگے، اور اگر کسی دوسرے ارادہ سے

آئے ہین تو ہم آسانی سے اونکو قتل کردین گے، آنحضرت صلعم اسوقت مکان کے اندر تشریف فرما تھے، اور وحی کی کیفیت طاری تھی، آپ باہر نکل آئے، اور حضرت عمر کا دامن اور تلوار کا پرتلہ پکڑ کر فرمایا، عمر! کیا جو ذلت اور رسوائی ولید بن مغیرہ کے لیے خدا نے نازل فرمائی، جب تک وہ تیرے لیے نازل نہو گی تو باز نہ آئے گا؟ خداوندا یہ عمر بن خطاب ہے، خداوندا تو دین کو عمر بن خطاب کے عزت دے، حضرت عمر فورًا پکار اوٹھے اشھد انك رسول الله، اوسکے بعد کہا اب آپ باہر نکلین!

یہی روایت ہے جو تاریخ کی کتابون مین اسقدر دلچسپ انداز سے لکھی گئی ہے کہ سحر سامری بن گئی ہے، لیکن خدا ہی کا یہ طلسم عنقریب درہم برہم ہو جائے گا، اس روایت کے راوی اول حضرت انس رض ہین، جو اس واقعہ کے وقت پیدا بھی نہین ہوئے تھے، اون سے قاسم بن عثمان بصری نے سُنا ہے، جو مجہول الحال ہے، اوسکے راوی اسحاق بن یوسف ازرق ہین، اونکے متعلق ابن سعد نے لکھا ہے کہ بعض اوقات روایت مین غلطی کرتے تھے،

اس روایت مین چونکہ حضرت عمر رض کی درشت خوئی، سخت گیری، اور کفر پرستی کے مناظر دکھائے گئے ہین، اسلیے رجال کی کتابون مین اسکے متابعات بھی نظر آتے ہین، مثلاً لبینہ کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رض اونکو مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے تھے "مین نے تجھکو رحم کی بنا پر نہین بلکہ اسوجہ سے چھوڑ دیا ہے کہ تھک گیا ہون" زنیرہ کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت عمر رض اونکو بھی ستایا کرتے تھے،[1]

[1] افسوس ہے کہ سیرۃ النبی اور الفاروق مین علامہ شبلی نے انہی ضعیف، بے سر و پا، اور مہمل روایات کو نقل کیا ہے، اور بخاری کی صحیح روایتین چھوڑ دی ہین! اسوۂ صحابہ کے مصنف نے بھی یہی روایتین اختیار کی ہین،

اب ایک طرف توصحیح بخاری کی مستند روایات ہین، جو حضرت عمرؓ کی فطری سلامت روی اور حق پرستی کو ظاہر کرتی ہین، دوسری طرف مزخرفات کا یہ دفتر بے پایان ہے جو اونین گذشتہ اوصاف سے متعارض صفات تسلیم کراتا ہے، ناظرین انصاف کرین کہ انمین سے کسکو صحیح تسلیم کیا جائے؟ جو شخص زمانۂ جاہلیت مین اعمالِ صالحہ کرتا ہو، محب اسلام ہو، نبوت سے پیشتر اسلام کی بشارت پا چکا ہو، کیا اوس سے اس قسم کے واقعات سرزد ہو سکتے ہین؟

کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم!

قبولِ اسلام کا زمانہ حضرت عمرؓ نے قبولِ اسلام کا شرف کس زمانہ مین حاصل کیا؟ اسکی بخاری مین کوئی تصریح نہین، لیکن قیاسِ تاریخی کا یہ فتویٰ ہے کہ آغازِ عہدِ نبوت تھا، نبوت سے پیشتر حضرت عمرؓ نے جو خواب دیکھا تھا، اور جس سے اونکو اسلام کی ترغیب ہوئی تھی، اوسکو ہم اوپر نقل کر چکے ہین،

مرض الموت مین ایک نوجوان نے اون کے سامنے یہ الفاظ کہے[1]،

البشر یا امیر المومنین ببشری اللہ لک من صحبۃ رسول اللہ صلعم وقدم فی الاسلام ما قد علمت،	اے امیر المومنین! خدا نے آپکو رسول اللہ صلعم کی صحبت اور سبقتِ اسلام کے ذریعہ سے جسکو آپ جانتے ہین جو بشارت دی ہے آپ اوس سے خوش ہون،

ایک غلط فہمی کی تردید حضرت عمرؓ کے اسلام کے متعلق قرنِ اول مین ایک غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی، جسکو نافع نے بیان کیا ہے، وہ کہتے ہین[2]،

---

[1] بخاری کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمانؓ [2] ایضاً کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیۃ،

ان الناس یتحدثون ان ابن عمر اسلم قبل عمر،

لوگون کا خیال ہے کہ ابن عمر رض، حضرت عمر رض سے قبل ایمان لائے،

اوسکے بعد تردید کرتے ہین،

ولیس کذالک!

حالانکہ یہ بات صحیح نہین،

پھر اصل واقعہ بیان کرتے ہین، کہ حدیبیہ مین حضرت عمر رض نے عبداللہ رض کو گھوڑا لانے کے لیے ایک انصاری کے پاس بھیجا تھا، اور وہ ہتھیار سج رہے تھے، عین اسیوقت آنحضرت صلعم نے درخت کے پاس بیعت لی حضرت عمر رض کو اسکی خبر نہ تھی، عبداللہ رض نے پہلے بیعت کی پھر گھوڑا لیکر آئے، اور حضرت عمر رض کو بیعت کے واقعہ سے آگاہ کیا، وہ اونکو ساتھ لیکر گئے اور رسول اللہ سے بیعت کی، یہی واقعہ ہے جس کی بنا پر لوگ مشہور کرتے ہین کہ ابن عمر رض حضرت عمر رض سے قبل مسلمان ہوئے،

ہجرت

حضرت عمر رض کی ہجرت بھی کچھ کم نمایان نہ تھی، آنحضرت صلعم نے جب صحابہ کو مدینہ جانیکی اجازت عطا فرمائی، تو سب سے پہلے مصعب بن عمیر رض اور ابن ام مکتوم رض، پھر بلال رض بعدہ اور عمار بن یاسر رض روانہ ہوئے، اونکے بعد حضرت عمر بن الخطاب بیس صحابہ کے ساتھ تشریف لائے[1]

حضرت عمر رض کی ہجرت کے متعلق بھی قرن اول مین غلط فہمی پیدا ہوئی، صحیح بخاری مین ابوعثمان کا یہ قول مذکور ہے[2]،

[1] بخاری باب بنیان الکعبۃ باب مقدم النبی صلعم و اصحابہ الی المدینۃ، [2] ایضاً باب ہجرۃ النبی صلعم و صحابہ الی المدینۃ

غزوات و مشاہد

عہدِ نبوت مین غزوات و سرایا کا ایک سلسلہ تھا، جن مین حضرت عمرؓ کا نام خصوصیت سے آتا ہے،

سرایا مین ایک سریہ تھا، جسمین حضرت عمرؓ کے ساتھ عمار بن یاسرؓ بھی تھے، دونون صاحبون کو غسل کی ضرورت ہوئی، پانی موجود نہ تھا، نماز کا وقت آیا تو حضرت عمرؓ نے نہین پڑھی، عمارؓ زمین پر لوٹے اور نماز پڑھ لی، عمارؓ نے واپس آکر آنحضرت صلعم سے ذکر کیا، تو آپ نے تیمم کا طریقہ بتایا[1]

اس روایت مین اگرچہ سریہ کا لفظ نہین، لیکن اسکے بعد جو روایت مذکور ہے اوسمین حضرت عمارؓ نے سریہ کی تصریح کی ہے،

کنا فی سریۃ فاجنبنا، ہم ایک سریہ مین تھے، اور ہم کو غسل کی حاجت ہوئی،

غزوات مین ایک غزوہ کا واقعہ غیر متعین طور پر بیان کیا گیا ہے اسلیے ہم اوسکو یہان علیحدہ لکھتے ہین،

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ مین آنحضرت صلعم کے ہمراہ کسی سفر مین تھا، اور حضرت

[1] بخاری کتاب التیمم باب ہل ینفخ فی یدیہ بعد ما یضرب بہا الصعید للتیمم،

عمرؓ کے ایک جوان اونٹ پر سوار تھا، اونٹ میرے قابو سے باہر تھا، تمام سواریوں سے آگے چلا جاتا تھا، اور خود رسول اللہ صلعم کے اونٹ سے بھی آگے نکل جاتا تھا، حضرت عمرؓ اوسکو ڈانٹتے تھے، اور پیچھے کرتے تھے لیکن وہ پھر آگے بڑھ جاتا تھا، اور حضرت عمرؓ کو پھر ڈانٹنے اور پیچھے کرنے کی زحمت پیش آتی تھی، حضرت عمرؓ کہتے تھے اے عبداللہ! آنحضرت صلعم سے آگے کوئی نہ نکلنے پائے، آنحضرت صلعم نے اون سے فرمایا اسکو میرے ہاتھ فروخت کردو، حضرت عمرؓ نے کہا، یہ آپ ہی کا ہے، دوبارہ ارشاد ہوا، میرے ہاتھ فروخت کردو، حضرت عمرؓ نے تعمیل کی، آپ نے خرید کر عبداللہؓ کو مرحمت فرمایا کہ جو چاہیں کریں[۱]

غزوہ بدر | غزوۂ بدر میں جو ۲ھ میں پیش آیا، حضرت عمرؓ شریک تھے، اس غزوہ میں صنادید قریش میں سے جو ۲۴ شخص مارے گئے تھے، آنحضرت صلعم نے اونکی لاشیں ایک گندے کنوئیں میں ڈلوادیں، آپ کا قاعدہ تھا کہ فتح کے بعد تین روز تک مفتوحہ علاقہ میں قیام فرماتے تھے، اسی قاعدہ کے مطابق بدر میں بھی قیام کیا، تیسرے دن اونٹ پر کجاوہ رکھوایا، اور صحابہ کو پیچھے چھوڑ کر کنوئیں پر پہونچے، اور کفار کو نام بنام پکار کر فرمایا، کیا اب تم کو خدا و رسول کی اطاعت میں مسرت معلوم ہوتی ہے؟ ہم نے اپنے پروردگار کا وعدہ سچا پایا، کیا تم نے بھی اپنے پروردگار کا وعدہ سچا پایا؟ حضرت عمرؓ نے عرض کی،

یا رسول اللہ ! ما تکلم من اجساد لا ارواح لھا؟	یا رسول اللہ! ان جسموں میں تو روح نہیں آپ اون سے کیا گفتگو فرماتے،

[۱] بخاری کتاب البیوع باب اذا اشتری شیئا فوھب من ساعتہ قبل ان یتفرقا، وکتاب الہبۃ باب من اہدی لہ ہدیۃ وعندہ جلساؤہ فہو احق بہ،

ارشاد ہوا، اوس ذات کی قسم جسکے ہاتھ مین محمدؐ کی جان ہے، جو کچھ مین کہہ رہا ہون اوسکو تم ان لوگون سے زیادہ نہین سُنتے ہو[۱]

غزوۂ احد | غزوۂ احد مین لشکرِ اسلام منتشر ہوگیا تھا، لیکن چند جانباز ثابت قدم رہے تھے، حضرت عمرؓ بھی اونہی مین تھے، آنحضرت صلعم جب ان جان نثارون کو لیکر ایک محفوظ مقام مین کھڑے ہوئے، تو ابوسفیان نے آپ کو اور حضرت ابوبکرؓ کو تین بار آواز دی، اوسکے بعد تین مرتبہ حضرت عمرؓ کا نام پکارا،

افی القوم ابن الخطاب ؟	کیا قوم مین ابن الخطاب موجود ہین،

چونکہ آنحضرت صلعم نے جواب دینے کی ممانعت فرمائی تھی، صحابہ خاموش رہے، ابوسفیان نے لشکر مین واپس جا کر کہا کہ یہ لوگ مارے جاچکے، ورنہ اگر زندہ ہوتے تو جواب ملتا، حضرت عمرؓ سے اب ضبط نہوسکا، پکار کر کہا[۲]

کذبت واللہ یا عدو اللہ! ان الذین عددت لاحیاء کلھم، وقد بقی لک ما یسوءک،	خدا کی قسم او دشمنِ خدا تو جھوٹ کہتا ہے! جن لوگونکا تونے نام لیاہے سب زندہ ہین، اور جو تجھکو برا معلوم ہوتا ہے وہ باقی ہے،

دوسری روایت مین ہے،

ابقی اللہ لک ما یخزیک،	خدانے تیری رسوائی کا سامان باقی رکھا ہے،

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے نزدیک صنادیدِ اسلام یہی تین بزرگ تھے،

[۱] بخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جہل ذکر غزوۂ بدر، [۲] ایضاً کتاب الجہاد باب ما یکرہ من التنازع والاختلاف فی الحرب، وکتاب المغازی باب غزوۂ احد،

اسی بنار پر ابوسفیان نے انہی بزرگون کا نام پکارا، حضرت عمرؓ کے جواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ کفار کو انہی بزرگون کا وجود کھٹکتا تھا، اور کفر و شرک کے قلع قمع کرنے والے یہی حضرات تھے ان بزرگون کے مدارج مین جو ترتیب تھی، وہ بھی ابوسفیان کے بیان سے نمایان ہوتی ہے؛

نکاح حفصہؓ | حضرت حفصہؓ، حضرت عمرؓ کی صاحبزادی تھین، اور خنیسؓ بن حذافہ سہمی کو منسوب تھین، جو اصحاب بدر مین تھے، اونھون نے مدینہ آکر وفات پائی، تو حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ سے حفصہؓ کا ذکر کیا، جواب ملا مین اس امر مین غور کرونگا، چند روز کے بعد ملاقات ہوئی تو کہا بالفعل نکاح کا ارادہ نہین ہے، حضرت عمرؓ نے اب حضرت ابوبکرؓ سے مذکور کیا، وہ خاموش ہوگئے، اور کچھ جواب نہ دیا، اونکی بے اعتنائی پر حضرت عمرؓ کو سخت غصہ آیا، اور حضرت عثمانؓ سے زیادہ اون پر ناراض ہوئے، چند روز کے بعد آنحضرت صلعم نے نکاح کا پیغام بھیجا، اور حضرت حفصہؓ ام المومنین ہوگئین، نکاح کے بعد حضرت ابوبکرؓ آئے اور کہا تم کو میری بے التفاتی سے رنج ہوا ہوگا، لیکن مین نے اس بنار پر جواب نہین دیا تھا کہ آنحضرت صلعم اپنا ارادہ ظاہر فرما چکے تھے، مین نے آپ کا راز فاش کرنا مناسب نہین سمجھا اگر آپ چھوڑ دیتے تو مین نکاح کر لیتا[1]،

اس تقریب سے حضرت عمرؓ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ وہ اوس وجودِ مقدس کے خسر قرار پائے، جو خاتم الانبیار اور سرور کائنات تھا!

غزوہ مریسیع | غزوہ مریسیع مین ایک مہاجر نے مذاق مین ایک انصاری کے تھپڑ مار دیا،

[1] بخاری کتاب المغازی ذکر غزوہ بدر،

انصاری سخت برہم ہوا، اور انصار کو آواز دی، مہاجر نے مہاجرین کو پکارا، آنحضرت صلعم نے یہ آوازیں سنین تو موقع پر تشریف لائے، اور فرمایا یہ جاہلیت کی پکار کیسی؟ لوگون نے قصہ بیان کیا، ارشاد ہوا، اس پکار کو چھوڑ دو، یہ بُری چیز ہے، منافقین مین جب یہ خبر پھیلی تو عبداللہ ابن ابی نے کہا اب یہان تک نوبت پہونچ گئی، خدا کی قسم! مدینہ پہونچکر جو عزیز ہے ذلیل کو نکال دے گا، یہ فقرہ کسی نے آنحضرت صلعم سے نقل کیا تو حضرت عمرؓ غصہ سے بیتاب ہو گئے، اور کھڑے ہو کر کہا،

یا رسول اللہ! دعنی اضرب عنق هذا المنافق، — یا رسول اللہ! مجھکو اجازت دیجئے کہ اس منافق کا سر اُڑا دون،

آنحضرت صلعم نے فرمایا، جانے دو، لوگ کہین گے کہ محمدؐ اپنے اصحاب کو قتل کراتے ہین[1]،

غزوۂ خندق غزوۂ خندق مین لڑائی کی مصروفیت کی وجہ سے نمازِ عصر با جماعت نہو سکی، اور قضا ہو گئی، لیکن حضرت عمرؓ نے آفتاب غروب ہونے سے بیشتر پڑھ لی تھی، بعدِ مغرب آنحضرتؐ کی خدمت مین آئے، تو کفارِ قریش کو بُرا کہہ رہے تھے، آنحضرت صلعم نے فرمایا مین نے اب تک نہین پڑھی ہے، آبطحان پہونچکر آنحضرت صلعم نے وضو کیا اور نماز پڑھائی[2]،

غزوۂ حدیبیہ غزوۂ حدیبیہ مین جو صلح نامہ لکھا گیا، چونکہ اوس سے اسلام کی کمزوری ثابت ہوتی تھی، اسلئے صحابہ دل شکستہ تھے، اور ادن مین سب سے زیادہ رنج حضرت عمرؓ کو تھا،

---

[1] بخاری کتاب التفسیر سورۂ منافقون باب قولہ سواء علیهم استغفرت لهم ام لم تستغفر لهم، وکتاب المناقب باب ما ینهی عنه من دعوة الجاهلیة، [2] ایضاً کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب من صلی بالناس جماعة بعد ذهاب الوقت،

وہ رسول اللہ صلعم کے پاس آئے اور حسب ذیل گفتگو ہوئی،

حضرت عمر رضہ، کیا آپ خدا کے پیغمبر برحق نہین؟

جناب رسول اللہ صلعم، ہان، ہون،

حضرت عمر رضہ کیا ہم حق پر، اور ہمارا دشمن باطل پر نہین؟

جناب رسول اللہ صلعم، ہان

حضرت عمر رضہ، کیا ہمارے مقتول جنت مین اور دشمن کے مقتول دوزخ مین نہین؟

جناب رسول اللہ صلعم، ہان، ہین،

حضرت عمر رضہ، تو پھر ہم دین مین یہ ذلت کیون گوارا کرین؟ خدا نے ہمارے اور دشمن کے درمیان کوئی فیصلہ نہین کیا ہے، پھر ہم کیون واپس ہون؟

جناب رسول اللہ صلعم، یا ابن الخطاب مین خدا کا رسول ہون، اوسکی نافرمانی نہین کرتا، وہ میری امداد کرے گا، اور مجھکو برباد ہونے دے گا،

حضرت عمر رضہ، کیا آپ ہم سے یہ نہین بیان کرتے تھے کہ ہم عنقریب بیت اللہ کا طواف کرینگے؟

جناب رسول اللہ صلعم، ہان، لیکن کیا مین نے یہ کہا تھا کہ ہم اسی سال بیت اللہ جائینگے؟

حضرت عمر رضہ، نہین،

جناب رسول اللہ صلعم، تو تم بیت اللہ جاؤ گے، اور اوسکا طواف بھی کروگے،

حضرت عمر رضہ کو اس سوال و جواب سے تسکین نہین ہوئی، رنج و غم سے لبریز حضرت ابوبکر رضہ کے پاس پہونچے، اور کہا یا ابابکر! کیا یہ سچے پیغمبر نہین؟

حضرت ابوبکر رض، ہین

حضرت عمر رض، کیا ہم حق پر، اور دشمن باطل پر نہین؟

حضرت ابوبکر رض، ہان،

حضرت عمر رض، تو پھر ہم مذہب مین یہ پستی کیون گوارا کرین؟

حضرت ابوبکر رض، اے شخص! وہ خدا کے پیغمبر ہین، اوس کی نافرمانی نہین کرتے، اور خدا اونکی مدد کریگا، تم اونکی پیروی کیے جاؤ، خدا کی قسم! وہ حق پر ہین،

حضرت عمر رض، کیا وہ ہم سے یہ نہین کہتے تھے کہ ہم عنقریب بیت اللہ کا طواف کرینگے؟

حضرت ابوبکر رض، ہان، لیکن کیا اونھون نے یہ کہا تھا کہ تم اسی سال بیت اللہ جاؤ گے؟

حضرت عمر رض، نہین،

حضرت ابوبکر رض، تو تم بیت اللہ جاؤ گے، اور طواف بھی کروگے،

چونکہ جناب رسول اللہ صلعم سے یہ سوال و جواب بڑی جسارت پر مبنی تھا، حضرت عمر رض نے اوسکے کفارہ مین بہت سے نیک کام کیے، خود فرماتے ہین، فعملت لذٰلک اعمالاً!

اسی موقع پر مسلمان عورتین ہجرت کرکے آئین، اور یہ آیت نازل ہوئی،

یا ایھا الذین آمنوا اذا جاءکم المومنات مھاجرات ۔۔ لا تمسکوا بعصم الکوافر،	مسلمانو! جب تمھارے پاس مسلمان عورتین ہجرت کرکے آئین ۔۔۔۔ اور کافرہ عورتونکو اپنے پاس روک نہ رکھو،

تو حضرت عمر رض نے اوسی دن اپنی دو بیویون کو جو اب تک مشرکہ تھین، طلاق دیدی، انمین سے ایک کے ساتھ معاویہ بن ابوسفیان نے (اسوقت کافر تھے) اور دوسری کے ساتھ

صفوان بن امیہ نے نکاح کر لیا[۱]،

حدیبیہ کے زمانۂ قیام مین ایک روز بیعت الرضوان ہوئی، اور حضرت عمرؓ اوسمین شریک ہوئے، عبد اللہ بن عمرؓ نے اسکا قصہ تفصیل سے بیان کیا ہے،

حضرت عمرؓ، عبد اللہؓ کو لیکر کسی مقصد سے آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئے آپ آرام فرما رہے تھے، اسلیے فرودگاہ کو واپس گئے، صحابہ حدیبیہ مین متفرق طور پر درختون کے سایہ مین قیام پذیر تھے، حضرت عمرؓ بھی الگ ٹھہرے ہوئے تھے، کچھ دیر کے بعد حضرت عمرؓ نے عبد اللہ کو بھیجا کہ آنحضرت صلعم کو دیکھ آئین آپ سوتے ہین یا جاگ اوٹھے، یہ بھی فرمایا کہ فلان انصاری کے پاس میرا گھوڑا ہے، اوسکو مانگ لاؤ، تاکہ لڑنے کی تیاری کیجائے، حضرت عمرؓ ادہر یہ باتین کر رہے تھے کہ دفعۃً ایک مجمع نظر آیا، عبد اللہ سے فرمایا، دیکھو! کیا بات ہے، لوگون نے رسول اللہ کو گھیر لیا ہے،

عبد اللہ مجمع کی طرف چلے، اور حضرت عمرؓ نے ہتھیار پہننا شروع کیے، عبد اللہ نے وہان پہونچکر دیکھا کہ رسول اللہ صلعم ایک درخت کے نیچے لوگون سے بیعت لے رہے ہین، خود بیعت کی، اور گھوڑا لانے کے لیے آگے بڑھ گئے، جب گھوڑا لیکر حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو بیعت کا قصہ بیان کیا، حضرت عمرؓ نے اونکو ساتھ لیا، اور نہایت تیز چال سے رسول اللہؐ کے پاس پہونچے، اور بیعت کی، عبد اللہ کہتے ہین،

فانطلقنا الیہ یھرول ھرولۃ! ہم جب آنحضرت صلعم کیطرف چلے تو حضرت عمر نہایت تیز چل رہے تھے

[۱] بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب، وکتاب التفسیر باب قولہ اذ یبایعونک تحت الشجرۃ تفسیر سورۃ الفتح،

ہردلہ اوس چال کو کہتے ہین جو معمولی رفتار اور دوڑنے کے بین بین ہوتی ہے[1]،

واپسی مین ایک شب حضرت عمرؓ، آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، اونھون نے ایک سوال کیا، آنحضرت صلعم نے کچھ جواب نہ دیا، پھر پوچھا اور کچھ جواب نہ ملا، پھر سوال کیا، اور جواب سکوت مین تھا، اپنے دل مین کہا،

ثکلتک امک یا عمر! تونے تین بار رسول اللہ صلعم سے سوال کیا، اور کسی مرتبہ جواب نہ ملا، اوسکے بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ کہین عتاب ربانی نازل نہو جاے، اسلیے خوفزدہ ہوکر اونٹ کو تیز کیا، اور مسلمانون کے آگے نکل گئے،

کچھ دیر کے بعد ایک شخص نے اونکو آواز دی، اب اونکا خیال زیادہ قوی ہوگیا، اور یہ گمان کرکے کہ شاید قرآن مین اونکے متعلق عتاب کی آیت نازل ہوئی، ڈرتے ڈرتے آنحضرت صلعم کی خدمت مین پہونچے، اور سلام کیا، آپ نے فرمایا، آج کی رات مجھپر ایسی سورہ نازل ہوئی ہے جو مجھکو اون تمام چیزون سے زیادہ محبوب ہے جن پر آفتاب طلوع ہوتا ہے، اوسکے بعد انا فتحنا لک فتحا مبینا آخر تک پڑھکر سنائی، حضرت عمرؓ نے تعجب سے کہا،

یا رسول اللہ اَوَ فتح ھو؟ یارسول اللہ، کیا یہ فتح ہے؟

ارشاد ہوا "ہان[2]"

غزوۂ خیبر | حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے، کہ ہم لوگ آنحضرت صلعم کے ہمراہ خیبر کی طرف جارہے تھے، ایک رات، ایک شخص نے عامر بن اکوعؓ سے کہا،

[1] بخاری باب بنیان الکعبۃ باب ہجرۃ النبی صلعم واصحابہ الی المدینۃ، وکتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیۃ،
[2] ایضاً کتاب الجہاد باب اثم من عاہد ثم غدر باب وکتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیۃ،

یاعامر! الا تسمعنا من هنیہاتک؟ عامر! تم ہمکو اپنے اشعار نہین سناتے؟

عامر شاعر تھے، اونھون نے چند اشعار سنائے، آنحضرت صلعم نے فرمایا یہ کون ہے؟ لوگون نے نام بتایا، ارشاد ہوا یرحمہ اللہ، خدا اون پر رحم کرے، ایک شخص بولا[۱]

وجبت یا نبی اللہ لولا امتعتنا بہ یا نبی اللہ! شہادت ضروری ہو گئی، کاش! آپنے ہمکو ان سے متمتع ہونے دیا ہوتا،

بخاری مین اگرچہ اس "شخص" کا نام مذکور نہین، لیکن صحاح مین ہے کہ یہ شخص حضرت عمرؓ تھے،

واپسی مین رات کا سفر تھا، لوگ تمام رات چلتے چلتے تھک گئے تھے، پچھلے پہر قافلہ اوترپڑا اور آنکھین بند ہو گئین، اسوقت کی نیند مسافر کے نزدیک نہایت خوشگوار ہوتی ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ فجر کی نماز قضا ہو گئی، جب دھوپ مین طمازت شروع ہوئی تو سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ، پھر فلان اور فلان، بیدار ہوئے، چوتھا نمبر حضرت عمرؓ کا تھا، آنحضرت صلعم جب استراحت فرماتے تو صحابہ آپ کو بیدار نہین کرتے تھے، کہ شاید وحی آرہی ہو حضرت عمرؓ نے جب لوگونکی پریشانی دیکھی تو تکبیر کہنا شروع کی، قوی آدمی تھے تکبیر کہتے تو آواز بلند ہو جاتی تھی، غرض وہ برابر با آواز بلند تکبیر کہتے رہے، اور رسول اللہ صلعم کی اُنکی تکبیر سے آنکھ کھل گئی،[۲]

اسی سفر مین کچھ لوگون کا سامان ختم ہو گیا، اور مفلس ہو گئے، آنحضرت صلعم سے اونٹ ذبح کرنے کی اجازت مانگی، آپ نے اجازت دی، حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی تو اون

[۱] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ خیبر، [۲] ایضاً کتاب التیمم باب الصعید الطیب وضوء المسلم یکفیہ من الماء،

لوگون نے قصہ بیان کیا، حضرت عمرؓ نے کہا،

مابقاؤکم بعد ابلکم؟ اونٹون کے بعد پھر تمہاری زندگی کی کیا صورت ہوگی؟

پھر سیدھے آنحضرت صلعم کے پاس پہونچے، اور کہا،

یارسول اللہ! مابقاؤھم بعد ابلھم، یارسول اللہ! یہ لوگ اونٹونکے بعد کیونکر زندہ رہین گے؟

ارشاد ہوا، لوگون کو آواز دو کہ باقی زادراہ لیکر آجائین، دسترخوان بچھادیے گئے، اور اوپر کھانا رکھدیا گیا، آنحضرت صلعم نے کھڑے ہوکر برکت کی دعا فرمائی، پھر لوگون کو برتن لانے کا حکم ہوا، سب نے اپنے اپنے برتن بھر لیے، تو آنحضرت صلعم نے فرمایا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وانی رسول اللہ[۱]

خیبر پر قبضہ کرنے کے بعد آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ کو کھجور کا ایک باغ عطا فرمایا، جسکا نام ثمغ تھا[۲]، یہ اسقدر عمدہ باغ تھا کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلعم سے عرض کی[۳]

لم اصب مالا قط انفس عندی منہ اس سے بڑھکر عمدہ جائداد مجھ کو کبھی نہین ملی،

اس غزوہ کے سلسلہ مین ہمکو صحیح مسلم کے ایک فقرہ کی تردید کرنا ہے، صحیح مسلم مین حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جنگ خیبر مین فرمایا کہ آج مین علم اوس شخص کو دونگا جو خدا و رسول کو محبوب رکھتا ہے، خدا اوسکے ہاتھ پر فتح عنایت کریگا حضرت عمرؓ کہتے ہین،

ما احببت الامارۃ الا یومئذ قال مین نے امارت کی اس دن کے علاوہ کبھی تمنا فتساورت لھا رجاء ان ادعی لھا، نہین کی تھی،

[۱] بخاری باب الشرکۃ فی الطعام والنھد والعروض، [۲] ایضاً کتاب الوصایا باب قول اللہ عزوجل وابتلوا الیتامیٰ حتی اذا بلغوا النکاح، [۳] ایضاً کتاب الشروط باب الشروط فی الوقف،

اس مضمون کی حدیث صحیح بخاری کے مختلف ابواب مین منقول ہے، لیکن یہ فقرہ مذکور نہین، اوسمین صرف اسقدر ہے کہ

بات الناس یدوکون لیلتھم ایھم — لوگون مین رات بھر چرچا رہا کہ دیکھین

یعطاھا — کسکو عطا ہوتا ہے،

روایت کے لحاظ سے مسلم کی حدیث صحیح نہین، اوسکے ایک راوی سہیل بن ابو صالح ہین، اونکے متعلق ائمہ فن کی رائین ملاخطہ ہون،

یحیی بن معین،	سہیل بن ابو صالح اور علاء بن عبدالرحمان کی حدیثین تقریبًا ہمرتبہ ہین انکی حدیثین حجت نہین،
ابو حاتم	اونکی حدیث لکھی جائے، لیکن احتجاج نہ کیا جائے،
نسائی	اونمین مضائقہ نہین،
ابن حبان	خطا کرتے تھے،
ابن ابی خیثمہ	یحیی سے منقول ہے کہ اہل حدیث ہمیشہ اونکی روایتون سے احتراز کرتے تھے،
عقیلی	یحیی سے مروی ہے کہ اونمین نرمی تھی،

امام بخاری نے صحیح مین اونکی روایت نہین لی البتہ اور کتابون مین متابعات کے طور پر اونکی حدیثین لائے ہین، لیکن منفرد حیثیت سے کہین بھی روایت قبول نہین کی ہے، اونکا حافظہ اخیر عمر مین خراب ہوگیا تھا، جس راوی پر محدثین نے اسقدر جرحین کی ہون اوسکی روایت کیونکر معتبر ہوسکتی ہے؟

فتح مکہ

غزوۃ الفتح سے پیشتر حاطب بن ابی بلتعہ رض نے جو ایک صحابی تھے، مشرکین مکہ کے نام ایک خط لکھا تھا جسمین اونکو بعض حالات سے اطلاع دی تھی، یہ خط پکڑا گیا تو حضرت عمر رض بولے

یارسول اللہ! قد خان اللہ ورسولہ والمومنین فدعنی فلاضرب عنقہ،

یارسول اللہ، انھون نے خدا، رسول اور مسلمانونکی خیانت کی، مجھکو اجازت ہو تو انکی گردن اڑا دون،

آنحضرت صلعم نے دریافت کیا، حاطب کیا بات ہے؟ اونھون نے کہا عجلت نہ فرمایئے، مین قریشی نہین ہون، بلکہ میرے قریش سے تعلقات ہین، اور مہاجرین کی مکہ مین قرابت ہے، جس سے اونکے اہل وعیال اور مال کی حفاظت ہوتی ہے، مین نے یہ خط لکھ کر چاہا تھا کہ قریش کی ہمدردی حاصل کرون، تاکہ میرے گھر بار کی حفاظت ہو، مین نے یہ عمل کفر، ارتداد، یا رضا بالکفر کی بنا پر نہین کیا، آنحضرت صلعم نے فرمایا، انھون نے سچ کہا، تم لوگ انکے حق مین خیر کے سوا کچھ نہ کہنا، لیکن حضرت عمر رض اب بھی بولے،

انہ قد خان اللہ ورسولہ والمومنین فدعنی لاضرب عنقہ،

انھون نے خدا، رسول، اور مومنین کی خیانت کی ہے آپ اجازت دین تو مین انکی گردن ماردون،

ارشاد ہوا کیا یہ بدری نہین؟ شاید خدا نے اہل بدر کے متعلق کہدیا ہو کہ تم جو چاہو کرو، تمھارے لیے جنت واجب ہو گئی، حضرت عمر رض یہ سنکر رو پڑے، اور کہا[1]

اللہ ورسولہ اعلم،

خدا اور رسول زیادہ جانتے ہین،

جب آنحضرت صلعم مرالظہران پہونچے اور وہان لشکر نے آگ روشن کی تو مشرکین مکہ کی

---

[1] بخاری کتاب الجہاد باب الجاسوس، وکتاب المغازی ذکر غزوہ بدر، باب فضل من شہد بدرا،

طرف سے ابوسفیان، حکیم بن حزام، اور بدیل بن ورقاء دریافت حال کے لیے آئے، اون کو رسول اللہ کے پہرہ دارون نے دیکھا تو دوڑ کر گرفتار کیا، اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین لائے ابوسفیان نے اوسی وقت اسلام قبول کیا[۱]،

بخاری مین اگرچہ صرف حرس رسول اللہ کا لفظ آیا ہے، لیکن اور کتابون مین حضرت عمرؓ کا نام بالتخصیص مذکور ہے، اب اگر ابوسفیان کا واقعہ اسکے ساتھ ملا کر دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابوسفیان کا اسلام حضرت عمرؓ کا ممنونِ احسان تھا،

غزوۂ حنین | غزوۂ اُحد کی طرح غزوۂ حنین مین بھی مسلمانون کے پاے ثبات مین لغزش آگئی تھی، لیکن حضرت عمرؓ اب بھی ثابت قدم تھے، جب مسلمانون کو ہزیمت ہوئی تو شکست خوردہ جماعت کے ایک فرد حضرت ابوقتادہؓ میدان مین گشت لگانے کے لیے نکلے، اونکا خود بیان ہے کہ مین جب حضرت عمرؓ سے ملا تو وہ میدان سے ہٹے نہ تھے،

فاذا بعمر بن الخطاب فی الناس　　ناگاہ عمر بن خطاب نظر آئے جو لوگون کو لیے ہوئے کھڑے تھے

ابوقتادہ نے پوچھا لوگون کا کیا حال ہے؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا[۲]،

امر اللہ عز وجل،　　خداے عز وجل کا جو حکم تھا وہ ہوا،

اس غزوہ مین حضرت عمرؓ کو دو کنیزین ملی تھین، اونکو اونھون نے مکہ کے کسی مکان مین بھجوا دیا تھا، جب آنحضرت صلعم نے حنین کے قیدیون کو آزاد کیا، تو وہ مکہ کی گلیون مین دوڑنے لگے، حضرت عمرؓ نے فرمایا، یا عبد اللہ! انظر ما ھذا؟ عبداللہ! دیکھو تو کیا ماجرا ہے؟

[۱] بخاری کتاب المغازی باب این رکز النبی صلعم الرایۃ یوم الفتح، [۲] ایضاً کتاب المغازی باب قول اللہ تعالیٰ ویوم حنین الخ

اونھون نے کہا رسول اللہ صلعم نے قیدیون پر احسان فرمایا، حضرت عمرؓ بولے،[1]

اذھب فارسل الجاریتین، جاؤ، اور تم بھی کنیزون کو چھوڑ دو،

حضرت عمرؓ نے ان قیدیون کا ایک سبق آموز اور چشم دید قصہ بیان کیا ہے، فرماتے ہین کہ قیدی جب آنحضرت صلعم کے سامنے آئے تو اون مین ایک عورت تھی، جس کی چھاتیان دودھ سے لبریز تھین، وہ جب لڑکے کو پاتی، پکڑ لیتی، شکم سے چمٹاتی، اور دودھ پلاتی تھی، آنحضرت صلعم نے فرمایا کیا یہ اپنے بچے کو آگ مین ڈال سکتی ہے؟ ہم نے عرض کی جہانتک اوسکا قابو چلے گا کبھی آگ مین نہ ڈالے گی، ارشاد ہوا اسکو اپنے بچے پر جسقدر رحم آتا ہے خدا کو اپنے بندون پر اوس سے زیادہ رحم آتا ہے،[2]

واپسی مین حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلعم سے عرض کی کہ مین نے جاہلیت مین اعتکاف کی نذر مانی تھی، آپ نے فرمایا، تم اوسکو پورا کرو،[3] چنانچہ اونھون نے مسجد حرام مین ایک رات اعتکاف کیا،[4]

غزوۂ طائف اس غزوہ کے متعلق یعلیؓ کا ایک واقعہ ہے، یعلیؓ کو تمنا تھی کہ آنحضرت صلعم پر جسوقت وحی نازل ہوتی ہو، اوس حالت مین آپ کو دیکھین، حضرت عمرؓ سے ذکر کیا، آنحضرت صلعم جعرانہ مین تھے، (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے) ایک کپڑا سایہ کی غرض سے تان دیا گیا تھا، اور آپ کے پاس چند صحابہ بیٹھے ہوئے تھے، اسی حالت مین ایک شخص نے آکر

---

[1] بخاری کتاب الجہاد باب من لم یخمس الاسلاب، [2] ایضاً کتاب الادب باب رحمۃ الولد وتقبیلہ ومعانقتہ، [3] ایضاً کتاب المغازی باب قول اللہ تعالیٰ ویوم حنین، [4] ایضاً باب الاعتکاف باب من لم یر علی المعتکف صوماً،

سوال کیا، آپ کچھ دیر کے لیے خاموش ہوگئے، اور وحی کی کیفیت طاری ہوگئی، حضرت عمرؓ نے یعلیٰ کو ہاتھ کے اشارہ سے بلایا اور کہا تم آنحضرت صلعم کو وحی آنے کی حالت مین دیکھنا چاہتے تھے؟ اوسکے بعد کپڑے کا ایک کنارہ اوٹھا دیا، یعلیٰ رضؓ نے اپنا سر اندر داخل کیا اور وحی کی کیفیت دیکھی۔[1]

تحصیل زکوٰۃ و صدقہ آنحضرت صلعم نے زکوٰۃ اور جزیہ کے وصول کرنے کے لیے محصلین مقرر فرمائے تو حضرت عمرؓ کو بھی یہ خدمت تفویض کی، بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی بار اس سلسلہ مین تقرر ہوا، حضرت عمرؓ یہ کام ثواب سمجھ کر انجام دیتے تھے، اسلیے آنحضرت صلعم جب اونکو معاوضہ دینا چاہتے تو وہ انکار کرتے تھے، ایک بار آنحضرت صلعم نے اونکو کچھ عطا فرمایا، اور اونھون نے استغنا ظاہر کیا تو ارشاد ہوا اس کو لے لو، پھر چاہو اوسکو خرید کرو اوسکو صدقہ کردینا، تمکو جو مال سوال وطمع کے بغیر ملے اوسکو لے لیا کرو، ورنہ اوسکے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہین۔[2]

وفد بنو تمیم وفد بنو تمیم آیا تو خدا نے حضرت عمرؓ کے تقوی کا امتحان لیا جسمین وہ کامیاب ہوکر قرآن کے الفاظ مین متقی ہوئے اور اونکو مغفرت اور اجر عظیم کی بشارت سنائی گئی والحمد للہ علے ذالک،

حضرت عمرؓ، اور حضرت ابوبکرؓ بلند آواز سے گفتگو کر رہے تھے، اوسوقت آنحضرت تشریف فرما تھے، خدا نے اسکے متعلق آیت نازل فرمائی، تو حضرت عمرؓ کی یہ حالت ہوگئی کہ[3]

فما کان عمر یسمع رسول اللہ صلعم اسقدر آہستہ بات کرتے تھے کہ آنحضرت صلعم کو دوبارہ

[1] بخاری کتاب المناسک باب غسل الخلوق ثلث مرات من الثیاب و ابواب العمرۃ باب یفعل بالعمرۃ ما یفعل بالحج، و کتاب المغازی باب غزوۃ الطائف، [2] ایضاً کتاب الاحکام باب رزق الحاکم و العاملین علیہا، [3] ایضاً کتاب التفسیر سورۃ حجرات باب قولہ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی،

حتی یستفهمہ، دریافت کرنے کی ضرورت واقع ہوتی تھی،

واقعۂ ایلار | واقعۂ ایلار مین حضرت عمرؓ کا نہایت نمایان حصہ تھا، اور اسکو اونھون نے مفصل بیان کیا ہے، فرماتے ہین،

مین اور میرا انصاری ہمسایہ جو امیہ بن زید کے خاندان سے تھا، اور عوالی مین سکونت پذیر تھا، باری باری آنحضرت صلعم کے پاس آتے تھے، ایک دن مین اوترتا تھا، اور دوسرے دن وہ اوترتے تھے، جب مین اوترتا تو دن مین جو کچھ وحی وغیرہ آتی اوس سے انصاری کو مطلع کرتا تھا، اور جب وہ اوترتے تو وہ بھی ایساہی کرتے تھے، زمانۂ جاہلیت مین ہم گروہ قریش عورتون پر غالب تھے، اور اونکو ہیچ سمجھتے تھے، جب اسلام آیا اور خدا نے اونکا ذکر کیا توہم کو اونکے حقوق معلوم ہوئے، لیکن اونکو ہم اپنے مشورون مین شریک نہین کرتے تھے، جب مدینہ آئے تو یہان عورتین مردون پر غالب تھین، ہماری عورتون نے انصاری عورتونکے عادات سیکھے، ایک روز مین کچھ غور کر رہا تھا، میری بیوی نے کہا اگر آپ ایسا کرین تو بہتر ہو، مین نے ڈانٹ کر کہا تم کو ان معاملات سے کیا واسطہ؟ اونھون نے جواب دیا عجبًا لک یا ابن الخطاب! تم کو یہ بھی گوارا نہین، حالانکہ ازواج پیغمبر اور خود تمھاری بیٹی رسول اللہؐ کو برابر کا جواب دیتی ہے، یہان تک کہ دن دن بھر آپ سے گفتگو نہین کرتی،

مین یہ سنکر گھبرا گیا، اور بیوی سے کہا جو یہ کرتی ہے بُرا کرتی ہے، پھر مین نے کپڑے پہنے، اور آبادی سے نیچے اوترا، حفصہ کے پاس آیا، اور پوچھا اے حفصہ! کیا تم مین کوئی بیوی دن دن بھر آنحضرت صلعم کو رنجیدہ رکھتی ہے، اونھون نے کہا ہان، مین نے کہا تم

میری بات یاد رکھو، مین تمکو خدا کی عقوبت اور رسول اللہ کے غضب سے ڈراتا ہون، تم برباد ہو جاؤ گی، آنحضرت صلعم سے زیادہ مطالبہ نکرو، آپ کو جواب نہ دو، آپ سے بات چیت ترک نہ کرو، جو کچھ ضرورت ہو مجھ سے مانگو، تم کو یہ دہوکا نہ ہونا چاہیے کہ تمھاری ہمسایہ (حضرت عائشہ) جو تم سے زیادہ حسین ہے، اور جسکو اپنے حسن پر ناز ہے، رسول اللہ صلعم کو زیادہ محبوب ہے،

حفصہ رض کے گھر سے نکلکر مین ام سلمہ رض کے پاس گیا، اون سے مجھ سے قرابت تھی، مین نے اون سے گفتگو شروع کی، اونھون نے کہا، عجباً لک یا ابن الخطاب! تم ہر چیز مین دخل دیتے دیتے اب رسول اللہ اور اونکی بیویون کے درمیان پڑنا چاہتے ہو؟ خدا کی قسم! اونھون نے ایسی گرفت کی کہ میرا سارا غصہ دور ہو گیا، اور مین اونکے گھر سے باہر نکل آیا،

رسول اللہ صلعم کے آس پاس کی تمام آبادیان آپ کی مطیع ہو گئی تھین، لیکن شاہِ غسان باقی رہ گیا تھا، اور ہم مین اوسکے حملہ کا چرچا رہتا تھا، جس سے خوف پیدا ہو گیا تھا، ایک روز میرے انصاری دوست اپنی باری کے دن مدینہ آئے، تو رات کو واپس جاکر زور سے دروازہ کو دھکا دیا، اور کہا کھولو، کھولو، کیا وہ ہین؟ مین گھبرا کر اوٹھا، اور اونکے پاس آیا، اونھون نے کہا آج ایک بڑا واقعہ پیش آیا، مین نے کہا کیا غسانی تو نہین چڑھ آئے؟ بولے نہین بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہولناک، رسول اللہ نے اپنی بیویون کو طلاق دیدی، مین نے کہا رغم انف حفصۃ وعائشۃ! مجھے گمان تھا کہ یہ ہو کر رہے گا!

مین نے کپڑے پہنے، اور نمازِ فجر آنحضرت صلعم کے ساتھ پڑھی، آپ نماز کے بعد مشربہ

(بالاخانہ) پر چڑھ گئے، اور تنہا نشینی اختیار کی، مین نے دیکھا تو تمام بیویون کے حجرون سے
گریۂ و بکار کی صدا بلند ہے، مین حفصہ رض کے پاس گیا، وہ رو رہی تھین، مین نے کہا کیون روتی
ہو؟ کیا مین نے تمکو اس سے نہین ڈرایا تھا؟ کیا رسول اللہ نے تم لوگون کو طلاق دیدی؟

اونھون نے جواب دیا، طلاق کا علم نہین، آپ اس مشربہ مین تنہا نشین ہین،

مین اونکے پاس سے اوٹھ کر مسجد مین آیا، منبر کے چارون طرف لوگ جمع تھے، جنمین
بعض رو رہے تھے، مین کچھ دیر اونکے پاس بیٹھا رہا، پھر رنج و غم کا غلبہ ہوا اور وہان سے اوٹھکر
مشربہ کے قریب آیا، جس مین رسول اللہ موجود تھے، سیڑھی لگی ہوئی تھی، اور نیچے کے درجہ پر
ایک سیاہ فام نوجوان غلام بیٹھا تھا، مین نے کہا عمر رض کے لیے اجازت مانگو، غلام اندر گیا،
اور آنحضرت صلعم کو خبر کی، پھر واپس آیا، اور کہا کہ مین نے آپ کا ذکر کیا تھا لیکن رسول اللہ
نے سکوت اختیار فرمایا، مین واپس آکر پھر منبر کے پاس بیٹھ گیا، کچھ دیر کے بعد بیقراری زیادہ
ہوئی تو مین غلام کے پاس گیا اور کہا عمر کے لیے اجازت مانگ، وہ اندر گیا اور باہر آکر کہا کہ
آپ نے سکوت اختیار کیا، مین پھر لوٹ کر اوسی مجمع مین منبر کے قریب بیٹھ گیا، کچھ دیر کے
بعد پھر بے چینی پیدا ہوئی، اور مین نے غلام سے کہا میرے لیے اذن طلب کر، وہ اندر جاکر
نکل آیا اور کہا مین نے آپ کا ذکر کیا تھا لیکن آنحضرت صلعم خاموش رہے،

مین واپس ہو رہا تھا کہ غلام نے آواز دی اور کہا رسول اللہ نے آپ کو اذن عطا
فرمایا، مین اوپر گیا، تو آپ بان کی ایک کھری چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے، پہلوے مبارک
مین بدھیان پڑی تھین، سرہانے چمڑہ کا تکیہ رکھا تھا، جسمین کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی،

مین نے سلام کیا، اور کھڑے کھڑے پوچھا،

یارسول اللہ! اطلقت نساءک ؟ یارسول اللہ! کیا آپ نے بیویونکو طلاق دیدی ؟

آپ نے میری طرف نظر اوٹھاکر دیکھا اور فرمایا، "نہین" مین نے کہا، اللہ اکبر!

اوسکے بعد مین نے آپ کو مانوس کرنے کے لیے کھڑے کھڑے کہا یارسول اللہ کاش آپ مجھکو دیکھتے، جب مین نے کہا تھا کہ ہم گروہ قریش عورتون پر غالب تھے، لیکن جب مدینہ آئے تو نظر آیا کہ یہان عورتین مردون پر غالب ہین، آپ نے تبسم فرمایا، مین نے کہا یارسول اللہ کاش! آپ مجھ کو دیکھتے جب مین نے حفصہ رض سے جاکر کہا تم اس دہوکہ مین نہ آنا کہ تمھاری ہمسایہ جو تم سے زیادہ حسین ہے، رسول اللہ کو زیادہ محبوب ہے، آنحضرت صلعم نے دوبارہ تبسم فرمایا، بعض روایتون مین ہے کہ جب مین نے ام سلمہ رض کا قصہ بیان کیا تو آپ متبسم ہوئے، جب مین نے آپ کو تبسم کرتے ہوئے دیکھ لیا تو بیٹھ گیا، نگاہ اوٹھاکر گھر کا سامان دیکھا خدا کی قسم! تین چمڑون کے علاوہ کوئی چیز نظر نہ آئی، پہلوے مبارک مین بان کے نشانات دیکھے تو مین رو پڑا، آپ نے فرمایا کیون روتے ہو؟ مین نے کہا خدا سے دعا فرمائیے کہ آپکی امت کو وسعت عطا کرے، کسریٰ و قیصر خدا کی عبادت نہین کرتے لیکن دنیا مین اونکو وسعت دی گئی ہے، اور آپ خدا کے رسول ہین، اور یہ حالت ہے، آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے، سیدھے ہوکر بیٹھ گئے اور فرمایا،

اوفی شک انت یا ابن الخطاب؟ اونکو دنیا ہی مین طیبات دیدیے گئے ہین، کیا تم کو یہ پسند نہین کہ اونکے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت!

حضرت عمرؓ نے عرض کی، یا رسول اللہ! میرے لیے استغفار فرمایے[1]

وفات ابن ابی | غزوۂ تبوک کے بعد عبد اللہ بن ابی ابن سلول رئیس المنافقین کا انتقال ہوا، چونکہ وہ بظاہر مسلمان ہو گیا تھا، اوسکے صاجزادہ کی خواہش پر آنحضرت صلعم نے اپنا قمیص عنایت فرمایا، اور نماز پڑھنے کا ارادہ کیا، آپ جب نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے تو حضرت عمرؓ نے صف سے آگے نکل کر آپ کا دامن پکڑ لیا، اور کہا آپ اس منافق کی نماز پڑھتے ہیں! حالانکہ خدا نے آپ کو منافقین کے استغفار سے منع فرمایا ہے، اور اسنے فلان فلان دن، آپ کو فلان فلان باتین کہی تھین، آپ نے تبسم فرمایا اور کہا،

اخر عنی یا عمر! — اے عمر! ہٹ جاؤ،

لیکن حضرت عمرؓ نے بار بار وہی گفتگو کی تو ارشاد ہوا، کہ مجھکو دونون باتون کا اختیار دیا گیا ہے، خدا نے فرمایا ہے

استغفر لھم او لا تستغفر لھم	چاہے تم اونکے لیے استغفار کرو یا نہ کرو، اگر تم
ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن	اونکے لیے ستر بار استغفار کروگے تب بھی خدا
یغفر اللہ لھم،	اونکی مغفرت نہ کرے گا،

مین ستر بار سے زیادہ اوسکے لیے استغفار کرونگا،

غرض آپ نے نماز پڑھائی، کچھ دیر کے بعد سورۂ برارت کی یہ دو آیتین اوترین،

ولا تصل علی احد منھم مات ابدا	اون مین سے کوئی مرے تو تم ہرگز اوسکے جنازہ

[1] صحیح بخاری کتاب النکاح باب موعظۃ الرجل ابنتہ لحال زوجہا، وغیرہ،

ولا تقم علیٰ قبرہ، انھم کفروا باللہ ورسولہ وماتوا وھم فاسقون، — کی نماز نہ پڑھو، اور نہ اوسکی قبر پر کھڑے ہو، ان لوگون نے خدا اور رسول کا انکار کیا ہی اور فاسق مرے ہین

تو حضرت عمرؓ کو خود اپنی جرأت پر تعجب ہوا، فرماتے ہین[1]

فعجبت بعد من جرأتی علی رسول اللہ صلعم یومئذ واللہ ورسولہ اعلم، — اوس روز مین نے جو رسول اللہ صلعم کے سامنے جرأت کی تھی، بعد مین مجھ کو اوس پر حیرت ہوئی اور خدا ورسول زیادہ جانتے ہین،

ذوالخویصرہ | حضرت ابوسعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضؓ نے یمن سے آنحضرت صلعم کے پاس تھوڑا سونا بھیجا تھا، آپ نے اوسکو عیینہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید الخیل، اور علقمہ بن علاثہ کے درمیان تقسیم فرمایا، اس پر قریش اور انصار کے بعض لوگون نے کہا کہ رسول اللہ صنادید اہلِ نجد کو مرحمت فرماتے ہین، حالانکہ ہم زیادہ مستحق ہین، آپ کو اطلاع ہوئی تو فرمایا مین انکی تالیفِ قلب کرتا ہون، مجمع مین بنو تمیم کا ایک شخص تھا، جسکو ذوالخویصرہ کہتے تھے، وہ اوٹھا اور آپ کے پاس آکر کہا عدل فرمائیے! آپ نے فرمایا کیا تم مجھکو امین نہین سمجھتے؟ حالانکہ مین خدا کا امین ہون، میرے پاس صبح وشام آسمان کی خبر آتی ہے، اگر مین عدل نہ کرونگا تو تم برباد ہو جاؤ گے، حضرت عمرؓ نے سُنا تو فورًا بولے،

یارسول اللہ! ائذن لی فیہ اضرب عنقہ! — یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجیے کہ اسکی گردن اُڑا دون،

[1] بخاری کتاب الجنائز باب الکفن فی القمیص الذی یکف او لا یکف ومن کفن بغیر قمیص، وباب ما یکرہ من الصلوٰۃ علی المنافقین والاستغفار للمشرکین، وکتاب التفسیر تفسیر سورۂ برأت باب قولہ استغفر لہم او لا تستغفر لہم،

فرمایا اسکو چھوڑ دو[1]

حجۃ الوداع | حجۃ الوداع مین شریک ہونے کو حضرت عمرؓ نے خود بیان فرمایا ہے، ایک بار اون سے یہود نے کہا کہ آپ لوگ ایک آیت پڑھتے ہین وہ اگر ہم مین نازل ہوتی تو ہم اوسکو عید بناتے (یعنی یادگار قائم کرتے) حضرت عمرؓ نے جواب دیا مین یہ جانتا ہون کب نازل ہوئی کہان نازل ہوئی؟ اور جب نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم کہان تھے؟ عرفہ کا دن تھا، اور ہم خدا کی قسم عرفہ مین تھے،[2]

وفاتِ نبوی صلعم | آنحضرت صلعم نے مرض الموت مین، وفات سے کچھ روز قبل شدتِ کرب کیحالت مین فرمایا، ایک کاغذ لاؤ، مین تمہارے لیے ایسی تحریر لکھدون جسکے بعد تم گمراہ نہوگے، مکان مین مجمع تھا، جس مین حضرت عمرؓ بھی تھے، اونھون نے کہا،

ان النبی صلعم قد غلب علیه الوجع — آنحضرت صلعم کو مرض کی شدت ہے، تمھارے پاس قرآن

وعندکم القرآن، حسبنا کتاب الله، — موجود ہے، ہمارے لیے خدا کی کتاب کافی ہے،

اسپر حاضرین مین اختلاف پیدا ہوا، بعض کہتے تھے کاغذ دے دو، آپ تحریر لکھدین جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہوگے، بعض حضرت عمرؓ کا خیال ظاہر کرتے تھے، جب زیادہ شور وغل ہوا تو آپ نے فرمایا میرے پاس سے ہٹ جاؤ،[3]

یہی واقعہ تاریخ مین واقعۂ قرطاس کے نام سے مشہور ہے، اور سنی وشیعہ کا بڑا معرکہ گاہ ہے،

[1] بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام و کتاب الرد علی الجہمیۃ باب قول اللہ تعرج الملائکۃ و الروح الیہ،
[2] ایضاً کتاب التفسیر باب قولہ الیوم اکملت لکم دینکم، سورۂ مائدہ، [3] ایضاً کتاب المرضیٰ باب قول المریض قوموا عنی،

جب علالت زیادہ بڑھی تو آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو امام بنانے کا خیال ظاہر فرمایا، حضرت عائشہؓ بولین، ابوبکرؓ جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہونگے تو گریہ وزاری کیوجہ سے اونکی آواز نہ سنائی دے گی، آپ عمرؓ کو حکم دین، وہ نماز پڑہائین، لیکن آپ اپنی رائے پر قائم رہے، اور حضرت بلالؓ کے ذریعہ سے حضرت ابوبکرؓ کے پاس امامت کرنے کا حکم بھیجا، بلالؓ نے حضرت ابوبکر سے کہا تو چونکہ وہ رقیق القلب شخص تھے حضرت عمرؓ سے بولے[1]

یا عمر اصل بالناس! — عمر! تم نماز پڑہاؤ،

حضرت عمرؓ نے جواب دیا،[2]

انت احق بذلک، — آپ اسکے زیادہ مستحق ہین،

رسول اللہ صلعم کا انتقال ہوا، تو حضرت عمرؓ کو یقین نہین آتا تھا، چنانچہ مجمع کے سامنے اونھون نے اوسوقت جو خطبہ دیا یہ تھا،

واللہ ما مات رسول اللہ صلعم، — خدا کی قسم! رسول اللہ صلعم کا انتقال نہین ہوا،

ولیبعثنہ اللہ فلیقطعن ایدی — اور عنقریب خدا آپ کو اوٹھائیگا تو آپ کچھ

رجال وارجلھم، — لوگون (منافقین) کے ہات پانوٴن کاٹین گے،

یہ خیال اونکے دماغ مین شدت سے جاگزین تھا، خود فرماتے ہین،[3]

واللہ ما کان یقع فی نفسی الا ذالک! — خدا کی قسم! میرے دل مین اوسوقت یہی بات آتی تھی،

ایک اور موقع پر فرماتے ہین،[4]

---

[1] بخاری کتاب الاذان باب اہل العلم والفضل احق بالامامۃ وباب انما جعل الامام لیوتم بہ، [2] ایضاً کتاب المناقب مناقب ابی بکرؓ، [3] ایضاً کتاب الاحکام باب الاستخلاف،

کنت ارجوان یعیش رسول اللہ صلعم حتی یدبرنا — مجھے خیال تھا کہ رسول اللہ صلعم ہم مین سب سے آخر وفات پائین گے،

لیکن جب حضرت ابوبکرؓ نے آیاتِ قرآنی سے وفاتِ نبوی پر استدلال کیا، تو حضرت عمرؓ مبہوت ہو کر زمین پر گر پڑے، خود فرماتے ہین[1]،

واللہ ما ھو الا ان سمعت ابابکر تلاھا فعقرت حتی ما تقلنی رجلای وحتی اھویت الی الارض حین سمعتہ تلاھا، ان النبی صلعم قد مات — خدا کی قسم! جب ابوبکرؓ نے آیت تلاوت کی تو مین متحیر ہو گیا، یہان تک کہ میرے پاؤن میرا بار نہ اوٹھا سکے، اور مین زمین پر گر پڑا، جب مین نے اونکو اس مضمون کی آیت پڑھتے ہوئے سنا کہ آنحضرت صلعم نے وفات پائی،

وفاتِ نبوی کا جو اثر حضرت عمرؓ پر ہوا، اور صحابہ کے حالات مین اوسکی نظیر نہین ملتی،

بیعتِ سقیفہ بیعتِ سقیفہ تمام تر حضرت عمرؓ کی کوششون کا نتیجہ تھی، آنحضرت صلعم کے انتقال کے بعد جب انصار نے سقیفۂ بنو ساعدہ مین جلسہ کیا، تو حضرت عمرؓ ہی نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا تھا،

یا ابابکر انطلق بنا الی اخواننا ھؤلاء من الانصار — اے ابوبکر! آپ ہم کو ہمارے انصاری بھائیونکے پاس لے چلین،

انصار کے خطیب نے تقریر کی تو حضرت عمرؓ جواب دینا چاہتے تھے، لیکن حضرت ابوبکرؓ

[1] بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلعم ووفاتہ،

نے روک دیا، اور خطبہ مین خلافت کے لیے اونکا نام پیش کیا، لیکن حضرت عمر رض نے صاف کہا، کہ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرینگے، آپ ہمارے سردار ہم سے بہتر، اور رسول اللہ صلعم کو ہم سے زیادہ محبوب تھے،

مجمع کا شور و غل دیکھ کر سب سے پہلے اونہی کو اختلاف کا خوف پیدا ہوا، اس لیے حضرت ابوبکر رض سے کہا،

ابسط یدک یا ابابکر، ابوبکر ہاتھ پھیلائیے،

حضرت ابوبکر رض نے ہات پھیلایا تو سب سے پہلے اونہی نے بیعت کی، اور اونکے بعد مہاجرین وانصار بیعت سے مشرف ہوئے، چونکہ مجمع زیادہ تھا، اور لوگ تیزی کے ساتھ بیعت کے لیے اوٹھ رہے تھے، کسی نے آواز دی، قتلتم سعد بن عبادۃ! (تم نے سعد بن عبادہ کو مار ڈالا) حضرت عمر رض نے برجستہ جواب دیا، قتلہ اللہ! (خدا اونکو قتل کرے) حضرت عمر رض نے یہ جملہ سعد رض کے متعلق غصہ مین فرمایا تھا، کیونکہ اس جلسہ کے بانی وہی تھے،

بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بیعت کے سلسلہ مین حضرت عمر رض نے کئی خطبے دیے تھے، آخری خطبہ وفاتِ نبوی کے دوسرے دن، منبر پر چڑھکر دیا، تشہد کے بعد حضرت ابوبکر رض کے فضائل بیان کئے، اور لوگون کو بیعت کی ترغیب دلائی، یہ خطبہ ہم حضرت ابوبکر رض کے حالات مین نقل کر آئے ہین، خطبہ کے بعد حضرت ابوبکر رض سے کہا آپ منبر پر چڑہین، حضرت ابوبکر رض کو تامل تھا، لیکن حضرت عمر رض باربار کہتے رہے یہانتک کہ حضرت ابوبکر رض نے منبر پر قدم رکھا، اور لوگون نے عام طور پر بیعت کی،[1]

[1] بخاری کتاب المناقب مناقب ابی بکر رض، وکتاب المحاربین باب رجم الحبلی من الزنا وکتاب الاحکام باب الاستخلاف،

خلافتِ صدیقی

جمع قرآن کا مشورہ | خلافتِ صدیقی کا سب سے بڑا اہم علمی کارنامہ، قرآنِ مجید کی جمع و ترتیب، ہے، اور یہ حضرت عمرؓ کے اشارہ سے عمل مین آئی، حضرت زید بن ثابت رضؓ کاتبِ وحی بیان فرماتے ہین، کہ حضرت ابوبکرؓ نے جنگِ یمامہ کے زمانہ مین مجھکو بلا بھیجا، مین آیا تو اونکے پاس عمر بن خطابؓ بیٹھے ہوئے تھے، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا،

ان عمر اتانی فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامۃ بقراء القرآن،	عمرؓ میرے پاس آئے، اور بیان کیا کہ جنگِ یمامہ مین حفاظ قرآن بکثرت کام آئے ہین، اور مجھے
وانی اخشی ان استحر القتل بالقراء بالمواطن فیذھب کثیر من القرآن،	خوف ہے کہ اگر اسی طرح لڑائیون مین حفاظ کام آتے رہے تو قرآن کا بڑا حصہ جاتا رہیگا، میرا
وانی اری ان تامر بجمع القرآن،	خیال ہے کہ آپ قرآن جمع کرنیکا حکم دیجیے،

مین نے عمرؓ سے کہا،

کیف تفعل شیئا لم یفعلہ رسول اللہ صلعم	تم وہ کام کیون کرنا چاہتے ہو جسکو رسول اللہؐ نے نہین کیا

عمرؓ نے جواب دیا،

ھذا واللہ خیر،	خدا کی قسم! اسی مین بھلائی ہے،

چنانچہ عمرؓ مجھسے برابر اسکے متعلق گفتگو کرتے رہے، یہان تک کہ خدانے میرا سینہ اس کام کے لیے کھولدیا، اور

رأیت فی ذلك الذی رأی عمر، | میری بھی وہی رائے قائم ہوگئی جو عمرؓ کی رائے تھی،

زید بن ثابت رضی کہتے ہین، کہ اس تمام گفتگو مین حضرت عمرؓ خاموش بیٹھے رہے[1]،

قتال ردہ | قتالِ مرتدین کے وہ ابتدائً مخالف تھے، حضرت ابوبکرؓ نے جب اپنا ارادہ ظاہر کیا تو اونھون نے کہا،

یا ابابکر! کیف تقاتل الناس وقد قال النبی صلعم امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الٰہ الا اللہ، فمن قال لا الٰہ الا اللہ عصم منی مالہ ونفسہ، الا بحقہ وحسابہ علی اللہ،

ابوبکر! آپ لوگون سے کس بنا پر لڑین گے، حالانکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ مجھکو لوگون سے لڑنیکا اوسوقت تک حکم دیا گیا ہے جب تک لا الٰہ الا اللہ نہ کہین، جو لا الٰہ الا اللہ کہہ لے اوسکا مال وجان محفوظ ہوگیا، البتہ حقوق مستثنیٰ ہین، اور اوسکا محاسبہ خدا کے ذمہ ہے،

لیکن جب حضرت ابوبکرؓ نے دلیل پیش کی تو وہ اونکے ہم خیال ہوگئے، خود فرماتے ہین[2]،

فواللہ ماھو الا ان رأیت ان قد شرح اللہ صدر ابی بکر للقتال فعرفت انہ الحق،

خدا کی قسم مین سمجھ گیا کہ لڑائی کے لیے ابوبکر کا سینہ خدانے کھول دیا ہے، اور مجھکو معلوم ہوا کہ حق یہی

---

[1] بخاری کتاب ابواب فضائل القرآن باب جمع القرآن، وکتاب التفسیر باب قولہ لقد جاءکم رسول من انفسکم، سورہ برارت، [2] ایضاً کتاب استتابۃ المعاندین والمرتدین وقتالھم الخ باب قتل من ابی قبول الفرائض وما نسبوا الی الردۃ،

حضرت عمرؓ کا استخلاف

سیاستِ عالم کا سب سے بڑا اہم واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے وفات کے وقت حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین بنایا، جن سے بڑھکر اورنگِ حکومت کو آج تک کوئی فرمانروا ہات نہین آسکا، تاریخ کی کتابون مین استخلاف کا واقعہ مفصل مذکور ہے، لیکن صحیح بخاری مین حضرت عمرؓ کا ضمنی طور پر ایک قول نقل کیا ہے، اور ہم اوسی کو اس مقام پر درج کرتے ہین،

حضرت عمرؓ فرماتے ہین[1]

ان استخلف فقد استخلف من ھو خیر منی ابوبکر،	اگر مین خلیفہ بناؤن تو ایسا کر سکتا ہون کیونکہ اوس شخص نے خلیفہ بنایا ہی جو مجھ سے بہتر تھا یعنی ابوبکرؓ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اونکو باضابطہ خلیفہ بنایا تھا،

حضرت عمرؓ خلیفہ ہوکر امیرالمومنین کے لقب سے مشہور ہوئے، تمام لوگ جن مین مسلمان، یہود، نصاریٰ، اور آبادی کے مختلف فرقے شامل تھے، اونکو اسی لقب سے پکارتے تھے، اونھون نے خود بھی اپنے متعلق یہ لقب استعمال فرمایا ہے،[2]

ان رب الصریمة ورب الغنیمة ان تھلك ماشیتھما یاتنی ببنیه فیقول یا امیر المومنین یا امیرالمومنین	اونٹ اور بکری کے گلے والے، اگر اونکے جانور ہلاک ہونگے، تو وہ اپنے گھروالون کو لیکر میرے پاس پہونچین گے، اور کہین گے اے امیرالمومنین اے امیرالمومنین،

[1] بخاری کتاب الاحکام باب الاستخلاف، [2] ایضاً کتاب الجہاد باب اذا اسلم قوم فی دار الحرب لہم مال و ارضون فہی لہم

وفات کے وقت حضرت عائشہ رض کے پاس ایک درخواست بھیجی، توابن عمر رض سے فرمایا[1]،

ولا تقل امیر المومنین، امیر المومنین نہ کہنا،

صحابہ مین سے حضرت حذیفہ رض، عبد الرحمان بن عوف رض، عباس بن عبد المطلب رض، ابو ہریرہ رض، عبد اللہ بن عباس رض، عبد اللہ بن عمر رض، عدی بن حاتم رض وغیرہ نے اونکو اس لقب سے مخاطب کیا ہے،

یہ لقب اگرچہ معنے کے لحاظ سے بالکل سادہ تھا، تاہم اسکی یہ ہیبت تھی کہ کسریٰ وقیصر کے دل کانپ اوٹھتے تھے، اور جبابرۂ عالم پر لرزہ طاری ہوجاتا تھا، اسلام مین خلفاء مابعد نے بھی یہی لقب اختیار کیا تھا، لیکن حضرت عمر رض کے برابر کسی پر جیبان نہین ہوا،

[1] بخاری کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان بن عفان رض،

امیر المومنین رض کے اعمالِ عظیمہ

قرآن مجید مین خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے[1]،

ومثلهم فی الانجیل، کزرع اخرج شطأه فآزره فاستغلظ فاستوی علی سوقه، یعجب الزراع، لیغیظ بهم الکفار،

اور صحابہ کی مثال انجیل مین یہ ہے، ایک زراعت ہے جسکا ڈنٹھل نکلا، پھر وہ مضبوط ہوا، پھر موٹا ہوا، پھر اپنے تنے پر کھڑا ہوگیا، جس سے کاشتکار خوش ہوئے، تاکہ اونکے ذریعہ سے کفار غیظ مین آئین،

اور صحیح بخاری مین آنحضرت صلعم کا یہ ارشاد منقول ہے[2]،

بینا انا علی بئر انزع منها، اذ جاءنی ابوبکر وعمر، فاخذ ابوبکر الدلو فنزع ذنوبا او ذنوبین، وفی نزعه ضعف، الله له، ثم اخذها ابن الخطاب من ید ابی بکر فاستحالت فی یده غربا، فلم ار عبقریا من الناس یفری

اس اثنا مین کہ مین ایک کنوین پر پانی کھینچ رہا تھا ابوبکر رض اور عمر رض میرے پاس آئے، ابوبکر رض نے ڈول لیا اور ایک یا دو ڈول نکالے، اونکے کھینچنے مین کمزوری تھی، خدا اونکی مغفرت کرے، پھر ابوبکر رض کے ہاتھ سے ابن الخطاب رض نے ڈول لے لیا، اور وہ اونکے ہاتھ مین جاکر چرس بن گیا، تو مین نے کسی عبقری سردار کو اونکی برابر

[1] سورۂ الفتح، [2] بخاری کتاب التعبیر باب نزع الماء من البئر حتی یروی الناس،

فریہ حتی ضرب الناس بعطن، کام کرتے ہوئ نہین دیکھا، یہانتک کہ لوگ سیراب ہو کر بیٹھ گئے،

خدا کی یہ پیشینگوئی، اور رسول اللہ صلعم کا یہ خواب، حضرت عمر رضہ کے ذریعہ سے پورا ہوا! نہالِ اسلام، کفرستانِ عرب کی ہواؤن سے جُھک جُھک جاتا تھا، لیکن عمر بن الخطاب رضہ نے اوسکی ایسی آبیاری کی، کہ وہ نہایت تناور درخت بن گیا، اور کفرزارِ عالم کی بادِ صرصر کے جھونکے بھی اوسکو جنبش نہ دے سکے!

خلافت کا سرچشمہ، آبِ رحمت کے چند قطرے اوچھال رہا تھا، لیکن جب عمر بن الخطاب رضہ گھاٹ پر تشریف لائے، تو وہ ایک دریاے زخار، ایک بحرِ بیکران، ایک اوقیانوسِ اعظم بنکر چھلک اوٹھا، اور دنیا کے تمام تشنہ لب، ابدالآباد تک کے لیے سیراب ہوگئے،

یہ تو استعارات کا پیرایہ تھا، جسمین حضرت عمر رضہ کے زمانۂ خلافت پر عام حیثیت سے نظر ڈالی گئی تھی، اب اوسکے خاص خصوصیات، اور جزئی شعبہ جات ملاحظہ ہون،

(۱) فتوحات ملکی

حضرت جابر بن سمرہ رضہ، اور ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا[۱]

اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ جب کسریٰ برباد ہوگا تو پھر کسروی حکومت ختم ہو جائیگی

واذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ اور جب قیصر تباہ ہوگا تو پھر اوسکے بعد کوئی قیصر

والذی نفسی بیدہٖ لتنفقن کنوزھما نہو سکیگا، اوس ذات کی قسم جسکے قبضہ مین میری جان ہے

[۱] بخاری کتاب الجہاد باب قول النبی صلعم احلت لکم الغنائم،

فی سبیل اللہ، تم لوگ ون دونون کے خزانے خدا کی راہ مین خرچ کروگے

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے آنحضرت صلعم کا یہ ارشاد منقول ہے[1]،

بینما انا نائم البارحة، اذ اتیت بمفاتیح خزائن الارض حتی وضعت فی یدی، قال ابوھریرة فذھب رسول اللہ صلعم وانتم تنتقلونھا، مین گذشتہ شب سورہا تھا، ناگاہ میرے سامنے دنیا کے خزانون کی کنجیان لائی گئین، اور میرے ہاتھ پر رکھدی گئین، اس حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہین کہ رسول اللہ صلعم تو دنیا سے تشریف لیگئے اور اب تم لوگ ون خزانونکو نکالکر منتقل کررہے ہو،

ان پیشینگوئیون کے مطابق حضرت عمر رضؓ نے کسریٰ وقیصر کی عظیم الشان سلطنتون پر حملہ کیا، اور مختلف اطراف مین فوجین روانہ کین، جبیر بن حیہ کہتے ہین[2]،

بعث عمر الناس فی افناء الامصار یقاتلون المشرکین، عمر رضؓ نے لوگون کو تمام بڑے بڑے شہرون مین مشرکین سے لڑنے کے لیے بھیجا،

"افناء" کے لفظ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ روم وفارس کے علاوہ اور ممالک پر بھی حملہ کیا گیا تھا، اگرچہ اونکے نام بخاری مین مذکور نہین،

اسلامی فوجین گو ساز وسامان کے لحاظ سے اپنے حریف سے کوئی نسبت نہین رکھتی تھین، چنانچہ بقول حضرت ابو امامہ رضؓ[3]،

ما کانت حلیة سیوفھم الذھب ولا اونکی تلوارون کے قبضے سونے اور چاندی کے

[1] بخاری کتاب التعبیر باب رؤیا اللیل، [2] ایضاً کتاب الجہاد باب الجزیة والموادعة مع اہل الذمة والحرب، [3] ایضاً باب اجاء فی حلیة السیوف،

الفضة، انما کانت حلیتهم العلابی — نہ تھے، بلکہ اونٹ کی گردن کے تسمے، یا رانگا، یا
والآنك والحدید، — وہا قبضہ پر لگا ہوتا تھا،

تاہم فوج کا ہر ہر فرد جوشِ ایمان سے بریز تھا، صداقت تھی جو باطل پر فتح پانے کے لیے بیقرار رکھتی تھی، قومی حمیت تھی جس نے دلون مین استیلاءِ عام کا خیال پیدا کر دیا تھا، قربانی کا جذبہ تھا جو ایک لمحہ چین سے نہین بیٹھنے دیتا تھا، اور سب سے بڑھ کر امیر المومنین کا وجودِ مبارک تھا جو مجسم امدادِ الٰہی، اور ہزارون ملائکہ قدسی کا قائم مقام تھا، اس بناپر بڑی عظیم الشان فتوحات ہوئین، جنھون نے نہ صرف دنیا کی دو بڑی شاہنشاہیون کو برباد کر دیا، بلکہ دو نہایت قدیم تمدنون کو پامال کر کے جدید تمدن کے لیے جگہ خالی کی،

فتوحاتِ عراق سب سے پہلے عراقِ عرب پر حملہ ہوا، اور کوفہ و بصرہ کا علاقہ علم اسلام کے نیچے آیا، حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہین[۱]

لما فتح هذان المصران اتوا عمر — جب یہ دونون شہر فتح ہوئے تو وہان کے لوگ عمرؓ کے پاس آئے،

ان شہرون کے بعد حیرہ اور مدائن قبضہ مین آئے، جن کی لڑائیون مین عدی بن حاتمؓ نے شرکت کی تھی، انکا بیان ہے[۲]

کنت فیمن افتتح کنوز کسری بن هرمز، — مین اون لوگون مین تھا، جنھون نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانے کھولے،

---

[۱] بخاری کتاب المناسک باب ذات عرق لاہل العراق [۲] ایضاً کتاب المناقب باب علامات النبوة فی الاسلام

عراقِ عجم عراقِ عرب کے بعد عراقِ عجم پر فوجین بھیجی گیئن، حضرت عمر رضہ نے اس مہم کے متعلق ہرمزان سے مشورہ کیا، اوس نے کہا،

مثلها ومثل من فيها من الناس من عدو المسلمين، مثل طائر له راس وله جناحان، وله رجلان فان كسر احد الجناحين نهضت الرجلان بجناح والراس، وان كسر الجناح الآخر نهضت الرجلان والراس وان شدخ الراس ذهب الرجلان والجناحان والراس، فالراس كسرى، والجناح قيصر، والجناح الآخر فارس، فمر المسلمين فلينفروا الى كسرى	ان غزوات اور اعداے اسلام کی مثال ایک پرند کی ہے، اوسکا ایک سر، دو بازو، دو پاؤن ہوتے ہین، اگر ایک بازو ٹوٹ جائے تو دوسرا بازو اور سر، دونون پاؤن کی وجہ سے اوٹھ سکتا ہے، اور اگر دوسرا بازو بھی ٹوٹ جائے، تو پاؤن اور سر اوٹھ سکتے ہین، لیکن اگر سر توڑ دیا جائے تو دونون پاؤن، دونون بازو، اور سر سب بیکار ہو جائین گے، اس بنا پر سر کسری ہے، ایک بازو قیصر ہے، اور دوسرا بازو فارس ہے، آپ مسلمانون کو کسری پر حملہ کرنے کا حکم دین،

حضرت عمر رضہ نے فوج جمع کرکے نعمان بن مقرن رضہ کو سپہ سالار مقرر فرمایا، نعمان رضہ جب دشمن کے علاقہ مین پہونچے، تو کسری کا عامل ۴۰ ہزار[1] فوج لیکر مقابلہ کے لیے نکلا، سب سے پہلے اوسکے ترجمان نے آواز دی کہ ہمارے پاس گفتگو کرنے کے لیے ایک شخص کو بھیجدو، چنانچہ حضرت مغیرہ رضہ اس کام کے لیے آمادہ ہوئے، اور اوس سے جاکر کہا جو کچھ پوچھنا ہو پوچھو،

[1] بخاری مین یہی تعداد مذکور ہے لیکن مورخین نے ڈیڑھ لاکھ فوج کی تعداد لکھی ہے، اور مولنا شبلی نے الفاروق مین اسی قول کو اختیار کیا ہے،

عامل، (ترجمان کے ذریعہ سے) ما انتم ؟ تم کیا ہو ؟ (اہلِ عجم، عرب کو اسقدر حقیر سمجھتے تھے کہ سوال مین ما کا لفظ استعمال کیا، جو غیر ذوی العقول کے لیے بولا جاتا ہے، ذوی العقول کیلیے من کا لفظ آتا ہے)

مغیرہ رض، ہم عرب کے کچھ لوگ ہین، سخت عسرت اور سخت مصیبت مین مبتلا تھے، بھوک کی شدت مین چمڑہ اور گٹھلیان چوسا کرتے تھے، اُون اور بال کے کپڑے پہنتے تھے، درخت اور پتھر کی عبادت کرتے تھے، اسی حالت مین آسمانون اور زمینون کے پروردگار نے ہماری طرف، ہم ہی مین سے ایک نبی مبعوث کیا، جسکے باپ اور مان کو ہم جانتے ہین، ہم کو ہمارے نبی نے جو ہمارے پروردگار کا رسول ہے، حکم دیا ہے کہ ہم تم سے اوسوقت تک جنگ کرین جب تک تم لوگ خداے واحد کی عبادت نہ کرو، یا جزیہ نہ دو، اور ہمارے نبی صلّے اللہ علیہ وسلم نے پروردگار کی طرف سے ہم کو یہ خبر دی ہے کہ ہماری جماعت کا جو آدمی مارا جائے گا، جنت مین داخل ہوگا، وہان اوسکو ایسی نعمتین ملین گی جو آنکھون نے نہین دیکھین، اور جو ہم مین سے زندہ رہے گا وہ تمھاری گردنون کا مالک ہوگا،

لیکن اس سفارت کا کوئی نتیجہ نہین نکلا، اور زبان کے بجاے تلوار کی نوبت آئی نعمان رض مستحب وقت کا انتظار کر رہے تھے، اور مغیرہ رض کو عجلت تھی، النعمان رض نے کہا آپ رسول اللہ صلعم کے ساتھ بہت سے غزوات مین شریک رہ چکے ہین، جن مین خدا نے آپ کو نادم اور رسوا نہین کیا، لیکن مین نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ جہاد مین زیادہ شرکت کی ہے، آنحضرت صلعم کا دستور تھا کہ جب دن کے پہلے حصہ مین لڑائی شروع نہ کرتے تو ہوائون کے چلنے اور

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شام مین فوج بہت بڑی تعداد مین موجود تھی، اور حضرت ابو عبیدہ رض وغیرہ افسر تھے[1]، اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانہ مین شام کا ملک فتح ہو چکا تھا، کیونکہ حضرت عمر رض دورہ کے لیے تشریف لے گئے تھے، ان لوگون نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ تمام ملک مین وبا پھیلی ہوئی ہے، اسلیے حضرت عمر رض آگے نہین بڑھے بلکہ مدینہ واپس آگئے،

حضرت ابن عمر رض کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رض نے یہود و نصاری کو تیمار اور اریحا رمین آباد کیا تھا[2]، یہ دونون مقامات شام کی طرف ہین،

آذربیجان | آذربیجان کے حملہ کی بخاری مین تصریح ہے، اس غزوہ کے امیر حضرت عتبہ بن فرقد رض تھے، ابو عثمان نہدی کہتے ہین[3]

اتانا کتاب عمر ونحن مع عتبہ بن فرقد باذربیجان، ہمارے پاس عمر رض کا خط آیا، اور ہم اوسوقت عتبہ کے ساتھ آذربیجان مین تھے،

الجزیرہ، طبرستان، آرمینیہ، کرمان، سیستان، مکران، خراسان، اور مصر کی فتوحات کا ذکر بخاری مین موجود نہین،

(۲) نظام حکومت

قرآن مجید کی آیات، اور رسول اللہ صلعم کے اعمال سے اگرچہ جمہوریت کا پتہ چلتا ہے، تاہم اوسکا اثر علانیہ نمایان نہین ہوتا، اسی بناء پر حضرت علی رض وغیرہ کو وفات نبوی کے

---

[1] بخاری کتاب الطب باب مایذکر فی الطاعون، [2] ایضاً ابواب الحرث والمزارعۃ باب اذا قال رب الارض اقرک ما اقرک اللہ الخ، [3] ایضاً کتاب اللباس باب لبس الحریر وافتراشہ للرجال الخ،

بعد خاندانِ نبوت مین سے خلیفہ بنانے کا خیال پیدا ہوا تھا، حضرت ابوبکر رضہ کی بیعت بھی اگرچہ عام مجمع مین ہوئی، تاہم اوس سے بھی اصل مسئلہ کا تصفیہ نہین ہوا، اسی بنا پر حضرت عمر رضہ نے خطبہ مین فرمایا[1]

فلا یغترن امرء ان یقول انما کانت بیعۃ ابی بکر فلتۃ و تمت، الا وانھا قد کانت کذلک ولکن اللہ وقی شرھا،	کوئی شخص دہوکہ مین آکر یہ نہ کہے کہ ابوبکر کی بیعت اتفاقیہ ہوئی تھی، اور بخیر و خوبی تمام ہوگئی، ہان وہ ایسی ہی تھی، لیکن خدانے اوس کے شر سے بچالیا،

جمہوری حکومت

لیکن حضرت عمر رضہ نے اپنی حکومت کی نوعیت کو نمایان طور پر محسوس کرایا، اور ایک عظیم الشان جمہوری سلطنت کی بنیاد قائم کی،

حکومت مین عام رعایا کی مداخلت

جمہوری حکومت کا طغراے امتیاز رعایا کی مداخلت ہے، اور حضرت عمر رضہ نے متعدد امور مین عوام سے مشورہ طلب فرمایا، اور اونکی راے کے مطابق فیصلہ کیا ہے،

حضرت سعد بن ابی وقاص رضہ عامل کوفہ سے کوفہ کے لوگ شاکی ہوئے تو خود دربارِ خلافت مین آکر اونکی شکایت کی، اور حضرت عمر رضہ نے اونکو معزول کردیا[2]،

شام کے سفر مین جب سرغ پہونچکر حضرت عمر کو یہ معلوم ہوا کہ تمام ملک مین وبا پھیلی ہوئی ہے تو مہاجرینِ اولین، انصار، اور قریشی مہاجرینِ فتح کو بلا کر اپنے آگے بڑہنے کے متعلق مشورہ فرمایا[3]،

[1] بخاری کتاب المحاربین باب رجم الحبلیٰ من الزنا اذا احصنت، [2] ایضاً کتاب الاذان باب وجوب القراءۃ للامام والماموم فی الصلوات کلہا الخ، [3] ایضاً کتاب الطب باب مایذکر فی الطاعون،

آخری سال تمام سردارانِ لشکر کے نام حکم بھیجا کہ حج کے موقع پر آ کر ملین[1]،

مجلس شوریٰ

اس سلسلہ مین اونکا سب سے بڑا کام مجلسِ شوریٰ کا قیام ہے، جس سے یہ نظام نہایت مستحکم ہو گیا، اس مجلس مین علماء صحابہ شریک ہوتے تھے، جنکی خاصی تعداد تھی، شرکت کے لیے عمر کی کوئی قید نہ تھی، بلکہ نوجوان، کھول، اشیاخ، سب داخل تھے، البتہ کمالِ علمی ضروری تھا بخاری مین ہے[2]،

وکان القراء اصحاب مجالس عمرو مشاورتہ کھولا کانوا او شبانا،	عمرؓ کے اہلِ مجلس اور اہلِ مشورہ قراء (علماء) تھے، ادھیڑ ہون یا نوجوان،

دوسری روایت مین حضرت ابن عباس رضؓ سے منقول[3] ہے،

کان عمر یدخلنی مع اشیاخ بدر،	عمرؓ مجھکو بدری شیوخ کے ساتھ اپنی مجلس مین بلاتے تھے

ارکانِ مجلس

ارکانِ مجلس مین حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ، عبداللہ بن عباس رضؓ حر بن قیس کا نام بالتخصیص معلوم ہے، ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضؓ، حضرت علی رضؓ حضرت طلحہ رضؓ، حضرت زبیر رضؓ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ، حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ بھی خاص ارکان مین تھے، اہم معاملات مین مہاجرین، انصار، اور سردارانِ لشکر کی رائے بھی ضروری سمجھی جاتی تھی، ایرانیون مین سے ہرمزان کا مشورہ ضروری خیال کیا جاتا تھا،

مجلسِ شوریٰ کے جلسے

مجلسِ شوریٰ کے بغیر حکومت کا کوئی معاملہ طے نہین ہو سکتا تھا، حضرت عمر رضؓ کے آخری زمانہ مین ایک خاص شخص کی جانشینی کے متعلق مکہ مین کچھ لوگون نے اظہارِ خیال کیا، تو

---

[1] بخاری کتاب الاحکام باب کیف یبایع الامام الناس، [2] ایضاً کتاب التفسیر باب قولہ خذ العفو وأمر بالعرف واعرض عن الجاہلین، سورۂ اعراف، [3] ایضاً کتاب المغازی، غزوۃ الفتح باب،

اونھون نے صاف کہا،[1]

انی ان شاء اللہ لقائم العشیۃ فی الناس فمحذرھم ھؤلاء الذین یریدون ان یغصبوھم امورھم،

مین انشاء اللہ بعد ظہر تقریر کے لیے کھڑا ہونگا، اور اون لوگون کو جو مسلمانون کے اختیارات غصب کرنا چاہتے ہین ڈراؤن گا،

اوسکے بعد مدینہ آکر یہ خطبہ دیا،

من بایع رجلا عن غیر مشورۃ من المسلمین فلا یبایع ھو، ولا الذی تابعہ، تغرۃ ان یقتلا،

جو لوگ بلا مشورہ کسی شخص سے بیعت کرینگے تو ایسے شخص اور اوسکے متبعین کو کبھی خلیفہ نہ بنایا جائیگا، کیونکہ اسکا خوف ہی کہ یہ لوگ قتل کردیے جائین گے،

خلیفہ کا عام حقوق مین سب کے ساتھ مساوی ہونا

جمہوریت کی انتہا یہ ہے کہ فرمانروا ے وقت کا ذاتی اثر بالکل فنا ہو جائے، اور رعایا اپنے معاملات مین بالکل آزاد ہو، حضرت عمر رض نے خود یہ نظیر قائم فرمائی، اپنے جانشین کے متعلق جب وصیت کی تو حضرت عبداللہ رض (اپنے صاحبزادہ) کی نسبت فرمایا،[2]

یشھدکم عبد اللہ بن عمر ولیس لہ من الامر شیئ،

مشورہ مین عبداللہ بن عمر بھی شریک ہونگے لیکن اونکا خلافت مین کوئی حصہ نہین،

اسی طرح حضرت سعید بن زید رض کو جو عزیز خاص تھے، اون لوگون سے علٰحدہ کرلیا جنکے نام خلافت کے لیے انتخاب فرمائے تھے، حالانکہ وہ رتبہ مین اون لوگون کے برابر تھے،

---

[1] بخاری کتاب المحاربین باب رجم الحبلی الخ [2] ایضاً کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان بن عفان رض،

(۳) ملک کی تقسیم

اسلام مین سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے ممالکِ محروسہ کو صوبہ جات اور اضلاع مین تقسیم کیا، اور اون مین مختلف درجہ کے حکام اور عمال مقرر فرمائے، جنکی تفصیل حسب ذیل ہے،

عمال کی فہرست

مکہ معظمہ :	حضرت نافع بن عبد الحارث رضؓ	والی
مدینہ منورہ:	ہنی رحؒ	عاملِ حمیٰ (چراگاہ)
"	یرفا رحؒ	حاجبِ امیرالمومنین
"	حضرت ابن عباس رضؓ	احتساب کے بعض کام
"	حضرت علی رضؓ و حضرت عباس رضؓ	عاملانِ صدقاتِ نبوی (بنو نضیر)
شام :-	حضرت ابوعبیدہ رضؓ	والی و سپہ سالار
اذربیجان	حضرت عتبہ بن فرقد رضؓ	سپہ سالار
عراق عرب	حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ	والیِ کوفہ
"	حضرت عمار بن یاسر رضؓ	" (حضرت سعدؓ کے بعد)
"	حضرت حذیفہ بن الیمان رضؓ و عثمان بن حنیف رضؓ	افسرانِ بند و بست
یمن	×	× (یہانکے کسی والی یا قاضی کا نام معلوم نہین)
بحرین	حضرت قدامہ بن مظعون رضؓ	والی
عراق عجم	حضرت نعمان بن مقرن رضؓ	سپہ سالار
خوزستان	حضرت ابوموسیٰ رضؓ	"

ان بزرگون کے علاوہ حمزہ بن عمرو اسلمی رضہ مصدق، اور جزء بن معاویہ رضہ عم احنف اور عبداللہ بن السعدی کسی مقام کے عامل تھے، جزء رضہ کے کاتب کا نام بجالہ تھا، اور بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مجوسیون پر حکمران تھے، اسلیے فارس یا خوزستان وغیرہ مین رہے ہونگے،

تنخواہ

حضرت عمرؓ سے پہلے تنخواہ کا رواج نہ تھا، اور ایک بڑی غلط فہمی یہ پیدا ہو گئی تھی کہ لوگ تنخواہ لینا زہد و تقدس کے خلاف سمجھتے تھے، حضرت عمر رضہ نے خود اپنا وظیفہ مقرر کرایا، جس سے بڑی حدتک یہ خیال زائل ہوگیا، اور لوگ خوشی سے تنخواہین لینے لگے، تاہم بعض لوگ اب بھی قدیم خیال پر قائم تھے، حضرت عمر رضہ نے اون سے سخت بازپرس فرمائی،

عبداللہ بن السعدی، ملنے کے لیے آئے تو حضرت عمر رضہ نے فرمایا،

ألم احدث انك تلی من اعمال الناس اعمالاً فاذا اعطیت العمالة کرھتها؟	کیا یہ خبر صحیح نہین کہ تم جمہور کی مختلف خدمات انجام دیتے ہو؟ اور جب تم کو اجرتِ عمل دیجاتی ہو تو تمکو کراہیت معلوم ہوتی ہے؟

اونھون نے کہا "ہان" فرمایا،

فما تریدل الی ذالک؟	اس سے تمھارا مقصد کیا ہے،

کہا مجھکو اجرت کی ضرورت نہین، میرے پاس گھوڑے ہین، غلام ہین، اور مین اچھی حالت مین ہون، اسلیے یہ خواہش ہوتی ہے کہ میری اجرت مسلمانون پر صدقہ ہو، ارشاد ہوا،

لا تفعل،	ایسا نہ کرو،

[1] بخاری کتاب الاحکام باب رزق الحاکم والعاملین علیها، ٹن ہے وا کل ابو بکر و عمر؛

اوسکے بعد اپنا قصہ بیان کیا،

فانی کنت اردت الذی اردت، وکان رسول اللہ صلعم یعطینی العطاء فاقول اعطہ افقر الیہ منی، حتی اعطانی مرۃ مالاً، فقلت اعطہ افقر الیہ منی، فقال النبی صلعم خذہ فتمولہ وتصدق بہ، فما جاءک من ہذا المال وانت غیر مشرف ولا سائل فخذہ والا فلا تتبعہ نفسک،

مین بھی وہی چاہتا تھا جو تم چاہتے ہو، رسول اللہؐ مجھکو عطیہ دیتے تھے، تو مین کہتا تھا یہ اوسکو دیجیے جو مجھ سے زیادہ حاجتمند ہو، ایکبار آپ نے مجھ کو مال عطا فرمایا، مین نے وہی درخواست کی، تو ارشاد ہوا اس کو لے لو، اس سے جائداد خرید کر اوسکو صدقہ کر دینا، جو مال تمکو بلا طلب و سوال ملجائے اوسکو لے لیا کرو، اور جب یہ صورت نہو تو پھر اوسکے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہین،

عبد اللہ بن السعدی کے پاس اسکا کچھ جواب نہ تھا،[1]

عاملون کی تحقیقات

حضرت عمر رضہ نے عمال کے طرز عمل کی تحقیقات مین خاص کاوش کی، کوفہ کے لوگ حضرت سعد بن ابی وقاص رضہ کے اسقدر شاکی ہوئے کہ یہانتک کہا کہ وہ نماز بھی ٹھیک طور سے نہین پڑھا سکتے، حضرت عمرؓ نے سعد رضہ کو بلا بھیجا، اور فرمایا یا ابا اسحاق! ان لوگونکا خیال ہے کہ آپ نماز بھی ٹھیک نہین پڑھاتے، حضرت سعد رضہ نے کہا مین تو اونکو بالکل رسول اللہؐ کے مشابہ نماز پڑھاتا تھا اور اسکے بعد طریقہ بتایا تو حضرت عمر رضہ بولے

[1] بخاری کتاب الاحکام باب رزق الحاکم والعاملین علیہا،

ذاک الظن بک یا ابا اسحاق! | ابو اسحاق! آپ کی نسبت یہی گمان تھا،

لیکن اس گفتگو سے نفس واقعہ پر کوئی اثر نہین پڑا، بلکہ

کمیشن

ارسل معہ رجلا او رجالا الی الکوفۃ یسأل عنہ اھل الکوفۃ، ولم یدع مسجدا الا سأل عنہ، ویثنون علیہ معروفا حتی دخل مسجدا لبنی عبس، فقام رجل منھم یقال لہ اسامۃ بن قتادۃ یکنی ابا سعدۃ فقال اما اذ نشدتنا فان سعدا کان لا یسیر بالسریۃ، ولا یقسم بالسویۃ، ولا یعدل فی القضیۃ،

اون (سعدؓ) کے ساتھ ایک یا کئی شخصون کو کوفہ بھیجا، جو انکے متعلق کوفہ والون سے دریافت کرتا تھا، اوسنے ہر مسجد مین سعدرض کے نسبت سوال کیا اور لوگون نے تعریف کی، جب وہ بنو عبس کی مسجد مین گیا اور وہان دریافت کیا تو ابو سعدہ اسامہ بن قتادہ نے اوٹھ کر کہا چونکہ تم قسم دیکر پوچھ رہے ہو اسلیے سنو، سعدرض فوج کے ساتھ لڑنے نہین جاتے، مساوات سے مال تقسیم نہین کرتے، فیصلہ مین انصاف نہین کرتے،

گو یہ الزام نہایت بیہودہ الزام تھا، چنانچہ خود سعدرض کو اس پر طیش آگیا، اور اونھون نے قائل کے حق مین بد دعا[1] کی، تاہم حضرت عمررض نے اپنا فرض ادا کردیا، غور کرو! چند معمولی اشخاص حضرت سعدرض فاتح ایران کی شکایت کرتے ہین، سعدرض طلب کیے جاتے ہین، اونکے ساتھ تحقیقاتی وفد بھیجا جاتا ہے، جو ایک ایک مسجد مین پہونچکر سعد کے طرز عمل کی نسبت لوگون کا حلفیہ بیان لیتا ہے، لوگ عام طور پر اچھی رائے ظاہر کرتے ہین، تاہم بعض لوگونکی

[1] بخاری کتاب الاذان باب وجوب القرأۃ للامام والماموم فی الصلوات کلہا،

بزدلی کے سبب سے سعدرضہ کی معزولی کا حکم ہوتا ہے، اس سیاست، اس طرزِ حکومت، اس رعایا پروری کی نظیر حضرت عمرِ رضہ کے علاوہ اور کہان مل سکتی ہے؟

(۴) صیغۂ محاصل

ممالک مفتوحہ کا اصلی باشندون کے قبضہ مین چھوڑنا

آنحضرت صلعم کے زمانہ مین جو فتوحات ہوئین، اونمین سے بعض مفتوحہ علاقے مجاہدین کی ملک قرار پائے تھے، حضرت عمر رضہ نے یہ اصول قائم کیا کہ جو ممالک فتح کیے جائین وہ فوج کے ملک نہین ہین، بلکہ حکومت کے ملک ہونگے، اس بنار پر اونھون نے تمام مفتوحہ علاقونکو اصلی باشندونکے قبضہ مین چھوڑدیا، اور اسکی یہ وجہ بیان فرمائی ہے[1]

اما والذی نفسی بیدہ لولا ان	ہان، اوس ذات کی قسم! جسکے ہاتھ مین میری جان ہے
اترک آخر الناس ببانا لیس لھم	اگر یہ خیال نہوتا کہ آیندہ نسلین فاقہ مست ہوجائینگی
شئ ما فتحت علیّ قریۃ الا قسمتھا	تو مین تمام علاقون کو اوسی طرح مسلمانون مین
کما قسم النبی صلعم خیبر ولکنی	تقسیم کردیتا جسطرح رسول اللہ صلعم نے خیبر کو تقسیم
اترکھا خزانۃ لھم یقتسمونھا،	فرمایا تھا، لیکن مین یہ علاقے خزانہ کے طور پر آیندہ نسلونکے لیے چھوڑ جاؤنگا جنکو وہ باہم تقسیم کرلین گی،

بندوبست

اونھون نے ترقیِ محاصل کے لیے بندوبست کا محکمہ قائم کیا، اور سوادِ عراق کی پیمایش کرائی، یہ کام حضرت حذیفہ بن یمان رضہ اور حضرت عثمان بن حنیف رضہ کے سپرد ہوا جو فنِ مساحت اور حساب کے ماہر تھے، پیمایش ہوچکی تو خراج تشخیص کیا گیا، حضرت عمر رضہ نے دونون

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر،

تشخیص خراج

بزرگون کو سامنے بلایا اور پوچھا،

کیف فعلتما؟ اتخافان ان تکونا قد حملتما الارض ما لا تطیق؟ — تمنے کیا کیا؟ کیا تمکو اس بات کا خوف نہین کہ زمین پر اسقدر بار ڈالا گیا ہے جسکو وہ برداشت نہین کرسکتی؟

دونون نے جواب دیا،

حملنا ھا امرًا ھی لہ مطیقة، ما فیھا کبیر فضل — ہم نے اوسپر اتنا بار ڈالا ہے جسکو وہ اوٹھا سکتی ہی خراج کی رقم کچھ زیادہ نہین ہے،

ارشاد ہوا،

انظرا ان تکونا حملتما الارض ما لا تطیق، — اگر تم نے اوسکی طاقت سے زیادہ بار ڈالدیا ہو تو پھر غور کرلو،

اونھون نے جواب دیا، "نہین[1]"

ترقی زراعت

زراعت پر خاص توجہ فرمائی، آنحضرت صلعم نے ایک بار ارشاد فرمایا تھا، کہ جو شخص کسی افتادہ زمین کو آباد کرے، تو وہی اوسکا مستحق ہوگا، حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت مین اس فرمان کو عملی جامہ پہنایا، اونھون نے عام اعلان کردیا[2]،

من احییٰ ارضًا میتة فھی لہ، — جو شخص کسی مردہ زمین کو زندہ کریگا تو وہ اوسکی ملک ہوگی،

اونھون نے بعض زمینون کے نسبت بٹائی پہ معاملہ کیا، کہ اگر حضرت عمرؓ بیج دین تو آدھے کے مستحق ہونگے، اور اگر کاشتکار بیج لائے تو اوسکو اسقدر پیداوار دیجائے گی[3]،

[1] بخاری کتاب المناقب باب قصة البیعة والاتفاق علیٰ عثمان بن عفان رضؓ، [2] ایضًا ابواب الحرث والمزارعة باب من احییٰ ارضًا مواتًا، [3] ایضًا باب المزارعة بالشطر ونحوہ،

آنحضرت صلعم نے خیبر کی زراعت اور پھلون کے متعلق خیبر والون سے نصف پیداوار پر معاملہ طے کر لیا تھا، اور ازواجِ مطہرات کو ۱۰۰ وسق مرحمت فرماتے تھے، جنمین ۸۰ وسق کھجور اور ۲۰ وسق جَو ہوتا تھا، حضرت عمرؓ نے بھی ابتدائً یہی طریقہ قائم رکھا، لیکن جب یہود جلاوطن کئے گئے تو حضرت عمرؓ نے ازواج کو اختیار دیا کہ یا سب کے حصے کی زمین اور پانی تقسیم کر دیا جائے اور یا قدیم دستور کے مطابق پیداوار دے دی جایا کرے، بعض ازواج نے زمین، اور بعض نے پیداوار قبول کی، حضرت عائشہؓ نے زمین لی تھی،[1]

جزیہ — جزیہ مین معتد بہ اضافہ ہوا، اور ایک خاص گروہ پر جسکے متعلق حضرت عمرؓ کو شبہ تھا جزیہ لگایا گیا، حضرت عمرؓ ابتدائً مجوس سے جزیہ نہین لیتے تھے، لیکن جب حضرت عبدالرحمن ابن عوفؓ نے شہادت دی کہ رسول اللہ صلعم نے ہجر کے مجوسیون سے جزیہ لیا تھا، تو اونھون نے وفات سے ایک سال قبل ممالکِ محروسہ کے تمام مجوسیون پر جزیہ مقرر کیا، اور عمالِ حکومت کو اس کی اطلاع دی، چنانچہ جزر بن معاویہؓ کے پاس بھی اس مضمون کا فرمان آیا تھا،[2]

جزیہ کی تشخیص رعایا کی خوشحالی اور ناداری کے لحاظ سے کی گئی، چنانچہ اہلِ شام پر فی کس چار دینار، اور اہلِ یمن پر فی کس ایک دینار مقرر کیا گیا،[3]

زکوٰۃ — زکوٰۃ مسلمانون سے وصول کی جاتی تھی، اور اوسکے وصول کرنے کے لیے مصدق بھیجے جاتے تھے، چنانچہ اون مین سے حمزہ بن عمرو اسلمی کا نام معلوم ہے،[4]

---

[1] بخاری، وکتاب الاجارۃ باب اذا استاجر ارضا فات احدہما، [2] ایضاً کتاب الجہاد باب الجزیۃ والموادعۃ مع اہل الذمۃ والحرب، [3] ایضاً، [4] ایضاً کتاب الکفالۃ باب الکفالۃ فی القرض والدیون،

(۵) صیغہ عدالت

یہ صیغہ بھی حضرت عمر رضہ کی بدولت عالم وجود مین آیا، اور اونھون نے اسمین بہت سی ایجادین کین، جن مین سب سے اہم دار القضا کا قیام ہے، دار القضا اور عدالتین اگرچہ ہر شہر مین قائم تھین، تاہم صحیح بخاری سے صرف مدینہ منورہ کے دار القضاء کا حال معلوم ہوتا ہے،

دار القضا — مدینہ کا دار القضا، جسکے حاکم اعلےٰ خود حضرت عمر رضہ تھے، مسجد نبوی مین قائم تھا، اور مقدمات یہین فیصل ہوتے تھے، چنانچہ لعان کا واقعہ یہین پیش آیا تھا[۱] مقدمات کے سلسلے مین چونکہ زیادہ وقت مسجد ہی مین گذرتا تھا، اسلیے بسا اوقات لیٹ رہتے تھے[۲] چنانچہ استلقا فی المسجد کا جواز اونہی کے طرز عمل سے اخذ کیا گیا ہے،

حد مارنے کی مسجد سے باہر علیحدہ جگہ تھی، ایک شخص کا مقدمہ پیش ہوا، لیکن جب حد مارنے کا وقت آیا، تو حضرت عمر رضہ نے ارشاد فرمایا،[۳]

اخرجاہ من المسجد، — اسکو مسجد کے باہر لے جاؤ،

انصاف میں مساوات — دار القضاء کے اندر شاہ و گدا، امیر و غریب، وضیع و شریف، سب کی سطح برابر ہوتی تھی، اور قانون کی نگاہ مین تمام لوگ مساوی سمجھے جاتے تھے، یہان تک کہ خود امیر المومنین بھی اس عالمگیر مساوات کے دائرہ سے باہر نہ تھے، ایکبار اونھون نے حضرت عبد الرحمان رضہ بن عوف سے فرمایا،

لو رأیت رجلا علی حد زنی او سرقۃ — اگر آپ حاکم ہون اور مین کسی شخص کو زنا یا چوری

---

[۱] بخاری کتاب الاحکام باب من قضی ولاعن فی المسجد، [۲] ایضاً کتاب الصلوٰۃ باب الاستلقاء فی المسجد ومد الرجل، [۳] ایضاً کتاب الاحکام باب من حکم فی المسجد الخ،

وانت امیر؟ کرتے ہوئے دیکھون، تو آپ کیا کرین گے؟

حضرت عبدالرحمان رضہ نے کہا آپ کی شہادت صرف ایک مسلمان کی شہادت کے مساوی ہوگی (یعنے امارت کا کچھ اثر نہو گا) حضرت عمر رضہ نے فرمایا[۱]

صدقت! آپ نے سچ کہا،

حدود و تعزیرات مین تمام امتیازات اوٹھا دیے جاتے تھے، اور امیر المومنین کا درہ[۲] عزیز و بیگانہ کو یکسان عقوبت پہونچاتا تھا،

عبید اللہ، خود امیر المومنین کے فرزند تھے، لیکن ایک روز اُنکے مُنھ سے شراب کی بو آئی تو فرمایا[۳]

انا سائل عنه، فان کان یسکر جلدته — مین اون سے دریافت کرتا ہون، اگر نشہ چڑھا ہو گا تو دُرّے مارون گا!

حضرت ابو بکرہ رضہ، شبل بن معبد رضہ، اور نافع رضہ، بڑے جلیل القدر صحابی تھے، لیکن جب اونھون نے حضرت مغیرہ رضہ پر تہمت لگائی، اور الزام ثابت نہوسکا، تو حضرت عمر رضہ نے تینون پر حدِ قذف جاری کی، پھر حد مار کر توبہ کرائی[۴]

اونھون نے بعض لوگون کو رجم (سنگسار کرنے) کی سزا بھی دی، چنانچہ ایک خطبہ مین خود فرماتے ہین[۵]

[۱] بخاری کتاب الاحکام باب الشہادۃ تکون عند الحاکم فی ولایۃ القضاء الخ، [۲] ایضاً کتاب المکاتب باب المکاتب و نجومہ، [۳] ایضاً کتاب الاشربۃ باب الباذق ومن نہی عن کل مسکر من الاشربۃ، [۴] ایضاً کتاب الشہادات باب شہادۃ القاذف والسارق والزانی، [۵] ایضاً کتاب المحاربین باب الاعتراف بالزنا،

الا وقد رجم رسول الله صلعم ورجمنا بعدہ ، | ہان ! رسول اللہ صلعم نے رجم کیا تھا، اور آپکے بعد ہم نے بھی رجم کیا ہے،

اگر ملزم حاضر نہوتا، تو دوسرے شخص کو اوسکے مکان پر بھیجکر حد لگواتے تھے[1]

البتہ قانون سے ناواقفیت یا جرم کی خفت، حد سے بچا سکتی تھی، اور اوسوقت امیرالمومنین کا دامنِ عفو کشادہ ہوجاتا تھا،

حمزہ اسلمی رضہ تحصیلِ زکوٰۃ کے لیے کسی مقام پر گئے تھے، ایک شخص اپنی بیوی کی کنیز سے ملوث ہوگیا، حمزہ خود سزا نہین دسکتے تھے، اسلیے چند کفیل (ضامن) ساتھ لیے، اور حضرت عمر رضہ سے آکر واقعہ بیان کیا، حضرت عمر رضہ نے اون لوگون کی تصدیق کی، لیکن ملزم کو ناواقفیت کی بنا پر بری کردیا اس سے قبل وہ ملزم کو ۱۰۰ ضرب کی سزا دے چکے تھے[2]

اسی طرح صاحبِ ظبی کو بھی عقوبت سے مستثنیٰ کردیا[3] (ان صاحب نے حالتِ احرام مین شکار کھیلا تھا، چونکہ یہ جرم حد سے کم رتبہ تھا، اسلیے سزا نہین دی گئی)

فصل مقدمات کا طریقہ

مقدمات کے فیصل کرنے کا جو طریقہ تھا، اور جس طرح مدعی اور مدعا علیہ کے بیانات ہوتے تھے، اوسکے متعلق ہم ایک اہم مقدمہ یہان پر نقل کرتے ہین،

ایک اہم مقدمہ

مالک بن اوس، حضرت عمر رضہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اتنے مین یرفا نے جو حاجب تھے، آکر کہا، کیا آپ عثمان رضہ، عبدالرحمان بن عوف رضہ، زبیر رضہ، اور سعد بن ابی وقاص رضہ کو اندر آنے کی اجازت دیتے ہین؟ حضرت عمر رضہ نے فرمایا، ہان، وہ لوگ آئے اور سلام

[1] بخاری کتاب المحاربین باب اذا امر الامام رجلا فیضرب الحد غائبا عنہ [2] ایضاً کتاب الکفالۃ باب الکفالۃ فی القرض والدیون بالابدان وغیرہا، [3] ایضاً کتاب المحاربین باب من اصاب ذنبا دون الحد،

کرکے بیٹھ گئے، یرفا بھی بیٹھ گئے، کچھ دیر کے بعد یرفا نے آکر کہا، کیا آپ علی رض اور عباس رض کو اجازت دیتے ہین؟ فرمایا، ہان وہ دونون بھی اندر آئے، اور سلام کرکے بیٹھ گئے،

حضرت عباس رض نے کہا یا امیر المومنین! میرے اور انکے درمیان فیصلہ کردیجئے، (ان مین جائداد بنونضیر کی بنا پر مخاصمت تھی) حضرت عثمان رض وغیرہ نے کہا یا امیر المومنین! ان دونون کا فیصلہ کیجیے، اور ایک کو دوسرے سے راحت دلائیے، حضرت عمر رض نے فرمایا، اتئدوا! ذرا صبر کرو، اسکے بعد کہا،

انشدکم باللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض ھل تعلمون ان رسول اللہ صلعم قال لا نورث ما ترکنا صدقۃ یرید رسول اللہ صلعم نفسہ؟	مین تمکو اس خدا کی قسم دیتا ہون جسکے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہے، کیا تمکو یہ معلوم ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا کہ ہمارے مال مین وراثت نہین جاری ہوتی، ہم جو کچھ چھوڑتے ہین صدقہ ہوتا ہے اس سے رسول اللہ صلعم نے خود اپنے نفس کو مراد لیا ہے؟

مجمع نے کہا،

قد قال ذالك! آپ نے فرمایا تھا،

اب حضرت عمر رض، حضرت علی رض، اور حضرت عباس رض کیطرف متوجہ ہوئے، اور اونسے فرمایا،

انشدکما باللہ ھل تعلمان ان رسول اللہ صلعم قد قال ذالک؟	مین تم دونون کو خدا کی قسم دیتا ہون، کیا تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا تھا،

اون دونون نے جواب دیا،

قد قال ذالک! آپ نے یہ فرمایا تھا،

حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا،

فانی احدثکم عن ھذا الامر ان اللہ قد خص رسولہ صلعم فی ھذا الفئ بشئ، لم یعطہ احدا غیرہ ثم قرء وما افاء اللہ علی رسولہ منھم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب، ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء واللہ علی کل شئ قدیر، فکانت ھذہٖ خالصۃ لرسول اللہ صلعم، وواللہ ما احتازھا دونکم، ولا استاثرہا علیکم، قد اعطاکموہ وبثھا فیکم، حتی بقی منھا ھذا المال، فکان رسول اللہ صلعم ینفق علی اھلہ نفقۃ سنتھم من ھذا المال، ثم یاخذ ما بقی فیجعلہ مجعل مال اللہ، فعمل رسول اللہ صلعم بذالک حیاتہ انشدکم باللہ

مین تم سے اس معاملہ کے متعلق بیان کرتا ہون، خدانے رسول اللہ صلعم کو فے مین جو حصہ دیا تھا، وہ مخصوص تھا، جو اور کسی کو نہین دیا، (پھر حضرت عمرؓ نے یہ آیت پڑھی) خدانے جو کچھ اپنے رسول کو دیا اوسپر تم نے گھوڑے اور اونٹ نہین دوڑائے لیکن خدا اپنے رسولون کو جس پر چاہتا ہے تسلط عطا کرتا ہے، اور خدا ہر چیز پر قادر ہے، تو یہ رسول اللہ صلعم کا خالصہ تھا، خدا کی قسم آپ نے تمھارے مقابلہ مین استبداد سے کام نہین لیا، اور نہ تم کو اوس سے محروم کیا، بلکہ تمکو عطا فرمایا، اور تقسیم کیا، یہانتک کہ یہ مال باقی رہ گیا، رسول اللہ صلعم اس مال سے اپنے اہل کے لیے سال بھر کا نفقہ لیتے تھے، پھر جو کچھ باقی بچتا تھا اوسکو خدا کا مال قرار دیتے تھے، رسول اللہ صلعم نے اپنی زندگی مین برابر اسی پر عمل فرمایا، مین تم کو قسم دیتا ہون

هل تعلمون ذالک؟

کیا تمکو اسکا علم ہے؟

مجمع نے کہا، ہان،

پھر حضرت علی رض و عباس رض سے پوچھا،

انشد کما باللہ هل تعلمان ذالک؟

مین تم دونون کو قسم دیتا ہون، کیا تم اسکو جانتے ہو؟

اون دونون نے بھی کہا، ہان،

حضرت عمر رض نے فرمایا،

ثم توفی اللہ نبیہ صلعم فقال ابوبکر
انا ولی رسول اللہ صلعم فقبضھا ابوبکر
فعمل فیھا بما عمل رسول اللہ صلعم واللہ
یعلم انہ فیھا لصادق، بار، راشد
تابع للحق، ثم توفی اللہ ابابکر فکنت
انا ولی ابی بکر فقبضتھا سنتین من
امارتی، اعمل فیھا بما عمل رسول اللہ صلعم
وبما عمل فیھا ابوبکر، واللہ یعلم انی فیھا
لصادق، بار، راشد، تابع للحق، ثم
جئتمانی تکلمانی وکلمتکما واحد وامر
کما واحد، جئتنی یا عباس تسألنی

پھر خدا نے اپنے نبی ص کو وفات دی تو ابوبکر نے کہا
مین رسول اللہ صلعم کا ولی ہون، ابوبکر نے اوسپر
قبضہ کیا، اور وہی کرتے رہے جو رسول اللہ صلعم
کرتے تھے، خدا جانتا ہے کہ وہ اپنے عمل مین سچے،
نیکوکار، ہدایت یافتہ، اور مطیع حق تھے پھر خدا نے
ابوبکر کو وفات دی، اور مین ابوبکر کا ولی ہوا،
مین نے دو برس تک اوسپر قبضہ رکھا، اور وہی
کیا جو رسول اللہ صلعم اور ابوبکر کرتے تھے، خدا
جانتا ہے کہ مین اپنے عمل مین سچا، نیکوکار، ہدایت یافتہ
اور مطیع حق تھا، پھر تم دونون میرے پاس آئے،
تمھارا ایک ہی دعویٰ تھا، اے عباس تم آئے،

نصيبك من ابن اخيك، وجاءني هذا يريد علياً يريد نصيب امرأته من ابيها، فقلت لكما ان رسول الله صلعم قال لا نورث ما تركنا صدقة، فلما بدا لي ان ادفعه اليكما، قلت ان شئتما دفعتها اليكما على ان عليكما عهد الله وميثاقه لتعملان فيها بما عمل فيها رسول الله صلعم، وبما عمل فيها ابوبكر او بما عملت فيها منذ وليتها، فقلتما ادفعها الينا، فبذلك دفعتها اليكما فانشدكم بالله هل دفعتها اليهما بذالك؟

اور اپنے برادر زادہ (یعنے آنحضرت صلعم) کا حصہ مانگا، اور یہ (حضرت علی) آئے انھون نے اپنی بیوی (حضرت فاطمہ) کا اونکے باپ کی طرف سے حصہ طلب کیا، مین نے تم دونون سے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ ہمارا متروکہ تقسیم نہوگا، جو کچھ ہم چھوڑین گے صدقہ ہوگا، لیکن جب مجھکو خیال آیا کہ مین اوسکو تمھارے حوالہ کردون تو مین نے کہا اگر تم چاہو تو اس شرط پر تمکو دیسکتا ہون کہ جو عمل رسول اللہ صلعم، ابوبکر رض، اور مین نے کیا تھا، اوسی کے مطابق تم بھی کروگے، تم نے کہا اچھا، مین نے اسی شرط پر اوسکو تمھارے حوالہ کیا تھا، مین تم لوگونکو قسم دیتا ہون کیا مین نے اسی شرط پر اوسکو ان دونونکے حوالہ کیا تھا؟

مجمع نے کہا، ہان،

اوسکے بعد حضرت علی رض و عباس رض سے پوچھا،

انشدكما بالله هل دفعتها اليكما بذالك؟

مین تم دونون کو قسم دیتا ہون کیا مین نے اسی شرط پر تمھارے حوالہ کیا تھا؟

اون دونون نے بھی کہا، ہان،

اب حضرت عمر رض نے فیصلہ سُنایا[1]،

فتلتمسان منی قضاء غیر ذالک ؟	تو اب تم اسکے علاوہ مجھ سے دوسرا فیصلہ چاہتے ہو؟
فواللہ الذی باذنہ تقوم السماء	اوس خدا کی قسم جسکے حکم سے آسمان اور زمین قائم
والارض، لا اقضی فیہا قضاء	ہے، مین اسکے علاوہ دوسرا فیصلہ نہین کرونگا، اگر
غیر ذالک ! فان عجزتما عنہا فادفعاھا	تم انتظام سے عاجز ہو تو میرے حوالہ کرو، مین اوسکا
الیّ فانی اکفیکماھا،	انتظام کرونگا،

دوسرا مقدمہ

ایک اور مقدمہ کا فیصلہ نقل کیا جاتا ہے،

قبیلہ ہذیل نے زمانۂ جاہلیت مین ایک شخص سے قطع تعلق کیا تھا، وہ بطحا آیا، اور یمن کے ایک خاندان پر جو بطحا مین سکونت پذیر تھا، رات کے وقت چھاپہ مارا، ایک یمنی نے تلوار پھینک کر ماری اور وہ مرگیا، یہ حج کا موسم، اور حضرت عمر رض کی خلافت کا زمانہ تھا حضرت عمر رض اسوقت مکہ معظمہ مین تشریف رکھتے تھے، ہذیل والون نے یمنی کو پکڑ کر حضرت عمر رض کیخدمت مین پیش کیا، کہ اسنے ہمارے دوست کو مارا ہے، قاتل نے کہا ان لوگون کو مقتول سے کوئی تعلق نہین، یہ اوس سے تعلقات منقطع کرچکے تھے، حضرت عمر رض نے حکم دیا کہ ہذیل کے پچاس آدمی حلفیہ بیان کرین کہ اونھون نے مقتول سے ترک تعلق نہین کیا تھا، ۴۹ آدمی اس پر آمادہ ہوئے، لیکن ایک شخص جو ہذیل کے قبیلہ کا تھا، لیکن شام سے آیا تھا، قسم کھانے پر تیار نہین ہوا (کیونکہ یہ معاملہ جھوٹا تھا) اور کہا قسم کی قیمت ایک ہزار درہم ہوگی، ہذیل والون نے

[1] بخاری کتاب الجہاد باب فرض الخمس وغیرہ،

اوسکی جگہ پر دوسرا آدمی دیا، حضرت عمرؓ نے قاتل کو مقتول کے بھائی کے حوالہ کردیا، اور دونون کے ہاتھ ایک رسی سے باندھ دیے گئے، یہ لوگ جھوٹی قسمین کھاکر واپس چلے، نخلہ مین پہونچے تھے کہ عذاب الٰہی نمودار ہوا، نہایت زور کا پانی برسا، ان لوگون نے ایک پہاڑ کے غار مین پناہ لی، غار دھنس گیا، اور سب کے سب مرگئے، دو شخص جنکے ہاتھ بندھے ہوئے تھے بھاگ نکلے لیکن مقتول کے بھائی کے پتھر لگا، اوسکی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی، اور ایک سال زندہ رہکر مرگیا،[۱]

قانون تعزیرات

حضرت عمرؓ نے حدود و تعزیرات کے متعلق بعض اہم فیصلے صادر فرمائے ہین، جن کا اس مقام پر لکھنا ناموزون نہوگا،

(۱) اونھون نے قتل اور زخم کے مقدمات مین عورت اور مرد کو یکسان قرار دیا، اور ایک سے دوسرے کا قصاص طلب فرمایا، اونکا ارشاد ہے،[۲]

تقاد المرأۃ من الرجل فی کل عمد یبلغ نفسہ فما دونہا من الجراح، — عورت سے مرد کا قصاص ہر اوس عمد مین لیا جائیگا جو جان تک پہونچتا ہو یا اوس سے کم زخم آئے ہون،

تابعین مین عمر بن عبد العزیز، ابراہیم، اور ابو الزناد کا یہی خیال ہے،

(۲) چار آدمیون نے ایک لڑکے کو دہوکہ سے قتل کیا، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا،[۳]

لو اشترک فیہا اھل صنعاء لقتلتھم، — اگر اسکے معاملہ مین تمام اہل صنعا شریک ہوتے تو مین سب کو قتل کرا دیتا،

(۳) اونھون نے دُرہ کی ایک ضرب کا قصاص لیا،[۴]

---

[۱] بخاری کتاب الدیات باب القسامۃ، [۲] ایضاً باب القصاص بین الرجال والنساء فی الجراحات، [۳] ایضاً کتاب الدیات باب اذا اصاب قوم من رجل ہل یعاقب او یقتص منہم کلہم [۴] ایضاً،

(۴) قاذفین کی شہادت توبہ کے بعد مقبول قرار دی، چنانچہ حضرت ابو بکرہ رض وغیرہ سے فرمایا[1]

من تاب قبلت شہادتہ، جو توبہ کریگا، مین اوسکی شہادت قبول کرونگا،

(۵) شراب کی حد اسّی کوڑے مقرر فرمائے، حضرت سائب بن یزید رض فرماتے ہین، کہ رسول اللہ صلعم، ابو بکر رض اور خلافتِ عمر رض کے ابتدائی زمانہ تک ہم شرابی کو ہاتھون، جوتون، اور چادرون سے مارتے تھے، لیکن حضرت عمر رض نے اخیر زمانۂ خلافت مین ۴۰ کوڑے مارے، اور جب مے نوشی اور فسق حد سے بڑھ گیا تو اسی کوڑے مقرر کیے[2]

(۶) لعان کے لیے رسول اللہ صلعم کے منبر کو انتخاب کیا، کیونکہ اوسمین زیادہ تغلیظ تھی[3]

تحریری شہادت

جن مقدمات کی تحقیقات مدینہ مین نہو سکتی، تو موقع واردات کے حاکم کے نام تحقیقات کا حکم جاتا تھا، چنانچہ جارود کے متعلق حضرت عمر رض نے اوس علاقہ کے عامل کو خط لکھا تھا، جسمین جارود قیام پذیر تھے[4]

(۶) محکمۂ افتاء

یہ صیغہ عدالت کے متعلق ہے، اور اسلام کے سوا اور کہین اس کی نظیر نہین پائی جاتی، حضرت عمر رض نے عوام کی آسانی کے لیے فقہاءِ صحابہ کی ایک جماعت مخصوص کردی تھی، جنکا کام لوگون کو مسائل بتلانا تھا، ان لوگون کے حالات صحیح مین موجود نہین، البتہ جو ذات افتاء کا مرکزِ اعظم تھی (یعنے حضرت عمر رض) اوسکے دلچسپ حالات جستہ جستہ ملتے ہین،

حضرت عمر رض نے اس صیغہ مین سب سے بڑا کام یہ کیا کہ جو مسائل بیان کئے، ا دنمین

---

[1] بخاری کتاب الشہادات باب شہادۃ القاذف والسارق والزانی، [2] ایضًا کتاب الحدود باب الضرب بالجرید والنعال [3] ایضًا کتاب الاحکام باب من قضی ولاعن فی المسجد، [4] ایضًا باب الشہادۃ علی الخط المختوم الخ،

اختلاف کا دخل نہو سکا، اور وہ بلاچون وچرا قابلِ عمل رہے، یہ بات بعد مین کسی خلیفہ کو حاصل نہین ہوئی،

طلاء

اونھون نے فتوے دیا کہ طلا، (انگور کا عصارہ) اگر ایک ثلث رہ جائے، (اور دو ثلث جل جائے) تو اوسکا پینا جائز ہے، صحابہ مین حضرت ابو عبیدہ رض اور حضرت معاذ رض اونکے ہم خیال ہین[1]،

سجود قرآن

سجودِ قران کی نسبت اونھون نے خطبہ مین فرمایا[2]،

یا ایھا الناس! انما نمرُّ بالسجود، فمن سجد فقد اصاب، ومن لم یسجد فلا اثم علیه، ان اللہ لم یفرض السجود الا ان نشاء،	لوگو! ہم سجدون سے گذرتے ہین، جو سجدہ کرے اچھا کریگا، اور جو نکرے اوسپر کوئی گناہ نہین، خدا نے سجدے فرض نہین کئے ہین، البتہ اگر ہم چاہین،

تمام صحابہ مجمع مین موجود تھے، لیکن خاموش رہے، اور گویا اجماع سکوتی ہوگیا،

سترہ

مسجد مین بہت سے لوگ ستونون سے ٹیک لگا کر باتین کرتے تھے، حضرت عمر رض نے اعلان کیا

المصلون احق بالسواری من المتحدثین الیھا،	نماز پڑھنے والے، بہ نسبت باتین کرنے والون کے ستونون کے زیادہ مستحق ہین،

یعنی نماز پڑھنے والون کو لازم ہے کہ ستونون کے سامنے نماز پڑھین، تاکہ یہ سترہ کا کام دے، اسی بنا پر ایکبار اونھون نے کسی شخص کو دو ستونون کے درمیان نماز پڑھتے دیکھا تو (چونکہ اوسکی

[1] بخاری کتاب الاشربۃ باب الباذق، [2] ایضاً ابواب سجود القرآن باب من رای ان اللہ لم یوجب السجود،

آگے سترہ نہ تھا) اوسکو ایک ستون کے سامنے کردیا، اور فرمایا، صل الیھا[1] (اسکے سامنے نماز پڑہو)

تلبید

حالتِ احرام مین چونکہ کنگھا کرنے کی ممانعت ہوتی ہے اسلیے لوگ بالون کو گوند وغیرہ سے چپکا لیتے ہین، اس طریقہ کا نام تلبید ہے، بعض لوگون نے حضرت عمرؓ کے زمانہ مین حالتِ احرام کے علاوہ بھی یہ طریقہ اختیار کیا تھا، اور بعض لوگ بال گوندھنے لگے تھے، حضرت عمرؓ نے دونون چیزون کی ممانعت فرمائی،[2]

من ضفر فلیحلق ولا تشبھوا بالتلبید،

جو شخص بال گوندھتا ہے اوسکو چاہیے کہ سر منڈوا ڈالے، اور تلبید کی مشابہت نہ اختیار کرو،

خمر

شراب کے متعلق ایک دفعہ خطبہ دیا،[3]

اما بعد ایھا الناس! انہ قد نزل تحریم الخمر وھی من خمسۃ اشیاء العنب والتمر والحنطۃ والشعیر والعسل، والخمر ما خامر العقل وثلثۃ وددت ان رسول اللہ صلعم لم یفارقنا حتی یعھد الینا عھداً، الجد، والکلالۃ، وابواب من ابواب الربا،

اما بعد، لوگو! شراب کی حرمت نازل ہوئی، وہ پانچ چیزون سے بنائی جاتی تھی، انگور، کھجور، گیہون، جو، شہد، شراب وہ ہے جو عقل کو بگاڑ دے، اور تین چیزین ہین جنکے متعلق میری تمنا تھی کہ رسول اللہ صلعم وفات سے پیشتر اونکے متعلق تفصیلی احکام تبلا جاتے، جد، کلالہ اور ربا کے چند ابواب،

[1] بخاری کتاب الصلاۃ باب الصلاۃ الی الاسطوانۃ، [2] ایضاً کتاب اللباس باب التلبید [3] ایضاً کتاب التفسیر باب قولہ انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان سورۂ مائدہ، وکتاب الاشربہ باب جاء فی ان الخمر ما خامر العقل من الشراب

تحریری احکام

حضرت عمر رضہ نے صرف مخصوص صحبتون اور خطبون ہی مین احکام کی اشاعت نہین کی،
بلکہ دور دور از ممالک مین تحریری احکام روانہ فرمائے، چنانچہ حضرت عتبہ بن فرقد رضہ کو
آذربیجان مین اس مضمون کا خط لکھا[1]،

ان رسول اللہ صلعم نہی عن الحریر الا ھکذا، واشار باصبعیہ اللتین تلیان الابھام، فیما علمنا انہ یعنی الاعلام،	رسول اللہ صلعم نے حریر سے منع فرمایا ہے مگر اسقدر اسکے بعد آپ نے کلمہ کی اونگلی اور اوس کے برابر والی اونگلی کو ملایا جسکا مطلب یہ تھا کہ اسقدر چوڑے بوٹے وغیرہ بنائے جاسکتے ہین،

جزء بن معاویہ کے نام یہ خط بھیجا[2]،

فرقوا بین کل ذی محرم من المجوس	مجوس کے ذی محرم کے درمیان تفریق کرو،

(۷) فوجداری اور پولیس

مقدمات فوجداری کے لیے حضرت عمر رضہ نے کوئی جداگانہ محکمہ قائم کیا تھا یا نہین ؟ یہ
ایک سوال ہے جسکا تاریخ سے کوئی شافی جواب نہین ملتا، بلکہ جہان تک پتہ چلتا ہے زنا اور
سرقہ وغیرہ کے مقدمات قضاۃ فیصل کرتے تھے، چنانچہ امیر المومنین کی عدالت عالیہ کے
بیان مین اونکی متعدد مثالین گذر چکی ہین،

پولیس کا صیغہ جسکو احداث اور شرطہ کہتے ہین، عہد نبوت ہی سے قائم تھا[3]، حضرت
عمر رضہ نے اوسکو جو ترقی دی، اوسکا ذکر صحیح مین موجود نہین،

[1] بخاری کتاب اللباس باب لبس الحریر وافتراشہ للرجال، [2] ایضاً کتاب الجہاد باب الجزیۃ والموادعۃ مع اہل الذمۃ والحرب [3] ایضاً کتاب الاحکام باب الحاکم یحکم بالقتل علی من وجب علیہ دون الامام الذی فوقہ،

جیلخانہ

البتہ حضرت عمرؓ نے اس صیغہ مین دو اہم ایجادین کی ہین، حضرت عمرؓ سے پیشتر عرب مین جیلخانہ کا نام ونشان نہ تھا، اونھون نے جیلخانے بنوائے، جن مین مکہ معظمہ کے جیلخانہ کا ذکر بخاری مین آیا ہے،

اشتری نافع بن عبد الحارث دارًا للسجن بمکة من صفوان بن امیة علی ان عمر رضی بالبیع فالبیع بیعه وان لم یرض عمر فلصفوان اربعمائة دینار،	نافعؓ بن عبدالحارث نے جیلخانہ کے لیے صفوان بن امیہ رضؓ سے مکہ مین ایک مکان خریدا شرط یہ تھی کہ اگر حضرت عمرؓ اس بیع پر رضامند ہوئے، تو مکان اونکا ہوگا، اور اگر وہ راضی نہ ہوئے تو مکان نافعؓ کا ہوگا اور صفوانؓ کو چارسو دینار قیمت دیجائیگی،

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جیلخانہ کا مکان حضرت نافع بن عبدالحارث رضؓ نے خریدا تھا، جو حضرت عمرؓ کی طرف سے مکہ معظمہ کے امیر تھے، اور مکان کی قیمت ۴۰۰ دینار تھی[1]

جلاوطنی کی سزا

حضرت عمرؓ نے ایک حدیث نبوی کی بنا پر جلاوطنی کی سزا مقرر فرمائی، جسکا بعد مین عام قانون بن گیا، چنانچہ عروہ بن زبیر سے روایت ہے،[2]

ان عمر بن الخطاب غرّب ثم لم تزل تلک السنة،	سب سے پہلے حضرت عمر بن الخطابؓ نے جلاوطن کیا، پھر جلاوطنی سنت قرار پاگئی،

(۸) محکمۂ احتساب

یہ محکمہ پولیس سے علیحدہ تھا، اسکے فرائض مین قوم کے اخلاق وعادات، بیع وشراء،

[1] بخاری کتاب فی الخصومات باب الربط والحبس فی الحرم، [2] ایضًا کتاب المحاربین باب البکران یجلدان ینفیان

اور معاملاتِ داد وستد کی نگرانی تھی، اور یہ تمام فرائض سب سے زیادہ خود امیر المومنین انجام دیتے تھے، اونھون نے احتساب کے متعلق عام اعلان فرمایا تھا،[1]

ان اناسا کانوا یوخذون بالوحی فی عھد رسول اللہ صلعم، وان الوحی قد انقطع، وانما ناخذکم الآن بما ظھر لنا من اعمالکم، فمن اظھر لنا خیرًا امناہ وقربناہ، ولیس الینا من سریرتہ شئ، اللہ محاسبہ فی سریرتہ، ومن اظھر لنا سوءً لم نامنہ ولم نصدقہ، وان قال ان سریرتہ حسنۃ،

رسول اللہ صلعم کے زمانہ مین لوگون کا مواخذہ وحی کے ذریعہ سے ہوتا تھا، لیکن اب وحی منقطع ہوچکی ہے، اسلیے ہم صرف ظاہری اعمال کی بنا پر مواخذہ کرینگے، جو شخص بھلائی ظاہر کریگا ہم اوسکو مامون سمجھین گے اور مقرب بنائین گے، اگرچہ اوسکے باطن کا حال ہم کو معلوم نہین، اوسکا حساب خدا کے ہان ہوگا، اور جو بُرائی ظاہر کریگا ہم نہ اوسکو مامون سمجھین گے اور نہ اوسکی تصدیق کرینگے، اگرچہ وہ یہ کہے کہ میرا باطن اچھا ہے،

اسی اعلان کے مطابق وہ لوگون کی دار وگیر فرماتے تھے،

احتساب عام

ایک بار مسجد نبوی مین تشریف لائے، دیکھا کہ حسان بن ثابت رضا اشعار پڑھ رہے ہین، اونکو ٹوکا، لیکن اونھون نے یہ جواب دیا کہ مین خود آنحضرت صلعم کے زمانہ مین اشعار پڑھا کرتا تھا، اوسکے بعد حضرت ابوہریرہ رضہ سے شہادت دلوائی،[2]

سائب بن یزید، مسجد نبوی مین کھڑے تھے، ایک کنکری آکر لگی، دیکھا تو حضرت عمرؓ

[1] بخاری کتاب الشہادات باب الشھداء العدول، [2] ایضًا کتاب بدء الخلق باب ذکر الملائکۃ، [3] ایضًا کتاب الصلاۃ باب رفع الصوت فی المسجد،

نے پھینکی تھی، فرمایا تم جا کر ان دونون آدمیون کو پکڑ لاؤ، وہ سامنے آئے تو فرمایا، کہان کے رہنے والے ہو؟ بولے طائف، ارشاد ہوا، اگر اس شہر کے باشندے ہوتے تو سزا دی جاتی، رسول اللہ صلعم کی مسجد مین آواز بلند کرتے ہو![1]

ایک دفعہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، مہاجرین اولین مین سے ایک بزرگ تشریف لائے تو پکار کر فرمایا،

ایة ساعة ھذہ ؟ یہ کون سا وقت ہے؟

بولے ایک کام مین مصروف تھا، مکان جانے کی نوبت نہین آئی، اذان ہوئی تو صرف وضو کر کے مسجد چلا آیا، حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا،[2]

والوضوء ایضا؟ وقد علمت ان رسول اللہ صلعم کان یامر بالغسل، صرف وضو! حالانکہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلعم غسل کا حکم فرماتے تھے،

حضرت انس بن مالکؓ ایک قبر کے سامنے نماز پڑھ رہے تھے، حضرت عمرؓ نے دیکھا تو فرمایا،

القبر! القبر! قبر کو بچا کر،

لیکن اعادہ کا حکم نہین دیا،[3]

عین اوسوقت جب بستر مرگ پر دراز تھے، احتساب کے فرائض ادا فرما رہے تھے، ایک نوجوان نے آکر تسکین بخش کلمات کہے، جب چلنے لگا تو فرمایا،

---

[1] بخاری کتاب الصلوٰۃ باب رفع الصوت فی المسجد، [2] ایضاً کتاب الجمعۃ باب فضل الغسل یوم الجمعۃ، [3] ایضاً کتاب الصلوٰۃ باب ہل ینبش قبور مشرکی الجاہلیۃ،

ردوا علیّ الغلام، | اوس لڑکے کو واپس لاؤ،

وہ سامنے آیا تو ازار زمین پر لٹک رہا تھا، ارشاد ہوا[1]

یا ابن اخی! ارفع ثوبک فانہ انقی لثوبک، واتقی لربک، | برادر زادہ! کپڑا اوٹھالو، اس سے کپڑا پاک رہیگا اور خدا کا تقویٰ معلوم ہوگا،

لیکن بعض چیزون کے متعلق زیادہ سختی فرماتے تھے،

صحابہ مین متعدد حضرات نمازِ عصر کے بعد دو رکعتین پڑھا کرتے تھے، اور اسکے ثبوت مین آنحضرت صلعم کا عمل پیش کرتے تھے، لیکن آنحضرت صلعم نے ظہر کی سنتین ایکبار اتفاقیہ عصر کے بعد ادا فرمائی تھین، اور عصر کے بعد نماز پڑھنے کی عام طور پر ممانعت فرمائی تھی، حضرت عمرؓ کو اسمین اسقدر کد تھی کہ جو لوگ عصر کے بعد نماز پڑھتے تو اونکو مارتے تھے، چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین[2]

وکنت اضرب الناس مع عمر بن الخطاب عنہا، | مین عمر بن خطابؓ کے ساتھ لوگون کو اسپر مارا کرتا تھا،

مردہ پر نوحہ کرنے کی سخت ممانعت فرماتے تھے، اونکا قول تھا،[3]

نعم العدلان ونعم العلاوۃ، الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون، اولئک علیھم | کیا اچھے بوجھ اور کیا اچھا علاوہ ہے، وہ لوگ کہ جب اونپر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہین انا للہ وانا الیہ راجعون، یہی لوگ ہین جنپر اونکے رب کی

[1] بخاری کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان بن عفان، [2] ایضاً کتاب التہجد باب اذا کلم وہو یصلی فاشار بیدہ واستمع، [3] ایضاً کتاب الجنائز باب الصبر عند الصدمۃ الاولیٰ،

صلوات من ربهم و رحمة، واولٰئک — طرف سے صلوات اور رحمتیں نازل ہوتی ہین،
هم المهتدون، — اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہین،

حضرت خالد بن ولید رضؓ کا انتقال ہوا، تو اونھون نے فرمایا[۱]

دعهن يبكين على ابی سليمان مالم — اونکو ابو سلیمان (خالد) پر رونے دو جب تک
يكن نقع او لقلقة، — سر پر مٹی نہ ڈالین اور آواز بلند نہ کرین،

جب خود زخمی ہوئے اور حضرت صہیب رضؓ نے رونا شروع کیا، تو فرمایا[۲]

يا صهيب! أ تبكی علیّ؟ وقد قال — صہیب! مجھ پر روتے ہو؟ حالانکہ رسول اللہ صلعم
رسول الله صلعم ان الميت يعذب — نے فرمایا ہے کہ مردہ پر بعض قسم کے رونے کی
ببعض بكاء اهله عليه، — عذاب ہوتا ہے،

حضرت ابو بکر رضؓ کے انتقال پر جب اونکی ہمشیر نے نوحہ کیا تو چونکہ یہ معصیت تھی حضرت عمر رضؓ نے اونکو مکان سے نکلوادیا[۳]

بعض اوقات رونے پر وہ لکڑی سے مارتے، پتھر پھینکتے، اور مٹی جھونکتے تھے[۴]

اہلِ معاصی کی تادیب کرتے تھے، آنحضرت صلعم نے مخنثین پر لعنت فرمائی ہے اس لیے حضرت عمر رضؓ نے ایک مخنث کو نکال دیا تھا[۵]

حضرت عمر رضؓ نے ناجائز تجارتون پر بھی روک ٹوک فرمائی،

ایک دفعہ اونکو اطلاع ہوئی کہ فلان شخص نے شراب فروخت کی ہے (شراب کا شر

---

۱ بخاری کتاب الجنائز باب مایکرہ من النیاحة علی المیت، ۲ ایضاً باب قول النبی صلعم یعذب المیت ببعض بکاء اهله علیه ۳ ایضاً کتاب فی الخصومات باب اخراج اهل المعاصی والخصوم من البیوت، ۴ ایضاً کتاب الجنائز باب البکاء عند المریض ۵ ایضاً کتاب اللباس باب اخراجهم،

مراد ہے) تو فرمایا[1]

قاتل اللہ فلانا، الم یعلم ان رسول اللہ صلعم قال قاتل اللہ الیھود حرمت علیھم الشحوم فجملوھا فباعوھا،

خدا فلان سے سمجھے، کیا اونکو معلوم نہین کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے، خدا یہود کو مارے، اونپر چربی حرام ہوئی تو اونھون نے اوسکو پگھلا کر فروخت کیا (یعنے کھانا حرام ہوا تو تجارت شروع کی)

لوگ کھجورون کو بیع سلم کے طریقہ پر فروخت کرتے تھے، حضرت عمرؓ نے اسکی ممانعت فرمائی،

نھی عمر عن بیع الثمر حتی یصلح،

عمرؓ نے پھلونکے فروخت کرنے کی اوسوقت تک ممانعت کی جب تک درست نہ ہو جائین،

یعنے کھانے اور تخمینہ کرنے کے قابل نہ ہو جائین،

بعض لوگ سونا نقد دیکر چاندی اودھار مانگتے تھے، بعض چاندی دیکر سونا اودھار لینا چاہتے تھے، حضرت عمرؓ نے اسکو بھی منع فرمایا،[2]

نھی عن الورق بالذھب نسآءً بناجز،

اونھون نے ممانعت کی کہ (مثلاً) چاندی بالفعل دیکر آیندہ سونا لیا جائے،

مدینہ سے باہر ساعی مقرر کیے جو مسلم، غیر مسلم، غرض ہر مذہب و ملت کے تاجرون کو بدمعاملگی سے روکتے تھے، چنانچہ حضرت حذیفہ فرماتے ہین،

وان کان نصرانیا ردہ علی ساعیہ

اگر وہ نصرانی ہوتا تھا تو علاقہ کا ساعی میرے حقوق اوس سے دلوا دیتا تھا

[1] بخاری کتاب البیوع باب لایذاب شحم المیتة ولا یباع ودکہ، [2] ایضاً کتاب السلم باب السلم فی النخل،

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے، کہ تجارت کے مقدمات ساعی فیصل کرتے تھے، ساعی حاکم کو کہتے ہین، لیکن یہ لوگ خاص تجارت کے نگران ہوتے تھے،

عمال کا محاسبہ

فرائض احتساب مین ایک بڑا ضروری فرض عمال حکومت کا محاسبہ تھا، اور حضرت عمرؓ اوسکو بھی نہایت سختی کے ساتھ انجام دیتے تھے، حضرت حذیفہ بن یمان رضؓ اور حضرت عثمان ابن حنیف رضؓ نے سواد عراق کی پیمائش کرکے خراج کی رقم تشخیص کی، تو حضرت عمر رضؓ نے اونکو مدینہ بلاکر وفات سے چندروز قبل دریافت کیا کہ تم نے زمین پر اتنا بار تو نہین ڈالا جسکے اوٹھانے کی وہ طاقت نہ رکھتی ہو؟ اور جب پورا اطمینان کرلیا اوسوقت بازپرس ختم کی[۱]

(۹) بیت المال

حضرت ابوبکر رضؓ کے عہد مین مال غنیمت یا خراج کی جو رقم آتی تھی، لوگون مین تقسیم کردی جاتی تھی، لیکن حضرت عمر رضؓ نے بیت المال (یا خزانہ) کا مستقل محکمہ قائم کیا، فوجون کا انتظام، تنخواہون کی تقسیم، وظائف کا تقرر، سب اسی محکمہ سے ہوتا تھا، حضرت عمر رضؓ کے دور خلافت مین وظائف ایک خاص درجہ رکھتے ہین، اسلیے اونکا ذکر دلچسپی سے خالی نہو گا،

حضرت عمر رضؓ دعا فرمایا کرتے تھے[۲]

اللھم انا نستطیع الا ان نفرح بما زینت لنا، اللھم انی اسألك ان انفقه فی حقه،	خداوندا تونے ہکو جو مال دیاہے ہم اوسکی مسرت کو دبا نہین سکتے، خداوندا مین درخواست کرتاہون کہ مجھکو توفیق عطا فرما کہ مین مال کو اوسکے حق مین صرف کرون

۱؎ بخاری کتاب المناقب باب قصة البیعة والاتفاق علی عثمان بن عفان رضؓ، ۲؎ ایضاً کتاب الرقاق باب قول النبی صلعم ہذا المال حلوة خضرة،

چنانچہ اونکی یہ دعا مقبول ہوئی، اور اونھون نے مال کو بہترین مصارف مین تقسیم کیا،

وظائف — اونھون نے اصحابِ بدر کا وظیفہ ۵ ہزار فی کس کے حساب سے مقرر کیا، اور فرمایا[1]،

لافضلنّهم علىٰ من بعدهم، — مین اونکو بعد والون پر فضیلت دونگا،

مہاجرینِ اولین کا ۴-۴ ہزار، اور حضرت ابن عمرؓ کا ساڑھے تین ہزار مقرر فرمایا،
لوگون نے اسکا سبب دریافت کیا تو ارشاد ہوا[2]،

انما هاجر به ابواه، — ابن عمر کو تو اونکے مان باپ ہجرت کیوقت ساتھ لائے تھے،

منشا یہ ہے کہ اونکی ہجرت ضمنی اور تبعی تھی، اسلیے وظیفہ مین بھی ۵۰۰ کی کمی رکھی گئی،

صحابہ مین ایک بزرگ حضرت حکیم بن حزام رضؓ تھے، اونھون نے ایکبار رسول اللہ صلعم سے مال کی درخواست کی اور آپ نے عطا فرمایا، لیکن جب اونھون نے تین بار مانگا تو آپ نے عطا کرنے کے بعد فرمایا، یا حکیم! مال شاداب اور شیرین چیز ہے، جو اوسکو فیاض ہو کر لیتا ہے، برکت پاتا ہے، اور جو حریص ہو کر لیتا ہے، اوسکو برکت نہین دی جاتی، اور اوسکی حالت اوس شخص کے مثل ہو جاتی ہے جو کھاتا تو ہے لیکن سیر نہین ہوتا، اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہوتا ہے، حکیم رضؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! اوس ذات کی قسم جسنے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا، اب یہ عہد کرتا ہون کہ آپ کے بعد کسی سے کچھ نہ مانگون گا، چنانچہ حضرت ابوبکر رضؓ اپنے زمانۂ خلافت مین اونکو عطیہ کے لیے بلاتے تھے، تو وہ انکار کرتے تھے، اونکے بعد جب حضرت عمر رضؓ خلیفہ ہوئے تو اونھون نے حکیم رضؓ کو عطیہ دینے کے لیے بلایا،

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب ذکر غزوہ بدر، [2] ایضاً باب بنیان الکعبۃ باب ہجرۃ النبیؐ واصحابہ الی المدینۃ

اونھون نے اب بھی قطعی انکار کیا، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا[1]

انی اُشھدکم یا معشر المسلمین علیٰ حکیم انی اعرض علیه حقه من ھذا الفئ فیابیٰ ان یاخذہ،

مسلمانو! مین تم کو حکیم پر گواہ بناتا ہون، مین اونکو مالِ غنیمت مین سے اون کا حق دینا چاہتا ہون، لیکن وہ لینے سے انکار کرتے ہین،

غربار اور لاوارث بچون کے روزینے، یا مجاہدین کی امداد کے واقعات مناسب مقام پر آئین گے،

عرفاء،

ان وظائف کی تقسیم کے لیے ہر قبیلہ یا فوج کے معزز لوگ منتخب کر لیے جاتے تھے، جو عریف کہلاتے تھے، اونکے پاس ایک دفتر ہوتا تھا، جسمین وظیفہ پانے والون کے نام لکھے ہوتے تھے، چنانچہ ابو جمیلہ نے اپنے عریف کا ایک واقعہ بیان کیا ہے[2]،

(۱۰) صیغۂ فوج

تمام ملک کا فوج مین داخل ہونا

حضرت عمرؓ نے اس صیغہ کو بھی نہایت وسعت دی، اونھون نے یہ اصول قرار دیا کہ ہر مسلمان فوجِ اسلام کا ایک سپاہی ہے، اس بنار پر تمام ملک فوج مین داخل ہوگیا، یہی وجہ ہے کہ اونکو لشکر کشی مین جو سہولت پیدا ہوئی، کسی خلیفہ کو نہو سکی، اونھون نے فتوحات کا سنگِ بنیاد رکھنا چاہا، تو بڑے بڑے ممالک، اور وسیع سلطنتین سامنے تھین، لیکن اونھون نے ایک ہی وقت مین

بعث عمر الناس فی افناء الامصار، تمام بڑے بڑے شہرون پر لوگونکو حملہ کرنے کیلیے بھیجدیا،

---

[1] بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الاستعفاف عن المسئلۃ، [2] ایضًا کتاب الشھادات باب اذا زکی رجل رجلا کفاہ

اسکے بعد جب عراقِ عجم پر حملہ کرنے کی ضرورت پیش آئی تو خود مدینہ ہی سے پورا لشکر فراہم ہوگیا، راوی کہتا ہے[۱]،

فندبنا عمر، عمر رض نے ہم کو فوج مین شرکت کی دعوت دی،

امرار فوج

فوج کے امرار عموماً اکابر صحابہ مقرر کیے، مثلاً افواج شام کے امیر حضرت ابوعبیدہ رض تھے، عراقِ عجم کے حملہ مین نعمان بن مقرن رض نامزد ہوئے، تستر کے معرکہ مین حضرت ابوموسیٰ اشعری رض کو سپہ سالار تجویز فرمایا، اور آذربیجان کی جنگ حضرت عتبہ بن فرقد رض کی قیادت مین انجام کو پہونچی، یہ تھا۔ بزرگ فضلار صحابہ مین تھے،

سفارتین

سفارتون مین بھی علمی فضیلت کا لحاظ ہوتا تھا، چنانچہ حضرت مغیرہ رض کی سفارت کا ذکر اوپر آچکا ہے،

چراگاہین

گھوڑون کی تربیت اور پرداخت کے لیے چراگاہین بنوائین، بخاری مین ہے[۲]

ان عمر حمی الشرف والربذۃ، حضرت عمر رض نے شرف اور ربذہ کو چراگاہ قرار دیا، اور اونکا اہتمام خاص ایک شخص کے سپرد کیا، جسکا نام ہنی تھا، اور حضرت عمر رض کا غلام تھا، ہنی کو جسوقت چراگاہ کا عامل مقرر کیا تو یہ نصیحت فرمائی[۳]،

یا ھنی! اضمم جناحک علی المسلمین اے ہنی! مسلمانون پر شفقت کرو، اور مظلوم کی دعا واتق دعوۃ المظلوم، فان دعوۃ سے ڈرو، کیونکہ اوسکی دعا مقبول ہوتی ہے، المظلوم مستجابۃ، وادخل رب الصرمۃ اونٹون اور بکریون کے چھوٹے گلون کو چرنے دو،

[۱] بخاری کتاب الجہاد باب الجزیۃ والموادعۃ مع اہل الذمۃ والحرب، [۲] ایضاً کتاب المساقاۃ باب لاحمیٰ الا للہ ولرسولہ، [۳] ایضاً کتاب الجہاد باب اذا اسلم قوم فی دار الحرب ولہم مال وارضون فہی لہم،

ورب الغنيمة، واياي ونعم
ابن عوف، ونعم ابن عفان،
فانهما ان تهلك ماشيتهما يرجعان
الى زرع ونخل، وان رب الصريمة
ورب الغنيمة ان تهلك ماشيتهما
ياتني ببنيه فيقول يا امير المومنين
يا امير المومنين، افتاركهم انا،
لا ابالك، فالماء والكلأ ايسر عليّ
من الذهب والورق، وايم الله
انهم ليرون ان قد ظلمتهم
انها لبلادهم، قاتلوا عليها في
الجاهلية واسلموا عليها في الاسلام
والذي نفسي بيده لولا المال
الذي احمل عليه في سبيل الله ما حميت
عليهم من بلادهم شبرا،

لیکن عبدالرحمان رض بن عوف اور عثمان بن عفان رض
کے جانورون سے بچاؤ، اگر اونکے جانور برباد
ہونگے تو وہ زراعت اور نخلستان کی طرف متوجہ
ہوسکتے ہین، لیکن بکری اور اونٹون کے چھوٹے
چھوٹے گلے جن لوگون کے پاس ہین اگر اونکے
جانور ضائع ہوئے تو وہ لوگ اپنے بال بچون کو
لیکر میرے پاس آئین گے، اور کہین گے امیرالمومنین
ہم فقیر ہوگئے، تو کیا مین اونکو چھوڑ دون گا؟
پانی اور گھاس دیدینا سونا اور چاندی دینے
کے بہ نسبت میرے لیے زیادہ آسان ہے، خدا
کی قسم! لوگونکا خیال ہے کہ چراگاہ کی زمین لیکر مینے
لوگون پر ظلم کیا، کیونکہ جاہلیت اور اسلام مین
یہ زمینین اونہی کی تھین، اوس ذات کی قسم
جسکے ہاتھ مین میری جان ہے اگر جہاد کے اونٹ اور
گھوڑے نہوتے تو مین لوگونکی ایک چپہ زمین بھی لیتا

اس سے چند باتین معلوم ہوتی ہین، حضرت عمر رض نے گو چراگاہ خاص فوج کے
جانورون کے لیے بنائی تھی، تاہم غربار کے جانور بھی چرنے کے لیے آتے تھے، البتہ امراء

(مثلاً عبدالرحمن بن عوف اور حضرت عثمان رض) کے جانور روکے جاتے تھے، کیونکہ چراگاہ مین زیادہ گنجائش نہ تھی، اور ان لوگون کے جانور زیادہ تھے، اسکے علاوہ یہ بھی معلوم تھا کہ امراء اپنی زراعت کے کھیتون اور نخلستانون سے اونکے لیے چارہ کا انتظام کرسکتے ہین، لیکن غرباء ایسا نہین کرسکتے، اونکے جانور برباد ہوتے تو نقد روپیہ تقسیم کرنا پڑتا،

چراگاہ بنانے پر لوگ ناخوش تھے، اور زمین کو اپنی ملکیت سمجھتے تھے، لیکن حضرت عمرؓ نے جہاد کے گھوڑون کی تربیت کے لیے اوسکو جائز قرار دیا، جسکے دو سبب تھے، اولاً تو تمام ممالکِ مقبوضہ سلطنت کی ملک تھے، اسلیے امیرالمومنین کو مصالح عامہ کے لحاظ سے اون مین انتظام کرنے کا حق حاصل تھا، ثانیاً آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ جو شخص کسی افتادہ زمین کو آباد کرے تو اوسکا وہی مستحق ہوگا، اور چراگاہ کی زمین افتادہ زمین تھی، جسکو امیرالمومنین نے آباد کرایا تھا،

مجاہدین کی امداد

جو مجاہد نادار ہوتے تھے، اونکی سلطنت کی طرف سے سامانِ جہاد خریدنے مین امداد کی جاتی تھی، لیکن بعض لوگ روپیہ لیکر چلدیتے تھے، اور شریک جہاد نہین ہوتے تھے حضرت عمرؓ نے اس قسم کے لوگون کی نسبت فرمایا[۵]،

ان ناسا یاخذون من هذا المال	بعض لوگ جہاد کی غرض سے مال لیجاتے ہین،
لیجاهدوا، ثم لا یجاهدون فمن	لیکن پھر جہاد مین شریک نہین ہوتے، جو ایسا
فعله فنحن احق بماله، حتی ناخذ منه	کریگا تو ہم اوسکے مال کے زیادہ حقدار ہین،

[۵] بخاری کتاب الجهاد باب الجعائل والحملان فی السبیل،

ما اخذ،   ہم اوس سے اوتنا وصول کرلین گے جتنا وہ لیگیا ہی

سامان جہاد کی فراہمی

بنو نضیر کی جائداد جو آنحضرت صلعم کے قبضہ مین بطور خالصہ جائداد کے تھی، اوسمین سے آنحضرت صلعم اہل بیت کا سال بھر کا نفقہ نکالکر باقی آمدنی جہاد کے گھوڑون اور ہتھیارون کے خریدنے مین صرف فرماتے تھے، حضرت عمرؓ نے بھی یہی طرز عمل اختیار کیا،

(۱۱) صیغۂ مذہبی

خلافت کی حیثیت سے حضرت عمرؓ کے کارنامون کا طغرایی عنوان ہے، اسلیے ہم اسکو تفصیل سے لکھنا چاہتے ہین،

اشاعتِ اسلام | اس صیغہ کا سب سے بڑا کام اشاعت اسلام تھا، اور حضرت عمرؓ کے زمانہ مین بکثرت لوگ دائرۂ اسلام مین داخل ہوئے، چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ نے جو اونکے عامل تھے، خود اون سے بیان کیا،[۱]

واسلم علےٰ ایدینا بشر کثیر،   ہمارے ہاتھ پر کثرت سے لوگ اسلام لائے،

مدینہ مین جو فارسی یا رومی غلام موجود تھے، اونکی نسبت خود حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ وہ مسلمان ہوگئے تھے،[۲]

صلوا قبلتکم وحجوا حجکم،   ان لوگون نے تمھارے قبلہ کیطرف نماز پڑھی اور حج کیا

امراء ورؤسا مین سے ہرمزان کا نام معلوم ہے، چنانچہ جبیر بن حیہ کہتے ہین،[۳]

فاسلم الھرمزان،   ہرمزان مسلمان ہوگیا،

[۱] بخاری باب بنیان الکعبۃ باب ہجرۃ النبی صلعم واصحابہ الی المدینۃ، [۲] ایضاً کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان [۳] ایضاً کتاب الجہاد باب الجزیۃ والموادعۃ مع اہل الذمۃ والحرب،

اجرار احکام احکام مذہبی کا نفاذ اور اجرار بھی ایک ضروری چیز ہے، اور حضرت عمرؓ نے تمام خلفار سے زیادہ اوسکی ضرورت کو محسوس کیا، آنحضرت صلعم کے زمانہ مین عورتین مسجد مین آکر نماز مین شریک ہوا کرتی تھین، حضرت عمرؓ گو اسکو پسند نہین کرتے تھے، تاہم اس سے منع نہین فرمایا، کیونکہ آنحضرت صلعم کا ارشاد تھا[1]،

لاتمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ،	تم لوگ خدا کی لونڈیون کو خدا کی مسجدون مین جانے سے نہ روکو،

رمضان المبارک مین گھر کے بچون تک کو روزہ رکھاتے تھے، تاکہ بچپن سے روزہ کے عادی ہو جائین، چنانچہ رمضان مین ایک شرابی سامنے لایا گیا، تو فرمایا[2]،

ویلک وصبیاننا صیام،	ہمارے بچے تو روزہ سے ہین اور تو بدست ہے افسوس!

اسکے بعد اوسکو حد ماری،

بارش کم ہوتی تو نماز استسقار پڑھاتے تھے، اور حضرت عباسؓ بن عبد المطلب رض (عم رسول اللہ صلعم) کے وسیلہ سے دعا مانگتے تھے، دعا یہ تھی[3]،

اللھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا صلعم فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا،	خداوندا ہم پہلے اپنے پیغمبر صلعم کو وسیلہ بناتے تھے اور تو ہم کو سیراب کرتا تھا، اور اب ہم اپنے پیغمبرؐ کے چچا کو وسیلہ بناتے ہین، تو ہم کو سیراب کر،

راوی کا بیان ہے کہ جب وہ یہ دعا کرتے تھے، قحط سالی دور ہو جاتی تھی، اور پانی برستا تھا،

---

[1] بخاری کتاب الجمعۃ باب ہل علی من لا یشہد الجمعۃ غسل من النسار والصبیان وغیرہم، [2] ایضًا کتاب الصوم باب صوم الصبیان، [3] ایضًا ابواب الاستسقار، باب سوال الناس الامام الاستسقار اذ قحطوا،

تراویح

آنحضرت صلعم کے زمانہ مین لوگ رمضان المبارک مین راتون کو نمازین پڑھا کرتے تھے، کیونکہ آپ نے اسکی فضیلت بیان فرمائی تھی، حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمر رض کے آغاز خلافت تک یہی طریقہ قائم رہا، ایک رات حضرت عمر رض ماہ رمضان مین مسجد نبوی مین تشریف لائے، تو دیکھا کہ لوگ متفرق طور پر نمازین پڑھ رہے ہین، کوئی تنہا پڑھ رہا ہے، کسی کے پیچھے دو چار آدمی کھڑے ہین اور اوس کی اقتدار کر رہے ہین، یہ دیکھ کر عبدالرحمان بن عبدالقاری سے فرمایا،

انی اری لو جمعت ھؤلاء علی قاری واحد لکان امثل، — مین خیال کرتا ہون کہ اگر ان لوگون کو ایک قاری پر مجتمع کردون تو زیادہ بہتر ہو،

یہ خیال پختہ ہوا تو اونھون نے حضرت ابی بن کعب رض کو امام مقرر فرمایا، اور کسی دوسری رات کو نماز کا نظارہ کرنے کے لیے نکلے، عبدالرحمان بن عبدالقاری بھی ساتھ تھے، ایک قاری کے پیچھے لوگون کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، تو اون سے خطاب فرمایا،

نعم البدعۃ ھذہ، والتی تنامون عنھا افضل من التی تقومون، — یہ کیسی اچھی بدعت ہے، لیکن جسمین یہ لوگ سوتے ہین وہ اوس سے افضل ہے، جسمین نماز پڑھتے ہین،

یعنے رات کا پچھلا حصہ، اگلے حصہ سے افضل ہے، اسلیے عبادت اوسمین کرنی چاہیئے،

یہی "بدعت حسنہ" آج نماز تراویح کے نام سے مشہور ہے، اور مسلمانون پر حضرت عمر رض کا ایک خاص احسان سمجھا جاتا ہے، رمضان مین مساجد کی آبادی کا سب سے بڑا ذریعہ یہی نماز

---

[1] بخاری کتاب الصوم باب فضل من قام رمضان،

عقائد کی اصلاح کا خیال ہمیشہ دامنگیر رہتا تھا، ایکبار آنحضرت صلعم کی نسبت منبر پر خطبہ دیا[1]

سمعت النبی صلعم یقول لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسیٰ ابن مریم، فانما انا عبدہ، ولکن قولوا عبد اللہ ورسولہ،

میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے مجھ کو اتنا نہ بڑھاؤ، جیسا نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریم کو بڑھایا، کیونکہ میں خدا کا بندہ ہوں تم لوگ یہ کہو خدا کا بندہ اور اسکا رسول،

رجم کے متعلق فرمایا،[2]

لقد خشیت ان یطول بالناس زمان حتی یقول قائل لا نجد الرجم فی کتاب اللہ، فیضلوا بترک فریضة انزلہا اللہ، الا وان الرجم حق علی من زنی وقد احصن اذا قامت البینة او کان الحبل، او الاعتراف، الا وقد رجم رسول اللہ صلعم ورجمنا بعدہ،

مجھے خوف ہے کہ آیندہ زمانہ میں کوئی شخص یہ کہے کہ ہم کو قرآن میں آیت رجم نہیں ملتی، اور روگ ایک فریضۂ الٰہی کے ترک کرنے کے سبب گمراہ ہوں، ہاں! رجم حق ہے اوس شخص پر جو محصن ہو کر زنا کرے، اگر ثبوت موجود، حمل ہو یا اقرار ہو، ہاں! رسول اللہ صلعم رجم کرتے تھے اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا ہے،

امامت نماز | نماز پنجگانہ، جمعہ، اور عیدین کی امامت خود کرتے تھے، اور لوگوں کو فرائض وسنن کی تعلیم دیتے تھے، جمعہ کی نماز آفتاب ڈھلنے کے بعد فوراً پڑھاتے تھے،[3] جمعہ کی اذان

[1] بخاری کتاب الانبیاء، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم، [2] ایضاً کتاب المحاربین باب الاعتراف بالزنا اذا حبلت، لم یذکر ... نہ گیا [3] ایضاً کتاب الجمعة باب وقت الجمعة اذا زالت الشمس،

اوسوقت ہوتی جب وہ منبر پر آکر بیٹھ جاتے، آخری زمانہ مین جب لوگ زیادہ ہوگئے تھے،
کئی کئی موذن اذان دیتے تھے، چنانچہ ایک جمعہ کے خطبہ کی نسبت حضرت ابن عباس رض نے
فرمایا ہے [۵۲]

فلما سکت المؤذنون،	جب تمام موذن خاموش ہوگئے (تو حضرت عمر رض نے کھڑے ہوکر خطبہ شروع کیا)

خطبہ مین اکثر احادیث پڑھتے، کبھی کبھی مذہبی اور سیاسی مسائل بیان کرتے، اور کبھی صرف قرآن مجید کی کوئی سورۃ تلاوت فرماتے تھے، ایکبار سورۂ نحل تلاوت کی، جب سجدہ آیا تو منبر سے اوتر کر سجدہ کیا اور تمام لوگون نے اونکی تقلید کی، دوسرے جمعہ کو پھر وہی سورہ پڑھی، جب سجدہ کی آیت پر پہونچے تو فرمایا یا ایھا الناس! ہم سجدون سے گذرتے ہین، جو سجدہ کرے گا، اچھا کریگا، اور جو سجدہ نہ کرے اوسپر کوئی گناہ نہین، راوی کا بیان ہے کہ اس موقع پر حضرت عمر رض نے سجدہ نہین کیا [۵۳]

عید کی نماز پہلے پڑہاتے، اور خطبہ بعد نماز پڑھتے تھے، ایکمرتبہ عید الاضحیٰ مین یہ خطبہ دیا [۵۴]

یا ایھا الناس! ان رسول اللہ صلعم	لوگو! رسول اللہ صلعم نے تمکو ان دونون عیدون
قد نھاکم عن صیام ھذین العیدین،	مین روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے، انمین سے
اما احدھما فیوم فطرکم من صیامکم، واما	ایک تو روزون کے افطار کا دن ہے، اور دوسرا
الآخر فیوم تاکلون من نسککم،	اسلیے ہے کہ قربانی کا گوشت کھاؤ،

[۵۱] بخاری کتاب الجمعۃ باب الاذان یوم الجمعۃ، [۵۲] ایضاً کتاب المحاربین باب رجم الحبلی، [۵۳] ایضاً ابواب ماجاء فی سجود القرآن باب من رأی ان اللہ عزوجل لم یوجب السجود، [۵۴] ایضاً کتاب الاضاحی باب ما یوکل من لحوم الاضاحی وما یتزود منہا،

امارتِ حج | حج کے امیر بھی خود ہوتے تھے، اور عام طور پر لوگون کو حج کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے، اونکا قول تھا[1]،

شدوا الرحال فی الحج، فانه احد الجهادین — حج کے لیے کجاوے کسو کیونکہ وہ بھی ایک جہاد ہے،

خدا کے شہر مین پہونچتے تو جلالِ الٰہی سے لبریز ہوتے تھے بخاری مین ہے[2]،

کان عمر رضی الله عنه یکبر فی قبته بمنی فیسمعه اهل المسجد فیکبرون ویکبر اهل الاسواق حتی ترتج منی تکبیرا، — عمرؓ منا مین اپنے خیمہ کے اندر تکبیر کہتے تھے، اونکی آواز پر مسجد کے لوگ تکبیر کہتے تھے، اور پھر بازارون سے تکبیر کی آواز سنائی دیتی تھی یہانتک کہ تمام منا تکبیر کے شور سے گونج اوٹھتا تھا،

طواف نمازِ صبح کے بعد کرتے، پھر سوار ہوکر ذی طویٰ جاتے، جو حرم سے باہر ایک مقام ہے، وہان پہونچکر طواف کی دو رکعتین ادا فرماتے[3]، واپسی مین محصب مین قیام ہوتا[4]،

حج کے سلسلہ مین بعض انتظامات بھی کرتے تھے،

جب کوفہ اور بصرہ کا علاقہ فتح ہوا تو وہان کے لوگ آئے اور کہا یا امیر المومنین! رسول اللہ صلعم نے نجد والون کے احرام باندھنے کی جگہ قرن مقرر فرمائی تھی، جو ہمارے راستہ سے ہٹا ہوا ہے، اور اگر ہم قرن جاکر احرام باندھین تو ہمین بڑی دشواری پیش آئے گی، حضرت عمرؓ نے فرمایا[5]،

[1] بخاری کتاب المناسک باب الحج علی الرحل [2] ایضاً کتاب العیدین باب التکبیر ایام منیٰ [3] ایضاً کتاب المناسک باب من صلّٰی رکعتی الطواف خارجًا من المسجد و باب الطواف بعد الصبح والعصر [4] ایضاً باب النزول بذی طوی قبل ان یدخل مکۃ الخ [5] ایضاً باب ذات عرق لاهل العراق،

فانظروا حذوھا من طریقکم، — تم اپنے راستہ کا کوئی مقام بتاؤ، جو اوسکے مقابل واقع ہو،

اوسکے بعد ذات عرق کو اون لوگون کے احرام باندھنے کے لیے تجویز فرمایا،

ایکبار کعبہ مین بیٹھے تھے، شیبہ بھی پاس تھے، فرمایا[۱]

لقد ھممت ان لا ادع فیھا صفراء — مین نے ارادہ کیا ہے کہ اسکی زرد اور سفید

ولا بیضاء الا قسمتہ، — (یعنے چاندی سونا) چیزین تقسیم کر دون،

شیبہ نے کہا لیکن آپ کے دونون دوستون (آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر رض) نے تو ایسا نہین

کیا، ارشاد ہوا

ھما المرآن اقتدی بھما، — مین بھی اونہی دونون کی اقتدا کرونگا،

حضرت عمر رض نے یہ خیال خزائنِ حرم کے متعلق ظاہر کیا تھا،

ترقیِ علوم — حضرت عمر رض علوم اسلامیہ کے سب سے بڑے سرپرست اور مربی تھے، اور اونھون

نے علوم وفنون کے نشر واشاعت کی مختلف تدبیرین اختیار کی تھین، اونھون نے قرار

مجلس علمی — (علماء) کی ایک مجلس قائم کی، چنانچہ حضرت ابن عباس رض سے منقول ہے،[۲]

کان القراء اصحاب مجالس عمر، — حضرت عمر رض کے اہلِ مجلس قراء تھے،

علماءِ عصر — جو لوگ کسی خاص فن مین کمال رکھتے تھے، اونکے نامون کا اعلان کیا، تاکہ لوگ

اون سے استفادہ کرسکین، چنانچہ ارشاد فرمایا،[۳]

اقرأنا ابی واقضانا علی، — ہم مین سب سے بڑے قاری ابی رض اور سب سے بڑے قاضی علی رض ہین،

---

[۱] بخاری کتاب المناسک باب کسوۃ الکعبۃ، [۲] ایضاً کتاب التفسیر باب خذ العفو وأمر بالعرف واعرض عن الجاھلین سورۃ الاعراف، [۳] ایضاً باب قولہ ما ننسخ من آیۃ او ننسھا، سورۃ البقرۃ،

حضرت ابن عباس رض نہایت کم عمر تھے، لیکن حضرت عمر رض اونکو تقرب کا درجہ عطا فرماتے تھے، ایک روز عبد الرحمان بن عوف رض نے کہا کہ یہ تو ہمارے لڑکون کے برابر ہین، فرمایا،[۱]

انہ من حیث تعلم، انکی علمی فضیلت تم کو بھی معلوم ہے،

اسکا یہ اثر ہوا کہ مہاجرین اور خود عبد الرحمن بن عوف رض نے بھی اون کے سامنے زانوے تلمذ طے کیا، چنانچہ حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین،[۲]

کنت اقرئ رجالا من المھاجرین منھم عبد الرحمن بن عوف، مین مہاجرین کے چند آدمیون کو جنمین عبد الرحمن ابن عوف بھی تھے پڑھایا کرتا تھا،

تفسیر

قرار کی مجلس مین علمی سوالات کئے، اور اونکو تفسیر کی تعلیم دی، ایکبار اشیاخ بدر سے سوال کیا، کہ اذا جاء نصر اللہ والفتح کے متعلق تم لوگون کا کیا خیال ہے؟ بعضون نے کہا جب شہر اور قصور فتح ہون تو اوسوقت ہمکو حمد اور استغفار کرنے کا حکم ہے، بعض بولے ہمکو معلوم نہین، بعض بالکل خاموش رہے اب حضرت عمر رض، ابن عباس رض کی طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا تم بھی یہی کہتے ہو؟ اونھون نے کہا نہین، فرمایا پھر کیا کہتے ہو؟ کہا خدا نے رسول اللہ صلعم کو اونکی وفات کی اطلاع دی ہے، کہ جب خدا کی مدد اور فتح یعنے فتح مکہ ہو جائے، تو یہ تمھاری موت کی علامت ہے اسلیے تم کو خدا کی حمد اور استغفار کرنا چاہیے حضرت عمر رض نے ارشاد کیا مین بھی تم سے متفق ہون[۳]

ایکبار صحابہ سے سوال کیا،

[۱] بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوة فی الاسلام، [۲] ایضاً کتاب المحاربین باب رجم الحبلی من الزنا [۳] ایضاً کتاب المغازی باب غزوة الفتح باب،

فیم ترون هذه الایة نزلت ؟ | یہ آیت کس بارہ مین نازل ہوئی، ایود احدکم
ایود احدکم ان تکون له جنة، | ان تکون لہ جنة الخ،

لوگون نے کہا خدا کو معلوم ہے، حضرت عمر رض غصہ ہوئے اور فرمایا،

قولوا نعلم او لا نعلم، | یہ کہو کہ ہم جانتے ہین یا نہین جانتے،

ابن عباس رض بولے یا امیر المومنین! میرے دل مین ایک بات آئی ہے، ارشاد ہوا

یا ابن اخی قل، ولا تحقر نفسک، | برادرزادہ! کہو، اور اپنے کو کم نہ سمجھو،

اونھون نے کہا یہ عمل کی مثال ہے، حضرت عمر رض نے فرمایا،

ای عمل؟ کونسا عمل،

کہا عمل، فرمایا[1]

لرجل غنی یعمل بطاعة الله عزوجل | یہ اوس غنی کی مثال بیان کی گئی ہے جو خدا کی اطاعت
ثم بعث الله له الشیطان فعمل بالمعاصی | کرتا ہو، لیکن بعد مین شیطان کے اغوا سے معاصی
حتی اغرق اعماله، | کا ارتکاب کرے، یہانتک کہ تمام اعمالِ صالحہ، اعمالِ سیئہ مین گم ہو جائین،

مجامعِ عامہ مین صحابہ سے احادیث دریافت کین، اور اونکا اعلان کیا، ایکبار اونکے سامنے ایک عورت لائی گئی جو گودنے کا پیشہ کرتی تھی، تو کھڑے ہو کر پوچھا،[2]

انشدکم بالله من سمع من النبی صلعم | مین تمکو خدا کی قسم دیتا ہون، گودنے کے متعلق

---

[1] بخاری کتاب التفسیر باب قوله ایود احدکم ان تکون له جنة، سورة البقرہ، [2] ایضاً کتاب اللباس باب المستوشمة،

فی الوشم، رسول اللہ صلعم سے کس نے حدیث سُنی ہے؟

ابوہریرۃ رضہ نے اوٹھکر کہا"یا امیرالمومنین! مین نے حدیث سنی ہے، فرمایا کیا؟ کہا آنحضرت صلعم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ تم نہ گودو، نہ گدواؤ،

نقہ — فقہ حاصل کرنے کی ترغیب دی، چنانچہ فرمایا[1]

تفقھوا قبل ان تسودوا، فقاہت حاصل کرو، قبل اسکے کہ سردار بنائے جاؤ،

فقہی مسائل صحابہ کے مشورہ سے طے کئے، تاکہ اختلاف نہ پیدا ہو، چنانچہ مغیرہ بن شعبہ رضہ سے روایت ہے[2]،

انہ استشارھم فی املاص المرأۃ، حضرت عمر رضہ نے صحابہ سے جنین کی دیت کے متعلق مشورہ کیا،

ابتدائی تعلیم — یہ تو اعلیٰ تعلیم کا حال تھا، ابتدائی تعلیم کے لیے اونھون نے مکاتب قائم کئے، جنمین معلم بچون کو درس دیتے تھے، ان مکتبون مین لکھنے کی تعلیم بھی دیجاتی تھی، اور اون مین

کتابت — آزاد اور غلام سب تعلیم پاتے تھے، بخاری مین ہے[3]،

ان ام سلمۃ بعثت الی معلم الکتاب، حضرت ام سلمہ رضہ نے معلم کتاب کے پاس کہلا بھیجا کہ

ابعث الیّ غلمانا ینفشون صوفا، میرے پاس اون صاف کرنے اور پھیلانے کیلئے

ولا تبعث الیّ حراً، چند لڑکے بھیجدو، لیکن آزاد لڑکون کو نہ بھیجنا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کتابت کا مدرسہ تعلیم کے مدرسہ سے علیحدہ ہوتا تھا،

زبان عربی کی اشاعت — اونکے زمانہ مین عربی زبان نے کافی اشاعت پائی چنانچہ ایران، روم، اور

[1] بخاری کتاب العلم باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ، [2] ایضاً کتاب الدیات باب جنین المرأۃ، [3] ایضاً باب من استعان عبدا او صبیا،

دیگر ممالک کے لوگ جو مدینہ مین مقیم تھے، اونکی زبان عربی ہوگئی تھی، چنانچہ حضرت عمرؓ نے خود اونکی نسبت فرمایا ہے[1]،

تکلموا بلسانکم، اون لوگون نے تمھاری زبان بولی،

علمی انتظامات یہ تمام امور ملکی سلسلے سے متعلق تھے، علمی صیغہ پر بھی حضرت عمرؓ نے خاص توجہ کی، اور ضروری انتظامات فرمائے، جن مین سے بعض کا ذکر صحیح بخاری مین موجود ہے،

آنحضرت صلعم کے زمانہ مین حرم کے گرد کوئی دیوار نہ تھی، اور اسلیے اوس کی حد عام مکانات سے ممتاز نہ تھی، لوگ کعبہ کے چارون طرف نماز پڑھا کرتے تھے، حضرت عمرؓ نے احاطہ کی دیوار کھنچوائی، لیکن اوسمین اسلام کی سادگی قائم رکھی، یعنے دیوار بہت اونچی نہ تھی، بلکہ نیچی تھی، عبید اللہ کہتے ہین، جدرہ قصیر[2]!

آنحضرت صلعم کے عہد مبارک مین مسجد نبوی اینٹون سے تعمیر ہوئی تھی، لکڑی کی چھت تھی، اور کھجور کے ستون تھے، حضرت ابو بکرؓ نے اوسکو علی حالہ باقی رکھا، حضرت عمرؓ کو وسعت دینے کی ضرورت پیش آئی تو اونھون نے پوری عمارت از سر نو بنوائی لیکن یہ احتیاط کی کہ رسول اللہ صلعم نے جس مقام پر بنیادین رکھی تھین، اونہی بنیادون پر عمارت تعمیر کرائی، حضرت عمرؓ نے بھی اینٹونکی دیوار، لکڑی کی چھت اور کھجور کے ستون بنوائے، اور اس سادگی کے اصلی راز کو لوگون سے بیان فرمایا[3]،

اکن الناس من المطر، وایاک ان تحمر او تصفر، فتفتن الناس، مین لوگونکو بارش سے محفوظ رکھنا چاہتا ہون، خبردار اوسکو سرخ یا زرد نہ رنگنا، کہ لوگونکی نمازون مین خلل پڑے،

---

[1] بخاری کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان رضؓ، [2] ایضا باب بنیان الکعبۃ،
[3] ایضا کتاب الصلوۃ باب بنیان المسجد،

ان محکمون کے علاوہ استعمار یعنے نوآبادیان قائم کرنے کا محکمہ بھی ایک بڑا محکمہ تھا، اسی طرح نظارتِ نافعہ کا محکمہ گو مستقل حیثیت سے موجود نہ تھا، تاہم اوسکے تمام کام مثلاً سرکاری عمارات، نہرین، سڑکین، پل، نہایت منتظم اور وسیع پیمانہ پر انجام پاتے تھے، لیکن ان چیزون کا ذکر صحیح مین موجود نہین،

(۱۲) سنہ ہجری قائم کرنا

یہ متفرق انتظامات کے سلسلہ مین ہے، اسلام مین اب تک کوئی سنہ نہ تھا، حضرت عمر رضہ نے سنہ قائم کیا، جو سنہ ہجری کے نام سے مشہور ہے، اسکا تعلق ہجرتِ نبوی سے ہے، چنانچہ حضرت سہل بن سعد رضہ فرماتے ہین[۱]،

ماعدوا من مبعث النبی صلعم ولا من وفاته، ماعدوا الا من مقدمه المدینة،	صحابہ نے آنحضرت صلعم کی بعثت یا وفات سے سنہ کا حساب نہین لگایا، بلکہ مدینہ کی تشریف آوری سے حساب لگایا،

(۱۳) حقوق الذمیین

حضرت عمر رضہ نے ذمی رعایا کے ساتھ جو سلوک کیے، اور اونکو جو حقوق عطا فرمائے، وہ آج متمدن سے متمدن سلطنت مین بھی رعایا کو حاصل نہین،

اونھون نے ذمیون کو غلام اور ماتحت نہین سمجھا بلکہ اونکا وہ درجہ قرار دیا جو دو برابر کے معاہدہ کرنے والون کا ہوتا ہے، اسی بنا پر جب وہ بستر مرگ پر تھے، آیندہ

[۱] بخاری باب بنیان الکعبہ باب

خلیفہ کو یہ وصیت فرمائی، [۱]

واوصیة بذمة اللہ وذمة رسولہ ان یوفی لھم بعھدھم وان یقاتل من ورائھم وان لا یکلفوا فوق طاقتھم،

اور مین اوسکو اون لوگونکے حق مین وصیت کرتا ہون جنکو خدا اور رسول کا ذمہ دیا گیا ہے کہ اونسے جو عہد ہے وہ پورا کیا جائے، اور اونکی حمایت مین لڑا جائے، اور اونکو اونکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دیجائے

اونکے ساتھ جزیہ کی تشخیص مین رعایت کی، مجوس کے متعلق اونکو رسول اللہ صلعم کا کوئی عمل معلوم نہ تھا، اسلیے کچھ عرصہ تک اون سے بالکل جزیہ نہین لیا، [۲]

جزیہ کی رقم اگرچہ کم اور نہایت کم تھی، تاہم مختلف ممالک مین مختلف شرحین مقرر کین، اس اختلاف کا سبب ابن ابی نجیح نے مجاہد سے دریافت کیا، تو بولے، [۳]

جعل ذلک من قبل الیسار، خوشحالی کے لحاظ سے ایسا کیا گیا تھا،

اسی بنا پر شام والون کا جزیہ، یمن والون سے زیادہ تھا، کیونکہ شام مین ذرائع آمدنی زیادہ وسیع تھے،

اونکو مذہبی معاملات مین آزاد رکھا، البتہ جن رسوم سے علانیہ اسلام کی توہین ہوتی تھی، اونکے اظہار سے ممانعت فرمائی، مجوس محارم کے ساتھ نکاح کرتے تھے، اس بنا پر حکم دیا،

فرقوا بین کل ذی محرم من المجوس، مجوس کے ذی محرم کے درمیان تفریق کرو،

اسکا مطلب محدثین نے یہ بیان کیا ہے کہ مجوس محارم کے ساتھ نکاح وغیرہ علانیہ نہ کرین،

---

[۱] بخاری کتاب الجنائز باب ماجاء فی قبر النبی صلعم وابی بکر رض وعمر رض [۲] ایضاً کتاب الجہاد باب الجزیة والموادعة مع اہل الذمة والحرب، [۳] ایضاً،

سازش اور بغاوت کی حالت مین اونکے ساتھ جو سلوک کیا، دنیا کی کوئی حکومت باغی رعایا کے ساتھ نہین کر سکتی، آنحضرت صلعم نے جب خیبر فتح کیا تھا تو یہود کی شرارت کی وجہ سے آپ اونکو جلاوطن کرنا چاہتے تھے، لیکن اونھون نے درخواست کی کہ ہمکو یہین رہنے دیا جائے، ہم زراعت کرینگے اور آدھے پھل مسلمانون کو دینگے، اس پر آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ جب تک ہماری مرضی ہوگی ہم اس شرط پر تم کو رہنے دین گے،

حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت مین جب اہل خیبر نے عبداللہ بن عمرؓ کو اوپر سے گرا دیا اور اونکے ہاتھ پاؤن ٹیڑھے ہوگئے، تو حضرت عمرؓ نے مجمع عام مین کھڑے ہوکر خطبہ دیا!

ان رسول اللہ صلعم کان عامل یہود خیبر علے اموالھم، وقال نقرکم ما اقرکم اللہ، وان عبداللہ ابن عمر خرج الی مالہ ھناک فعدی علیہ من اللیل ففدعت یداہ ورجلاہ، ولیس لنا ھناک عدو غیرھم ھم عدونا وتھمتنا، وقد رائیت اجلاءھم،	رسول اللہ صلعم نے یہود خیبر سے اونکی جائداد کے متعلق معاملہ کیا تھا، اور یہ فرمایا تھا کہ جب تک تمکو خدا رکھے گا ہم بھی رکھین گے، عبداللہ بن عمرؓ وہان اپنی جائداد دیکھنے کے لیے گئے تھے، رات کو اونپر ظلم کیا گیا، جس سے اون کے ہاتھ پاؤن کج ہوگئے ہین، اور ہمارا وہان ان لوگون کے علاوہ کوئی دشمن نہین، وہی ہمارے دشمن ہین اور ہم اونھی پر الزام رکھینگے، اور مینے طے کرلیا ہے کہ اونکو جلاوطن کردون

یہودیون کو یہ حال معلوم ہوا تو بنو ابی الحقیق مین سے ایک شخص اونکے پاس آیا اور کہا یا امیرالمومنین، آپ ہم کو نکالنا چاہتے ہین، حالانکہ محمد (صلعم) نے ہمکو برقرار رکھا تھا، اور

جائدادین ہمارے قبضہ مین چھوڑ دی تھین، حضرت عمرؓ نے فرمایا،

أظننت انی نسیت قول رسول الله صلعم کیف بك اذا اخرجت من خیبر تعدو بك قلوصك لیلة بعد لیلة،

کیا تجھکو یہ گمان ہے کہ مین رسول اللہ صلعم کا یہ قول بھول گیا ہون کہ اوسوقت تیرا کیا حال ہوگا جب تو خیبر سے نکالا جائیگا اور تیری مضبوط اونٹنی کئی رات تک تجھکو لیے ہوئے دوڑتی پھرے گی،

اوس نے کہا یہ تو ابوالقاسم (آنحضرت صلعم) کا مذاق تھا، فرمایا،

کذبت یا عدو الله!

او خدا کے دشمن، تو جھوٹ کہتا ہے،

حضرت عمرؓ نے اونکو جلاوطن کیا، تو جیسا کہ راوی کا بیان ہے[1]،

اعطاهم قیمة ما کان لهم من الثمر مالا وابلا وعروضا من اقتاب وحبال وغیر ذلك،

اونکو جائداد، اونٹ، سامان، یہانتک کہ چھوٹے چھوٹے کجاوون اور رسیون تک کی قیمت ادا کی،

ان لوگون کو تیما، اور اریحا مین رہنے کی اجازت دی گئی،

یہود کے ساتھ نصاریٰ بھی حجاز سے جلاوطن کیئے گئے چنانچہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے[2]

ان عمر بن الخطاب اجلی الیهود والنصاری من ارض الحجاز،

حضرت عمرؓ نے یہود اور نصاریٰ کو حجاز سے جلاوطن کیا،

جس زمانہ مین لڑائی ہو رہی تھی، اور ذمی رعایا نہین ہوئے تھے، اونکے ساتھ یہ

---

[1] بخاری کتاب الشروط باب اذا اشترط فی المزارعة اذا شئت اخرجتك، [2] ایضاً کتاب الجهاد باب ما کان النبی صلعم یعطی المؤلفة قلوبهم،

رعایت کی کہ اگر کسی مسلمان کے منہ سے تسکین کا کوئی کلمہ نکل جاتا، تو امان دینا لازم ہوجاتا تھا، اور لڑائی بند کردی جاتی تھی، چنانچہ فرمایا،[۱]

اذا قال مترس فقد آمنه، ان الله یعلم الالسنة کلها، او قال تکلم لا باس،

اگر کوئی مترس کہدے تو امان دے دی جاے، خدا سب زبانین جانتا ہے، یا یون کہدے، بولو، کوئی ہرج نہین (تب بھی امان دی جاے)

معاشرتی تعلقات مین اونکو برابر کا درجہ دیا، اور اون سے ارتباط بڑھایا، چنانچہ بخاری مین منقول ہے،[۲]

توضأ عمر رضی الله عنه بالحمیم، ومن بیت نصرانیة،

حضرت عمرؓ نے گرم پانی سے اور ایک نصرانی عورت کے گھر سے پانی منگاکر وضو کیا،

یہ گویا اون لوگون کی عملی تردید تھی جو اہلِ کتاب کا جھوٹا ناپاک سمجھتے تھے،

وہ یہود ونصاریٰ کے گرجون اور عبادتگاہون مین آتے جاتے تھے، لیکن تصویرونکی وجہ سے اون مین نماز نہین پڑھتے تھے، چنانچہ اکمرتبہ فرمایا،[۳]

انا لاندخل کنائسکم من اجل التماثیل التی فیها الصور،

ہم تمہارے گرجون مین (نماز پڑھنے کیلیے) اس بناپر داخل نہین ہوتے کہ وہان مجسمے رکھے ہین جنین تصویرین بنی ہوئی ہین

ہرمزان گرفتار ہوکر آیا تو اوسکو مدینہ مین ٹھہرالیا، اوس سے اکثر مشورے لیا کرتے تھے، اسی کثرت اختلاط کا اثر تھا کہ حضرت عمرؓ بعض فارسی الفاظ کے حرف شناس ہوگئے تھے،

---

[۱] ایضاً کتاب الجہاد باب ذمة المسلمین وجوارہم، [۲] بخاری کتاب الوضو، باب وضوء الرجل مع امرأته، [۳] ایضاً کتاب الصلوٰة باب الصلوٰة فی البیعة

چنانچہ اوپر "مترس" کا لفظ آچکا ہے،

(۱۴) غلامی کا رواج کم کرنا

حضرت عمر رضؓ نے اگرچہ غلامی کا انسدادِ کلی نہین کیا، اور شاید ایسا کر بھی نہین سکتے تھے،
تاہم ایسے وسائل اختیار کئے جن سے غلامی کا دائرہ نہایت محدود ہو گیا، یہی وجہ ہے کہ
اونکے زمانہ مین گو عظیم الشان فتوحات ہوئین، لیکن غلامی کا سلسلہ وسیع نہو سکا، اونھون نے
غلامی کو جن تدبیرون سے کم کیا تھا، اون مین سے بعض کا ذکر صحیح بخاری مین آیا ہے،

غلامون کی آزادی کا ایک طریقہ تھا جسکو مکاتبت کہتے تھے، یعنے غلام ایک معاہدہ
لکھدے کہ مین اتنی مدت مین اسقدر روپے ادا کر دون گا، جب وہ زر معین ادا کر دیتا تھا تو
آزاد ہو جاتا تھا، یہ قاعدہ خود قرآن مجید مین موجود ہے، لیکن صحابہ اس حکم کو وجوبی نہین
قرار دیتے تھے، حضرت عمر رضؓ نے اس حکم کو وجوبی قرار دیا، چنانچہ جب سیرین نے جو حضرت
انس رضؓ کے غلام تھے، اون سے مکاتبت کی درخواست کی، اور اونھون نے دولتمند ہونے کی
بنا پر انکار کیا، تو سیرین حضرت عمر رضؓ کے پاس حاضر ہوئے، حضرت عمر رضؓ نے حضرت انس رضؓ سے
فرمایا انکو مکاتب بناؤ، اونکو اب بھی انکار تھا، راوی بیان کرتا ہے،

فضربہ بالدرۃ، — حضرت عمر رضؓ نے انس رضؓ کو درے لگائے

اور یہ آیت پڑھی،

فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیرا، — تم اونکو مکاتب بناؤ، اگر اونمین بھلائی دیکھتے ہو،

چنانچہ حضرت انس رضؓ کو اس حکم کی تعمیل کرنا پڑی[1]، اور سیرین آزاد ہو گئے،

---

[1] بخاری کتاب المکاتب باب المکاتب و نجومہ،

لاوارث بچے نہایت آسانی کے ساتھ غلام بنائے جاسکتے تھے، لیکن حضرت عمر رضہ نے قانون بنادیا کہ[1]

اللقیط حر، پڑے ہوئے بچے آزاد ہین،

اس طرح اس صنفِ مظلوم کو اپنے فطری حق (آزادی) سے متمتع ہونے کا موقع ملا،

غلامون کے ساتھ وہ برتاؤ کیا کہ غلامی غلامی نہین رہی بلکہ آقائی اور ہمسری ہوگئی، چنانچہ حضرت بلال رضہ کے متعلق فرمایا[2]:

ابوبکر سیدنا واعتق سیدنا، ابوبکر رضہ ہمارے سردار ہین، اور اونھون نے ہمارے سردار (بلال رضہ) کو آزاد کیا ہے،

رقیقِ امارت[3] (یعنے حضرت عمر رضہ کے غلامون) مین ہنی اس رتبہ کو پہونچے کہ چراگاہونکے مہتمم مقرر ہوئے، چنانچہ اسلم سے مروی ہے[4]

ان عمر بن الخطاب استعمل مولیٰ له یدعی ھنیا علی الحمی، حضرت عمر رضہ نے اپنے ایک آزاد غلام کو جسکا نام ہنی تھا، چراگاہون کا حاکم بنایا،

یرفا کو حاجب کا منصب عطا ہوا[5] جو تقرب کے لحاظ سے سب سے بڑا درجہ تھا،

اسلم اونکے فیضِ تربیت سے مشہور محدث ہوئے،

غلامون کی تعلیم کا عام طور پر بندوبست کیا، چنانچہ مکاتب مین آزاد و غلام کی کوئی

---

[1] بخاری کتاب الفرائض باب اولاد المن العتق، [2] ایضاً کتاب المناقب باب مناقب بلال بن رباح رض، [3] ایضاً کتاب الاکراہ باب اذا استکرہت المرأۃ علی الزنا فلاحد علیہا، [4] ایضاً کتاب الجہاد باب اذا اسلم قوم فی دار الحرب ولہم مال وارضون [5] ایضاً باب فرض الخمس،

لا تخاف احداً الا الله، | طواف کریگی اور خدا کے سوا اوسکو کسیکا خوف نہوگا،

اوسوقت تو عدی رض کے دل مین یہ سوال پیدا ہوا تھا کہ قبیلۂ طے کے وہ قطاع الطریق، جنہون نے ہر طرف آتشِ فساد مشتعل کر رکھی ہے کہان جائین گے؟ لیکن اونکے اس سوال کا جواب عملی طور پر اوسوقت ملا، جب حضرت عمر رض کے عہدِ مبارک مین حیرہ کا علاقہ فتح ہوا، اوسوقت عدی رض نے اپنی آنکھون سے جو کچھ دیکھا اوسکو اونہی کی زبان سے سنو، فرماتے ہین[1]

فرأیت الظعینۃ ترتحل من الحیرۃ حتی تطوف بالکعبۃ لا تخاف الا اللہ تعالی، | مین نے دیکھا کہ ایک پردہ نشین عورت تنہا حیرہ سے چلتی تھی، اور کعبہ کا طواف کرتی تھی، اوسکو خدا کے سوا کسی کا خوف نہ تھا،

لق ودق بیابانون اور دشوار گذار ریگستانون مین ایسا امن وامان قائم کرنا، حضرت عمر رض کے سوا اور کس کا کام ہوسکتا ہے؟ بے شبہہ یہ تاریخ کا مستثنیٰ واقعہ، حضرت عمر رض کی سیاست کا عظیم الشان کرشمہ، اور نبوتِ عظمیٰ کا ایک واضح اور بین معجزہ تھا!

طریقۂ سیاست لیکن اس عام امن وامان کا ضامن اونکا طرزِ سیاست تھا، جو اونھون نے عرب وبیرونِ عرب کے لیے اختیار کیا تھا، اونکی رعایا بن پارسی اور عیسائی مدت تک شاہنشاہی کے لقب سے ممتاز رہے تھے، اور اونکو ماتحت ہونا مشکل سے گوارا ہوتا تھا، عرب مین بہت سے صاحبِ ادعا تھے جو خلافت کو بنو ہاشم یا بنو امیہ کا حق سمجھتے تھے، اور خود بنو ہاشم تھے جو حضرت عمر رض کی خلافت کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے، ان حالات مین بڑے بڑے

---

[1] بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام،

مدبر بادشاہون بلکہ مصلحینِ اخلاق تک کو اوس سیاست سے کام لینا پڑا ہے، جسکا واقعی نام خدع وحیل، مکر وفریب، ظاہرداری اور نفاق تھا، لیکن حضرت عمرؓ کی کسی کارروائی پر فریب اور حکمتِ عملی کا نقاب نہین ہوتا تھا، وہ جو کچھ کرتے تھے علانیہ کرتے تھے، اور لوگون کو اوسکی مصلحت سے آگاہ کردیتے تھے، اوںھون نے یہود کو سرزمینِ حجاز سے جلاوطن کیا، تو مجمع عام مین یہود اور آنحضرت صلعم کے معاہدہ اور یہود کے ظلم وتعدی کو بیان فرمایا جسمین یہ فقرہ بھی تھا،[1]

ولیس لنا ھناک عدو غیرھم، ھم عدونا وتھمتنا،	ہمارا وہان (خیبر مین) اون (یہود) کے سوا کوئی دشمن نہین ہے، وہی ہمارے دشمن ہین اور ہم اونہی کو الزام دین گے،

جس رعایا کا یہ حال ہو اوسکے جلاوطن کرنے کو کون غیر منصفانہ قرار دے سکتا ہے؟

حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کو حضرت عمرؓ نے اہلِ کوفہ کی شکایت پر معزول کردیا تھا، لیکن جب وفات کا وقت آیا، اور خلافت کے لیے ۶ بزرگ نامزد کئے تو اون مین سعدؓ کا بھی نام لیا، اور اونکے متعلق فرمایا،[2]

فان اصابت الامرۃ سعدًا فھو ذاک والا فلیستعن بہ ایکم ما اُمّر، فانی لم اعزلہ من عجز ولا خیانۃ،	اگر سعدؓ کو خلافت ملے تو وہ اوسکے اہل ہین، ورنہ جو تم مین سے خلیفہ ہو اونسے مشورہ لے کیونکہ مینے اونکو (انتظام سے) عاجزی یا خیانت کی بنا پر معزول نہین کیا تھا

[1] بخاری کتاب الشروط باب اذا اشترط فی المزارعۃ اذا شئت اخرجنک، [2] ایضًا کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علےٰ عثمان بن عفان رضؓ،

انصاف مین مساوات

اونکی سیاست کی خاص خصوصیت یہ تھی کہ آئینِ حکومت مین شاہ و گدا، شریف و رذیل، عزیز و بیگانہ سب کا ایک رتبہ تھا،

ایکبار مدینہ کی چند عورتون کو چادرین تقسیم کین، اور ایک عمدہ چادر باقی رہی، تو بعض لوگون نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلعم کی صاحبزادی کو جو آپ کی بیوی ہین، عنایت فرمائے اونھون نے جواب دیا[1]،

ام سلیط احق، فانھا کانت تزفر لنا القرب یوم احد،	ام سلیط رض زیادہ حقدار ہین، کیونکہ وہ جنگ احد مین ہمارے لیے مشکین سیتی تھین،

ام سلیط رض ایک انصاریہ اور قدیم الاسلام صحابیہ تھین،

جو لوگ ہر موقع پر امتیاز و اعزاز کے خوگر تھے، اونکا خیال تھا کہ تنخواہ کے تقرر مین اونکی نام سب سے پہلے نظر آئین گے، لیکن حضرت عمر رض نے اونکے تمام خیالات غلط کردیے اونھون نے زور و قوت، جاہ و عظمت، ناموری و شہرت کی خصوصیتون کو مٹا کر صرف اسلامی خدمات کی بنا پر تنخواہیں مقرر کین، اور اصحابِ بدر کو سب پر مقدم رکھا،

اس انصاف کی وقعت اوسوقت اور بڑھ جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہین کہ خود حضرت عمر رض کا وظیفہ بھی اصحابِ بدر سے زیادہ نہ تھا حضرت عمر رض چونکہ اسی مقدس گروہ مین شامل تھے، اسلیے پانچ ہزار کی رقم اونکو بھی ملتی تھی، کروڑون روپے کی آمدنی مین سے حضرت عمر رض کو سالانہ جو کچھ ملتا تھا، اوس کی یہ تعداد تھی،

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب ذکر ام سلیط رض، ذکر غزوۂ احد،

مہاجرین اولین کے وظائف ۴، ۴ ہزار سالانہ کے حساب سے مقرر کئے تھے، لیکن جب بیٹے (عبداللہ) کی باری آئی تو اونکا وظیفہ ساڑھے تین ہزار مقرر کیا، اور یہ تفریق کی کہ جو خود ہجرت کرکے آیا ہو اور جو ماں باپ کے ساتھ ہجرت کرے، دونوں کا درجہ مساوی نہیں ہوسکتا عبداللہ رضؓ نے چونکہ اپنے ماں باپ کے ساتھ ہجرت کی تھی اسلیے اون مہاجرین کے ہمرتبہ نہیں ہوسکتے تھے، جو خود ہجرت کرکے آئے تھے،

اپنے خاندان اور بنو ہاشم کے زور پا جانے کا خیال تھا اسلیے اونکو ملکی عہدے نہیں دیتے تھے،

واقفیت عامہ | اونکی سیاست کا ایک بڑا اصول یہ تھا کہ ملک کا کوئی واقعہ اون سے مخفی نہ رہنے پائے، اونکی سلطنت دنیا کے جن وسیع خطون تک پھیلی ہوئی تھی، اوسکو تم اوپر پڑھ آئے ہو، لیکن باوجود اسکے جب دور و دراز ممالک سے وفود آتے تھے، اور وہ نام بنام لوگونکو پکارتے تھے تو حاضرین کو تعجب ہوتا تھا،

قبیلۂ طے کا وفد آیا تو عدی بن حاتم رضؓ بیان کرتے ہیں[1]،

فجعل يدعو رجلا رجلا ويسميهم، حضرت عمر ایک ایک شخص کو نام لیکر پکارنے لگے،

جب آخری حج کیا اور مکہ معظمہ مین بعض لوگون نے کسی خاص شخص کو خلیفہ بنانے کی راے ظاہر کی، تو اگرچہ یہ راز کی بات تھی تاہم اون کو فوراً خبر ہوگئی اور اس راے کے خلاف خطبہ دینا چاہا،

فطرت شناسی | وہ ہر شخص اور ہر قوم کی فطرت سے واقف ہونا چاہتے تھے، اور اس وصف

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب قصۂ وفد طے،

مین یہ کمال بہم پہونچایا تھا، کہ تمام صحابہ اونکو تسلیم کرتے تھے،

شام کے سفر مین جب ایک خاص کام کے لیے مشورہ کی ضرورت پیش آئی تو اونھون نے عملاً اپنی فطرت شناسی کا ثبوت پیش کیا، پہلے عبد اللہ بن عباسؓ کو بھیجکر مہاجرین اولین کو بلوایا اونمین جب اختلاف رائے ہوا تو فرمایا آپ لوگ اوٹھ جائین، اونکے بعد انصار بلائے گئے، اونھون نے بھی مہاجرین کا مسلک اختیار کیا، اب حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ فتح مکہ کے مہاجرین مین جو معمر قریشی لوگ ہین، وہ بلائے جائین، یہ لوگ آئے تو ایک شخص نے بھی اختلاف نہین کیا، حکام، ولاۃ، اور امراء اجناد مین جو جس کام پر مقرر کیا گیا، اوس سے بہتر کوئی آدمی نہین ملسکتا تھا، اور اسکے شاہد خود ان لوگون کے کارنامے اور اعمال ہین،

بیت المال کا خیال بیت المال یعنے خزانہ کا بہت خیال رکھتے تھے، اور چونکہ وہ عام مسلمانونکی ملک تھا اسلیے بڑی ذمہ داری محسوس کرتے تھے، اور کسی قسم کی رقم کو اوسکے احاطہ سے باہر نہین سمجھتے تھے، خانۂ کعبہ مین مدت سے خزانہ جمع ہوتا چلا آتا تھا، ایکبار حج کو گئے تو اوس کی نسبت فرمایا[1]،

لقد هممت ان لا ادع فيها صفراء ولا بيضاء الا قسمته،	مین نے ارادہ کیا ہے کہ جو کچھ اومین سونا چاندی موجود ہے اوس کو تقسیم کردون،

جائداد بنو نضیر جو آنحضرت صلعم کے قبضہ مین بطور خالصہ جاگیر کے تھی، اوس کو بھی اونھون نے بیت المال مین داخل کیا، چنانچہ جب حضرت عباس رضؓ اور حضرت علی رضؓ نے

---

[1] بخاری کتاب المناسک باب کسوۃ الکعبۃ،

اوسکا دعویٰ دائر کیا، توحضرت عمرؓ نے فرمایا[1]،

ان اللہ قد خص رسولہ صلعم فی	خدا نے فیٔ مین اپنے رسول صلعم کو خاص کیا ہے اور
ھذا الفیٔ بشیٔ لم یعطہ احداً غیرہٗ	یہ خصوصیت اورون کو حاصل نہین ہے، رسول اللہ
فکان رسول اللہ صلعم ینفق علےٰ	صلعم اس مال سے اپنے اہل کا سال بھر کے لیے
اھلہ نفقۃ سنتھم من ھذا المال ثم	نفقہ لے لیتے تھے، پھر جو باقی بچتا اوسکو خدا کا مال
یاخذ ما بقی فیجعلہ مجعل مال اللہ،	سمجھتے تھے،

دوسری روایت مین مال اللہ کی تشریح اس طرح کی گئی ہے[2]،

ثم یجعل ما بقی فی السلاح والکراع	پھر جو باقی رہتا اوس سے گھوڑے اور ہتیار خریدتے
عدۃ فی سبیل اللہ،	تھے، جو جہاد کے کام آتے تھے،

رفاہِ عام اس بات کا سخت اہتمام کیا کہ ممالکِ محروسہ مین کوئی شخص فقر و فاقہ مین مبتلا ہونے پائے، چنانچہ مختلف شہرون مین مہمان خانے بنوائے، اور خود دار الخلافۃ مین ایک عظیم الشان گودام قائم کیا، جسمین تمام ضروریاتِ زندگی مہیا رہتی تھی،

مہمان خانے

ایکمرتبہ بازار کی طرف جارہے تھے، اسلم بھی ہمرکاب تھے، راستہ مین ایک نوجوان عورت ملی، اور اس طرح اپنا حال بیان کیا،

یا امیر المومنین ھلک زوجی وترک	اے امیر المومنین! میرا شوہر مرگیا اور چھوٹے چھوٹے
صبیۃ صغاراً، واللہ ما ینضجون کراعاً	کئی بچے چھوڑے ہین، جو کھانا نہین کھاسکتے نہ انکی

[1] بخاری کتاب الجہاد باب فرض الخمس، [2] ایضاً باب المجن،

ولا لهم زرع ولا ضرع، وخشیت	پاس کھیتی ہے اور نہ جانور ہین، اور مجھے ڈر ہے
ان تاکلهم الضبع، وانا بنت خفاف	کہ اونکو درندہ نہ کہا جائے، اور مین خفاف بن ایار
ابن ایماء الغفاری وقد شهد	غفاری رض کی لڑکی ہون، میرے باپ حدیبیہ
ابی الحدیبیة مع النبی صلعم،	مین رسول اللہ صلعم کے ساتھ تھے،

حضرت عمر رض یہ سنکر اوسی جگہ کھڑے ہو گئے، اور فرمایا،

مرحبا بنسب قریب،	قریبی رشتہ مبارک ہو،

اوسکے بعد ایک نہایت قوی اونٹ لیا جو مکان مین بندھا ہوا تھا، دو بڑے تھیلون مین کھانے کا سامان رکھا، اور درمیان مین نقد، اور کپڑے رکھ دیے، پھر عورت کے ہاتھ مین اونٹ کی مہار دی، اور فرمایا،

اقتادیه فلن یفنی حتی یاتیکم اللہ	اسکو ہانک لیجاؤ، یہ ختم نہ ہونے پائے گا اور خدا
بخیر،	دوسرا سامان کر دے گا،

ایک شخص نے کہا، امیر المومنین! آپ نے اسکو بہت زیادہ دیا حضرت عمر رض نے ارشاد کیا،[1]

ثکلتك امك! واللہ انی لاری اباھذہ	تیری ماں تجھکو روئے، خدا کی قسم مین دیکھ رہا
واخاھا قد حاصرا حصنا زمانا	ہون کہ اسکے باپ اور بھائی نے ایک قلعہ کو عرصہ
فافتتحاہ ثم اصبحنا نستفئ	تک محاصرہ کرکے فتح کیا تھا، اور آج ہم اوسکی
سھمانھما فیه،	آمدنی مین سے اون دونوکا حصہ بھی لے رہے ہین،

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیة،

اس روایت سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں، (۱) گودام بازار میں تھا، (۲) اسمیں نقد، غلہ، اور جانور سب کچھ رہتا تھا، (۳) بیرونجات کے لوگوں کو گھر بیٹھے وظائف وغیرہ پہونچتے رہتے تھے،

بعض حاجتمندوں کی وقتی امداد بھی کرتے تھے، چنانچہ مالک بن اوس رضہ سے منقول ہے[۱]

بینما انا جالس فی اهلی حین متع النهار	میں اپنے گھر میں بیٹھا تھا، دن چڑھ چکا تھا، اتنے
اذا رسول عمر بن الخطاب یاتینی فقال	میں حضرت عمر بن خطاب کا آدمی پہونچا کہ امیرالمومنین
اجب امیر المومنین، فانطلقت معه	بلا رہے ہیں، میں اوسکے ساتھ روانہ ہوا، اور
حتی ادخل علی عمر... فسلمت علیه	حضرت عمر رضہ کے پاس پہونچا، اونکو سلام کیا، اور
فقال یا مال انه قدم علینا من	بیٹھ گیا، حضرت عمر رضہ نے کہا اے مالک تمہاری
قومك اهل ابیات وقد امرت فیهم	قوم کے کچھ لوگ میرے پاس آئے تھے، اور میں نے
برضخ فاقبضه فاقسمه بینهم، فقلت	اونکے لیے کچھ دینے کا حکم صادر کردیا ہے تم اوسکو
یا امیر المومنین لو امرت به	لیجاکر اون لوگوں میں تقسیم کردو، میں نے کہا اے
غیری قال فاقبضه ایها المرء!	امیرالمومنین کاش آپ یہ خدمت کسی دوسرے
	کے متعلق کرتے، فرمایا اے شخص! اوٹھا بھی لے،

"رضخ" کے لفظ سے ثابت ہوتا ہے کہ وقتی امداد، وظیفہ کی طرح جاری نہیں رہتی تھی، نیز ایسی رقمیں قبائل کو عرفا یا سربرآوردہ لوگوں کے ذریعہ سے تقسیم کی جاتی تھیں،

---

[۱] بخاری کتاب الجهاد باب فرض الخمس،

کپڑے تقسیم کرنا

ضرورت کے وقت کپڑے تقسیم فرماتے تھے، چنانچہ ثعلبہ بن ابی مالک کہتے ہین[1]،

ان عمر بن الخطاب قسم مروطاً بین نساء من نساء المدینة،

حضرت عمرؓ نے مدینہ کی کچھ عورتون کو چادرین عنایت فرمائین،

لاوارث بچونکی تربیت

اولادِ لقطہ یعنے لاوارث بچے، جنکو اونکی مائین شاہراہ وغیرہ پر ڈال جاتی تھین اونکی تربیت کا انتظام بھی بیت المال سے کیا، ابو جمیلہ کا بیان ہے[2]،

وجدت منبوذا فلما رآنی عمر قال عسی الغویر ابؤسا کأنه یتھمنی قال عریفی انه رجل صالح، قال کذٰلک، اذھب وعلینا نفقته،

مین نے ایک بچہ پڑا پایا، جب عمرؓ کے پاس لیکر آیا تو اونھون نے کہا عنقریب غار مصیبت مین ڈالیگا، گویا اونھون نے بدگمانی کا اظہار کیا، میرے عریف نے کہا یہ نیک آدمی ہین، فرمایا ایسا ہی ہونا چاہیئے اچھا اسکو لیجاؤ اور مصارف ہمارے ذمہ رہینگے

عام اعلان کیا کہ اس قسم کے بچے آزاد ہین، اونکو غلام بنانا جائز نہین،

رعایا کی خبر گیری | رعایا کے حالات دریافت کرنے کا ایک بڑا عمدہ طریقہ یہ مقرر کیا کہ مختلف ممالک اور صوبہ جات سے دربارِ خلافت مین سفارتین آتی تھین اور تمام معاملات براہِ راست امیر المومنین کے گوش گذار کیے جاتے تھے، اس سفارت کا نام وفد تھا، چنانچہ حضرت عدی ابن حاتم رضؓ اپنے وفد کا حال بیان کرتے ہین، کہ جب ہم لوگ حضرت عمر رضؓ کے پاس آئے تو اونھون نے ہر شخص کو نام بنام پکارنا شروع کیا، مین نے کہا یا امیر المومنین! کیا آپ

[1] بخاری کتاب الجہاد باب غزو النساء وقتالھن مع الرجال، [2] ایضاً کتاب الشہادات باب اذا زکی رجل رجلاً کفاہ،

مجھ سے واقف نہین؟ فرمایا،

بلی، اسلمت اذ کفروا، واقبلت اذا ادبروا ووفیت اذ غدروا، و عرفت اذا نکروا،	کیون نہین، جب یہ کافر تھے تم اسلام لائے، جب یہ پیچھے تھے تم آگے آئے، جب انھون نے عہد شکنی کی تمنے عہد پورا کیا، جب یہ انجان بنگئے تم پہچانتے رہے"

حضرت عدی رض نے یہ سُنا تو بولے اب مجھے کچھ پروا نہین[1]

سفر شام

لیکن اس سے زیادہ ذمہ دارانہ طریقہ یہ اختیار کیا کہ خود دریافت حالات کے لیے سفر گوارا فرمائے، چنانچہ شام کا جو سفر کیا اوسکے حالات بخاری مین مذکور ہین، حضرت ابن عباس رض سے روایت[2] ہے،

ان عمر بن الخطاب خرج الی الشام، حتی اذا کان بسرغ لقیه امراء الاجناد ابو عبیدة بن الجراح واصحابه، فاخبروه ان الوباء قد وقع بالشام، قال ابن عباس فقال عمر ادع لی المهاجرین الاولین فدعاهم فاستشارهم واخبرهم ان الوباء قد وقع بالشام، فاختلفوا	عمر بن الخطاب رض شام کیطرف روانہ ہوئے، جب سرغ پہونچے امرار فوج ابو عبیدہ بن الجراح اور اونکے رفقاء سے ملاقات ہوئی، اون لوگون نے کہا کہ شام مین وبا پھیلی ہوئی ہے، ابن عباس کہتے ہین کہ عمر رض نے کہا مہاجرین اولین کو بلاؤ" اونھون (ابن عباس) نے بلایا، حضرت عمر رض نے اون سے مشورہ کیا اور فرمایا کہ شام مین وبا پھیلی ہوئی ہے اون لوگون نے اختلاف کیا،

[1] بخاری کتاب المغازی باب قصۃ وفد طے، [2] ایضاً کتاب الطب باب مایذکر فی الطاعون،

فقال بعضهم قد خرجت لامر ولا نری ان ترجع عنه، وقال بعضهم معك بقية الناس واصحاب رسول اللّٰه صلعم ولا نری ان تقدمهم علی هذا الوباء، فقال ارتفعوا عنی، ثم قال ادع لی الانصار فدعوتهم فاستشارهم فسلکوا سبیل المهاجرین، واختلفوا کاختلافهم، فقال ارتفعوا عنی، ثم قال ادع لی من کان ههنا من مشیخة قریش من مهاجرة الفتح، فدعوتهم فلم یختلف منهم علیه رجلان، فقالوا نری ان ترجع بالناس ولا تقدمهم علی هذا الوباء، فنادی عمر فی الناس انی مصبح علی ظهر فاصبحوا علیه، قال ابوعبیدة أفرارا من قدر اللّٰه؟ فقال عمر لو غیرك قالها یا اباعبیدة! نعم نفر من قدر اللّٰه الی قدر اللّٰه،

بعض نے کہا آپ ایک ضروری کام کے لیے آئے تھے اور واپس جانا مناسب نہین، بعض بولے کہ آپ کے ساتھ منتخب صحابہ ہین اور ہمارے نزدیک اونکو وبا کی زمین مین لیجانا اچھا نہین، حضرت عمرؓ نے کہا تم لوگ اوٹھ جاؤ، پھر فرمایا کہ انصار کو بلاؤ، مین نے بلایا، حضرت عمرؓ نے اون سے بھی مشورہ کیا، اون لوگون نے مہاجرین کا طریقہ اختیار کیا، اور مختلف رائین دین، حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم لوگ اوٹھ جاؤ، پھر کہا یہان جو مہاجرین فتح مین سے سن رسیدہ قریشی لوگ موجود ہون اونکو بلاؤ، مین نے بلایا، ان لوگون مین سے دو آدمی بھی مختلف الرائے نہ تھے، اونھون نے کہا کہ آپ لوگون کو لیکر واپس جائین، وبا کی زمین مین قدم رکھنا مناسب نہین، حضرت عمرؓ نے اعلان کیا کہ مین اونٹ کی پیٹھ پر صبح کرونگا، تم لوگ بھی ایسا ہی کرنا، ابوعبیدہ نے کہا کیا قضائے الٰہی سے آپ بھاگتے ہین؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ابوعبیدہ کاش تمھارے علاوہ کوئی اور

أرأيت لو كان لك ابل هبطت
واديا له عدوتان احدهما خصبة
والاخرى جدبة، أليس ان رعيت
الخصبة رعيتها بقدر الله، وان
رعيت الجدبة رعيتها بقدر الله؟
قال فجاء عبد الرحمان بن عوف
وكان متغيبا فى بعض حاجته فقال
ان عندى فى هذا علمًا سمعت رسول الله
صلعم يقول اذا سمعتم به بارض
فلا تقدموا عليه، واذا وقع
بارض وانتم بها فلا تخرجوا فرارا
منه، قال فحمد الله عمر ثم انصرف،

شخص یہ بات کہتا، ہان ہم قضاے الٰہی سے قضاے
الٰہی کیطرف بھاگتے ہین! تم بتلاؤ، اگر تمھارے پاس
اونٹ ہوا اور تم کسی ایسے وادی مین اترو جسکے
دو کنارے ہون ایک سرسبز اور دوسرا بے آب و
گیاہ، تو کیا اگر سرسبز مین اونٹ چراؤ گے تو قضاے
الٰہی کے موافق نہو گا؟ اور اگر دوسرے مین چراؤ گے
تو قضاے الٰہی کی مطابقت نہو گی؟ راوی کہتا ہے
کہ اتنے مین عبدالرحمان بن عوف رض آئے، وہ
کسی ضرورت سے گئے ہوئے تھے اونھون نے کہا
اسکے متعلق میرے پاس علم ہے، مین نے رسول اللہ صلعم
سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جب تم کسی زمین مین
بیماری کا حال سنو تو وہان نہ جاؤ، اور اگر تمھاری
زمین مین بیماری شروع ہو تو بھاگنے کے ارادہ
سے نہ نکلو، راوی کا بیان ہے کہ حضرت عمر رض نے
خدا کا شکر ادا کیا، اور واپس ہوئے،

سالم بن عبد اللہ کہتے ہین[۲]

[۱] بخاری کتاب الحیل باب مایکرہ من الاحتیال فی الفرار من الطاعون، حضرت عمر رض نے شام کا دو بار سفر کیا تھا، لیکن صحیح مین ایک سفر کا واقعہ مذکور ہے، یہ سفر سنہ ۱۸ھ مین ہوا تھا،

ان عمر انما انصرف من حدیث عبد الرحمان، — حضرت عمرؓ، عبد الرحمٰن نے جو حدیث بیان کی تھی اوسکی بنا پر واپس ہوئے تھے،

اس روایت سے چند باتین مستنبط ہوتی ہین، (۱) حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت مین شام مین وبا پھیلی تھی، (۲) حضرت عمرؓ کے ہمراہ مدینہ سے چند اکابر صحابہ گئے تھے، جن مین ابن عباس رضؓ بھی تھے، (۳) مہاجرین وانصار مین اختلافِ رائے ہوتا تھا، لیکن قریش کے وہ صحابہ جو فتح مکہ کے زمانہ مین ایمان لائے تھے، زیادہ صائب الرائے تھے، اور اونمین اختلاف نہین ہوتا تھا،

رعایا کا تمول — حضرت عمرؓ کا رعایا کی حالت سے باخبر رہنا، بڑی سعادت اور خیر و برکت کا باعث ہوا، چنانچہ مادی حیثیت سے رعایا کی حالت درست ہوگئی، اور وہ قومین جو قانوناً حکمران سلطنتون کی ملکیت سمجھی جاتی تھین، اور جنکی ذاتی حیثیت بالکل فنا ہوگئی تھی، عام طور پر دولت و ثروت کی گنجینہ دار بن گیئن،

حضرت عمرؓ کی عہدِ خلافت مین اگرچہ سیم و زر، اور لعل و جواہر کی وہ جگمگاہٹ نظر آتی تھی، جو آگے چلکر پھر کبھی نظر نہین آئی، تاہم مسلمانون کی غیر محدود ضرورتون کے مقابلہ مین اوسکا وجود، عدم کے برابر تھا، اس بنا پر حضرت عمرؓ کو ہمیشہ سونے چاندی کی کمی محسوس ہوا کرتی تھی، البتہ زمین کی قوتِ نامیہ نے جو خزانے کھیتون اور باغون مین جمع کردیے تھے رعایا کی خوش حالی کا دار و مدار زیادہ تر اونھی پر تھا، وہ خود فرماتے ہین:[۱]

فالماء والکلأ الیس علیّ من الذھب — پانی اور چارہ دینا میرے لیے بہ نسبت سونا اور

[۱] بخاری کتاب الجہاد باب اذا اسلم قوم فی دار الحرب ولھم مال الخ

دالورق، چاندی دینے کے زیادہ آسان ہے،

لیکن ان سرسبز وشاداب خزانون کے ساتھ ساتھ حضرت عمرؓ کا دستِ کرم سیم و زر کی عام بارش مین بھی مصروف رہتا تھا، اور بیت المال سے سالانہ رعایا کو گھر بیٹھے وظائف پہنچتے رہتے تھے، جس سے تمول مین یہ عالمگیری پیدا ہوگئی تھی کہ غریب سے غریب بڑھیا کا جھونپڑا بھی گنج ودولت کا قارون کدہ معلوم ہوتا تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے خلافت کے آخری سال ارشاد فرمایا تھا[۱]

لان سلمنی اللہ لادعن ارامل اھل العراق لایحتجن الی رجل بعدی ابداً،	اگر خدا نے مجھکو زندہ رکھا تو مین اہلِ عراق کی بیوہ عورتونکو ایسی حالت مین چھوڑ جاؤنگا کہ میرے بعد اونکو کسی شخص کی امداد کی احتیاج باقی نہ رہے گی،

حضرت عمرؓ کی یہ آرزو اگرچہ پوری نہو سکی، اور چوتھے ہی روز زخمی ہوکر انتقال فرماگئے، تاہم رعایا کی دولت وثروت اس پیمانہ پر پہونچ گئی تھی کہ آیندہ زمانہ مین بغداد، بصرہ، اور کوفہ مین تمدنِ اسلامی کا جو جاہ وجلال نظر آیا وہ اسی کا کرشمہ تھا، اور ہارون وماموں کی تمام شاہانہ اولالعزمیان اور حوصلہ مندیان اسی کا نتیجہ تھین،

رعایا کی تجارت حضرت عمرؓ کے عہدِ مبارک مین رعایا کی خوش حالی کا ایک بڑا سبب تجارت بھی تھی، جسکو عام طور پر لوگون نے اپنا پیشہ بنا لیا تھا، صحابۂ کرام مین سے جو لوگ اس کامیاب پیشہ مین مشغول تھے، اون مین حضرت ابن ابی اوفی رضہ کا نام بتصریح مذکور ہے، وہ گیہون،

[۱] بخاری کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان بن عفان رضہ،

جو، کشمش اور کھجور کی تجارت کیا کرتے تھے،[1]

لیکن اس تجارت کی سب سے بڑی خصوصیت امانت اور دیانت تھی، جو بعد مین کبھی نظر نہ آئی، چنانچہ حضرت حذیفہ رض نے جب زمانہ مابعد مین اس خصوصیت کو اوٹھتے ہوئے دیکھا تو زمانۂ ماضی کی ان الفاظ مین تصویر کھینچی،[2]

ولقد اتی علیّ زمان ولا ابالی ایکم بایعت، لئن کان مسلماً ردہ علیّ الاسلام، وان کان نصرانیاً ردہ علیّ ساعیہ، فاما الیوم فما کنت ابایع الا فلاناً وفلاناً،	مجھ پر ایک زمانہ ایسا بھی آیا ہے جب مجھے بیع و شرا کے معاملات مین بالکل پروا نہین ہوتی تھی، کیونکہ مسلمان کو اوسکا مذہب (دیانت پر) مجبور کرتا تھا، اور نصرانی سے وہان کا حاکم علاقہ میرا حق دلا سکتا تھا، لیکن اب تو (امانت اوٹھ چکی ہے اسلیے)، مین فلان فلان لوگونکے سوا اور کسی سے خرید و فروخت نہین کرتا

یا وہ مبارک زمانہ تھا جس مین مسلم، نصرانی، اور تمام غیر مذاہب کے لوگ اخلاقی اصلاح کی بنا پر معاملات مین دیانت سے کام لیتے تھے، اور یا یہ زمانہ ہے کہ جسمین مسلمان، مسلمان پر بھی اطمینان نہین کر سکتا، افسوس!

زمانۂ خلافت پر صحابہ کی رائے حضرت عمر رض کے عہد خلافت کے تمام اہم واقعات، اور عظیم الشان کارنامے اوپر بیان ہو چکے، اور اب ناظرین کو اس بات کے فیصلہ کرنے کا موقع ہے کہ حضرت عمر رض کے برابر دنیا مین کوئی فاتح اور کشورستان گذرا ہے، یا نہین؟ فتوحات کی وسعت،

[1] بخاری کتاب السلم باب السلم فی وزن معلوم، [2] ایضاً کتاب الرقاق باب رفع الامانۃ،

نظامِ حکومت، انتظاماتِ ملکی، تدبیر و سیاست، عدل و انصاف، اشاعتِ مذہب، سرپرستیِ علوم، اصلاحِ اخلاق، کے جو فرائض اونھون نے ادا فرمائے، اونکی نظیر سے اقوامِ قدیمہ و جدیدہ دونون کی تاریخین خالی ہین، اونھون نے ایک جدید سلطنت نہین بلکہ ایک جدید تمدن کی بنیاد ڈالی، جسکی خاص خصوصیت روحانیت تھی، اس بنا پر اونکے آئینِ حکومت مین کسرویت و قیصریت کی جھلک نہ تھی، بلکہ اوس تجلی کے انوار نمایان تھے جس نے فاران کی چوٹیون، اور حرا کے غارون کو ایک مدت تک منور رکھا تھا، شاہانِ عالم، جم و کے کی عظمت کا منظر پیش کرتے ہین، لیکن امیر المومنین عمر بن الخطاب رض مین محمد رسول اللہ، اور داؤدؑ و سلیمانؑ کا جلال نظر آتا تھا! عین اوس وقت جب وہ سکندرِ اعظم کے فاتحانہ جوش سے لبریز ہوتے تھے اونکے قالبِ اطہر مین جبریلِ امینؑ کی پاک روح متحرک معلوم ہوتی تھی!

یہ صرف ہماری راے نہین ہے، بلکہ وہ لوگ جنکی آنکھون نے یہ تمام مناظر مشاہدہ کیے تھے، استعارات سے علٰحدہ ہو کر اسی قسم کا خیال ظاہر کرتے ہین، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا قول ہے[1]

والذی لا الٰہ الا ھو، ما اذکر ما غبر من الدنیا الا کالثغب شرب صفوہ و بقی کدرہ!	اوس ذات کی قسم جسکے سوا کوئی معبود نہین، دنیا کا جو زمانہ گذر گیا ہے جب اوسکو یاد کرتا ہون تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک تالاب تھا جسکا صاف پانی پی لیا گیا اور گدلا پانی باقی رہ گیا ہے!

[1] بخاری کتاب الجہاد باب عزم الامام علی الناس فیما یطیقونہ،

حضرت عبداللہ بن عمر رض فرماتے ہین[1]،

ما رأیت احداً قط بعد رسول اللہ صلعم من حین قبض کان اجد و اجود حتی انتہی من عمر بن الخطاب،	مین نے رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد سے کسی کو آخری وقت تک زیادہ سرگرم اور زیادہ عمدہ عمر بن الخطاب سے بڑھکر نہین پایا،

حضرت عبداللہ بن عباس رض نے خود حضرت عمر رض کے سامنے کہا[2]،

ثم صحبت صحبتہم فاحسنت صحبتہم ولئن فارقتہم لتفارقنہم وھم عنک راضون،	پھر آپ صحابہ کے ساتھ رہے، اور آپ نے حسن رفاقت کا حق ادا کیا، اور اگر آپ اونکو چھوڑین گے تو وہ سب آپ سے رضامند ہونگے،

ایک انصاری نوجوان نے مجمع عام مین اونکو مخاطب کرکے کہا[3]،

ثم ولیت فعدلت،	پھر آپ خلیفہ بنائے گئے تو آپنے عدل و انصاف کیا،
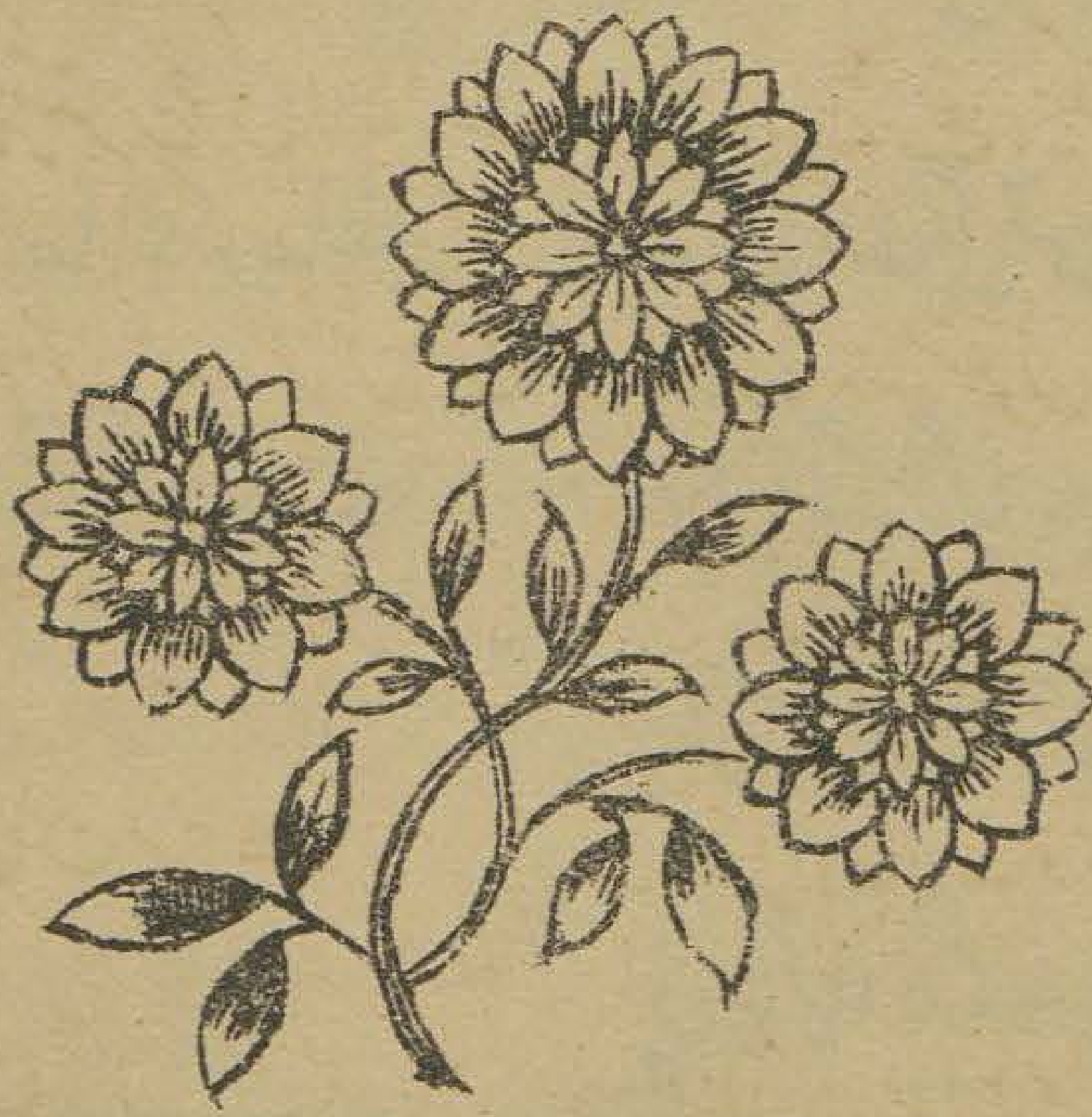
[1] جاری کتاب المناقب مناقب عمر بن الخطاب رض، [2] ایضاً، [3] ایضاً باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان بن عفان رض،

حجِ اخیر

اثباتِ حق، تشئیدِ ملت، امحارِ بدعت، اعلانِ احکام، نگرانیِ عمال، کی بنا پر امیرالمومنین سالانہ حج کے اجتماعِ عظیم مین شرکت فرماتے تھے، اور خود حاجیون کے قافلہ سالار بنتے تھے، آخری سال اس مذہبی اور قومی جلوہ گاہ کا آخری تماشا مقصود تھا، اسلیے سالہاے ماسبق کی بہ نسبت زیادہ اہتمام فرمایا، چنانچہ تمام سردارانِ لشکر کے نام حکم پہونچا کہ مکہ معظمہ مین آکر ملین، بخاری مین ہے[1]

وارسل الی امراء الاجناد وکانوا وافوا تلک الحجة مع عمرؓ	اور عبدالرحمان نے امراء اجناد کو بلایا، جو اس حج مین عمرؓ کے ساتھ شریک ہوئے تھے،

ازواجِ مطہرات کو بیشتر حج کی اجازت نہین دیتے تھے، لیکن اس سال اون کو بھی اذن عطا ہوا، چنانچہ ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ سے منقول ہے[2]

اذن عمرؓ لازواج النبی صلعم فی آخر حجة حجھا، فبعث معھن عثمان بن عفانؓ وعبدالرحمان بن عوف،	عمرؓ نے ازواجِ نبی صلعم کو آخری حج مین حج کرنے کی اجازت دی اور اونکی محافظت کیلیے عثمان ابن عفانؓ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کو ساتھ کردیا،

---

[1] بخاری کتاب الاحکام باب کیف یبایع الامام الناس، [2] ایضاً ابواب العمرة باب حج النساء،

صحابہ کے قافلے کے قافلے روانہ ہوئے، جن مین حضرت صہیب رضہ کا نام خصوصیت کے

کے ساتھ معلوم ہے، حضرت ابن عباس رضہ خود امیر المومنین کے ہمرکاب تھے،

ایام حج مین کسی شخص نے کہا، اگر عمر رضہ کا انتقال ہوا تو مین فلان کے ہات پر بیعت

کرونگا، کیونکہ ابوبکر رضہ کی بیعت بھی اتفاقی ہی ہوئی تھی اور وہ تمام ہوگئی، حضرت عمر رضہ کو

اطلاع ہوئی تو سخت برہم ہوئے، اور فرمایا،

انی ان شاء اللہ لقائم العشیۃ فی الناس فمحذرھم ھؤلاء الذین یریدون ان یغصبوھم امورھم،

اگر خدانے چاہا تو مین بعد ظہر لوگون کے سامنے خطبہ دونگا، اور جو لوگ جمہور کے حقوق غصب کرنا چاہتے ہین اونسے لوگون کو ڈراؤنگا،

لیکن حضرت عبدالرحمان بن عوف رضہ نے منع کیا، اور کہا یا امیرالمومنین! آپ ایسا نہ کرین، کیونکہ مجمع مین عوام زیادہ ہین، اور جب آپ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہونگے تو وہ لوگ زبردستی آگے بیٹھین گے، اسلیے مجھے یہ ڈر ہے کہ آپ کے مُنہ سے جو کچھ نکلے گا اوسکو یہ لوگ لے اُڑین گے، اور بغیر سوچ سمجھے اوس کی اشاعت کرینگے، آپ بالفعل توقف فرمائین، مدینہ پہونچکر خطبہ دیجیے گا، وہ دار الہجرۃ اور دار السنۃ ہے، وہان آپ کو صرف سمجھدار اور معزز لوگ ملین گے، اوسوقت آپ اطمینان کے ساتھ تقریر کیجیے گا، اہل علم آپکی تقریر کو محفوظ رکھین گے، اور محل کے مطابق سمجھین گے، حضرت عمر رضہ نے فرمایا[1]،

اما واللہ ان شاء اللہ لاقومن

خدا کی قسم، انشاءاللہ، مدینہ پہونچکر مین پہلا

---

[1] بخاری کتاب المحاربین باب رجم الحبلیٰ،

بذلک اول مقام اقومه بالمدینة،   خطبہ اسی پر دون گا،

مناسکِ حج ادا کرنے کے بعد مدینہ روانہ ہوئے، ابن عباس رض ساتھ تھے، بیدار پہونچے تو ببول کے درختون کے سایہ مین ایک قافلہ نظر آیا، ابن عباس رض سے فرمایا[1]

اذهب فانظر من هولاء الرکب؟   جاؤ، اور دیکھو کہ یہ کون قافلہ ہے؟

اونھون نے جاکر دیکھا تو حضرت صہیب رض تھے، آکر خبر دی، فرمایا،

ادعه لی :-   اونکو بلالاؤ،

ابن عباس رض نے صہیب رض سے جاکر کہا آپ کو امیر المومنین بلا رہے ہین،

مدینہ کو واپسی اور عظیم الشان خطبۂ خلافت

ذوالحجہ کی اخیر تاریخون مین مدینۂ منورہ پہونچے، جمعہ کا دن آیا تو لوگون کے ذوق وشوق کا عجیب عالم تھا، آفتاب ڈھلتے ہی حضرت ابن عباس رض مسجد مین پہونچے لیکن دیکھا کہ حضرت سعید بن زید رض پہلے سے پہونچ چکے ہین، اور منبر کے پایہ کے پاس بیٹھے ہوئے ہین، ابن عباس رض بھی اونکے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گئے، دفعتہً امیر المومنین بر آمد ہوئے ابن عباس رض کی اون پر نظر پڑی تو سعید بن زید رض سے کہا آج ایسی تقریر کرینگے کہ ابتدار زمانۂ خلافت سے لیکر نہ کی ہوگی، سعید رض نے جواب دیا مجھے تو امید نہین کہ ایسی بات کہین گے جو پہلے کبھی کہی ہو امیر المومنین منبر پر متمکن ہوئے تو کئی موذنون نے آواز ملا کر اذان پکاری، موذنونکی خاموشی کے بعد امیر المومنین کھڑے ہوئے، اور حمد وثنا کے بعد فرمایا[2]

[1] بخاری کتاب الجنائز باب قول النبی صلعم یعذب المیت ببعض بکاء اہلہ علیہ، [2] ایضاً کتاب المحاربین باب رجم الحبلی من الزنا،

اما بعد فانی قائل لکم مقالۃ قد | اما بعد، مین تم لوگونکے سامنے ایک بات کہون گا
قدرلی ان اقولہا، لا ادری لعلہا | جسکے متعلق مین نے طے کرلیا ہے کہ اوسکو کہدون،
بین یدی اجلی، فمن عقلہا ووعاہا | مجھے معلوم نہین شاید وہ میری موت سے قبل نکل
فلیحدث بہا حیث انتہت بہ | رہی ہو، جو شخص اوسکو سمجھے اور محفوظ رکھے تو
راحلتہ، ومن خشی ان لا یعقلہا | جہان تک اوس کی سواری اوسکو لے جاسکتی ہو،
فلا احل لاحد ان یکذب علیّ، | بیان کرسکتا ہے، اور جسکو یہ خوف ہو کہ سمجھ نہ سکیگا
تو مین کسی کو اسکی اجازت نہین دیتا کہ مجھپر جھوٹ بولے،

جانشین پیغمبر صلعم کا یہ آخری خطبۂ خلافت تھا، اسلیے بعض اہم مسائل کا ذکر ضروری معلوم ہوا، محارم الٰہی مین زنا کا خاص درجہ ہے، اور اوس کی بعض صورتین اسقدر مبغوض قرار دی گئی ہین کہ اون مین رجم کا حکم ہوتا ہے، لیکن رجم کی آیت قرآن مجید مین موجود نہین، اس بنا پر ایک منکر اس حکم کا انکار کرسکتا ہے، حضرت عمرؓ کو اس کی کھٹک محسوس ہوئی! اس لیے صاف صاف فرمایا،

ان اللہ بعث محمداً صلعم بالحق، | خدا نے محمد صلعم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا، اور
وانزل علیہ الکتاب، فکان مما | اونپر کتاب نازل کی، جسمین آیتِ رجم بھی تھی، ہمنے
انزل اللہ آیۃ الرجم فقرأناہا | اوسکو پڑھا، سمجھا، اور یاد رکھا، رسول اللہ صلعم نے
وعقلناہا ووعیناہا، رجم رسول اللہ | رجم کیا اور ہم نے اونکے بعد رجم کیا، مین ڈرتا ہون
صلعم ورجمنا بعدہ، فاخشی ان | کہ آگے چلکر کوئی یہ نہ کہے کہ ہمکو کتابِ الٰہی مین

طال بالناس زمان ان یقول قائل واللہ ما نجد آیۃ الرجم فی کتاب اللہ فیضلوا بترک فریضۃ انزلہا اللہ، والرجم فی کتاب اللہ حق علی من زنی اذا احصن من الرجال والنساء اذا قامت البینۃ او کان الحبل والاعتراف

آیتِ رجم نہین ملتی، اور لوگ ایک فرض کے ترک کرنے کے سبب سے گمراہ ہون جسکو خدا نے نازل کیا تھا، رجم کتابِ الٰہی مین اوس شخص پر فرض ہے جو محصن ہو کر زنا کرے، جب ثبوت موجود ہو یا حمل رہ جائے، یا اعتراف کرتا ہو،

جاہلیت کا غرور اور شرافتِ نسب کا فخر، بہت سے لوگون کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، اور وہ اپنے خاندان کے بجائے کسی معزز اور ممتاز خاندان سے اپنا سلسلۂ نسب ملا لیتے ہین، یہ نہایت مذموم اور بدترین بداخلاقی ہے، اسلیے اسکی نسبت ارشاد ہوا،

ثم انا کنا نقرء فیما نقرء من کتاب اللہ ان لا ترغبوا عن آبائکم، فانہ کفر بکم ان ترغبوا عن آبائکم، او ان کفرا بکم ان ترغبوا عن آبائکم،

پھر ہم کتابِ الٰہی مین یہ بھی پڑھا کرتے تھے کہ تم لوگ اپنے آبار و اجداد سے اعراض نہ کرو، کیونکہ ایسا کرنا کفر ہے،

رسالت و نبوت کے حدود سے متجاوز ہونے اور حیثیتِ نبوت کے بدل جانے کا اندیشہ تھا، اسلیے مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا،

الا! ثم ان رسول اللہ صلعم قال لا تطرونی کما اطری عیسی بن مریم

ہان! پھر رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے مجھ کو اتنا نہ بڑھاؤ جس طرح عیسیٰ بن مریم بڑھائے گئے،

وقولوا عبد الله ورسوله،

بلکہ یہ کہو کہ خدا کے بندہ اور رسول ہین،

اسکے بعد اصل مسئلہ پر متوجہ ہونے کا وقت آیا، اور اونھون نے خلافت کی نسبت ایک مفصل ہدایت، اور اسلام کے نظام کی کیفیت لوگون کے ذہن نشین کی، چنانچہ ارشاد ہوا،

ثم انه بلغني ان قائلا منكم يقول والله لومات عمر بايعت فلانا فلا يغترن امرء ان يقول انما كانت بيعة ابي بكر فلتة وتمت، الا! وانها قد كانت كذلك، ولكن الله وقى شرها، وليس منكم من تقطع الاعناق اليه مثل ابي بكر، من بايع رجلا عن غير مشورة من المسلمين فلا يبايع هو ولا الذي تابعه تغرة ان يقتلا،

پھر مجھکو معلوم ہوا ہے کہ تم مین سے کسی نے یہ کہا ہی کہ اگر عمرؓ کا انتقال ہوا تو مین فلان سے بیعت کرونگا، تو کوئی شخص دہوکہ مین آکر یہ نہ کہے کہ ابوبکر کی بیعت اتفاقیہ ہوئی تھی اور بخیر وخوبی تمام ہوگئی، ہان بے شک وہ ایسی ہی تھی، لیکن خدا نے اوسکے شر سے محفوظ رکھا، اور تم مین کوئی شخص ایسا نہین ہے جسکے پاس ابوبکر کی طرح اونٹ گردنین ہلا ہلا کر آتے ہون، جو مسلمانونکے بغیر مشورہ کسی سے بیعت کریگا اوسکی بیعت نہین ہوگی اور نہ متبعین کی بیعت ہوگی کیونکہ ایسے لوگونکو قتل ہونیکا خوف ہے

سقیفۂ بنو ساعدہ اور خلافت کی تاریخ،

وانه قد كان من خبرنا حين توفى الله نبيه صلعم ان الانصار خالفونا واجتمعوا باسرهم في سقيفة بني

اور جب خدا نے اپنے رسول صلعم کو وفات دی تو ہمارا حال یہ تھا کہ انصار مخالف ہوگئے تھے اور وہ کل کے کل سقیفہ بنو ساعدہ مین جمع ہوئے

ساعدة، وخالف عنا علی والزبیر
ومن معهما، واجتمع المهاجرون
الی ابی بکر، فقلت لابی بکر یا ابا بکر!
انطلق بنا الی اخواننا هؤلاء من الانصار
فانطلقنا نریدهم، فلما دنونا
منهم لقینا منهم رجلان صالحان
فذکرا ما تمالأ علیه القوم، فقالا
این تریدون یا معشر المهاجرین؟
فقلنا نرید اخواننا هؤلاء من الانصار
فقالا لا علیکم ان لا تقربوهم، اقضوا
امرکم، فقلت واللہ لنأتینهم!
فانطلقنا حتی اتیناهم فی سقیفة
بنی ساعدة، فاذا رجل مزمل بین
ظهرانیهم، فقلت من هذا؟ قالوا
هذا سعد بن عبادة، فقلت لهم
ماله؟ قالوا یوعک، فلما جلسنا
قلیلا، تشهد خطیبهم فاثنی علی الله

اور علی اور زبیر وغیرہ نے بھی مخالفت کی، اور
مہاجرین ابوبکر کے پاس جمع ہوئے، مین نے
ابوبکر سے کہا اے ابوبکر ہمکو ہمارے انصاری
بھائیون کے پاس لے چلیے، ہم ادھر روانہ
ہوئے، جب قریب پہونچے تو ان مین سے دو صالح
شخصون سے ملاقات ہوئی، انھون نے انصار
کی تجویزین بیان کین اور کہا مہاجرین! آپ
لوگ کہان جاتے ہین؟ ہم نے کہا انصاری
بھائیون کے پاس، انھون نے کہا وہان
جانے کی ضرورت نہین، آپ لوگ اپنا فیصلہ
خود کرین، مین نے جواب دیا کہ خدا کی قسم ہم
ضرور جائین گے، ہم چلے اور سقیفہ بنو ساعدہ
پہونچے، وہان ایک شخص کمبل اوڑھے ہوئے
درمیان مین بیٹھا تھا، مین نے کہا یہ کون ہے؟
جواب ملا، سعد بن عبادہ، مین نے کہا کیسے ہین؟
کہا بخار آتا ہے، جب ہم بیٹھ گئے تو کچھ دیر کے
بعد انصار کا خطیب خطبہ دینے کے لیے اوٹھا،

بما هو اهله، ثم قال اما بعد فنحن
انصار الله وكتيبة الاسلام، وانتم
معاشر المهاجرين رهط، وقد دفت
دافة من قومكم، فاذا هم يريدون
ان يختزلونا من اصلنا، وان يحضنونا
من الامر،

تشہد اور حمد کے بعد اوسنے کہا اما بعد ہم خدا کے
انصار اور اسلام کی فوج ہین، اور تم گروہ
مہاجرین چند نفوس ہو جو اپنی قوم مین سے ہمارے
ہان آئے، تعجب ہے کہ یہ لوگ ہم کو کاٹ کر خلافت
سے محروم کرنا چاہتے ہین،

فلما سكت اردت ان اتكلم
وكنت زورت مقالة اعجبتني اريد ان
اقدمها بين يدي ابي بكر، وكنت
اداري منه بعض الحد، فلما اردت
ان اتكلم قال ابو بكر على رسلك فكرهت
ان اغضبه فتكلم ابو بكر فكان هو احلم
مني واوقر، والله ما ترك من كلمة
اعجبتني في تزويري، الا قال في
بديهته مثلها او افضل منها، حتى
سكت، فقال ما ذكرتم فيكم من خير
فانتم له اهل ولن يعرف هذا الامر

جب خطیب خاموش ہوا مین نے بولنا چاہا، اور
مین نے خطبہ سوچ لیا تھا، جو مجھکو اچھا معلوم ہوتا
تھا، ارادہ ہوا کہ اوسکو ابو بکر سے پہلے کہدون،
مین اونکے غصہ کو دفع کرتا رہتا تھا جب مین نے
بولنا چاہا ابو بکر نے کہا ٹھہرو، مین نے اونکو غصہ
دلانا کردہ سمجھا، ابو بکر نے تقریر شروع کی وہ مجھسے
زیادہ متین اور باوقار تھے، خدا کی قسم جو جملے
مین نے انتخاب کئے تھے، اور مجھکو اچھے معلوم
ہوتے تھے اونھون نے فی البدیہہ اونکے مثل
یا افضل جملے کہے، یہانتک کہ تقریر ختم ہوئی،
اونھون نے کہا، تم لوگون نے اپنے جو فضائل

الا لهذا الحی من قریش ، هم اوسط العرب نسبًا و دارًا وقد رضیت لکم احد هذین الرجلین فبایعوا ایهما شئتم، فاخذ بیدی و بید ابی عبیدة بن الجراح، وهو جالس بیننا،

فلم اکره مما قال غیرها،

کان واللہ ان اقدم فتضرب عنقی لا یقربنی ذلك من اثم احب الیّ من ان اتأمر علی قوم فیهم ابوبکر، اللّٰهم الا ان تسول لی نفسی عند الموت شیئا لا اجده الآن!

فقال قائل من الانصار

انا جذیلها المحکك وعذیقها المرجب منا امیر ومنکم امیر یا معشر قریش، فکثر اللغط، وارتفعت الاصوات، حتی فرقت من الاختلاف فقلت ابسط

بیان کئے تم اونکے اہل ہو، لیکن یہ امر (خلافت) قریش کے سوا کسی کے سپرد نہو گا، وہ نسب اور مسکن کے لحاظ سے تمام عرب سے افضل ہیں؛ اور مین تمھارے یے ان دو شخصون مین سے ایک کو انتخاب کرتا ہون جسکے ہاتھ پر چاہو بیعت کرلو، اوسکے بعد اونھون نے میرا اور ابو عبیدہ بن جراح کا ہاتھ پکڑا، اور بیٹھ گئے، مجھ کو اونکا یہ فقرہ ناگوار ہوا، خدا کی قسم اگر میری گردن ماردی جاتی تو اس سے بڑھکر کوئی گناہ مجھکو محبوب نہ تھا، بہ نسبت اسکے کہ مین اوس قوم کا امیر بنایا جاؤن جسمین ابوبکر ہون، البتہ اگر موت کے وقت کوئی دوسرا خیال پیدا ہوجائے تو یہ اور بات ہے، جو اسوقت موجود نہین،

انصار کے ایک شخص نے کہا، مین وہ لکڑی ہون جسپر رگڑ کر خارشتی اونٹ شفا پاتے ہین، اور وہ شاخ ہون جسکی نگہداشت کی جاتی ہے، اے قریش! ہمارا امیر الگ اور تمھارا الگ، اسپر بڑا شور ہوا اور آوازین بلند ہوگئین، یہانتک کہ مجھکو

يدك يا ابا بكر فبسط يده فبايعته
وبايعه المهاجرون ثم بايعته الانصار
ونزونا على سعد بن عبادة فقال
قائل منهم قتلتم سعد بن عبادة
فقلت قتل الله سعد بن عبادة !

وانا والله ما وجدنا فيما حضرنا
من امر اقوى من مبايعة ابي بكر !
خشينا ان فارقنا القوم ولم تكن
بيعة ان يبايعوا رجلا منهم بعدنا
فاما تابعناهم على ما لا نرضى، واما
نخالفهم فيكون فسادا، فمن بايع
رجلا على غير مشورة من المسلمين
فلا يبايع هو ولا الذي تابعه تغرة
ان يقتلا !

اختلاف کا خوف پیدا ہوا، مین نے کہا اے ابوبکر!
ہاتھ پھیلائیے، اونھون نے ہاتھ پھیلایا، مین نے
بیعت کی، اور مہاجرین نے بیعت کی پھر انصار نے
بیعت کی، اور ہم سعد بن عبادہ پر غالب آئے،
اون مین سے ایک شخص نے کہا تم نے سعد بن عبادہ
کو مار ڈالا، مین نے کہا خدا سعد بن عبادہ کو مارے،
خدا کی قسم اوسوقت جو واقعات سامنے تھے،
اون مین ہمکو ابوبکر کی بیعت سے بڑھکر کوئی چیز
قوی نہین معلوم ہوئی، ہمکو یہ خوف پیدا ہوا
کہ اگر بیعت نہ ہوئی اور انصار کو چھوڑ دیا گیا تو
وہ ہمارے بعد اپنی جماعت مین سے کسی کے ہاتھ
پر بیعت کرینگے، اوسوقت یا تو ہمکو جبرًا وکرہًا
اونکا اتباع کرنا پڑتا، اور یا مخالفت کرتے تو
فساد ہوتا، جو شخص بلا مشورہ کسی سے بیعت کریگا،
تو اوس کی اور اوسکے متبعین کی بیعت نہین
کیجائے گی، کیونکہ اون لوگون کے قتل کا اندیشہ
رہے گا،

اس خطبہ سے لوگوں کے خیالات بدل گئے، اور جمہوری نظام پر شخصی نظام کی تحریک غالب نہ آسکی،

امیر المومنین کے ساتھ تمام عمال اور سرداران فوج بھی مدینہ آئے تھے، اسلیے محاسبہ کا موقع تھا، چنانچہ ایک روز حضرت حذیفہ رض اور عثمان بن حنیف رض سے عراق کے خراج کی نسبت دریافت فرمایا، اور جب اطمینان ہوگیا تو کہا کہ اگر میں زندہ رہا تو عراق کی بیوہ عورتوں کو خلفاے مابعد کی امداد سے بے نیاز کردونگا! لیکن افسوس! اسکے چوتھے ہی روز زخمی ہوگئے اور شہادت کی نوبت آئی،

سلہ بخاری کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان بن عفان رض، کل مدت خلافت ۱۰ سال ۶ ماہ ۴ دن

وفات

ذوالحجہ کی اخیر تاریخیں تھیں کہ قلبِ اسلام شق ہوگیا، علمِ توحید کے پُرزے اُڑ گئے، خلافتِ راشدہ کا شیرازہ بکھر گیا، یعنے امیرالمومنین عمر بن الخطاب رضہ نے وفات پائی، امیرالمومنین کی وفات کسی معمولی شخص کی وفات نہ تھی، کسی خاص مسلمان کی وفات نہ تھی، کسی برگزیدہ صحابی کی وفات نہ تھی، بلکہ ایک قوم کی وفات تھی، ایک امت کی وفات تھی، ایک کائنات کی وفات تھی، اور ایک عالم کی وفات تھی! اونکے انتقال سے مدینہ کے درودیوار متزلزل ہوگئے، عرب کا ستارۂ اقبال غروب ہوگیا، شجاعت کی سہا ہین پاش پاش ہوگئی، فتوحات کا سیلاب رُک گیا، فطرت کی شاہراہ گم ہوگئی، کفر و ظلمت کے یاجوج عالم پر چھاگئے، ہدایت کا آفتاب مغرب سے طلوع ہوا،

حضرت عمر رضہ کی شہادت کی خبر متعدد احادیث مین بیان کی گئی ہے، اس لیے بہت سے صحابہ اور خود حضرت عمر رضہ بھی اوس سے پہلے سے واقف تھے،

ایکبار رسول اللہ صلعم، حضرت ابوبکر رضہ، حضرت عمر رضہ، اور حضرت عثمان رضہ، کوہِ احد پر چڑھے تو اوسپر لرزہ طاری ہوگیا، آنحضرت صلعم نے فرمایا احد! ثابت رہ، تجھپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہین،[۱]

---

[۱] بخاری کتاب المناقب باب مناقب ابی بکر رضہ،

ایک دفعہ آنحضرت صلعم بئر اریس کی جگت پر پانوٗن لٹکا کر بیٹھے، تو حضرت ابو بکرؓ داہنی طرف اور حضرت عمرؓ بائین جانب اسی ہئیت سے بیٹھے تھے[1] (کنوین کی تعبیر قبر ہوتی ہی)

ایکمرتبہ حضرت عمرؓ نے صحابہ سے دریافت کیا،

ایکم یحفظ حدیث رسول اللہ صلعم عن الفتنة ؟ — رسول اللہ صلعم نے فتنہ کے متعلق جو ارشاد فرمایا تھا وہ تم مین سے کسکو یاد ہے ؟

حضرت حذیفہؓ نے کہا "مجھے" فرمایا تم بڑے جری ہو، اچھا بتاؤ، کیا فرمایا ہے ؟ حضرت حذیفہؓ بولے آدمی، جو اپنی بیوی، بچے، اور ہمسایہ کے فتنہ مین پڑتا ہے اوسکا کفارہ نماز، صدقہ، اور اچھے کامون سے ہو جاتا ہے، حضرت عمرؓ نے ارشاد کیا،

لیس هذا ارید، ولکنی ارید التی تموج کموج البحر، — مین یہ نہین پوچھتا، مین اوسکو پوچھتا ہون جو سمندر کی طرح موجین مارے گا!

حضرت حذیفہؓ نے کہا،

لیس علیك منها یا امیر المومنین باس، بینها وبینك باب مغلق، — اے امیر المومنین، آپ کو اوس سے کوئی خوف نہین آپکے اور اوسکے درمیان ایک بند دروازہ ہی

حضرت عمرؓ نے پوچھا،

فیکسر الباب ام یفتح ؟ — تو وہ دروازہ توڑ دیا جائیگا یا کھولا جائیگا؟

حذیفہؓ بولے،

---

[1] بخاری کتاب المناقب باب مناقب ابی بکرؓ،

لا بل یکسر، | نہین، بلکہ توڑا جائیگا،

حضرت عمرؓ نے فرمایا،

فانہ اذا کسر لم یغلق ابداً | اگر وہ توڑا گیا تو کبھی بند نہین کیا جا سکتا!

مسروق نے حضرت حذیفہؓ سے دریافت کیا، دروازہ کون ہے؟ حذیفہؓ نے کہا عمرؓ!

لوگون نے کہا کیا عمرؓ اوس سے باخبر تھے؟ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا،[1]

نعم، کما ان دون غد لیلۃ! | ان جسطرح وہ یہ جانتے تھے کہ کل دن کے بعد رات ہوگی،

حضرت عمرؓ خود دعا فرماتے تھے،[2]

اللھمّ ارزقنی شھادۃ فی سبیلک! | خداوندا مجھکو اپنی راہ مین شہادت عطا فرما، اور

واجعل موتی فی بلد رسولک! | مجھکو اپنے رسول کے شہر (مدینہ) مین وفات دے،

اب ان پیشینگوئیون اور دعاؤن کے پورا ہونے کا وقت آیا،

صبح کی نماز کا وقت تھا، حضرت عمرؓ مسجد نبوی مین پہلی صف مین کھڑے ہوئے تھے، ایک طرف عبداللہ بن عباسؓ اور دوسری طرف عمرو بن میمون تھے، حضرت عمرؓ کی عادت تھی کہ جب دو صفون کے درمیان گذرتے تو فرماتے استووا، برابر ہو جاؤ، جب صفین سیدھی ہو جاتین تو آگے بڑھتے اور مصلے پر جا کر نماز شروع کرتے، پہلی رکعت مین عام طور پر سورۂ یوسف سورۂ نحل یا اور کوئی بڑی سورۃ تلاوت فرماتے، یہان تک کہ نمازی آ آ کر شامل ہو جاتے تھے اور نماز کے خاتمہ تک زیادہ مجمع ہو جاتا تھا،

---

[1] بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ تکفر الخطیئۃ، [2] ایضاً فضائل المدینۃ باب کراہیۃ النبی صلعم ان تعری المدینۃ،

اوس روز اونھون نے تکبیر تحریمہ کہی، تو دفعۃً ایک شخص نے حملہ کر دیا، حضرت عمر رضہ نے آواز دی، قتلنی الکلب! مجھ کو کتے نے مار ڈالا،

قاتل کے ہاتھ مین نہایت تیز چھری تھی جسمین دونون طرف دھار تھی، وہ حضرت عمر رضہ پر وار کر کے بھاگا تو داہین بائین تیرہ آدمیون کو زخمی کرتا ہوا چلا گیا، جن مین سات جان بحق تسلیم ہوئے، یہ دیکھ کر ایک مسلمان نے اوس پر برنس (ایک قسم کی لمبی ٹوپی) ڈالدی، اب اوسکو اپنی گرفتاری کا یقین ہو چکا تھا اسلیے خود چھری مار کر مر گیا،

حضرت عمر رضہ نے عبدالرحمان بن عوف رضہ کا ہات پکڑ کر اپنی جگہ پر کھڑا کیا، جو لوگ قریب تھے تمام ماجرا دیکھ رہے تھے، لیکن دور کے لوگون کو کچھ خبر نہ تھی، اونھون نے حضرت عمر رضہ کی آواز گم پا کر سبحان اللہ سبحان اللہ کہنا شروع کیا، عبدالرحمان بن عوف رضہ نے مختصر نماز پڑھائی، جب لوگ چلے گئے تو حضرت عمر رضہ نے ابن عباس رضہ سے فرمایا،

انظر من قتلنی؟ دیکھو تو مجھ کو کس نے مارا،

وہ کچھ دیر کے بعد پلٹ کر آئے اور کہا مغیرہ کے غلام نے، فرمایا،

الصنع؟ صناع نے؟

بولے ہان، ارشاد ہوا،

قاتلہ اللہ، لقد امرت بہ معروفا!	خدا اوسکو مارے، مین نے تو اوسکو اچھی بات بتلائی
الحمد للہ الذی لم یجعل میتتی بید رجل	تھی، خدا کا شکر ہے کہ میری موت کسی مسلمان کے
یدعی الاسلام! قد کنت انت و	ہاتھ سے نہین ہوئی، تم اور تمھارے باپ (یعنے

ابوک تحبان ان تکثرا لعلوج بالمدینة، — حضرت عباس) یہ پسند کرتے تھے کہ مدینہ مین (رومی، ایرانی) غلام بہ کثرت ہون،

ابن عباس رضہ نے کہا، اگر آپ کی مرضی ہو تو ہم ان لوگونکو قتل کردین، فرمایا،

کذبت، بعد ما تکلموا بلسانکم وصلوا قبلتکم وحجوا حجکم؟ — غلط کہتے ہو، وہ تمھاری زبان بولتے ہین، تمھارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہین، اور حج کرتے ہین،

اس گفتگو کے بعد لوگ اونکو گھر اوٹھا کرلے گئے، تمام لوگون پر ایک مصیبت نازل ہوگئی تھی، بعض کہتے تھے، کوئی ڈر نہین ہے، (اچھے ہوجائین گے) بعض کہتے تھے ہم کو خوف معلوم ہوتا ہے لیکن جب نبیذ پلایا گیا اور وہ شکم سے نکل گیا، اور پھر دودھ بھی شکم مین ٹھہر نہ سکا تو اوسوقت عام طور پر یقین ہوگیا کہ اب زندہ نہین رہ سکتے!

یہ خبر مشہور ہوئی تو چارون طرف سے لوگ ٹوٹ پڑے، حضرت صہیب رضہ آئے اور چیخ چیخ کر رونے لگے، وا اخاہ، واصاحباہ (ہاے میرے بھائی، اے میرے دوست) حضرت عمر رضہ نے فرمایا، صہیب! تم مجھ پر روتے ہو؟ حالانکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ مردے پر بعض اقسام کے نوحہ سے عذاب ہوتا ہے،[1]

اور لوگون نے ثنا و صفت شروع کی، ایک انصاری نوجوان آیا اور کہا یا امیر المومنین آپ خدا کی بشارت سے خوش ہون، رسول اللہ صلعم کے صحابی ہین، قدیم الاسلام ہین، خلافت مین عدل کیا ہے اور پھر سب سے آخر شہادت نصیب ہوئی ہے، حضرت عمر رضہ

[1] بخاری کتاب الجنائز باب قول النبی صلعم یعذب المیت ببعض بکاء اہلہ علیہ،

نے فرمایا[۱]

لیتنی یا ابن اخی، وذلک کفاف — برادر زادہ! کاش یہ میرے لیے کافی ہو اور

لا علیّ ولا لی! — برابر سرا بر چھوٹ جاؤن،

یہ نوجوان جو تہمد باندھے تھا، زمین تک لٹکتی تھی، جب چلنے لگا تو حضرت عمرؓ کی نظر تہمد پر

پڑی، فرمایا اوس لڑکے کو میرے پاس واپس لاؤ، جب سامنے آیا، ارشاد ہوا، برادر زادے

تہمد اوٹھالو، اس سے تقویٰ اور طہارت دونون باتین میسر ہونگی،

زخمون کی تکلیف، اور مرض کی شدت مین، خلافت کی ذمہ داری، اور عذاب و

ثواب کا خیال زیادہ پریشان کر رہا تھا، اور حضرت عمرؓ بار بار بے چین ہو ہو جاتے تھے مسور

ابن مخرمہؓ کہتے ہین،

لما طعن عمر جعل یالم، — جب حضرت عمرؓ زخمی ہوئے تو افسوس کرنے لگے،

یہ دیکھ کر حضرت ابن عباسؓ بولے یا امیر المومنین! اور اگر ایسا ہوا بھی (یعنے آپکا انتقال ہو گیا)

تو آپ رسول اللہ صلعم کے ساتھ رہے، اور حسنِ صحبت کا حق ادا کیا، پھر جب رسول اللہ صلعم نے

دنیا چھوڑی تو آپ سے رضامند تھے، پھر آپ ابو بکرؓ کے ساتھ رہے اور حقِ صحبت ادا کیا

اور وہ بھی جدا ہونے کے وقت آپ سے خوش تھے، پھر آپ اصحاب کے ساتھ رہے اور حسنِ صحبت

کا حق ادا کیا، اور اگر آپ اونکو چھوڑین گے تو وہ بھی آپ سے راضی ہونگے، حضرت عمرؓ

نے جواب دیا[۲]

[۱] بخاری کتاب الجنائز باب جاء فی قبر النبی صلعم وابی بکرؓ وعمرؓ، [۲] ایضاً کتاب المناقب باب مناقب عمر بن الخطابؓ،

اما ما ذکرت من صحبة رسول الله صلعم و رضاه فانما ذاک مَنٌّ مِنَ الله مَنَّ به علیّ، و اما ما ذکرت من صحبة ابی بکر و رضاه فانما ذاک مَنٌّ من الله جل ذکره مَنَّ به علیّ، وَمَّا ما تری بی من جزعی فهو من اجلک و من اجل اصحابک، والله لو ان لی طلاع الارض ذهبا لافتدیت به من عذاب الله قبل ان اراه!!	تم نے جو رسول اللہ صلعم کی رفاقت اور رضامندی کا ذکر کیا ہے تو وہ خدا کا ایک احسان تھا جو اوسنے مجھپر کیا، اور جو ابوبکر کی رفاقت اور رضامندی کا ذکر کیا وہ بھی خداے برتر کا ایک احسان تھا جو اوسنے میرے ساتھ کیا، اور یہ گھبراہٹ جو تم دیکھ رہے ہو یہ تمھارے اور تمھارے اصحاب کی وجہ سے ہے، خدا کی قسم، کاش میرے پاس روے زمین کے برابر سونا موجود ہوتا تو مین اسکا فدیہ ادا کرتا، قبل اسکے کہ عذابِ الٰہی کو دیکھون!

مسلمانو! مقامِ عبرت ہے، ایک طرف تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اور اسلام کے سب سے بڑے برگزیدہ خلیفہ تھے، جو اپنی عظیم الشان خدماتِ مذہبی، اور کثیر اعمالِ صالحہ کے باوجود عذابِ الٰہی کے خوف سے لرز رہے تھے، اور دوسری طرف ہم ہین کہ ہر ہر لمحہ معاصی اور سیأت مین گذرتا ہے، لیکن کسی وقت عذابِ الٰہی کا خطرہ دامنگیر نہین ہوتا، اور ندامت کی گردن نہین جھکتی! یا للاسف!

قرض کا خیال آیا تو عبداللہ بن عمرؓ کو آواز دی،

یا عبد الله بن عمر! انظر ما علیّ من الدین	عبداللہ بن عمر! دیکھو مجھپر کتنا قرض ہے؟

لوگون نے حساب لگایا تو چھیاسی ہزار نکلا، فرمایا،

ان وفی له مال آل عمر فادہ من اموالهم، والا فسل فی بنی عدی بن کعب، فان لم تف اموالهم فسل فی قریش، ولا تعدهم الی غیرہ فأدّ عنی هذا المال،

اگر آل عمر کے مال سے ادا ہو سکے تو ادا کردینا ورنہ بنو عدی بن کعب سے سوال کرنا، اگر اونکا مال بھی کافی نہو تو قریش سے مانگنا، لیکن اونکے سوا اور لوگون سے درخواست نکرنا، تم میرا قرض ادا کردینا،

اب آخری قیام گاہ کا بندوبست ضروری تھا، اسلیے عبداللہ بن عمر رض کو حکم ہوا،

انطلق الی عائشة ام المومنین، فقل یقرء علیک عمر السلام، ولا تقل امیر المومنین، فانی لست الیوم للمومنین امیرًا، وقل یستاذن عمر ابن الخطاب ان یدفن مع صاحبیه،

عائشہ ام المومنین کے پاس جاؤ، اور کہو عمرؓ آپکو سلام کہتے ہین، امیر المومنین نہ کہنا، کیونکہ مین آج مومنین کا امیر نہین ہون، اون سے کہنا کہ عمرؓ بن خطاب آپ سے اپنے دونون ساتھیون (آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکرؓ) کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت مانگتے ہین،

عبداللہ بن عمر رض، حضرت عائشہ رض کے پاس گئے، اور سلام کے بعد اندر جانے کی اجازت حاصل کی، وہ بیٹھی ہوئی رو رہی تھین، اونھون نے کہا عمر بن الخطاب رض نے آپ کو سلام کہا ہے اور اپنے دونون دوستون (آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر رض) کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت چاہتے ہین، حضرت عائشہ رض نے یہ جگہ اپنی قبر کے لیے رکھی تھی، اسلیے جب صحابہ اون سے اوسکے متعلق درخواست کرتے تھے تو صاف کہدیتی تھین کہ مین ایثار

کبھی گوارا نہین کرسکتی، لیکن جب عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت عمرؓ کا پیغام کہا تو فوراً بولین[۱]
ای واللہ، بے شک، خدا کی قسم! (یعنے مین ضرور اجازت دونگی)
اوسکے بعد فرمایا، مین نے یہ جگہ اپنے لیے تجویز کی تھی، لیکن آج مین عمرؓ کو اپنے اوپر ترجیح
دون گی!

حضرت عمرؓ کو جواب کا سخت انتظار تھا، اسلیے جب عبداللہؓ واپس آئے لوگون
نے کہا عبداللہ آگئے، فرمایا، ارفعونی! (مجھ کو اوٹھا کر بٹھاؤ) ایک شخص نے اپنے سہارے
سے ٹیک لگا کر بٹھایا، تو عبداللہ کیطرف متوجہ ہوئے، اور پوچھا،
مالدیک؟ کیا خبر لائے،
اونھون نے جواب دیا، امیرالمومنین کی جو تمنا تھی، ارشاد ہوا،

الحمد للہ، ما کان شئ اھم الیّ	خدا کا شکر ہے، اس خوابگاہ سے زیادہ میرے لیے
من ذلک المضجع[۲] فاذا انا قبضت	کوئی اور چیز اہم نہ تھی، جب میرا انتقال ہو تو جنازہ
فاحملونی ثم سلم فقل یستاذن عمر	اوٹھا کر لیجانا اور سلام کے بعد کہنا عمر بن خطاب
ابن الخطاب، فان اذنت لی	اجازت چاہتے ہین، اگر وہ (حضرت عائشہ)
فادخلونی، وان ردتنی فردونی	اجازت دین تو اندر لیجانا، اور اگر انکار کرین تو
الی مقابر المسلمین،	مسلمانون کے قبرستان مین دفن کر دینا،

ان انتظامات سے فارغ ہوئے، تو عورتون نے اندر آنا چاہا، چنانچہ اونکی صاحبزادی

[۱] بخاری کتاب الاعتصام باب ما ذکر النبی صلعم وحض علی اتفاق اہل العلم آلخ [۲] یہ لفظ کتاب الجنائز باب
ما جاء فی قبر النبی صلعم وابی بکر وعمر مین ہے،

ام المومنین حضرت حفصہ رضہ چند عورتون کے ساتھ تشریف لائین، مرد اوٹھ کر باہر آگئے، حضرت حفصہ رضہ کچھ دیر تک روتی رہین، لیکن مردون نے جلدی کی، اور دوسرے دروازہ سے داخل ہونا شروع کیا، عورتین یہ دیکھ کر اوٹھ گئین،

امیرالمومنین کی حالت اب زیادہ نازک ہو گئی تھی، اور آخری وقت آگیا تھا، اسلیے بعض لوگون نے جانشینی کا سوال پیش کیا، ارشاد ہوا،

ان استخلف فقد استخلف من ھو خیر منی ابوبکر، وان اترک فقد ترک من ھو خیر منی رسول اللہ صلعم،	اگر مین خلیفہ بناؤن تو ایسا کر سکتا ہون کیونکہ ابوبکر نے جو مجھ سے بہتر تھے خلیفہ بنایا تھا، اور اگر نہ بناؤن تب بھی ایسا کر سکتا ہون، کیونکہ رسول اللہ صلعم نے جو مجھ سے بہتر تھے، خلیفہ نہین بنایا،

لوگون نے اس خیال کی تحسین کی، اوسکے بعد حضرت عمر رضہ نے فرمایا،[1]

راغب وراھب، وددت انی نجوت منھا کفافا لالی ولا علیّ، لا اتحملھا حیا ولا میتا!	مین رغبت کرنیوالا ہون، اور ڈرنے والا ہون، مجھے یہ پسند ہے کہ اوس سے برابر سرابر چھوٹ جاؤن نہ مجھے کچھ ملے اور نہ کچھ دینا پڑے، مین اوس کو زندگی اور موت مین اوٹھانا نہین چاہتا،

لیکن جب متفقہ طور پر استخلاف کا مطالبہ ہوا تو فرمایا،

---

[1] بخاری کتاب الاحکام باب الاستخلاف، اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ بعض لوگ خلافت کیطرف رغبت رکھتے ہین اور بعض اوس سے احتراز کرنا چاہتے ہین، مین دونون قسم کے لوگون کو خلیفہ منتخب نہین کرنا چاہتا، کیونکہ یہ بڑی ذمہ داری کا کام ہے،

ما اجد احق بهذا الامر من هولاء النفر او الرهط الذين توفى رسول الله صلعم وهو عنهم راض فسمى عليا وعثمان والزبير وطلحة وسعدا وعبد الرحمان بن عوف يشهدكم عبد الله بن عمر وليس له من الامر شئ، فان اصابت الامرة سعدا فهو ذاك، والا فليستعن به ايكم ما امر، فانى لم اعزله من عجز ولا خيانة،

مین اس امر (خلافت) کا مستحق ان لوگون سے زیادہ کسی کو نہین پاتا، جن سے وفات کے وقت رسول اللہ صلعم راضی تھے، اسکے بعد علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد، اور عبد الرحمان بن عوف کا نام لیا، عبد اللہ ابن عمرؓ (مشورہ مین) شریک ہونگے، لیکن اونکا اس امر (خلافت) مین کوئی حصہ نہین، اگر سعد امیر بنائے جائین تو وہ اوسکے اہل ہین، ورنہ جو امیر ہو اُن سے امداد لیا کرے، کیونکہ مین نے اون کو عاجزی یا خیانت کی بنا پر معزول نہین کیا تھا،

اوسکے بعد آیندہ خلیفہ کو یہ وصیت فرمائی،

اوصى الخليفة من بعدى بالمهاجرين الاولين، ان يعرف لهم حقهم، ويحفظ لهم حرمتهم، واوصيه بالانصار خيرا، الذين تبوؤا الدار والايمان من قبلهم ان يقبل من محسنهم وان يعفى عن مسيئهم واوصيه

مین اپنے بعد والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہون کہ مہاجرین اولین کا حق پہچانے اور اونکی عزت کی حفاظت کرے، اور مین اوسکو انصار کے حق مین بھلائی کی وصیت کرتا ہون جنھون نے مدینہ کو گھر بنایا اور ایمان کو پناہ دی مہاجرین سے پیشتر، کہ اونکے محسن کو قبول کرے اور برائی

باهل الامصار خيرا، فانهم
ردء الاسلام، وجباة المال، وغيظ
العدو، وان لا يوخذ منهم الا فضلهم
عن رضاهم، واوصيه بالاعراب
خيرا، فانهم اصل العرب، ومادة
الاسلام، ان يوخذ من حواشی
اموالهم، ويرد على فقرائهم،
واوصيه بذمة الله وذمة رسوله
صلعم ان يوفی لهم بعهدهم، وان
يقاتل من ورائهم، ولا يكلفوا
الا طاقتهم،

کرنے والے سے درگذر کرے، اور مین اوسکو اہل امصار
کے متعلق بھلائی کی وصیت کرتا ہون کیونکہ وہ
اسلام کے پشت پناہ، مال کے فراہم کرنے والے
اور دشمن کو غصہ مین لانے والے ہین، اون سے
جو کچھ لیا جائے رضامندی سے لیا جائے اور
فاضل مال لیا جائے، اور مین اوسکو اعراب کے
ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہون، کیونکہ وہ عرب کی
اصل اور اسلام کا مادہ ہین، اونکا عمدہ مال نہ لیا جائے
اور جو لیا جائے وہ اونکے فقراء کو تقسیم کردیا جائے،
اور مین اوسکو اون لوگونکے نسبت وصیت کرتا ہون
جنکو خدا اور رسول کا ذمہ ہے یہ کہ اونکا عہد پورا کیا جائے
اور اونکی طرف سے لڑا جائے، اور اونکی طاقت سے
زیادہ اونکو تکلیف نہ دیجائے،

اب خلافت کا آخری حق ادا ہو چکا تھا، اسلیے امیر المومنین کی روح عالمِ قدس
مین پرواز کر گئی، آفتاب تاریک ہوگیا، آسمان نے شفق کی سُرخی نمایان کی، عرشِ عظیم
جنبش مین آگیا، گردشِ روزگار رُک گئی، کائنات مین سناٹا چھا گیا،

تجہیز وتکفین کے بعد لاش چارپائی پر رکھی گئی، اور جنازہ گھر سے باہر نکالا گیا، لوگ

چارون طرف آکر کھڑے ہوگئے، حضرت عمر رض کے لیے دعائین مانگتے تھے، اور نمازین پڑھتے تھے، اتنے مین حضرت علی رض تشریف لائے، اور جنازہ سے اس طرح مخاطب ہوئے،[۱]

یرحمک اللہ! ماخلفت احد ا احب الیّ ان القی اللہ بمثل عملہ منک! وایم اللہ ان کنت لاظن ان یجعلک اللہ مع صاحبیک، وحسبت انی کنت کثیرا اسمع النبی صلعم یقول ذھبت انا وابوبکر وعمر، ودخلت انا وابوبکر وعمر، وخرجت انا وابوبکر وعمر، وان کنت لارجوا ان یجعلک اللہ معھما،

خدا آپ پر رحم کرے، آپ نے کوئی شخص ایسا نہین چھوڑا کہ جسکے متلق مین یہ پسند کرون کراوسکی جیسے اعمال لیکر خدا کے سامنے جاؤن مگر آپ اور خدا کی قسم مجھے گمان تھا کہ خدا آپ کو آپ کے دونون ساتھیون کے ساتھ رکھے گا، کیونکہ مجھے خیال ہے کہ مین آنحضرت صلعم سے اکثر سنا کرتا تھا، آپ فرماتے تھے مین گیا اور ابوبکر وعمر گئے، مین داخل ہوا اور ابوبکر وعمر داخل ہوئے، مین نکلا اور ابوبکر وعمر نکلے، اور بے شک مجھے امید ہے کہ خدا آپ کو اون دونون کے ساتھ رکھے گا،

جنازہ اوٹھایا گیا، جب حجرۂ عائشہ رض (مزار نبوی) کے دروازہ پر پہونچے، حضرت عبداللہ ابن عمر رض نے پکار کر کہا عمر بن الخطاب رض اجازت طلب کرتے ہین، حضرت عائشہ رض نے آواز دی

ادخلوہ! اونکو اندر لاؤ،

چنانچہ لاش اوٹھاکر آنحضرت صلعم کے آغوش مین دے دی گئی! رضی اللہ تعالی عنہ،

[۱] بخاری کتاب المناقب باب مناقب ابی بکر حدیث ولید بن صالح، ومناقب عمر حدیث عبدان،

آج رسول اللہ صلعم کی سب سے آخری یادگار، اسلام کی عملی تصویر، قرآن کی روح، عرب کا قلب، زمین کے اندر داخل ہوا تھا، اسلیے مسلمانون پر عالمگیر مصیبت چھاگئی، عمرو بن میمون کہتے ہین،

کأن الناس لم تصبهم مصيبة قبل يومئذ، — ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آج سے قبل کبھی لوگون پر مصیبت ہی نہین آئی تھی،

حضرت صہیب رض چیخ چیخ کر روتے تھے،

وا اخاه وا صاحباه ! — ہاے میرے بھائی، ہاے میرے دوست!

ام المومنین حضرت عائشہ رض اپنے گھر مین تھین، لیکن جب ابن عمر رض گئے تو،

فوجدها قاعدة تبكى : — اونکو روتے ہوئے پایا،

ام المومنین حضرت حفصہ رض عورتون کے جھرمٹ مین آئین تو آنسو جاری تھے، اور نوحۂ غم بلند تھا[1]

صحابہ کے زمانہ مین اگرچہ یہ آفتاب زمین مین چھپ گیا تھا، لیکن ولید بن عبدالملک کے عہدِ خلافت مین ایکبار اوسنے دنیاے مادی پر ضیاگستری کی، چنانچہ حجرۂ مبارک کی دیوار گری تو ایک قدم نظر آیا، لوگ گھبرائے کہ شاید حضور سرور کائنات صلعم کا پاۓ مبارک ہے، لیکن عروہ بن زبیر رح نے قسم کھاکر کہا کہ یہ رسول اللہ صلعم کا قدم نہین، بلکہ یہ عمر رض کا قدم ہے![2]

---

[1] جن مقامات پر حوالے نہین ہین وہ کتاب المناقب باب قصة البيعة والاتفاق علی عثمان بن عفان رض سے ماخوذ ہین، حضرت عمر رض کی شہادت کا واقعہ مفصل اسی جگہ مذکور ہے، مسند مین اونکے زخمی ہونے کی تاریخ یہ مذکور ہے، ۲۶- ذوالحجہ ۲۳ھ روز چہارشنبہ، اور طبقات مین ہے کہ جمعرات کے روز وفات پائی، [2] بخاری کتاب الجنائز باب ماجاء فی قبر النبی صلعم وابی بکر و عمر،

حلیہ

حضرت عمر رضہ کا مفصل حلیہ بخاری مین مذکور نہین، البتہ ایک روایت مین اسقدر منقول ہے[1]

کان رجلا جلیدا، وہ قوی آدمی تھے،

آواز نہایت بلند تھی، ایام حج مین اپنے خیمہ مین تکبیر کہتے، لیکن مسجد تک آواز جاتی تھی،

عُمر

بخاری مین اونکی عمر مذکور نہین[2]،

مسکن

جیسا کہ روایتون سے مفہوم ہوتا ہے، حضرت عمر رضہ کے پاس دو مکان تھے، ایک عوالی مین تھا، جہان خاندان بنو امیہ بن زید کی آبادی تھی، دوسرا مسجد نبوی کے قریب تھا، جہان وہ بعد مین اوٹھ آئے تھے، انتقال اسی مکان مین ہوا تھا، حضرت ابن عمر رضہ نے اسکا ایک حصہ جو اونکو ترکہ مین پہونچا تھا اپنی اولاد کے محتاج لوگون کو رہنے کے لیے دیدیا[3]،

ازواج واولاد

حضرت عمر رضہ نے زمانۂ جاہلیت اور اسلام مین متعدد شادیان کین،

(۱) اونکی پہلی بیوی بنت مظعون تھین، جو صحابیہ ہین، اور جیسا کہ حضرت عمر رضہ کے قول سے ثابت ہوتا ہے اونھون نے ہجرت بھی کی تھی، حضرت عمر رضہ نے ایکبار عبداللہ رضہ کی نسبت فرمایا تھا

---

[1] بخاری کتاب التیمم باب الصعید الطیب وضوء المسلم یکفیہ من الماء طبقات مین اونکا یہ حلیہ مذکور ہے، رنگ گندم گون، قد نہایت لانبا، یہانتک کہ سیکڑون آدمیون مین کھڑے ہوتے تو یہ معلوم ہوتا کہ سواری پر سوار ہین، رخسارے کم گوشت گھنی داڑھی، سر کے بال سامنے سے اڑ گئے تھے، چلنے مین دونون پیرونکے درمیان زیادہ فصل نہین ہوتا تھا

[2] مسلم مین ہے کہ اونکی عمر ۶۳ سال کی تھی [3] بخاری کتاب الوصایا باب اذا وقف ارضا او بیرا،

ھاجربہ ابواہ ، انکو توانکے والدین نے اپنے ساتھ لیکر ہجرت کی تھی[1]

انکے بھائی حضرت قدامہ رضؓ بن مظعون تھے ، جنکے متعلق بخاری مین مذکور ہے[2]

ھوخال عبد اللہ بن عمر وحفصۃ ، عبد اللہ رضؓ بن عمر اور حفصہ رضؓ کے ماموں ،

(۲) قریبہ بنت ابی امیہ ، رسول اللہ صلعم کی سالی ، اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضؓ کی ہمشیر تھین ، حضرت عمر رضؓ سے واقعہ ایلا مین جو یہ الفاظ منقول ہین کہ مین ام سلمہ رضؓ کے پاس گیا ، اور اون سے مجھ سے قرابت تھی ، اسکا اشارہ اسی طرف ہے ، یہ اسلام سے مشرف نہین ہوئین اسلیے غزوۂ حدیبیہ کے زمانہ مین حضرت عمر رضؓ نے انکو طلاق دیدی ، اور حضرت معاویہ بن ابوسفیانؓ نے جو اسوقت تک مسلمان نہین ہوئے تھے اون سے نکاح کرلیا[3]

(۳) بنت جرول خزاعی : انکو بھی قریبہ کے ساتھ طلاق دیدی ، اور اون سے ابوجہم نے نکاح کیا[4]

(۴) بنت عاصم بن ثابت انصاری رضؓ ، بخاری مین ایک موقع پر عاصم بن ثابت رضؓ کے متعلق یہ الفاظ آئے ہین[5]

جد عاصم بن عمر بن الخطاب ، عاصم بن عمر بن خطاب کے نانا ،

(۵) ام کلثوم بنت علی رضؓ ، یہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم کے بطن مبارک سے پیدا ہوئی تھین ، اسی بنا پر بخاری مین اونکے متعلق مذکور ہے ، کہ ایک شخص نے حضرت عمر رضؓ سے کہا[6]

اعط ھذا ابنۃ رسول اللہ صلعم یہ چادر آپ رسول اللہ صلعم کی صاحبزادی کو

التی عندک ، دین ، جو آپ کے گھر مین ہین ،

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ بدر ، [3] ایضاً کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب الخ
[2] ایضاً [4] ایضاً [5] ایضاً کتاب الجہاد باب ہل یستاسر الرجل ومن لم یستاسر [6] ایضاً باب حمل النساء القرب الی الناس الغزو

عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل، ام حکیم بنت حارث مخزومی، لہیہ، ام عبد الرحمانؓ اور فکیھہ کا ذکر بخاری مین نہین،

اولاد مین بعض آسمانِ اسلام کے مہر و ماہ تھے، چنانچہ اونکی تفصیل یہ ہے،

(۱) حضرت حفصہ رضؓ: ام المومنین ہین، پہلے خنیس بن خذافہ سہمی رضؓ کے نکاح مین تھین، اونکے بعد رسول اللہ صلعم کے ازواج مطہرات مین داخل ہوئین،

(۲) حضرت عبد اللہ رضؓ: نہایت مقدس اور متورع صحابی تھے، تمام عمر حدیث و قرآن کی اشاعت مین بسر فرمائی، اون سے نہایت کثرت سے روایتین منقول ہین، اور فضلاء صحابہ مین شمار کیے جاتے ہین، آنحضرت صلعم نے اونکی منقبت مین فرمایا تھا،

ان عبد اللہ رجل صالح! عبد اللہ رضؓ صالح شخص ہین،

(۳) عاصم: حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضؓ کے نواسے تھے،

(۴) عبید اللہ: بنت جرول کے بطن سے تھے، اسی بناء پر حضرت حارثہ بن وہب انکے اخیافی بھائی ہوتے تھے[1]

عبد الرحمان، زید اکبر، رقیہ، زید اصغر، ابو المجبر عبد الرحمان اوسط، عبد الرحمان اصغر، فاطمہ، زینب، عیاض، کے نام صحیح مین موجود نہین،

حضرت عمر رضؓ نے علوم اسلامیہ کی جو سرپرستی فرمائی تھی، اونکی اولاد نے اوسکو تمام عمر پیش نظر رکھا، محدثین کے نزدیک حدیث کے دو سلسلے سب سے زیادہ صحیح اور مستند

---

[1] بخاری کتاب الفتن باب خروج النار،

ہین، اور محدثین اون کو سلسلۃ الذہب (یعنے زنجیر زر) سے تعبیر کرتے ہین لیکن یہ دونون سلسلے حضرت عمرؓ کی اولاد سے قائم ہوئے ہین، پہلا سلسلہ وہ ہے جسکے رواۃ مین امام مالک، نافع، عبداللہ بن عمرؓ ہون، دوسرا وہ سلسلہ ہے جسمین زہری، سالم، اور عبداللہ ابن عمرؓ ہون، امام مالک اور زہری کے سوا باقی تمام لوگ حضرت عمرؓ ہی کے خاندان کے ہین، عبداللہؓ اونکے صاحبزادے، سالم پوتے، اور نافع غلام تھے، ان مین سالم کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ وہ فقہاے سبعہ مین تھے، یعنے مدینہ منورہ کے اون سات فقہا مین اونکا شمار تھا، جنکے فتوے کے بغیر قضاۃ کوئی فیصلہ نہین کرسکتے تھے،

عاصم اپنے زمانہ کے مشہور محدث تھے، اور اونکے بیٹے حفص نے بھی علوم اسلامیہ مین کمال حاصل کیا تھا، عاصم، حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی کے نانا تھے، جو خلفائے بنوامیہ مین خلیفۂ راشد شمار کئے جاتے ہین،

موالی

حضرت عمرؓ کے متعدد غلام تھے، لیکن اسلم، ہنی، اور یرفا نے اپنی مخصوص قابلیتون کی بنا پر امتیاز خاص حاصل کیا تھا، ان لوگون کا ذکر اوپر آچکا ہے،
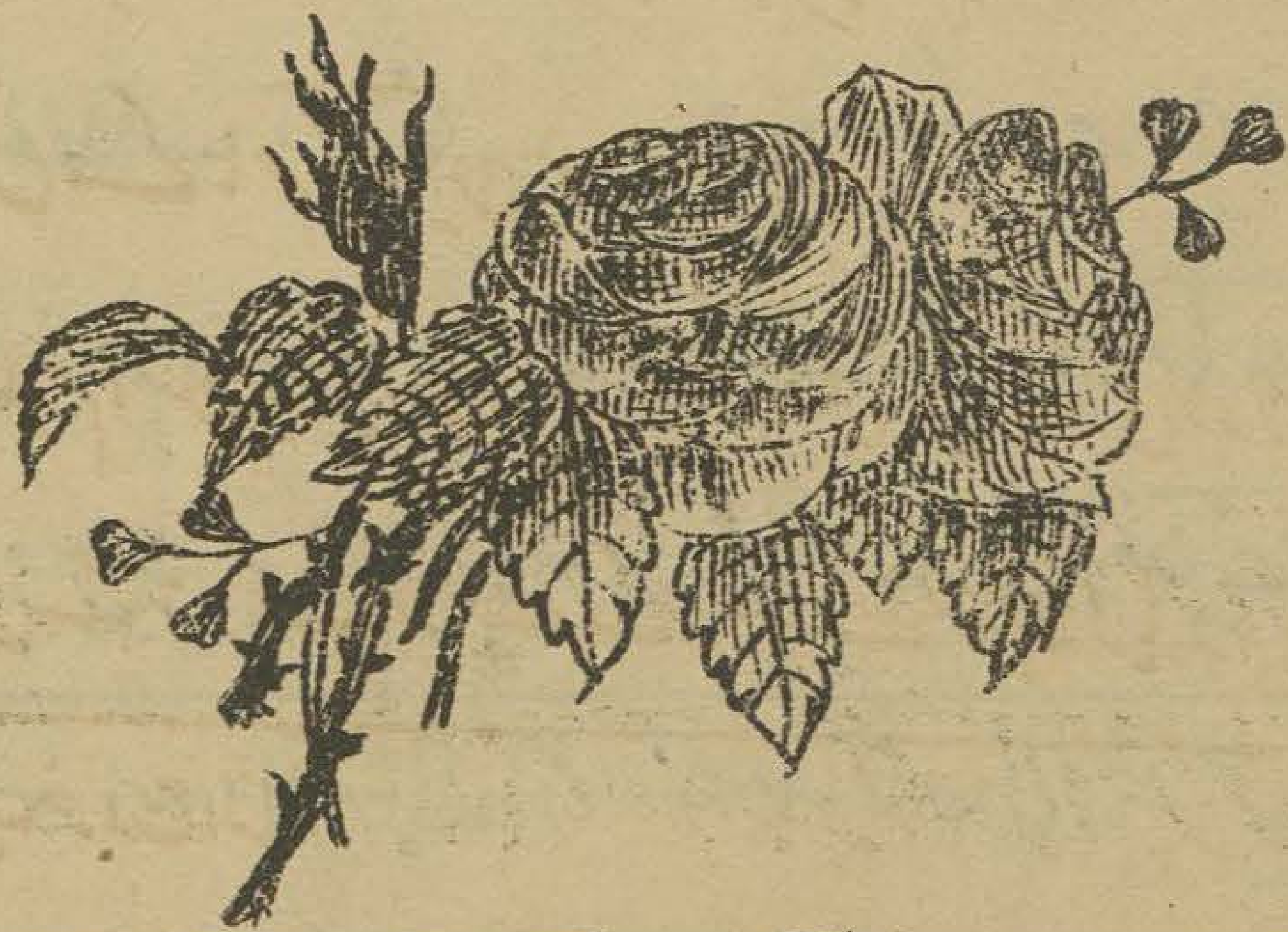
حضرت عمرؓ کی عظمت

حضرت عمر رض ایک جامعِ کمالات شخص تھے، اور آنحضرت صلعم نے مذہبی، علمی، سیاسی، غرض مختلف حیثیتون سے اونکے فضائل بیان فرمائے ہین، جو مناسب مقامات پر مذکور ہونگے، لیکن یہان ہم اون اقوال و اعمال سے تعرض کرنا چاہتے ہین، جو ان حیثیتون سے علحدہ تھے،

حضرت ابو بکر رض کے سوا صحابہ مین صرف حضرت عمر رض ہی وہ بزرگ ہین جن کی عظمت و جلالت کا خیال خود آنحضرت صلعم نے پیدا کیا تھا، حضرت عمرو بن عاص رض نے جب آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ تو آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہ رض اور حضرت ابو بکر رض کے بعد حضرت عمر رض کا نام لیا[1]،

حضرت جابر رض کا قرض جب آنحضرت صلعم کی برکت سے ادا ہو گیا، اور کھجور بہ افراط کے ساتھ بچ رہین، تو آنحضرت صلعم نے جابر رض سے فرمایا[2]،

اخبر ذاک ابن الخطاب، اس واقعہ کی ابن الخطابؓ کو اطلاع دو،

واقعۂ ایلا مین تمام صحابہ مسجد مین بیٹھے رو رہے تھے، اور امہات المومنین کے حجرون سے بھی گریہ و بکا کی آوازین آرہی تھین، اسوقت کوئی صاحب آنحضرت صلعم کے پاس جا نکی

---

[1] بخاری کتاب المناقب باب مناقب ابی بکر رض، [2] ایضاً کتاب فی الاستقراض باب اذا قاص او جازفہ فی الدین،

جرأت نہین کرسکتے تھے، لیکن حضرت عمر رضؓ نے تین مرتبہ اذن مانگا، اور آخر اونکو باریابی کا شرف حاصل ہوا،

صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت صلعم نے اونکو بلایا اور پوری سورۃ الفتح پڑھکر سنائی[1]

عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے جنازہ پر آنحضرت صلعم نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے تو[2]،

جبذ به عمر! حضرت عمر رضؓ نے آپ کو کھینچا،

لیکن آپ نے تبسم فرما کر کہا اخرعنی یا عمر،، (اے عمر! ہٹ جاؤ)

ایکمرتبہ صحابۂ کرام جمع تھے، اوسوقت یہ عجیب وغریب منظر نظر آیا کہ رسول اللہ صلعم[3]

اخذ بید عمر بن الخطاب! حضرت عمر رضؓ کے ہاتھ مین اپنا ہات دیے ہوئے تھے،

آنحضرت صلعم کے اس طرز عمل کی بدولت تمام صحابہ حضرت عمر رضؓ کو نہایت وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے،

مرض الموت کے زمانہ مین جب آنحضرت صلعم نے حضرت ابوبکر رضؓ کو نماز کی امامت کے لیے نامزد فرمایا، تو اونھون نے حضرت عمر رضؓ سے مخاطب ہو کر کہا،

یا عمر صل بالناس، عمر تم نماز پڑھاؤ،

سقیفۂ بنو ساعدہ مین جب حضرت ابوبکر رضؓ نے خطبہ دیا، تو خلافت کے لیے حضرت عمر رضؓ کا نام پیش کیا، اور تقریر ختم کرنے کے بعد اونکا ہاتھ پکڑ کر بیعت کے لیے آمادہ ہوئے،

---

[1] بخاری کتاب الجنائز باب الکفن فی القمیص الذی یکف وغیرہ، [2] ایضاً کتاب الایمان والنذور باب کیف کان یمین النبی صلعم،

حضرت عثمان رضؓ نے ایک موقع پر اپنے فضائل بیان کئے تو ایک فضیلت یہ بھی تھی[1]

ثم استخلف عمر فواللہ ماعصیتہ ولا غششتہ حتی توفاہ اللہ،	پھر عمر رضؓ خلیفہ ہوئے، خدا کی قسم مین نے اونکی کبھی نافرمانی نہین کی، اور نہ خیرخواہی کے خلاف مجھسے کوئی فعل سرزد ہوا، یہانتک کہ خدانے اونکو وفات دی

حضرت عثمان رضؓ نے یہی الفاظ آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر رضؓ کی نسبت بھی استعمال فرمائے،

حضرت علی رضؓ نے علانیہ صحابہ کے مجمع مین فرمایا[2]

ماخلفت احداً احب الی ان القی اللہ بمثل عملہ منک!	(حضرت عمر رضؓ کی لاش سے مخاطب ہوکر) آپ نے کوئی شخص ایسا نہین چھوڑا جسکے متعلق مین یہ پسند کرون کہ خدا کے ہان جاتے وقت اوسکے جیسے اعمال میرے پاس ہون، البتہ آپ ہی کے مثل اعمال لیکر جانا مین پسند کرتا ہون

محمد بن حنفیہ نے ایکبار حضرت علی رضؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلعم کے بعد کون شخص سب سے افضل ہے؟ فرمایا ابوبکر، اونھون نے پوچھا پھر اونکے بعد؟ فرمایا، عمر، اب اون کو خوف معلوم ہوا کہ شاید حضرت عثمان رضؓ کا نام لین، اسلیے خود ہی کہا کہ پھر آپ ہونگے؟ حضرت علی رضؓ نے جواب دیا،[3]

ما انا الا رجل من المسلمین:-	مین تو جماعت اسلام کا ایک معمولی فرد ہون،

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضؓ نے جب حضرت عثمان رضؓ سے بیعت لی،[4] تو یہ

---

[1] بخاری باب بنیان الکعبۃ باب ہجرۃ الحبشۃ، [2] ایضاً کتاب المناقب مناقب عمر رضؓ، [3] ایضاً مناقب ابی بکر رضؓ، [4] ایضاً کتاب الاحکام باب کیف یبایع الامام الناس،

شرائط تھے،

ابایعک علیٰ سنة الله و رسوله و الخلیفتین من بعده! — مین آپسے اس شرط پر بیعت کرتا ہون کہ خدا، رسول اور دونون خلفار کی سنتون پر قائم رہین گے،

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ عام طور پر حضرت ابوبکر رضہ اور حضرت عمر رضہ کو قابلِ تقلید سمجھتے تھے،

حضرت عائشہ رضہ، مزار نبوی مین دفن ہونے کی درخواستون کو رد کر دیا کرتی تھین، اور اونھون نے یہ جگہ اپنے لیے محفوظ رکھی تھی، لیکن جب حضرت عمر رضہ نے درخواست کی تو فرمایا مین اونکو اپنے آپ پر ترجیح دون گی!

حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ فرماتے ہین[1]

ما زلنا اعزة منذ اسلم عمر: — عمر جب سے مسلمان ہوئے ہم لوگونکو برابر غلبہ حاصل ہوا،

حضرت حذیفہ رضہ اونکو فتنہ و فساد کے مقابلہ مین ایک دروازہ خیال کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ جب یہ دروازہ ٹوٹ جائیگا تو دنیاے اسلام فتنہ و فساد مین مبتلا ہو جائے گی،[2]

حضرت ابن عباس رضہ اونکو جس نظر سے دیکھتے تھے، اوسکا اس فقرہ سے اندازہ ہوگا،[3]

شهد عندی رجال مرضیون و ارضاهم عندی عمر، — مجھ سے چند پسندیدہ لوگون نے یہ حدیث بیان کی جنمین سب سے زیادہ پسندیدہ عمر رضہ تھے،

مرض الموت مین جب حضرت عمر رضہ گھبرائے تو حضرت ابن عباس رضہ نے ان الفاظ مین تسکین دی[4]

---

[1] بخاری کتاب المناقب باب مناقب عمر رضہ، [2] ایضاً کتاب مواقیت الصلوٰة باب الصلوٰة کفارة، [3] ایضاً باب الصلوٰة بعد الفجر حتی ترتفع الشمس، [4] ایضاً کتاب المناقب باب مناقب عمر رضہ،

یا امیر المومنین ولئن کان ذاک	اے امیر المومنین! اگر ایسا ہوا بھی تو آپ رسول اللہ
لقد صحبت رسول اللہ صلعم فاحسنت	صلعم کے ساتھ رہ چکے ہیں اور حسنِ صحبت کا حق ادا
صحبتہ ثم فارقت وھو عنک راض،	کیا ہے، جب رسول اللہ صلعم دنیا سے تشریف لیگئے
ثم صحبت ابا بکر فاحسنت صحبتہ ثم	تو آپ سے خوش تھے، پھر آپ نے ابو بکر کا حقِ صحبت
فارقت وھو عنک راض، ثم صحبت	ادا کیا، اور وہ بھی وفات کے وقت آپ سے
صحبتھم فاحسنت صحبتھم ولئن	خوش گئے، پھر آپ صحابہ کے ساتھ رہے، اور حسنِ صحبت
فارقتھم لتفارقنھم وھم عنک	کا حق ادا کیا، اور اگر آپ اونکو چھوڑینگے تو وہ لوگ
راضون،	بھی آپ سے راضی ہونگے،

حضرت انس رضہ اونکی محبت کو ذریعۂ نجات اور اونکے اعمال کو نہایت عظیم الشان سمجھتے تھے، فرماتے ہین[۲]،

فانا احب النبی صلعم وابابکر وعمر،	مین رسول اللہ صلعم اور ابوبکر وعمر کو محبوب رکھتا ہون اور
وارجوان اکون معھم بحبی ایاھم	امید ہے کہ محبت کیوجہ سے مین اونکے ساتھ ہونگا، اگرچہ
وان لم اعمل بمثل اعمالھم،	مین نے اونکے جیسے اعمال نہین کئے ہین،

صحابہ نے حضرت ابوبکر رضہ وعمر رضہ کے علاوہ یہ خیال اور کسی صحابی کی نسبت ظاہر نہین کیا ہے

حضرت ابن عمر رضہ فرماتے ہین[۲]،

کنا فی زمن النبی صلعم لا نعدل	ہم لوگ آنحضرت کے زمانہ مین ابوبکر رضہ کے برابر کسیکو نہین سمجھتے

[۱] بخاری کتاب المناقب باب مناقب عمر رضہ، [۲] ایضاً مناقب عثمان رضہ،

بابی بکر احداً، ثم عمر، | تھے، پھر اونکے بعد عمر رضہ کو افضل خیال کرتے تھے،

ایکبار حضرت ابن عمر رضہ نے اسلم سے حضرت عمر رضہ کے بعض حالات دریافت فرمائے، جب اونھون نے بیان کیے تو سنکر فرمایا،[۱]

ما رأیت احدا قط بعد رسول اللہ صلعم من حین قبض کان اجد و اجود حتی انتھی من عمر بن الخطاب، | مین نے رسول اللہ صلعم کے بعد کسی شخص کو عمر بن الخطاب سے بڑھکر آخری وقت تک زیادہ کوشش کرنیوالا، اور زیادہ کھرا نہین دیکھا،

ایک انصاری نوجوان نے خود حضرت عمر رضہ کے سامنے کہا،[۲]

ابشر، یا امیر المومنین ببشری اللہ لک من صحبۃ رسول اللہ صلعم و قدم فی الاسلام ما قد علمت ثم ولیت فعدلت ثم شہادۃ، | امیر المومنین، بشارت ہو، آپ رسول اللہ کے صحابی ہین، قدیم الاسلام ہین، خلیفہ ہوکر آپ نے عدل کیا ہے، پھر شہادت میسر ہوئی ہے،

ابو بردۃ بن ابو موسیٰ اشعری رضہ سے جب حضرت ابن عمر رضہ نے حضرت عمر رضہ اور ابو موسیٰ رضہ کا مکالمہ نقل کیا تو ابو بردہ بولے،[۳]

ان اباک واللہ خیر من ابی، | خدا کی قسم آپ کے والد میرے والد سے بہتر تھے،

یہ خاص خاص لوگون کے خیالات تھے، اب عام لوگون کے خیالات دیکھو،

جب حضرت عمر رضہ نے اسلام قبول کیا، تو تمام مکہ امنڈ آیا، حضرت ابن عمر رضہ ایسا

---

[۱] بخاری کتاب المناقب مناقب عمر رضہ، [۲] ایضاً باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان رضہ، [۳] ایضاً باب بنیان الکعبۃ باب ہجرۃ النبی صلعم و اصحابہ الی المدینۃ،

امامت واجتہاد

آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے،[1]

بینما انا نائم اتیت بقدح لبن فشربت حتی انی لاری الری یخرج فی اظفاری، ثم اعطیت فضلی عمر ابن الخطاب، قالوا فما اولتہ یا رسول اللہ؟ قال العلم!	مین سو رہا تھا، اتنے مین دودھ کا ایک پیالہ پیش کیا گیا، مین نے پایہانتک کہ سیرابی ناخنون سے نکلتی ہوتی نظر آئی، پھر مین نے اپنا بچا ہوا عمر بن الخطاب کو دیا، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ اسکی تاویل کیا ہے؟ فرمایا علم!

حامل وحی کا یہ ارشاد اس طرح پورا ہوا کہ حضرت عمرؓ، اسلام کے سب سے بڑے مجتہد، اور مختلف علوم اسلامیہ کے بانی قرار پائے، صحابہ مین اور بھی بہت سے بزرگ علوم اسلامیہ مین کمال رکھتے تھے، لیکن امامت اور اجتہاد کے لحاظ سے آنحضرت صلعم کی جانشینی کا منصب صرف حضرت عمرؓ کو حاصل تھا،

قوتِ حفظ امامت واجتہاد کے لیے جو چیزین ضروری ہین، فطرت نے حضرت عمرؓ کی ذات مین سب کی سب جمع کردی تھین، اون مین سب سے پہلی چیز قوتِ حفظ ہے، جو

[1] بخاری کتاب العلم باب فضل العلم،

حضرت عمرؓ مین بتمام وکمال موجود تھی، آنحضرت صلعم نے ایکبار مبدء معاش اور معاد پر ایک جامع خطبہ دیا تھا، حضرت عمرؓ اوسکے متعلق فرماتے ہین[1]،

قام فینا النبی صلعم مقاماً فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذلك من حفظه، ونسیه من نسیه،

آنحضرت صلعم ایکبار ہم مین کھڑے ہوئے اور ابتداء آفرینش سے لیکر جنت اور دوزخ مین داخل ہونے تک تمام واقعات کی خبردی، جسکو یاد ہے یاد ہے اور جو بھول گیا، بھول گیا،

یہی خطبہ ہے جو حضرت عمران بن حصین رضؓ نے پورا نہین سنا تھا، اسلیے تمام عمر افسوس کرتے رہے، لیکن حضرت عمرؓ کو اوسکے سننے اور یاد رکھنے کا موقع حاصل ہوا تھا،

غور وفکر

قوتِ حفظ اگر موجود ہو اور غور وفکر کا مادہ نہو تو انسان کا دماغ بالکل جامد ہوتا ہے جو علم وفن کے فوائد سے متمتع نہین ہوسکتا، لیکن حضرت عمرؓ مین غور وفکر کی قوت نے ثمراتِ علم سے بہرہ اندوز ہونے کا مادہ پیدا کردیا تھا، وہ ہر مسئلہ کو تقلیدی طور پر نہین مانتے تھے، بلکہ مجتہدانہ غور کرتے تھے، حضرت ابوبکرؓ نے جب مرتدین سے قتال کا ارادہ ظاہر کیا، اور حضرت عمرؓ سے ذکر آیا تو اونھون نے مخالفت کی، لیکن جب حضرت ابوبکرؓ نے سمجھایا، اور علل واسباب بیان کئے، تو حضرت عمرؓ نے غور کرنے کے بعد اونکی تائید کی، چنانچہ خود کہتے ہین[2]،

فواللہ ما هو الا ان رأیت ان قد شرح

خدا کی قسم غور کرنے سے معلوم ہوا کہ خدا نے

---

[1] بخاری کتاب بدء الخلق باب ماجاء فی قول اللہ وهو الذی یبدء الخلق ثم یعیده الخ [2] ایضاً کتاب استتابة المعاندین والمرتدین باب قتل من ابی قبول الفرائض،

الله صدر ابی بکر للقتال فعرفت — قتال کے لیے ابوبکر کا سینہ کھول دیا ہے، اور مین نے

انه الحق، — سمجھا کہ حق یہی ہے،

اصابتِ راے — غور و فکر کے ساتھ ساتھ اگر اصابتِ راے بھی ہو تو دماغ کی اصلی قوت نمایان ہوتی ہے، اور اوسپر فطرت کے تمام رازہاے سربستہ منکشف ہوجاتے ہین، حضرت عمر رض کی قوتِ فکریہ نے اسقدر جلا پائی تھی کہ جن چیزون کے متعلق وہ محض ظن اور گمان ظاہر کرتے تھے، وہ بھی یقین کا پتہ ہوجاتا تھا، چنانچہ حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین[1]

ماسمعت عمر لشئ قط یقول انی — مین نے کبھی عمر رض کو یہ کہتے نہین سنا کہ میرا گمان یہ ہے

لاظنه کذا الا کان کما یظن، — مگر یہ کہ اونکے گمان کے مطابق ظہور مین آتا تھا،

طلب علم کا اہتمام — ان فضائل کے ساتھ حضرت عمر رض کو طلبِ علم مین خاص اہتمام رہتا تھا، اور وہ اسکے لیے بیحد کدوکاوش کرتے تھے، چنانچہ جب وہ عوالی مین سکونت پذیر تھے، آنحضرت صلعم کے اقوال و اعمال کے جمع کرنے کا یہ اہتمام کیا تھا کہ ایک دن بیچ دیکر خدمتِ نبوی مین حاضر ہوتے تھے، اور دن بھر جو کچھ مشاہدہ کرتے، اوسکو پلٹ کر اپنے انصاری ہمسایہ سے بیان کرتے تھے، دوسرے دن انصاری آتے اور حضرت عمر رض کو اوس روز کے تمام واقعات سے مطلع کرتے تھے، اس طرح کوئی واقعہ حضرت عمر رض سے مخفی نہین رہتا تھا، خود فرماتے ہین[2]

کنت انا وجار لی من الانصار فی — مین اور میرا انصاری ہمسایہ جو بنی امیہ بن زید سے

---

[1] بخاری باب بنیان الکعبہ باب اسلام عمر بن الخطاب رض، [2] ایضاً کتاب العلم باب التناوب فی العلم،

بنی امیة بن زید وھی من عوالی المدینة، وکنا نتناوب النزول علی رسول اللہ صلعم ینزل یوماً وانزل یوماً، فاذا نزلت جئتہ بخبر ذالک الیوم من الوحی وغیرہ، واذا نزل فعل مثل ذالک،	تھا عوالی مین رہتے تھے، ہم باری باری رسول اللہ صلعم کے پاس آتے جاتے تھے، ایکروز وہ جاتے تھے اور ایک روز مین، جب مین جاتا تو دن بھر جو کچھ وحی آتی اوس سے نیز دوسرے حالات سے اونکو آگاہ کرتا تھا، اور جب وہ جاتے تو وہ بھی ایسا ہی کرتے تھے،

اسی بنا پر بعض اوقات اونکو کوئی نیا حکم معلوم ہوتا تو تعجب کرتے تھے، ایکبار حضرت ابوموسیٰ اشعری رضہ ملنے آئے اور اندر آنے کی اجازت مانگی، چونکہ حضرت عمر رضہ کسی کام مین مصروف تھے، اجازت نہین دی، ابوموسیٰ رضہ واپس آئے، تو حضرت عمر رضہ گھبرا گئے، اور فرمایا کیا مین نے عبد اللہ بن قیس رضہ کی آواز نہین سنی تھی؟ اونکو بلاؤ، لوگون نے کہا وہ تو چلے گئے، فرمایا بلاؤ، حضرت ابوموسیٰ رضہ نے کہا ہم کو آنحضرت صلعم نے یہی حکم دیا دیا ہے، فرمایا ثبوت پیش کرو، وہ انصار کے مجمع مین آکر حضرت ابوسعید خدری رضہ کو لے گئے جب ابوسعید رضہ نے شہادت دی، تو ارشاد فرمایا،[۱]

اخفی علیّ من امر رسول اللہ صلعم؟ الھانی الصفق بالاسواق،	رسول اللہ صلعم کا ایک حکم مجھ سے مخفی رہ گیا؟ مجھکو تجارت نے مصروف کر لیا تھا،

یہ اہتمام اسقدر بڑھا ہوا تھا کہ وہ یہ بھی یاد رکھتے تھے کہ فلان آیت کس مقام پر

---

[۱] بخاری کتاب البیوع باب الخروج فی التجارۃ،

نازل ہوئی یا فلان حدیث آنحضرت صلعم نے کس جگہ ارشاد فرمائی؟ ایکبار اونکے پاس ایک یہودی آیا، اور کہا آپ کے قرآن مین ایک ایسی آیت موجود ہے جو اگر ہمارے ہان ہوتی تو ہم اوسکی یادگار قائم کرتے، فرمایا کون آیت؟ کہا، الیوم اکملت لکم دینکم الخ، حضرت عمرؓ نے جواب دیا[1]

قد عرفنا ذلك اليوم، والمكان الذی نزلت فيه على النبی صلعم وهو قائم بعرفة يوم جمعة،	ہمکو وہ دن یاد ہے، اور وہ جگہ بھی جہان آیت رسول اللہ صلعم پر نازل ہوئی تھی، آپ عرفہ مین کھڑے تھے اور جمعہ کا دن تھا،

ایک دفعہ ایک حدیث بیان کی تو فرمایا[2]

سمعت النبی صلعم بوادی العقيق،	مین نے آنحضرت صلعم سے وادیِ عقیق مین سنا،

سوالاتِ علمی حضرت عمرؓ کبھی کبھی آنحضرت صلعم سے استفسار کرتے تھے، اور آپ جواب عنایت فرماتے تھے، ایک بار دریافت کیا کہ رات کو جنابت کی حالت مین کیا کیا جائے؟ فرمایا وضو کر لیا کرو،[3]

حضرت ابن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض مین طلاق دی تھی، حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلعم سے ذکر کیا، آپ ناراض ہوئے اور فرمایا اونکو مراجعت کرنی چاہیے، اور طہر، حیض، پھر طہر تک روکنا چاہیے، اوسکے بعد اگر طلاق دینا چاہین تو اجتماع سے قبل حالتِ طہر مین طلاق دے سکتے ہین، اور یہ میعاد خدا کے حکم کے بالکل موافق ہے،[4]

---

[1] بخاری کتاب الایمان باب زیادۃ الایمان ونقصانہ، [2] ایضاً کتاب المناسک باب قول النبی صلعم العقیق وادٍ مبارک [3] ایضاً کتاب الغسل باب الجنب یتوضأ ثم ینام، [4] ایضاً کتاب التفسیر، سورۃ الطلاق،

طریقۂ تعلیم | حضرت عمرؓ سے بھی لوگ علمی سوالات کیا کرتے تھے، ایک شخص نے آکر پوچھا کہ میں جنب ہوتا ہون اور پانی نہین ملتا، حضرت عمارؓ بھی موجود تھے، بولے وہ واقعہ یاد کیجیے، جب آپ اور ہم سفر مین تھے، غسل کی ضرورت ہوئی، آپ نے نماز نہین پڑھی، اور مین نے مٹی مین لوٹ کر نماز ادا کی، جب مین نے آنحضرت صلعم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تم کو یہ کافی تھا، اسکے بعد آپ نے دونون ہاتھ زمین پر مارے، پھر مٹی پھونک کر ہاتھون کو چہرہ اور ہتھیلیون پر مل لیا[۱]،

آنحضرت صلعم کے زمانہ مین لوگون کے پاس کپڑے کم تھے، اسلیے ایک شخص نے پوچھا تھا کہ ایک کپڑے مین نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہین؟ آپ نے فرمایا تھا تم مین سب کے پاس دو کپڑے کہان ہین؟ حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت مین مسلمانون کی مالی حالت درست ہوگئی تھی، اسلیے جب ان سے یہ سوال کیا گیا تو انھون نے جواب دیا[۲]،

اذا وسع اللہ فاوسعوا، جمع رجل	جب خدا نے وسعت دی ہے تو تم بھی وسعت اختیا
علیہ ثیابہ صلی رجل فی ازار ورداء	کرو، کوئی تمام کپڑے پہنے، کوئی ازار اور ردا
فی ازار وقمیص، فی ازار وقباء	مین، کوئی ازار وقمیص مین، کوئی ازار وقبا مین
فی سراویل ورداء، فی سراویل	کوئی پاجامہ اور ردا مین، کوئی پاجامہ اور
وقمیص، فی سراویل وقباء، فی تبان	قمیص مین، کوئی پاجامہ اور قبا مین، کوئی جانگیہ
وقباء، فی تبان وقمیص، قال وحسبہ	اور قبا مین کوئی جانگیہ اور قمیص مین نماز پڑھے راوی

[۱] بخاری کتاب التیمم باب ہل ینفخ فی یدیہ بعد ما یضرب بہما الصعید للتیمم، [۲] ایضاً کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ فی القمیص والسراویل والتبان والقباء،

قال) فی تبان ورداء، کہتا ہے کہ یہ بھی فرمایا، کوئی جانگیہ اور ردا مین نماز پڑھے

تعلیم کے لیے حضرت عمرؓ کی کوئی خاص درسگاہ نہ تھی، بلکہ مسجد نبوی کا منبر، صحابہ کی مجلس، مخصوص صحبتین، عام راستے، جلوت وخلوت، سفر وحضر، غرض ہر زمان ومکان اون کے روحانی فیوض سے لبریز ہوتا تھا، جو مسائل اونکو معلوم ہوتے اونکے تبلانے مین دریغ نہین کرتے تھے، ایکبار حضرت ابن عباس رضؓ نے کہا کہ مین فلان مسئلہ ایک سال سے پوچھنا چاہتا تھا، لیکن ہمت نہین پڑتی تھی، حضرت عمرؓ نے فرمایا،[۱]

فلا تفعل، ما ظننت ان عندی من علم فسلنی فان کان لی علم خبرتک به، ایسا نہ کیا کرو، جس چیز کے متعلق گمان ہو کہ میرے پاس اوسکا علم ہے، اوسکو پوچھ لیا کرو، اگر مجھے علم ہوگا تو بتلا دون گا،

جواب صاف دیتے، اور فوراً دیتے تھے، ایکمرتبہ حضرت ابن عباس رضؓ نے پوچھا کہ مظاہرہ کرنے والی دو عورتین کون تھین؟ تو وہ خود کہتے ہین کہ[۲]

فما اتممت کلامی حتی قال عائشة وحفصة، میرے منہ سے پوری بات بھی نکلنے نہین پائی تھی کہ حضرت عمرؓ نے کہا، عائشہ اور حفصہ،

مبہم جواب پر ناراضی ظاہر فرماتے تھے، ایکبار صحابہ سے ایک آیت کا شان نزول پوچھا، لوگون نے کہا خدا کو اسکا علم ہے، عبید بن عمیر بیان کرتے ہین،[۳]

فغضب عمر، فقال قولوا نعلم او لا نعلم، حضرت عمرؓ ناراض ہوئے اور فرمایا یہ کہو کہ ہم جانتے ہین یا نہین جانتے

[۱] بخاری کتاب التفسیر باب قوله قد فرض اللہ لکم تحلة ایمانکم، سورة التحریم، [۲] ایضاً باب قوله واذ اسر النبی الی بعض ازواجه حدیثا، [۳] ایضاً باب قوله ایود احدکم ان تکون له جنة سورة البقرة،

معقول جواب سے خوش ہوتے تھے، ایکبار آنحضرت صلعم نے صحابہ سے دریافت کیا کہ وہ کونسا درخت ہے، جو مسلمان کے مشابہ ہے، اوسکے پتے نہین جھڑتے، یہ نہین ہوتا، وہ نہین ہوتا، اور ہر زمانہ مین پھلتا ہے، حضرت ابن عمر رضہ کے ذہن مین آیا کہ یہ کھجور کا درخت ہوگا، لیکن چونکہ حضرت ابوبکر رضہ وعمر رضہ خاموش تھے، وہ بھی خاموش رہے، اوسکے بعد آنحضرت صلعم نے خود بتلایا کہ یہ کھجور کا درخت ہے، ابن عمر رضہ نے جب حضرت عمر رضہ سے یہ واقعہ بیان کیا تو بولے[1]

لان تکون قلتها احب الیّ من کذا وکذا، — اگر تم نے کہا ہوتا تو یہ مجھکو سرخ اونٹون سے بڑھکر محبوب ہوتا،

جس چیز کا جواب معلوم نہوتا، سکوت اختیار کرتے تھے، اسی بنا پر اس سوال کے جواب مین وہ بالکل خاموش بیٹھے رہے،

اگر کوئی سمجھدار آدمی سطحی بات زبان سے نکالتا تو تعجب کرتے تھے، شام کے سفر مین جب حضرت عمر رضہ نے وبا کی وجہ سے واپس ہونا چاہا اور حضرت ابوعبیدہ رضہ نے اعتراض کیا تو بولے[2]

لو غیرک قالها یا اباعبیدة! — ابوعبیدہ! کاش تمھارے علاوہ کوئی دوسرا شخص بات کہتا،

اوسکے بعد وجہ تبلائی،

ان عنوانات کے بعد جب حضرت عمر رضہ کے علوم وفنون سے بحث کرنے کا وقت آیا ہے، اونکی علمی زندگی کا وہ حصہ جو منصب خلافت سے متعلق تھا، اوسکا ذکر صیغہ تعلیم مین آچکا ہے،

[1] بخاری باب قولہ کشجرة طیبة اصلها ثابت وفرعها فی السماء سورة ابراہیم، [2] ایضاً کتاب الطب باب مایذکر فی الطاعون،

البتہ ذاتی حیثیت سے اس مقام پر تذکرہ کیا جاتا ہے،

قرآن مجید

قرآن مجید کی سب سے بڑی خدمت اوسکی جمع و ترتیب ہے، اور یہ حضرت عمر رضہ کے اشارہ سے عمل مین آئی، اسمین شک نہین کہ تدوین قرآن کا لازوال فخر حضرت ابو بکر رضہ کیلیے مقدر ہو چکا تھا، تاہم اسکا خیال سب سے پہلے حضرت عمر رضہ ہی کے دماغ مین آیا،

قرآن مجید مین مختلف علوم ہین، جن مین علم قرأت، علم تفسیر، اور علم ناسخ و منسوخ کا حضرت عمر رضہ کے حالات مین پتہ چلتا ہے،

(۱) علم قرأت: قرآن مجید اگرچہ قریش کی زبان مین نازل ہوا، تاہم لب و لہجہ کے لحاظ سے اوسمین مختلف قرأتین ہین، حضرت عمر رضہ اوسکو ایک ہی طرز پر تمام لوگون کو پڑہانا چاہتے تھے، ایکبار عہد نبوت مین ہشام بن حکیم بن حزام رضہ کو سورۂ فرقان پڑھتے ہوئے سُنا، وہ اور طرز پر پڑہ رہے تھے، اور حضرت عمر رضہ کو آنحضرت صلعم نے اور طرز پر پڑہائی تھی، چاہا کہ فوراً ٹوکین لیکن پھر مہلت دی، جب وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے، تو چادر سے باندھ کر اونکو آنحضرت صلعم کی خدمت مین لائے، اور واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا انکو چھوڑ دو، پھر سورہ پڑھوا کر سُنی، اور فرمایا اسی طرح نازل ہوئی تھی، اوسکے بعد حضرت عمر رضہ سے پڑھوا کر سنی اور فرمایا اسی طرح نازل ہوئی تھی، اسکے بعد ارشاد ہوا، قرآن سات حرفون پر نازل ہوا ہے، جو آسان معلوم ہو اوس حرف پر پڑہو،[1]

---

[1] بخاری کتاب فی الخصومات باب کلام الخصوم بعضھم فی بعض،

حضرت عمرؓ سے بعض ایسی قرائتین منقول ہین، جو عام قرائت کے خلاف ہین، مثلاً

یہ آیت اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم، حضرت عمرؓ اسکو الحی القیام پڑھتے تھے[1]

سورۂ صٓ مین ہے،

وظن داؤد انما فتنّاہ فاستغفر ربہ وخر راکعاً واناب، حضرت عمرؓ فتناہ کو مشدد

پڑھتے تھے یعنی[2] فتّنّاہ،

سورۂ جمعہ مین ہے،

فاسعوا الی ذکر اللہ، حضرت عمرؓ اسکو فامضوا الی ذکر اللہ پڑھتے تھے[3]

لیکن قرأتِ شاذہ کی یہ تمام روایتین امام بخاری نے بلا سند نقل کی ہین، اور انکو

ترجمۃ الباب مین لائے ہین، اسلیے صحت کے لحاظ سے اونکا وہ درجہ نہین ہو سکتا جو مسند حدیثونکا

ہے، اسی بنا پر ہمکو انکی صحت مین شک ہے،

(۲) **علم تفسیر**: حضرت عمرؓ نے بہت سی آیتون کی تفسیر بھی بیان فرمائی ہے، لیکن اس سلسلہ

مین اونکا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اونھون نے عملی طور پر تفسیر القرآن بالقرآن کا اصول

ایجاد کیا، چنانچہ سورۂ اذا الشمس کورت کی اس آیت النفوس زوجت کی جب تفسیر

بیان فرمائی تو سند مین یہ آیت پڑھی، احشروا الذین ظلموا وازواجھم[4]،

قرآن مجید مین ہے،

ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ من　　　کیا تم مین سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اوسکے پاس ایک

[1] بخاری کتاب التفسیر سورۂ نوح؛ [2] ایضاً کتاب الانبیاء باب واذکر عبدنا داود ذا الاید [3] ایضاً
کتاب التفسیر سورۃ الجمعۃ، [4] ایضاً کتاب التفسیر سورۂ تکویر،

نخیل و اعناب تجری من تحتہا الانہار — باغ کھجور اور انگور وں کا ہو، جسکے نیچے نہرین جاری ہون
له فیہا من کل الثمرات، — اور اوسکو باغ مین ہر قسم کے پھل ملین،

حضرت عمر رض نے صحابہ سے اسکے متعلق دریافت کیا تو لوگون نے لاعلمی ظاہر کی، حضرت عمر رض نے فرمایا[۱] کہ یہ اوس شخص

لرجل غنی یعمل بطاعۃ اللہ عزوجل ثم بعث اللہ له الشیطان فعمل بالمعاصی حتی اغرق اعماله، — کی مثال بیان کی گئی ہے جو دولتمند ہو اور خدا کی اطاعت کرتا ہو، لیکن پھر شیطان کے اغوا سے معصیت مین مبتلا ہو جائے اور نیک کامون پر معاصی غالب آجائین،

قرآن مجید مین ہے،

یومنون بالجبت والطاغوت، — وہ لوگ جبت اور طاغوت پر ایمان رکھتے ہین،

حضرت عمر رض فرماتے ہین[۲]،

الجبت السحر والطاغوت الشیطان، — جبت سحر کو کہتے ہین، اور طاغوت شیطان ہی

قرآن مجید مین ہے،

احل لکم صید البحر وطعامه متاعا لکم — تمھارے لیے دریا کا صید اور طعام حلال کیا گیا ہے تاکہ وہ متاع کے کام آئے،

حضرت عمر رض صید اور طعام کی تشریح مین فرماتے ہین[۳]،

صیدہ ما اصطید طعامه ما رمی به — صید تو وہ ہی جو شکار کیا جائے، اور طعام وہ ہی جسکو سمندر پھینکدے

---

[۱] بخاری کتاب التفسیر سورۃ البقر، [۲] ایضاً سورۃ النساء، [۳] ایضاً کتاب الذبائح باب قول اللہ تعالی احل لکم صید البحر،

قرآن مجید مین ہے،

واذا النفوس زوجت، اور جب لوگون کا نکاح کیا جائیگا،

حضرت عمرؓ فرماتے ہین[1]

یزوج نظیرہ من اہل الجنة والنار، اہل جنت و دوزخ مین جو اوسکا مثل ہوگا، اوس سے اوسکا نکاح کیا جائیگا،

اور اسکی تائید مین قرآن کی یہ آیت پیش کرتے ہین،

احشروا الذین ظلموا و ازواجہم، ظالمون اور اونکی بیویون کو جمع کرو،

سورۂ اذا جاء نصر اللہ والفتح کے متعلق اونکا خیال تھا کہ یہ آنحضرت صلعم کی وفات کی پیشینگوئی تھی، چنانچہ جب صحابہ سے دریافت کیا، اور ابن عباس رضؓ نے اسکی یہ تفسیر بیان کی کہ جب خدا کی مدد آجائے اور مکہ فتح ہو جائے تو یہ آپ کے موت کی علامت ہے اوسوقت آپ خدا کی حمد اور استغفار کرین، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا[2]

ما اعلم منہا الا ما تعلم، جو تم جانتے ہو مین بھی وہی جانتا ہون،

(۳) علم ناسخ و منسوخ، حضرت عمرؓ قرآن مجید مین نسخ کے قائل تھے اور سند مین یہ آیت پیش کرتے تھے،

ماننسخ من آیة او ننسہا، ہم کوئی آیت منسوخ نہین کرتے یا بھلا نہین دیتے مگر الخ[3]

اسی بنا پر جب حضرت ابی رضؓ بعض منسوخ آیتون کو پڑھتے تو وہ انکار کرتے تھے، چنانچہ ارشاد فرمایا

[1] بخاری کتاب التفسیر سورۃ التکویر، [2] ایضاً کتاب المغازی باب غزوۃ الفتح، [3] ایضاً کتاب التفسیر سورۃ البقرۃ باب قولہ ماننسخ من آیة الخ

وانا لندع من قول ابی وذاک	اور ہم ابی کا قول چھوڑ دیتے ہین اور یہ اس بنا پر
ان ابیا یقول لا ادع شیئا سمعتہ	کہ ابی کہتے ہین کہ مین نے جو کچھ رسول اللہ صلعم سے
من رسول اللہ صلعم وقد قال اللہ	سنا ہے اوسکو نہین چھوڑ سکتا، حالانکہ خدا فرماتا
ما ننسخ من آیۃ او ننسہا؛	ہے، ما ننسخ من آیۃ او ننسہا،

آیت رجم کے متعلق اونھون نے خطبہ مین فرمایا تھا کہ وہ منسوخ ہو گئی ہے، اور اوسکا حکم باقی ہے، ہم اس مقام پر اونکے اصلی الفاظ نقل کرتے ہین،

ان اللہ بعث محمداً صلعم بالحق وانزل	خدا نے محمد صلعم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا، اور
علیہ الکتاب فکان مما انزل اللہ	اونپر کتاب نازل کی جسمین آیت رجم بھی تھی، ہم نے
آیۃ الرجم فقرأناھا وعقلناھا	اوسکو پڑھا، سمجھا اور یاد رکھا، رسول اللہ صلعم نے
ووعیناھا، رجم رسول اللہ صلعم	رجم کیا، اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا، مین
ورجمنا بعدہ، فاخشی ان طال	کہتا ہون کہ آگے چلکر کوئی یہ نہ کہے کہ خدا کی قسم
بالناس زمان ان یقول قائل واللہ	ہمکو قرآن مین آیت رجم نہین ملتی، اور لوگ
ما نجد آیۃ الرجم فی کتاب اللہ	ایک فرض کے ترک کرنے پر گمراہ ہون جسکو خدا نے
فیضلوا بترک فریضۃ انزلہا اللہ،	اونارا تھا،

اسی طرح وہ آیت جو دوسرے خاندانون سے انساب کے متعلق تھی، اوسکو بھی حضرت عمرؓ منسوخ سمجھتے تھے، چنانچہ فرماتے ہین:[1]

---

[1] بخاری کتاب المحاربین باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت،

ثم انا کنا نقرء فیما نقرء من کتاب اللہ ان لا ترغبوا عن آبائکم فانہ کفر بکم ان ترغبوا عن آبائکم،

پھر ہم کتاب الٰہی مین یہ بھی پڑھا کرتے تھے کہ اپنے آبا و اجداد سے اعراض نہ کرو، کیونکہ اون سے اعراض کرنا کفر ہے،

نسخ قرآن کا مسئلہ

قرآن مجید مین نسخ ہوا یا نہین؟ یہ بڑا معرکۃ الآرا مسئلہ ہے، مفسرین مین ابو مسلم اصفہانی نے نسخ سے قطعی انکار کیا ہے، اور ہم بھی اونہی کے خیال کی تائید کرتے ہین، ہمارے نزدیک ما ننسخ من آیۃ او ننسہا کا تعلق آیاتِ قرآنی سے نہین، بلکہ کتبِ سابق سے ہے، مطلب یہ ہے کہ ہم کتبِ قدیمہ کی جب کوئی آیت قرآن مجید کے ذریعہ سے منسوخ کرتے ہین تو اوسکے برابر یا اوس سے بہتر حکم نازل کرتے ہین،

حضرت عمر رض کی طرف جو روایات منسوب ہین، اونکی سند کچھ زیادہ بہتر نہین حضرت ابی رض کی نسبت اونھون نے جو خیال ظاہر کیا ہے، اوس روایت کے سلسلۂ سند مین حبیب بن ابی ثابت ہین، جن سے بعض مناکیر منقول ہین، ابن حبان نے لکھا ہے کہ وہ تدلیس کرتے تھے،

حضرت عمر کا خطبہ جو باب رجم الحبلی مین منقول ہے، اوسکے ایک راوی عبدالعزیز ابن عبداللہ ہین، جنکو ابو داؤد ضعیف سمجھتے تھے، ابو حاتم کا قول ہے کہ وہ یحیی بن بکیر سے بہتر تھے، (یحیی کی روایتین قابلِ احتجاج نہین ہوتین، نسائی نے اونکو ضعیف کہا ہے) عبدالعزیز کے اوپر ابراہیم بن سعد ہین جنکو یحیی ابن سعید ضعیف سمجھتے تھے،

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر رض جن عبارتون کو قرآن مجید کی آیتین کہتے ہین، اگر

او کان الحبل او الاعتراف الا وقد موجود ہو یا حمل ہو یا اقرار کرے، ہان رسول اللہ صلعم

رجم رسول اللہ صلعم ورجمنا بعدہٗ نے رجم کیا تھا، اور ہمنے بھی آپکے بعد رجم کیا ہے،

یہ روایت علی بن عبد اللہ، سفیان بن عیینہ، زہری، عبید اللہ اور حضرت ابن عباس رضہ سے منقول ہے جو اپنے اپنے زمانہ مین حدیث و روایت کے امام تھے، اس سے صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ رجم کا حکم گو قرآن مین موجود نہین، تاہم خدانے نازل کیا تھا، اور آنحضرت صلعم اور آپ کے بعد خلفار نے اوسپر عمل کیا،

اب بحث طلب امر یہ ہے کہ خدانے وہ حکم کس کتاب مین نازل کیا تھا؟ بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت رجم توراۃ مین تھی، چنانچہ حضرت ابن عمر رضہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین ایک یہودی اور یہودیہ پیش کیے گئے جنھون نے زنا کیا تھا، آپ نے فرمایا تمھاری کتاب مین کیا حکم ہے؟

لوگون نے کہا کہ ہمارے علمار منھ سیاہ کرکے اولٹا سوار کرتے ہین، اسپر عبد اللہ بن سلام رضہ بولے یا رسول اللہ توراۃ منگوائیے، توراۃ آئی تو ایک یہودی نے آیت رجم پر ہاتھ رکھدیا اور ادہرادہر سے پڑھنا شروع کیا، عبد اللہ بن سلام رضہ نے کہا اپنا ہات ہٹاؤ، ہات ہٹایا تو آیت رجم نکلی، آنحضرت صلعم نے اوسکے مطابق رجم کا حکم دیا،[1]

حضرت عمر رضہ نے عام لفظ استعمال کیا ہے انزلہا اللہ، جسکے یہ معنے ہوسکتے ہین کہ توراۃ مین حکم اوترا تھا، اور چونکہ قرآن مین حکم نہین اُترا اسلیے اگلا حکم باقی رہا، اور یہ

[1] بخاری باب الرجم بالبلاط،

آنحضرت صلعم نے اوسپر عمل فرمایا،

آنحضرت صلعم جن مسائل کے متعلق صریح احکام نہین آتے تھے، اون مین اہل کتاب کی موافقت فرماتے تھے،[1] یہی وجہ ہے کہ جب عبداللہ بن ابی اوفی رضہ نے یہ بیان کیا کہ رسول اللہ صلعم رجم کا حکم دیتے تھے توشیبانی نے فوراً پوچھا کہ سورۂ نور کے نازل ہونے سے قبل یا بعد؟ اسپر ابن ابی اوفی رضہ نے لاعلمی ظاہر کی،[2] لیکن ہمکو معلوم ہے کہ سورۂ نور کے بعد بھی آپ نے رجم کا حکم دیا ہے اسلیے اسکے یہی معنے ہوسکتے ہین کہ تورات کا حکم منسوخ نہین ہوا،

چونکہ قرآن مجید مین رجم کا حکم موجود نہین، اور آنحضرت صلعم نے اوسپر عمل فرمایا ہے، اسلیے یہ سُنتِ نبوی کے تحت مین داخل ہوگا، حضرت عمر رضہ نے اسی خیال کو ان الفاظ مین ظاہر کیا ہے، الا وقد رجم رسول اللہ صلعم ورجمنا بعدہ، اور حضرت علی رضہ نے صاف صاف فرمایا ہے،[3]

رجمتها بسنة رسول اللہ صلعم، مین نے اوسکو سنتِ رسول اللہ صلعم کی مطابق رجم کیا ہے

حدیث

حضرت عمر رضہ کو احادیثِ نبوی کے جمع کرنے مین جو اہتمام تھا، اوسکا ذکر اوپر آچکا ہے، اسی بنا پر اونھون نے خود بہت سی حدیثین روایت کی ہین، لیکن اسمین اونکا اصلی کارنامہ یہ ہے کہ اونھون نے حدیثون کی تحقیق کی، اور فنِ روایت کے بعض اصول قائم فرمائے

فن روایت کے اصول

(۱) یہ اصول کہ روایت مین احتیاط کرنی چاہیے۔ اونھی کی بدولت عالمِ وجود مین آیا،

[1] بخاری کتاب اللباس باب الفرق، [2] ایضاً کتاب المحاربین باب احکام اہل الذمة واحصانہم، [3] ایضاً باب رجم المحصن،

ایکبار اونھون نے صحابہ سے دریافت کیا کہ تم مین فتنہ کے متعلق رسول اللہ صلعم کی حدیثین کس کو یاد ہین؟ حضرت حذیفہ رضہ بولے کہ آنحضرت صلعم نے جو کچھ فرمایا تھا مجھے بلفظہ یاد ہے، حضرت عمر رضہ نے ارشاد کیا [۵۱]

انك علیه لجریٔ، تم آنحضرت صلعم پر جرأت کر رہے ہو،

(۲) روایت باللفظ کا طریقہ قائم کیا، اونکی حدیثین پڑہو تو معلوم ہوگا، کہ آنحضرت صلعم کا ایک ایک لفظ محفوظ رکھا ہے، بلکہ طرز ادا تک وہی باقی ہے، مثال کے طور پر ہم بعض حدیثین نقل کرتے ہین،

افطار کے متعلق اون سے روایت ہے [۵۲]

اذا اقبل اللیل من ھھنا، وادبر النھار من ھھنا، وغربت الشمس فقد افطر الصائم،	جب رات یہان سے آئے، اور دن یہان سے پشت پھیرے، اور آفتاب غروب ہو جائے تو روزہ دار کو افطار کرنا چاہیے،

احتکار کے متعلق حدیث بیان فرماتے ہین [۵۳]

الذھب بالورق ربی الا ھاء ھاء، والبر بالبر ربی الا ھاء وھاء، والتمر بالتمر ربی الا ھاء وھاء، والشعیر بالشعیر ربی الا ھاء وھاء،	سونا چاندی کے بدلے ربا ہے مگر یہ اور یہ، اور گیہون گیہون کے بدلے ربا ہے مگر یہ اور یہ، اور کھجور کھجور کے بدلے ربا ہے مگر یہ اور یہ، اور جو جو کے بدلے ربا ہے مگر یہ اور یہ،

[۵۱] بخاری کتاب الزکاۃ باب الصدقۃ تکفر الخطیئۃ، [۵۲] ایضاً کتاب الصوم باب متی یحل فطر الصائم، [۵۳] ایضاً کتاب البیوع باب ما یذکر فی بیع الطعام والحکرۃ،

(۳) اخبارِ احاد پر شہادت طلب کی، اور بعض حدیثون مین ایک صحابی کی روایت کو کافی نہین سمجھا، دیت جنین کے متعلق جب صحابہ سے حدیث پوچھی اور مغیرہؓ نے آنحضرت صلعم کا فیصلہ بیان کیا تو فرمایا[1]

ائت من یشھد معک علی ھذا، اسپر گواہ لاؤ،

چنانچہ محمد بن مسلمہ رضؓ نے شہادت دی،

استیذان کی حدیث جب حضرت ابو موسیٰ رضؓ نے بیان کی، تو ارشاد ہوا،

تاتینی علی ذٰلک بالبینة، اسکا ثبوت پیش کرو،

وہ انصار کے مجمع مین گئے، اور ابو سعید خدری رضؓ کو لاکر شہادت مین پیش کیا[2]

(۴) روایت کی نوعیت کے لحاظ سے شدت کی، اور شہادت کا معیار بلند کیا، عام حدیثون مین صرف ثبوت طلب فرمایا، لیکن بعض مین زجر و توبیخ بھی کی، چنانچہ ابو موسیٰ رضؓ سے فرمایا[3]

فأتنی علی ھذا ببینة اولا نفعلن بک یا تو تم ثبوت پیش کرو، ورنہ سزا دیجائیگی،

ابو موسیٰ رضؓ اس جملہ سے گھبرا گئے، راوی کہتا ہے، جاء ابو موسیٰ کانہ مذعور[4]!

جب حضرت حکیم بن حزام رضؓ کو دوسرے طرز پر قرآن پڑھتے ہوئے سُنا تو زیادہ سختی کی، وہ نماز مین تھے، چاہا کہ اون پر حملہ کردین، لیکن پھر انتظار کیا، جب سلام پھیر چکے تو گردن مین چادر ڈالکر گھسیٹا، اور پوچھا،

من اقرأک ھذہ السورة؟ تمکو یہ سورہ کس نے پڑھائی؟

---

[1] بخاری کتاب الدیات باب جنین المرأة، [2] ایضاً کتاب البیوع باب الخروج فی التجارہ، [3] ایضاً کتاب الاعتصام باب الحجة علی من قال ان احکام النبی صلعم کانت ظاہرة، [4] ایضاً کتاب الاستیذان باب التسلیم والاستیذان ثلثا،

جواب ملا، رسول اللہ صلعم نے حضرت عمر رضؓ نے فرمایا،

کذبت، فواللہ ان رسول اللہ صلعم — جھوٹ کہتے ہو! خدا کی قسم رسول اللہ صلعم نے

اقرأنی ھذہ السورۃ التی سمعتک — یہ سورہ مجھکو بھی پڑہائی ہے،

تقرؤھا،

اوسکے بعد حکیم رضؓ کو پکڑ کر بارگاہِ رسالت مین لے گئے، اور وہان جاکر تشفی کی،[۵۱]

(۵) اس روک ٹوک کا یہ اثر ہوا کہ عام طور پر لوگ حدیثین بیان کرنے مین احتیاط کرتے تھے، یہان تک کہ جب کسی حدیث کے دریافت کرنے کی ضرورت ہوتی تو حضرت عمر رضؓ کو بڑی جستجو کرنا پڑتی تھی، دیتِ جنین کے متعلق جب صحابہ سے حدیث پوچھی تو[۵۲]

نشد الناس من سمع النبی صلعم قضی فی السقط؟ — قسم دلاکر کہا کہ آنحضرت صلعم سے کسی نے اسکے نسبت کچھ سنا ہے؟

وشم (گودنے) کے متعلق جب صحابہ سے پوچھا تو فرمایا،

انشدکم باللہ من سمع من النبی صلعم فی الوشم، — مین تم لوگون کو قسم دیتا ہون، گودنے کے متعلق آنحضرت صلعم سے کسی نے حدیث سنی ہے؟

(۶) جرح کے ساتھ ساتھ تعدیل بھی اونہی کے اولیات مین ہے، ایکبار حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ نے ابن عمر رضؓ سے بیان کیا کہ آنحضرت صلعم موزون پر مسح فرماتے تھے، ابن عمر رضؓ نے ذکر کیا، تو اونھون نے سعد رضؓ کی تائید کی، اور فرمایا،[۵۳]

---

[۵۱] بخاری کتاب استتابۃ المعاندین والمرتدین باب ماجاری المتاولین، [۵۲] ایضاً کتاب الدیات باب جنین المرأۃ، [۵۳] ایضاً کتاب الوضوء باب المسح علی الخفین،

اذا حدثك شيئاً سعد عن النبی صلعم فلا تسأل عنه غیره، | جب سعد تم سے رسول اللہ صلعم کی کوئی حدیث بیان کرین تو پھر اوسکو دوسرون سے پوچھنے کی ضرورت نہین،

جب اہلِ کوفہ نے حضرت سعد رض کی شکایت کی، کہ وہ نماز ٹھیک نہین پڑہاتے، تو حضرت عمر رض نے اون سے فرمایا کہ یہ لوگ آپ کے ہر چیز مین شاکی ہین یہانتک کہ نماز بھی مستثنیٰ نہین، سعد رض نے جواب دیا کہ مین ادنکو بالکل آنحضرت صلعم کے مشابہ نماز پڑہاتا تھا، پہلی دو رکعتین طویل پڑھتا تھا، اور دوسری دو رکعتون مین اختصار کرتا تھا، یہ سُنکر حضرت عمر رض بولے[1]

ذاک الظن بک، | آپ کی نسبت یہی گمان تھا،

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد جب حضرت ابو بکر رض اور حضرت عمر رض وغیرہ سقیفۂ بنو ساعدہ کیطرف روانہ ہوئے تو راستہ مین عویم بن ساعدہ رض اور معن بن عدی رض سے ملاقات ہوئی، حضرت عمر رض ان دونون بزرگون کی نسبت فرماتے ہین[2]

فلقینا منهم رجلان صالحان، | ہم سے اون (انصار) کے دو صالح شخص ملے

(۷) اونھون نے احادیث مین فرق مراتب قائم کیا، یہ وہ دقیق نکتہ تھا جس پر کسی صحابی کی نگاہ نہین پڑی تھی، آنحضرت صلعم کا ہر قول اور فعل اگرچہ عقیدتمندون کے لیے گنجینۂ مراد تھا تاہم وہ احادیث زیادہ قابلِ اعتنا تھین جن سے عبادات، معاملات، اخلاق کے مسائل

---

[1] بخاری کتاب الاذان باب یطول فی الاولیین ویحذف فی الاخریین، [2] ایضاً کتاب المغازی باب غزوۂ بدر،

مستنبط ہوتے تھے، حضرت عمرؓ نے انہی احادیث پر زیادہ توجہ کی، اور جو حدیثین ان کے علاوہ تھین اونکے ساتھ چندان اعتنا نہین کیا، چنانچہ آنحضرت صلعم نے مبدء ومعاد پر جو خطبہ دیا تھا، اوسکو اونھون نے بیان نہین کیا، بلکہ صرف اسقدر کہکر رہ گئے کہ حفظ ذلک من حفظہ اسی طرح جن احادیث مین دعائین تھین اونکی روایت کا بھی اہتمام نہین فرمایا،

فقہ

حضرت عمرؓ صحابہ مین سب سے بڑے فقیہ اور مجتہد تھے، اس لیے فقہ کے فن کو خاص طور پر ترقی دی، اور اوس کے اصول وآئین قائم کئے، فقہ استنباطِ مسائل کا نام ہے، لیکن حضرت عمرؓ سے پہلے کوئی شخص استنباط کا طریقہ نہین جانتا تھا، حضرت ابوبکرؓ نے بلاشبہہ بعض مسائل مین عملی طور پر استنباط کا نمونہ پیش کر دیا تھا، ہم علمی حیثیت سے استنباط کے اصول اور استدلال کے طریقے حضرت عمرؓ نے بیان فرمائے، اس بنا پر علم اصولِ فقہ کے موجد حضرت عمرؓ ہین،

اصول فقہ کی ایجاد

(۱) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضؓ کو آنحضرت صلعم نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تھا، وہ آپکے زمانہ مین حج کو آئے، اور بطحا مین ملاقات ہوئی، آپ نے پوچھا کسطرح احرام باندھا؟ بولے آپ کی طرح، ارشاد ہوا ہدی ہے؟ کہا نہین، فرمایا کہ تم بیت اللہ کا طواف کرو، انھون نے طواف اور سعیِ صفا ومروہ کی، اور حلال ہوگئے، پھر اپنے قبیلہ کی ایک عورت سے کنگھی کرائی یا سر دھلوایا، وہ اسی کے مطابق حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت تک فتوے دیتے تھے، لیکن جب حضرت عمرؓ سے اونھون نے تذکرہ کیا، تو حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا[۱]

[۱] بخاری کتاب المناسک باب من اہل فی زمن النبی ص کاہلال النبی ص وباب الذبح قبل الحلق،

ان ناخذ بکتاب اللہ فانہ یامرنا بالتمام قال اللہ تعالیٰ واتموا الحج والعمرۃ للہ، وان ناخذ بسنۃ النبی صلعم فانہ لم یحل حتی نحر الھدی،

اگر ہم کتاب الٰہی کو دیکھین تو وہان تمام کرنیکا حکم ملتا ہے، خدا فرماتا ہے حج اور عمرہ کو خدا کے لیے تمام کرو، اور اگر رسول اللہ صلعم کی سُنت کو لین تو آپ جبتک ہدی کی قربانی نہین کی حلال نہین ہوئے،

آنحضرت صلعم سے حضرت اسامہ رضہ نے پوچھا تھا کہ مکہ مین آپ کہان قیام فرمائینگے؟ آپ نے فرمایا عقیل نے ہمارے لیے گھر کہان چھوڑا ہے؟ راوی کا بیان ہے کہ ابوطالب کی وراثت عقیل اور طالب کو ملی تھی، حضرت جعفر رضہ اور حضرت علی رضہ چونکہ مسلمان ہوگئے تھے، اونکو ترکہ نہین ملا تھا، اس سے حضرت عمر رضہ نے یہ مسئلہ مستنبط کیا[1]

لا یرث المومن الکافر، مسلمان کو کافر کی وراثت نہین مل سکتی،

ان مین پہلے استدلال کی بنیاد کتاب وسنت پر اور دوسرے کی صرف سنت پر ہے،

(۲) حضرت ابوبکر رضہ کے بعد حضرت عمر رضہ پہلے شخص ہین جنھون نے عمل متواتر سے استدلال کیا، چنانچہ صدقاتِ نبوی کے متعلق اونھون نے حضرت عباس رضہ اور حضرت علی رضہ کے سامنے جو تقریر کی اوسمین زیادہ تر عملِ متواتر پر زور دیا تھا، یہ تقریر اوپر گذر چکی ہے،

(۳) اونھون نے نہایت نکتہ سنجی سے یہ ظاہر کیا کہ آنحضرت صلعم سے جو اقوال واعمال منقول ہین، وہ کلیۃً مسائل کا ماخذ ہوسکتے ہین یا نہین، آنحضرت صلعم کے اقوال وافعال دو قسم کے ہین، ایک وہ جو منصبِ نبوت سے تعلق رکھتے ہین، دوسرے وہ جو منصب رسالت سے

---

[1] بخاری کتاب المناسک باب توریث دور مکہ،

متعلق نہین، حضرت عمرؓ پہلے شخص ہین جنھون نے یہ تفریق مراتب پیدا کی،

آنحضرت صلعم کے زمانہ مین شراب کی کوئی خاص سزا مقرر نہ تھی، لوگ شرابی کو ہاتھ جوتے، اور چادر وغیرہ سے مارتے تھے، حضرت عمرؓ نے ابتدائً ۴۰، اور پھر ۸۰ دُرّے مقرر کیے[1] اسی طرح جزیہ کی شرح بھی مختلف ممالک مین مختلف مقرر فرمائی،[2]

فقہ کی تدوین

یہ بحث تو فن کے ایجاد اور اضافہ کے لحاظ سے تھی، حضرت عمرؓ نے تدوینِ مسائل کا جو عظیم الشان کام انجام دیا اب اوسکے لکھنے کا وقت بھی آگیا ہے،

اہم مسائل

حضرت عمرؓ ہمیشہ مشکل اور دقیق مسائل پر غور کیا کرتے تھے، جنمین سے بعض اب تک لاینحل رہ گئے ہین، اون مین میراثِ جد، کلالہ، اور ربٰو کے بعض جزئیات خصوصیت سے معرکۃ الآرا ہین، حضرت عمرؓ نے انکے متعلق خطبہ مین فرمایا،[3]

ثلثة وددت ان رسول اللہ صلعم	تین چیزین ہین جنکے متعلق مین چاہتا تھا کہ رسول اللہ
لم یفارقنا حتی یعھد الینا عھداً،	صلعم ہمکو چھوڑنے سے قبل اونکی نسبت صراحت فرماجاتے
الجد والکلالة وابواب من ابواب الربا	دادا، کلالہ، اور ربا کے بعض اقسام،

میراث جد

میراثِ جد کے متعلق اونکے مختلف اقوال ہین، اور یہ اختلاف اقوال صرف اونہی تک محدود نہین ہے، بلکہ حضرت علیؓ، ابن مسعودؓ، اور زید بن ثابتؓ نے بھی کوئی قطعی رائے ظاہر نہین کی، بخاری مین ہے،[4]

ویذکر عن علی وعمر وابن مسعود	علی، عمر، ابن مسعود، اور زید سے مختلف اقوال

[1] بخاری کتاب الحدود باب الضرب بالجرید والنعال [2] ایضاً کتاب الجھاد باب الجزیۃ والموادعۃ مع اہل الذمۃ، [3] ایضاً کتاب الاشربۃ باب ما جاء فی ان الخمر ما خامر العقل، [4] ایضاً کتاب الفرائض باب میراث الجد مع الاب والاخوۃ،

وذیل اقاویل مختلفۃ، مذکور ہین،

فئ

ایک بڑا اہم مسئلہ فئے کا ہے، فے، نفل، غنیمت، سلب، چند قریب المعنی الفاظ ہین، جنکے احکام مین تدریجی تغیر ہوا ہے، آنحضرت صلعم نے جب خیبر فتح کیا تو زمین مجاہدین مین تقسیم فرمادی، لیکن اور ممالک مین ایک چپہ بھی کسیکو نہین دیا، اس سے حضرت عمرؓ نے یہ مسئلہ اخذ کیا کہ مفتوحہ علاقے تقسیم نہین کئے جائین گے، بلکہ سلطنت کی ملک رہین گے، چنانچہ فرمایا[1]،

اما والذی نفسی بیدہ لولا ان	ہان! اوس ذات کی قسم جسکے ہاتھ مین میری جان ہے،
اترک آخر الناس ببانا لیس لھم	اگر یہ خیال نہوتا کہ آیندہ نسلین مفلس اور تنگدست
شئ ما فتحت علیّ قریۃ الا قسمتھا	ہو جائینگی، تو مین جو گاؤن فتح ہوتا اوسکو تقسیم
کما قسم النبی صلعم خیبر ولکنی اترکھا	کردیتا، جسطرح رسول اللہ صلعم نے خیبر کو تقسیم فرمایا تھا،
خزانۃ لھم یقتسمونھا،	لیکن مین آیندہ لوگونکے لیے علاقہ کو خزانہ کے طور پر
	چھوڑ جاؤنگا جسکو وہ آپس مین تقسیم کرلین گے،

فدک

اسی سلسلہ مین باغِ فدک کی بحث بھی ہے، جس مین حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ جیسے اکابرِ صحابہ کو غلط فہمی پیدا ہوئی تھی، لیکن حضرت عمرؓ نے اوسکو جس خوبی سے طے کیا، وہ قرآن، حدیث، اصولِ سلطنت، اور نظامِ تمدن کے بالکل مطابق تھا،

حضرت عمرؓ نے صدقاتِ نبوی کی دو قسمین قرار دین، اول، فدک اور خیبر، جو خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اپنے قبضہ مین رکھے، کیونکہ یہ رسول اللہ صلعم کے ضروریات کیلیے

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر،

تھے، دوم صدقۂ مدینہ یعنے نخلستانِ بنو نضیر اسکو اونھون نے حضرت علی رضہ اور حضرت عباس رضہ کے سپرد فرمایا[1]،

لیکن نخلستانِ بنو نضیر مین بھی وقف کی حیثیت باقی رکھی، اور اوسکے متعلق حسبِ ذیل خیال ظاہر فرمایا،

(۱) فئے مین رسول اللہ صلعم کو خاص خصوصیت تھی جو اور کسی کو حاصل نہین،

(۲) خالصہ جائداد سے آنحضرت صلعم اپنے ازواج کا نفقہ نکالتے تھے[2] (دوسری روایت مین اس جائداد کا نام نخل بنو نضیر آیا ہے)

(۳) نفقۂ ازواج کے بعد جو کچھ بچتا تھا اوسکو مصالح مسلمین مین خرچ کرتے تھے، (کتاب الجہاد باب المجن) مین ہے کہ اوس سے ہتھیار اور گھوڑے خریدتے تھے،

اس بنا پر انہی شرائط کے ساتھ یہ جائداد حضرت علی رضہ اور حضرت عباس رضہ کے حوالہ کی، اور صاف کہا کہ مین قیامت تک اسکے خلاف نہین کرونگا[3]، اونکو اپنی راے کی صحت پر اسقدر اعتماد تھا کہ فرمایا[4]

واللہ یعلم انی فیہ صادق بار، راشد تابع للحق، — خدا جانتا ہے کہ مین امین، راستباز، نیکوکار، ہدایت یافتہ، تابع حق ہون،

حضرت عمر رضہ کے سوا ان لطیف اور باریک نکتون تک اور کسکی نظر پہونچ سکتی تھی ؟

وقف

وقف کے متعلق اونھون نے جو شرائط قرار دیے، اون پر فقہ کے باب الوقف کی

[1] بخاری کتاب الجہاد باب فرض الخمس، [2] ایضاً کتاب النفقات باب حبس الرجل قوت سنۃ علی اہلہ، [3] ایضاً کتاب الاعتصام باب ما یکرہ من التعمق والتنازع، [4] ایضاً کتاب المغازی باب حدیث بنی النضیر،

بنیاد قائم ہے، یہ وقف اسلام مین پہلا وقف تھا، اسکی کیفیت یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ کو خیبر مین ایک نخلستان عطا فرمایا جسکا نام ثمغ تھا[1]، وہ آنحضرت صلعم کے پاس آئے اور کہا کہ اس جائداد سے بہتر میرے پاس کوئی جائداد نہین ہے، اسلیے مین اسکو صدقہ کرنا چاہتا ہون، آنحضرت صلعم نے فرمایا اس طرح صدقہ کرو کہ فروخت نہ ہو سکے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان شرائط کے ساتھ وقف کیا[2]

انہ لا تباع، ولا توھب، ولا تورث،	یہ جائداد فروخت نہوگی، نہ ہبہ ہو سکے گی، نہ اسمین
وتصدق بھا فی الفقراء، وفی القربیٰ	وراثت جاری ہوگی، یہ فقیرون، عزیزون، غلامون
وفی الرقاب، وفی سبیل اللہ،	مجاہدون، مسافرون اور مہمانون کے لیے صدقہ
وابن السبیل، والضیف، لاجناح	ہے، اسکا متولی اگر دولت جمع کرنے کے بغیر کھائے
علی من ولیھا ان یاکل منھا بالمعروف	اور کھلائے تو کچھ مضائقہ نہین،
ویطعم غیر متمول،	

اس وقف کے متولی حضرت عمرؓ کے بعد حضرت ابن عمرؓ قرار دیے گئے، وہ مکہ مین جن لوگون کے ہان ٹھہرتے تھے اونکو اس باغ کی کھجورین ہدیۃً بھیجا کرتے تھے[3]

تیمم جنابت

تیمم جنابت کے متعلق صحابہ مختلف الراے تھے، حضرت عمارؓ اوسکو جائز کہتے تھے، لیکن حضرت عمرؓ غسل ضروری سمجھتے تھے، اور اسکے بغیر نماز نہین پڑھتے تھے، ایک شخص نے اون سے یہ مسئلہ پوچھا تو حضرت عمارؓ نے عہد نبوی کا ایک واقعہ یاد دلایا، لیکن حضرت عمرؓ

[1] بخاری کتاب الوصایا باب قول اللہ وابتلوا الیتامیٰ الخ، [2] ایضاً کتاب الشروط باب الشروط فی الوقف
[3] ایضاً کتاب الوکالۃ باب الوکالۃ فی الوقف ونفقتہ،

کو اوس سے تشفی نہین ہوئی، چنانچہ جب حضرت ابو موسیٰ رضؓ نے حضرت ابن مسعود رضؓ کے سامنے
اوس واقعہ سے استدلال کیا، تو اونھون نے فرمایا،

انی لم ار عمر قنع بقول عمار، — میرا خیال ہے کہ عمر نے عمار کے قول پر قناعت نہین کی

حضرت ابن مسعود رضؓ اس مسئلہ مین حضرت عمر رضؓ کے ہم خیال تھے[1]

مسائل وضوء

صحابہ مین بعض لوگ آگ پر پکی ہوئی چیزین کھاکر وضو کرتے تھے، لیکن حضرت عمر رضؓ
نے گوشت کھاکر وضو نہین کیا، اور عملاً اس خیال کی مخالفت کی، حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت
عثمان رضؓ بھی اسی راے کے مؤید تھے[2]

اسی خیال کا اثر تھا کہ بعض لوگ گرم پانی سے وضو نہین کرتے تھے، حضرت عمر رضؓ
نے اوسکا جواز ثابت کرنے کے لیے گرم پانی سے وضو کیا،[3]

بعض لوگ سورِ اہل کتاب کو ناپاک سمجھتے تھے، حضرت عمر رضؓ نے عملاً اسکی مخالفت کی،
اور ایک نصرانیہ کے گھر سے پانی منگاکر وضو فرمایا،[4]

صدقہ فطر

صدقہ فطر کے متعلق اون کا خیال تھا کہ یتیم کے مال سے بھی ادا کرنا چاہیے، صحابہ مین
حضرت علی رضؓ، ابن عمر رضؓ، جابر رضؓ، عائشہ رضؓ، اور تابعین مین طاؤس، عطاء، اور ابن سیرین،
اونکے مؤید تھے،[5]

شرائط کے متعلق اونکی راے تھی کہ جو کچھ طے کیے جائین اونہی کا ایفا ضروری ہے،
فرماتے تھے،[6]

---

[1] بخاری کتاب التیمم باب اذا خاف الجنب علی نفسہ المرض الخ [2] ایضاً کتاب الوضوء باب من لم یتوضا من لحم الشاۃ الخ [3] ایضاً باب وضوء الرجل مع امرأتہ، [4] ایضاً، [5] ایضاً کتاب الزکوٰۃ باب صدقۃ الفطر علی الصغیر والکبیر [6] ایضاً کتاب الشروط باب الشروط فی المہر الخ،

ان مقاطع الحقوق عند الشروط ولک ما اشترطت، حقوق شرائط پر ختم ہو جاتے ہین، تم جو شرط کروگے وہی لے گا،

بیع صرف — بیع صرف کی اونھون نے خود صحابہ کو صورت تبلائی، ایکبار مالک بن اوس کو ۱۰۰ دینا کے درہم لینے کی ضرورت واقع ہوئی، حضرت طلحہ رض راضی ہوئے، اور معاملہ طے ہوگیا، مالک نے دینار اونکے حوالہ کردیے، حضرت طلحہ رض نے دینار ہاتھ مین لیکر اونکو پرکھنا شروع کیا، اور کہا میرا خزانچی غابہ گیا ہوا ہے، آجائے تو درہم دیدون، حضرت عمر رض سن رہے تھے، فرمایا، واللہ لا تفارقہ حتی تاخذ منه، خدا کی قسم جبتک مل نہ جائین تم یہان سے نہ ہٹنا،

اوسکے بعد ایک حدیث پڑھی کہ سونا، چاندی، گیہون، جَو، کھجور کا جب مبادلہ ہو تو ہاتھون ہاتھ ہونا چاہیے، ورنہ ربا ہو جاتا ہے[1]،

شرکت کے لیے وہ بالتصریح الفاظِ مشارکۃ کہنا ضروری نہین سمجھتے تھے، بلکہ اشارہ کو بھی کافی خیال کرتے تھے، ایکبار ایک شخص کسی چیز کا سودا کر رہا تھا، دوسرے نے اشارہ کیا، اور وہ چیز خریدلی گئی، حضرت عمر رض نے اشارہ کرنے والے کو شریک قرار دیا[2]،

خلع — خلع طلاق کی ایک صورت ہے، حضرت عمر رض اوسکے لیے سلطان کی اجازت یا قاضی کی موجودگی ضروری نہین سمجھتے تھے، بلکہ اون لوگون کے بغیر بھی خلع ہو سکتا تھا[3]،

رجم مجنون — بعض روایتون کے مطابق وہ مجنون کو رجم کرنا جائز سمجھتے تھے، چنانچہ ایکبار اس قسم کا واقعہ پیش آیا تو حضرت علی رض نے ٹوکا کہ آنحضرت صلعم نے مجنون، نابالغ، اور سونے والے کو

---

[1] بخاری کتاب البیوع باب بیع الشعیر بالشعیر، [2] ایضاً باب الشرکۃ باب الشرکۃ فی الطعام، [3] ایضاً کتاب الطلاق باب الخلع،

مرفوع القلم قرار دیا ہے،

یہ روایت بخاری مین دو جگہ موجود ہے، لیکن ترجمۃ الباب مین ہے، اسلیے متن کی احادیث کا صحت کے لحاظ سے مقابلہ نہین کرسکتی، کتاب المحاربین (باب لایرجم المجنون والمجنونۃ) مین حضرت عمر رضہ کا نام مذکور ہے، لیکن کتاب الطلاق (باب الطلاق فی الاغلاق) مین نام بھی نہین، صرف حضرت علی رضہ کا مقولہ نقل کیا ہے، اسلیے ہم اس کی صحت مین شک کرتے ہین، اور یون بھی یہ اسقدر بدیہی غلطی ہے کہ حضرت عمر رضہ تو کیا کسی معمولی انسان کی طرف بھی منسوب نہین کی جاسکتی،

اسرار الدین

اس علم کے موجد حضرت عمر رضہ ہین، جسکا محرک یہ خیال ہے کہ احکام مذہبی اصول عقلی پر مبنی ہین، وہ ہمیشہ مسائل شریعت کے مصالح اور حکم پر غور کیا کرتے تھے،

رمل

حج کے ارکان مین رمل ایک رکن ہے یعنے طواف کرتے وقت پہلے تین دورون مین آہستہ آہستہ دوڑتے چلتے ہین، حضرت عمر رضہ نے اسکی نسبت فرمایا،

مالنا وللرمل، انما کنا رائینا بہ	ہم کو رمل سے کیا غرض! اس سے مقصود مشرکین کو
المشرکین وقد اہلکہم اللہ،	رعب دلانا تھا، اور خدا نے اونکو ہلاک کردیا،

لیکن پھر فرمایا[1]

شئ صنعہ رسول اللہ صلعم فلا نحب	جو کام رسول اللہ صلعم نے کیا ہے ہم اوسکو چھوڑنا اچھا

[1] بخاری کتاب المناسک باب الرمل فی الحج والعمرۃ،

ان نترکہ، | نہین سمجھتے

جمع (مزدلفہ) سے طلوعِ آفتاب کے پیشتر روانہ ہوتے ہین، حضرت عمرؓ نے وہان نمازِ فجر پڑھا کر فرمایا[1]

افاضہ

ان المشرکین کا یفیضون حتی تطلع	جب تک آفتاب کوہ ثبیر پر نکل نہین آتا تھا مشرکین
الشمس ویقولون اشرق ثبیر، وان	مزدلفہ سے روانہ نہین ہوتے تھے، اور کہتے تھے
النبی صلعم خالفھم،	ثبیر! چمک جا، رسول اللہ صلعم نے اونکی مخالفت فرمائی

کلام

یہ فن بھی حضرت عمرؓ کی ایجاد ہے، الٰہیات کا ایک بڑا نازک مسئلہ قضاء و قدر کا مسئلہ ہے، جسمین بعض اکابرِ صحابہ کو بھی اشتباہ ہوا، حضرت عمرؓ نے جب شام کا سفر کیا تو سرغ پہونچکر معلوم ہوا کہ تمام ملک مین وبا پھیلی ہوئی ہے، حضرت عمرؓ نے صحابہ سے مشورہ کے بعد واپسی کا ارادہ ظاہر کیا، اسپر حضرت ابوعبیدہؓ بولے،

مسئلہ قضاء و قدر

افرارًا من قدر اللہ ؟ کیا آپ قضاءِ الٰہی سے بھاگتے ہین،

حضرت عمرؓ نے فرمایا، ابوعبیدہ! کاش یہ بات تمھارے علاوہ کوئی اور شخص کہتا، اوسکے بعد ان مختصر اور بلیغ الفاظ مین اونکے سوال کا جواب دیا[2]

نعم، نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ،	ہان، ہم قضاے الٰہی سے قضاے الٰہی کیطرف
ارأیت لو کان لک ابل ھبطت وادیًا	بھاگتے ہین، بتلاؤ اگر تمھارے پاس اونٹ ہو، اور تم

[1] بخاری کتاب المناسک باب متی یدفع من جمع، [2] ایضًا کتاب الطب باب ما یذکر فی الطاعون،

عدوتان احدهما خصبة والاخرى جدبة، أليس ان رعيت الخصبة رعيتها بقدر الله؟ وان رعيت الجدبة رعيتها بقدر الله؟

کسی ایسے وادی مین ہو جسکا ایک کنارہ شاداب اور دوسرا بنجر ہو، تو اگر تم شاداب حصہ مین چراؤ گے تو کیا قضائے آلہی کے مطابق نہو گا؟ اور بنجر حصہ مین چراؤ گے تو کیا قضائے آلہی کی مخالفت لازم آئے گی؟

تعظیم شعائر اللہ

اسلام کا ایک اصول شعائر اللہ کی تعظیم ہے، لیکن اس کی صورت صنم پرستی سے بہت کچھ مشابہت رکھتی ہے، اسلیے حضرت عمرؓ نے مختلف مواقع پر دونون کے حدود علحدہ کئے، اور لوگون کو غلط فہمی مین پڑنے سے باز رکھا، ایکبار حجرِ اسود کے سامنے کھڑے ہو کر فرمایا؛[1]

اما والله انی لاعلم انك حجر لا تضر ولا تنفع ولولا انی رأیت رسول الله صلعم استلمك ما استلمتك،

ان خدا کی قسم مین جانتا ہون کہ تو ایک پتھر ہے، جو نہ نفع پہونچا سکتا ہے اور نہ نقصان، اور اگر رسول اللہ صلعم نے تجھکو بوسہ نہ دیا ہوتا تو مین بھی بوسہ نہ دیتا،

اسکے بعد اسکو بوسہ دیا،

حیثیت نبوت

نبوت کی حقیقت کے متعلق لوگ عام طور پر غلطی کرتے آئے ہین، اکثرون کا خیال ہے کہ نبی کا ہر قول و فعل خدا کی طرف سے ہوتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ نبی جو حکم منصبِ نبوت کی حیثیت سے دیتا ہے وہ بے شبہہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے، باقی احکام تشریعی اور مذہبی نہین ہوتے، بلکہ وقت اور ضرورت کے لحاظ سے ہوتے ہین، حضرت عمرؓ نے اس مسئلہ کو جسقدر صاف اور واضح کیا، کسی نے نہین کیا،

---

[1] بخاری کتاب المناسک باب الرمل فی الحج والعمرۃ،

غزوۂ بدر مین جب آنحضرت صلعم نے مشرکین کی لاشون پر کھڑے ہوکر یہ الفاظ فرمائے،

الیس یکم انکم اطعتم اللہ و رسولہٗ فانا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فھل وجدتم ما وعد ربکم حقا،

کیا تمکو اب یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ خدا اور رسول کی اطاعت کرتے؟ ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا ہمنے اوسکو سچا پایا، لیکن کیا تم نے بھی اپنے رب کا وعدہ سچا پایا؟!

توحضرت عمر رض نے فوراً کہا، کہ آپ مردون سے کیا گفتگو فرماتے ہین[1]،

غزوۂ احد مین جب ابوسفیان نے آنحضرت صلعم، حضرت ابوبکر رض، اور حضرت عمر رض کو آواز دی، تو آپ نے صحابہ کو جواب دینے سے منع فرمایا، لیکن جب ابوسفیان نے لشکر مین جاکران بزرگون کی شہادت کا اعلان کیا تو حضرت عمر رض کی مہر سکوت ٹوٹ گئی، اور ضبط نکرسکے[2]

غزوۂ حدیبیہ مین اونھون نے آنحضرت صلعم سے بڑی بے باکانہ گفتگو کی،

عبد اللہ بن ابی کے جنازہ پر جب آنحضرت صلعم نماز پڑہانے کیلیے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر رض نے دامن تھام لیا، اور کہا آپ منافق کے جنازہ پر نماز پڑھتے ہین؟

ان تمام مثالون سے تم خود اندازہ کرسکتے ہو کہ حضرت عمر رض ان باتون کو منصب نبوت سے علیحدہ سمجھتے تھے،

اسی فرق مراتب کے اصول پر اونھون نے بہت سے مسائل مین جو مذہب سے متعلق نہین رکھتے تھے اپنی رائے پر عمل کیا، چنانچہ حد خمر، اور جزیہ کا ذکر اوپر آچکا ہے،

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جہل،

[2] ایضاً باب غزوۂ احد،

تاریخ

اکابرِ اُمت اور عظمارِ رجال اور صنادیدِ عالم مین اکثر ایسے لوگ ہوتے ہین جن کو تاریخ پیدا کرتی ہے، لیکن بعض وہ عظیم الشان شخصیتین بھی ہین جو خود تاریخ کو پیدا کر دیتی ہین، حضرت عمرؓ اگرچہ پہلی جماعت مین تھے، تاہم اونھون نے ایک مستقل تاریخی دور کو پیدا کیا ہے، اونکا ہر قول، ہر عمل، ہر ادا، ایک جدید تمدن کی تعمیر کا فرض انجام دے رہی تھی،

تمدنی تاریخ

لیکن باایںہمہ اونھون نے اپنے زمانہ کے متعدد واقعات بھی بیان فرمائے ہین، جنسے سیرتِ نبوی اور تاریخِ اسلام کا مواد فراہم ہوتا ہے، اسلیے علمی حیثیت سے اسلام مین فنِ تاریخ کی ایجاد کا فخر اونہی کو حاصل ہے، لیکن تاریخ کے مختلف اقسام ہین، اور اونمین تمدنی تاریخ سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے، حضرت عمرؓ نے متعدد روایات مین اپنے زمانہ کی تہذیب و تمدن کو بے نقاب کیا ہے، اور اسلام مین تمدنی تاریخ کی بنیاد قائم کی ہے،

نکاحِ حفصہؓ، غزوۂ حدیبیہ، غزوۂ حنین، وفاتِ نبوی کے بعض واقعات، ایلاء، اور بیعتِ سقیفہ کے مفصل حالات ہم کو اونہی کی زبانی معلوم ہوئے ہین، صدقاتِ نبوی کی نوعیت، چراگاہ قائم کرنے کی کیفیت، زمانۂ جاہلیت مین عورت کا درجہ، اہلِ خیبر سے بٹائی پر معاملہ، مشرکین کی مزدلفہ سے واپسی، ہم سے اونہی نے بیان کی، کنیزون کی حالت، سونے چاندی کی قلت، زراعت کی فراوانی، جنگِ احد مین عورتون کا مشکین سینا، اصحابِ بدر کے وظائف، اور اپنے زمانہ کے لباس کی اطلاع ہمکو اونہی کے وساطت سے ہوئی،

خطابت

حضرت عمر رض اخطب العرب تھے، اونکی خاص خصوصیت یہ ہے کہ بعض اوقات اونکی زبانِ مبارک سے جو الفاظ نکلے اونھون نے وحی والہام کی زبان بننے کا شرف حاصل کیا، اور اونکے فصیح و بلیغ فقرے آیاتِ قرآنی کے قالب مین جلوہ گر نظر آئے، یہ لازوال فخر اونکے علاوہ کسی صحابی کو حاصل نہین ہوا،

ایکبار اونھون نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا،

لو اتخذنا من مقام ابراھیم مصلی، کاش ہم مقام ابراہیم کو مصلے بناتے،

اسپر یہ آیت نازل ہوئی، واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی!

ایکبار اونھون نے ازواجِ مطہرات رض سے فرمایا،

عسیٰ ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن مسلمات، اگر اونھون (آنحضرت صلعم) نے تمکو طلاق دیدی تو خدا تم سے بہتر بیویان اونکو عنایت فرمائے گا،

تو بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ آیت اوتری[۱]،

اگرچہ قریشی ہونے کی وجہ سے نہایت فصیح اور زبان آور تھے، تاہم خطبہ کے لیے زیادہ اہتمام فرماتے تھے، اور پہلے سے موثر اور شاندار جملے منتخب کر لیتے تھے، حضرت ابوبکر رض نے جب سقیفۂ بنو ساعدہ مین خطبہ دیا، تو حضرت عمر رض بھی تیار تھے، اور چند بلیغ جملے انتخاب کر چکے تھے، خود فرماتے ہین[۲]،

---

[۱] بخاری کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی القبلۃ، [۲] ایضاً کتاب المحاربین باب رجم الحبلی من الزنا،

کنت زورت مقالۃ اعجبتنی ارید ان | مین نے تقریر سوچ لی تھی، جو مجھکو اچھی معلوم ہوتی
اقدمہا بین یدی ابی بکر، | تھی، مین نے چاہا کہ ابوبکر کے پیشتر اوسکو شروع کرون،

صحابہ اونکے خطبون کو بڑے ذوق و شوق سے سُنتے تھے، اور پہلے سے آکر منبر کے قریب جگہ لیتے تھے، اواخر ذوالحجہ مین انتقال سے کچھ پیشتر اونھون نے جو خطبہ دیا تھا، صحابہ اوسکے سننے کے لیے بڑی بے تابی سے روانہ ہوئے تھے، دوپہر ڈھلتے ہی حضرت ابن عباس رض مکان سے نکلے، لیکن مسجد مین آکر دیکھا تو حضرت سعید بن زید رض منبر کے پایہ کے پاس پہلے سے بیٹھے ہوئے تھے، ابن عباس رض اونکے زانو سے زانو ملاکر بیٹھ گئے، خطبہ کی یہ اہمیت تھی کہ ابن عباس رض نے اون سے کہا،

لیقولن العشیۃ مقالۃ لم یقلہا منذ | آج حضرت عمر ایسا خطبہ دینگے کہ آغاز خلافت سے
استخلف! | لیکر نہ دیا ہوگا،

سیاسی خطبے

حضرت عمر رض نے جو مہتم بالشان خطبے دیے اگرچہ مختلف موضوع پر مشتمل تھے، لیکن زیادہ تر اون مین مذہبی یا سیاسی مضامین ہوتے تھے، اس بنا پر وہ اس خاص قسم کے موجد ہین، اون سے پہلے عرب مین سیاسی خطبون کا رواج نہ تھا، اونکے ان خطبون مین جو زور و اثر پایا جاتا تھا، وہ بالکل وجدانی چیز ہے، اور تحریر کے احاطہ مین نہین آسکتا، تاہم اونکے بعض معجزانہ فقرے اس مقام پر نقل کیے جاتے ہین، جن سے اونکی بلاغت، خطابت، اور قادر الکلامی کا اندازہ ہوگا،

(۱) قرآن مجید مین صابرین کے متعلق وارد ہوا ہے[۱]

[۱] بخاری کتاب الجنائز باب الصبر عند الصدمۃ الاولی،

الذین اذا اصابتھم مصیبة قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون، اولئك علیھم صلوات من ربھم ورحمة واولئك ھم المھتدون،

وہ لوگ کہ جب اونپر مصیبت پڑتی ہے کہتے ہین انا للہ وانا الیہ راجعون، اونہی لوگونپر اونکے رب کی طرف سے رحمتین نازل ہوتی ہین، اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہین،

حضرت عمرؓ نے اسکو ایک تشبیہ کے ذریعہ سے ادا فرمایا ہے،

نعم العدلان ونعم العلاوة !

کیا اچھی گٹھریان ہین، اور کیا اچھا علاوہ ہے

یعنے کیا عمدہ جزا ہے، عدل جانور کے اوپر جو ادہر اودہر دو گٹھریان رکھی جاتی ہین، اونکو کہتے ہین، اور جو سامان گٹھریون کے اوپر خالی جگہ مین رکھا جاتا ہے وہ علاوہ کہلاتا ہے، اس آیت مین صلوات اور رحمة دو عدل ہین، اور اولئك ھم المھتدون علاوہ ہے، پہلی دو چیزون کو عدل اور تیسری چیز کو علاوہ سے جو مناسبت ہے اوس سے حضرت عمرؓ کے تخیل کی قوت اور اونکی تخییل کا اقرب الی الفطرة ہونا ظاہر ہوتا ہے،

(۲) ابوجمیلہ، حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو اونکو دیکھ کر یہ جملہ ارشاد فرمایا[1]

عسی الغویر ابؤسا،

یعنے قریب ہے کہ غار مصیبت مین مبتلا کرے،

یہ مثل اوس موقع پر بولی جاتی ہے جب کوئی شخص بظاہر قابل اطمینان ہو، لیکن اوس سے شر کا خطرہ ہو، چونکہ ابوجمیلہ ایک لقیط کو لیکر آئے تھے، حضرت عمرؓ کو خیال ہوا کہ ممکن ہے لقیط خود اونکا بچہ ہو، اور وہ وظیفہ مقرر کرانے کے لیے اوسکو لقیط ظاہر کر رہے ہون،

[1] بخاری کتاب الشہادات باب اذا زکی رجل رجلا کفاہ،

(۳) حضرت ابو بکر رضہ کی مرجعیتِ عامہ کو ان الفاظ مین بیان فرمایا،[۱]

ولیس منکم من تقطع الاعناق الیہ مثل ابی بکر،	ابو بکر کیطرح تم مین کوئی نہین جسکی طرف گردنین بڑہتی ہون

اونٹ جب چلتا ہے تو اوس کی گردن ہلتی ہے، منشا یہ ہے کہ ابو بکر رضہ کی مثل کوئی شخص نہین جسکے پاس لوگ اونٹون پر سوار ہو کر قریب و بعید مقامات سے آتے ہون،

(۴) ایک انصاری نوجوان کو جر ازار کے متعلق یہ نصیحت فرمائی،[۲]

ارفع ثوبک، فانہ انقی لثوبک واتقی لربک،	کپڑا اونچا کرو، اس سے کپڑا پاک رہے گا، اور خدا کا تقویٰ معلوم ہوگا،

(۵) اپنی تجارت کے متعلق فرمایا،[۳]

الهانی الصفق بالاسواق،	مجھکو بازارون کے معاملات نے مشغول کرلیا،

اس جملہ مین اونھون نے بیع وشرار کی کیفیت بیان کردی ہے، یعنی لوگ تالیان بجاتے تھے،

(۶) غسان کے آمادۂ جنگ ہونے کو اس پیرایہ مین ادا کیا،[۴]

ان غسان تنعل النعال لغزونا،	غسان ہم سے لڑنے کے لیے نعلین لگوا رہے ہین،

(۷) سفر شروع کرنے کے لیے یہ استعارہ اختیار کیا،

انی مصبح علی ظهر،	مین (جانور کی) پشت پر صبح کرون گا،

---

[۱] بخاری کتاب المحاربین باب رجم الحبلی، [۲] ایضاً کتاب المناقب باب قصة البیعة والاتفاق علی عثمان رض، [۳] ایضاً کتاب البیوع باب الخروج فی التجارة، [۴] ایضاً کتاب المظالم باب الغرفة،

حضرت عمرؓ نہ صرف خود عمدہ تقریر کر سکتے تھے، بلکہ دوسرے خطبا، کی فصیح و بلیغ تقریرین یاد بھی رکھتے تھے، چنانچہ سقیفۂ بنو ساعدہ مین انصار کے خطیب، اور حضرت ابوبکرؓ نے جو تقریرین کی تھین، وہ اونکو زبانی یاد تھین، یہ تقریرین جانِ ادب ہین، اور اوپر گذر چکی ہین،

اخلاقِ عظیمہ

خلقِ عظیم حضور سرورِ کائنات (صلعم) کی خصوصیتِ خاص ہے، جسکا اثر کم و بیش تمام صحابہ مین نمایان تھا، لیکن حضرت عمرؓ کے اخلاقِ عظیمہ (باستثنا حضرت ابوبکرؓ) تمام صحابہ کے اخلاق پر عام فضیلت رکھتے تھے، اور اون مین جو تنوع، جو گوناگونی اور جو جامعیت تھی، کسی مین نہین پائی جاتی تھی، اون مین وہ تمام اوصاف موجود تھے، جو بانیانِ مذاہب، مؤسسانِ تمدن، اور ماہرین سیاست کے لیے درکار ہین،

ایثار | انسان کا سب سے بڑا جوہر ایثار ہے، اور یہ وصف حضرت عمرؓ مین جسدرجہ تک پایا جاتا تھا، اوس کی نظیر نہین مل سکتی، بیعتِ سقیفہ مین حضرت ابوبکرؓ نے خلافت کے لیے اونکا نام پیش کیا تھا، لیکن اونکو ناگوار ہوا اور صاف کہدیا کہ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرینگے، اس واقعہ کو جب اپنی خلافت کے اخیر زمانہ مین وفات سے چند روز پیشتر بیان کیا، تو یہ الفاظ ارشاد فرمائے، کہ ایک ایسی قوم جسین ابوبکرؓ موجود ہون، اگر مین اوسکا امیر بنایا جاؤن تو اس سے بہتر یہ ہے کہ میرا سر اڑا دیا جائے، اور قتل دکی تنا، کا جوگناہ ہے اوسکو مین زیادہ محبوب سمجھتا ہون،

شجاعت | غزواتِ نبوی مین احد اور حنین وہ غزوات ہین جنمین بڑے بڑے جانبازوںکی

پائے ثبات مین لغزش پیدا ہو گئی تھی، لیکن حضرت عمرؓ اون چند بزرگون مین تھے جنھون نے اخیر وقت تک ثابت قدمی کا جوہر دکھایا، غزوۂ احد مین وہ خود رسول اللہؐ کے پاس تھے، اور حنین مین میدان سے ہٹے نہ تھے، بلکہ کچھ لوگون کو لیے ہوئے کھڑے تھے، یہ وہ نازک موقع تھا، جب رسول اللہ صلعم کے علاوہ میدان مین کوئی نظر نہین آتا تھا،

غیرت نہایت غیور تھے، اور اونکی غیرت عام طور پر مشہور تھی، یہانتک کہ خود رسول اللہؐ کو بھی اوسکا علم تھا، ایکبار آپ نے خواب دیکھا کہ جنت مین ہین، وہان ایک عورت ایک قصر کے پاس وضو کر رہی ہے، دریافت کیا یہ قصر کس کا ہے؟ جواب ملا عمرؓ کا! لیکن حضرت عمرؓ کی غیرت یاد آئی، اور مُنھ پھیر کر واپس آئے، آپ نے جب یہ خواب بیان کیا تو حضرت عمرؓ رونے لگے اور عرض کیا[۱]

اعلیك اغار یارسول اللہ؟ یارسول اللہ! آپ سے غیرت!

حضرت عمرؓ کی ایک بیوی فجر اور عشاء کی نماز مسجد نبوی مین باجماعت ادا کرتی تھین، لوگون نے اون سے کہا کہ جب آپ جانتی ہین کہ عمرؓ اسکو برا سمجھتے ہین، اور اونکو غیرت معلوم ہوتی ہے، تو پھر مسجد مین کیون آتی ہین؟[۲]

جرأت انتہا درجہ کے جری تھے، ہشام بن حکیمؓ ایک صحابی تھے، وہ نماز مین سورۂ فرقان قراءتِ مشہورہ کے خلاف پڑھ رہے تھے، حضرت عمرؓ نے سُنا تو ضبط نہ ہو سکا، خود فرماتے ہین[۳]

۱؎ بخاری کتاب بدء الخلق باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ، ۲؎ ایضاً کتاب الجمعۃ باب ہل علی من لا یشہد الجمعۃ غسل من النساء والصبیان، ۳؎ ایضاً کتاب استتابۃ المعاندین والمرتدین باب ما جاء فی المتأولین،

فکدت اساورہ فی الصلوٰۃ، میں نے چاہا کہ اونپر نماز میں حملہ کردون،

لیکن پھر رُک گئے، جب اونھون نے نماز ختم کی تو گردن میں چادر ڈالکر گھسیٹا، اور اسی

ہیئت سے آنحضرت صلعم کے پاس لے گئے،

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضنے جب استیذان کی حدیث بیان کی تو حضرت عمر رضنے

فرمایا گواہ لاؤ، ورنہ سزا دونگا،

یہ جرأت صرف صحابہ کے ساتھ مخصوص نہ تھی، بلکہ بعض اوقات خود حضور سرورِ کائنات

صلعم کے روبرو اوسکا اظہار ہوتا تھا، آپ ابن اُبی کے جنازہ پر کھڑے ہوئے تو حضرت

عمر رضنے دامن پکڑ کر کھینچا اور کہا آپ منافق کے جنازہ کی نماز پڑھتے ہین، حالانکہ خدانے

آپ کو منع فرمایا ہے،

صلح حدیبیہ کے موقع پر اونھون نے جس انداز سے گفتگو کی، صحابہ مین کوئی شخص

اوسکی جرأت نہین کرسکتا تھا،

ادب | لیکن یہ جرأت مخصوص حالات کے لحاظ سے تھی، عام طور پر وہ آنحضرت صلعم کا اسقدر

ادب کرتے تھے، کہ اوسکا تخیل بھی نہین ہوسکتا،

آنحضرت صلعم کے عتاب سے ہروقت لرزتے رہتے تھے، سفرِ حدیبیہ مین کسی چیز کے

متعلق تین بار استفسار کیا، جب آنحضرت صلعم نے جواب نہ دیا، تو خود کہتے ہین،[۱]

فحرکت بعیری ثم تقدمت امام المسلمین میں نے اپنا اونٹ بڑھایا، اور مسلمانون سے آگے

[۱] بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبۃ،

وخشیت ان ینزل فی قرآن ، نکل گیا، اور مجھکو خوف معلوم ہوا کہ میرے متعلق
کہین قرآن نازل نہ ہوجائے ،

واقعۂ ایلا مین اونھون نے اپنی صاحبزادی حضرت حفصہ رض کے متعلق جب یہ سُنا کہ
وہ آنحضرت صلعم کو برابر کا جواب دیتی ہین، تو اون سے جاکر کہا [۱]

احذرک عقوبۃ اللہ وغضب رسول اللہ ﷺ مین تمکو عذاب آلہی اور رسول اللہ کے غضب سے ڈراتا ہون،

ایکبار لوگون نے کثرت سے سوالات کیے، آنحضرت صلعم نے غصہ کے لہجہ مین فرمایا،
"اور پوچھو" یہ سُنکر عبد اللہ بن حذافہ رض کھڑے ہوئے اور کہا میرا باپ کون ہے، آپ نے
فرمایا، حذافہ، دوسرے نے پوچھا میرا باپ ؟ ارشاد ہوا تمھارا باپ سالم مولی شیبہ، حضرت
عمر رض نے چہرہ مبارک پر غصہ کے آثار دیکھے، تو دو زانو ہو کر بیٹھ گئے، اور کہا،

یارسول اللہ انا نتوب الی اللہ عزوجل یارسول اللہ! ہم خدا سے توبہ کرتے ہین، ہمارا
رضینا باللہ ربا، وبالاسلام دینا، رب اللہ، ہمارا مذہب اسلام، اور ہمارے
وبمحمد صلعم نبیا، پیغمبر محمد صلعم ہین،

حضرت عمر رض نے یہ الفاظ تین بار کہے، تو آنحضرت صلعم خاموش ہوگئے، اور غصہ فرو ہوا [۲]
آنحضرت صلعم کے سامنے آواز بلند نہین کرتے تھے، حضرت ابن زبیر رض فرماتے ہین [۳]

فکان عمر بعد اذا حدث النبی صلعم عمر رض اس آیت کے نازل ہونے کے بعد جب آنحضرت
بحدیث حدثہ کاخی السرار ، لم صلعم سے گفتگو کرتے تو اسقدر آہستہ بولتے تھے کہ

---

[۱] بخاری کتاب التفسیر سورۃ التحریم باب قولہ قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم [۲] ایضاً کتاب العلم باب الغضب فی الموعظۃ والتعلیم اذا رای ما یکرہ [۳] ایضاً کتاب الاعتصام باب ما یکرہ من التعمق والتنازع ،

لیسمعه حتی یستفهمه ، آواز سنائی نہین دیتی تھی ، اور آپ کو دوبارہ پوچھنے کی ضرورت واقع ہوتی تھی ،

آپ سے بلاضرورت گفتگو کرنا خلافِ ادب سمجھتے تھے ، ذوالیدین کے واقعہ مین حضرت عمرؓ موجود تھے ، آنحضرت صلعم نے ظہر کی نماز دو رکعت پڑہائی ، لیکن اونکو بارگاہِ رسالت مین عرض کرنے جرأت نہو سکی[1]

آپ کا مزاج پہچانکر گفتگو کرتے ، واقعۂ ایلا مین جب مشربہ مین جانے کی اجازت حاصل ہوئی ، تو سلام کرنے کے بعد ایک سوال کیا ، پھر کھڑے رہے ، خود کہتے ہین ،

ثم قلت وانا قائم استأنس ، پھر مین نے کہا ، اور مین کھڑا ہوا آنحضرت صلعم کو مانوس کرنا چاہتا تھا ،

چند باتین کرنے کے بعد جب آنحضرت صلعم مانوس ہوگئے اور تبسم فرمایا اوسوقت بیٹھ گئے فرماتے ہین[2]

فجلست حین رأیته تبسم ، جب مین نے تبسم کرتے ہوے آنحضرتؐ کو دیکھ لیا اوسوقت بیٹھا[3]

آپ سے سوالات پر استغفار کرتے ، واقعۂ ایلا مین جب آنحضرت صلعم کی زاہدانہ زندگی پر اونکو افسوس ہوا ، اور اوسکو آنحضرت صلعم سے ظاہر کیا ، تو جواب پانے کے بعد کہا ،[4]

یارسول اللہ استغفرلی ، یارسول اللہ میرے لیے استغفار فرمایئے ،

صلح حدیبیہ کے موقع پر چونکہ نہایت بیباکانہ گفتگو کی تھی ، اوسکے کفارہ مین بہت سے

---

[1] بخاری کتاب الادب باب یجوز من ذکر الناس ، [2] ایضاً کتاب النکاح باب موعظۃ الرجل ابنتہ لحال زوجہا [3] ایضاً

نیک کام کیے، خود فرماتے ہین[1]

فعملت لذلک اعمالا، — مین نے اسکے لیے بہت سے عمل کیے،

آپ کی تکلیف کا خیال رکھتے، واقعۂ ایلا مین اونھون نے حضرت حفصہ رض سے کہا[2]

لا تستکثری النبی صلعم ولا تراجعیه فی شئ ولا تهجریه، وسلینی ما بدا لک — رسول اللہ صلعم سے زیادہ خرچ نہ مانگو، آپکو جواب دو، آپسے گفتگو ترک نکرو، اور جو کچھ ضرورت ہو مجھ سے کہو،

مرض الموت مین جب آنحضرت صلعم نے کچھ لکھنے کا خیال ظاہر فرمایا، تو حضرت عمر رض نے آپ کی شدتِ درد وکرب کو دیکھکر کہا[3]

ان النبی صلعم غلبه الوجع وعندنا کتاب الله حسبنا، — رسول اللہ صلعم کو درد کی تکلیف ہے، اور ہمارے پاس قرآن موجود ہے، جو ہمارے لیے کافی ہے،

آپ کے سامنے معمولی گستاخیان بھی گوارا نہ کرتے، ایکبار عبد اللہ بن عمر رض اونکے اونٹ پر سوار تھے، اونٹ سرکش تھا، اور قابو مین نہین آتا تھا، وہ خود آنحضرت صلعم کی ناقہ کے آگے نکل جاتا تھا، اسپر حضرت عمر رض اونٹ کو ڈانٹتے تھے، ابن عمر رض کہتے ہین[4]

فیزجره عمر ویرده، ثم یتقدم فیزجره عمر ویرده، — عمر اوسکو ڈانٹتے اور پیچھے کرتے تھے، پھر وہ آگے ہو جاتا تو پھر ڈانٹتے اور پیچھے کرتے تھے،

دوسری روایت مین یہ الفاظ آئے ہین[5]

فیقول ابوه یا عبد الله لا یتقدم — اونکے باپ کہتے تھے اے عبد اللہ دیکھو! آنحضرت صلعم کے

---

[1] بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجهاد، [2] ایضاً کتاب النکاح باب موعظة الرجل ابنته، [3] ایضاً کتاب العلم باب کتابة العلم، [4] ایضاً کتاب البیوع باب اذا اشتری شیئا فوهب من ساعته، [5] ایضاً کتاب الهبة باب من اهدی له هدیة وعنده جلساءه،

النبی صلعم احد،　　　　آگے کوئی نہ نکلنے پائے،

یہ ادب صرف رسول اللہ صلعم کے حیات اقدس تک منحصر نہ تھا، بلکہ آپ کی وفات کے بعد بھی وہ ہر وقت اوسکو پیش نظر رکھتے تھے، ایکبار طائف کے دو شخص مسجد نبوی مین شور کر رہے تھے، حضرت عمرؓ نے بُلا کر اون سے دریافت کیا کہ تم کہان کے رہنے والے ہو، جب وطن معلوم ہوا تو فرمایا[1]

لو کنتما من اھل البلد لاوجعتکما، ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ صلعم　　اگر تم اس شہر کے باشندے ہوتے تو سزا دیتا رسول اللہ صلعم کی مسجد مین آواز بلند کرتے ہو؟

حُب رسول حضرت عمرؓ کو رسول اللہ صلعم کی ذات اقدس سے جو محبت تھی، اوسکو اونھون نے خود بیان فرمایا ہے، اس بنا پر وہ ہمارے استنباط سے بالاتر چیز ہے، ایکبار آنحضرت صلعم اونکا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، اور صحابہ بھی موجود تھے، اوسوقت دونون صاحبون مین حسب ذیل گفتگو ہوئی،

حضرت عمرؓ، یا رسول اللہ! آپ مجھکو جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہین،
رسول اللہ صلعم، نہین، اوس ذات کی قسم جسکے قبضہ مین میری جان ہے، جب تک مین تمکو تمھاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہون، (اوسوقت تک مرتبۂ اعلےٰ حاصل نہین ہوسکتا)
حضرت عمرؓ فانہ الآن واللہ لانت احب الیّ من نفسی، باخدا کی قسم اب آپ مجھکو جان سے بھی زیادہ محبوب ہین،

---

[1] بخاری کتاب الصلوٰۃ باب رفع الصوت فی المسجد،

رسول اللہ صلعم: الآن یا عمر! اے عمر، اب، (درجہ کمال حاصل ہوگیا)

اس گفتگو سے جو خود آنحضرت صلعم سے ہوئی، معیارِ محبت ظاہر ہونے کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رض کو حبِ نبوی مین کیا درجہ حاصل تھا؟ یہ وہ درجہ تھا جو تمام صحابہ مین (حضرت ابو بکر رض کے سوا) کسی کو حاصل نہوسکا، اور خود آنحضرت صلعم نے اسکے کامل اور تام ہونے کی شہادت دی،[1] وکفاہ ذلک فخرًا،

آنحضرت صلعم کو جان، مال، اولاد، سے زیادہ عزیز رکھنے کا یہ اثر تھا، کہ ہروقت آپ کی حفاظت پر کمر بستہ رہتے تھے، اور کوئی شخص آنحضرت صلعم کی شان کے خلاف کوئی بات کرتا، تو اونکی تلوار نیام سے نکل پڑتی تھی،

حاطب بن ابی بلتعہ رض نے ایک خاص سبب سے مشرکین مکہ کو آنحضرت صلعم کے بعض ارادون سے مطلع کیا تھا، جب خط پکڑا گیا، تو حضرت عمر رض غصہ سے بیتاب ہوگئے، اور آنحضرت صلعم سے کہا،[2]

یارسول اللہ! دعنی اضرب عنق ھذا المنافق،	مجھکو اجازت دیجیے کہ اس منافق کا سر اڑادون،

ذوالخویصرہ نے جب آنحضرت صلعم سے کہا کہ آپ عدل کرین تو حضرت عمر رض آپے سے باہر ہوگئے، اور فرمایا،[3]

ائذن لی فیہ اضرب عنقہ،	مجھکو اذن دیجیے کہ اسکی گردن ماردون،

[1] بخاری کتاب الایمان والنذور باب کیف کان یمین النبی صلعم، [2] ایضًا کتاب الجہاد باب الجاسوس [3] ایضًا کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام،

ایک انصاری اور مہاجری کے جھگڑے مین، عبداللہ بن ابی راس المنافقین نے کہا تھا کہ مدینہ پہونچکر عزیز، ذلیل کو نکال دے گا، آنحضرت صلعم کو اس فقرہ کی اطلاع ہوئی تو حضرت عمرؓ کھڑے ہوگئے، اور کہا[۱]

دعنی اضرب عنق ھذا المنافق، مجھکو چھوڑیے کہ اس منافق کو قتل کردون،

مدینہ مین ابن صیاد ایک شخص تھا، جسکے دجال ہونے کی نسبت خود آنحضرت صلعم کو شبہ تھا، آپ ایکبار حضرت عمرؓ اور چند صحابہ کے ساتھ اوسکے پاس تشریف لے گئے، اور فرمایا تم میری رسالت کی گواہی دیتے ہو؟ اوسنے آپ کی طرف دیکھ کر جواب دیا مین اس بات کی گواہی دیتا ہون کہ آپ امیون کے رسول ہین، پھر بولا کیا آپ میری رسالت کی گواہی دیتے ہین؟ آپ اوسکے پاس سے ہٹ گئے، اور فرمایا مین خدا اور اوسکے رسولون پر ایمان لاتا ہون، اوسکے بعد پوچھا تم کو کیا معلوم ہوتا ہے؟ ابن صیاد نے کہا صادق اور کاذب ہر قسم کی خبرین آتی ہین، ارشاد ہوا تم پر معاملہ مشتبہ ہوگیا، پھر فرمایا اچھا بتاؤ میرے دلمین کیا ہے؟ ابن صیاد بولا دخ! آپ نے فرمایا تم اس درجہ سے تجاوز نہین کرسکتے، حضرت عمرؓ فوراً بولے[۲]

دعنی یا رسول اللہ اضرب عنقہ، یارسول اللہ اجازت ہو تو اسکی گردن ماردون،

آپ نے فرمایا اگر یہ وہی (دجال) ہے، تو تم اسپر قابو نہین پاسکتے، اور اگر وہ نہین تو مارنے سے کیا حاصل؟

---

[۱] بخاری کتاب التفسیر سورۃ المنافقون باب قولہ سواء علیہم استغفرت لہم ام لم تستغفر لہم، [۲] ایضاً کتاب الجنائز باب اذا اسلم الصبی فمات ہل یصلی علیہ،

آنحضرت صلعم تمام زخارفِ دنیوی سے بیگانہ زندگی بسر فرماتے تھے، اور حضرت عمرؓ کی محبت کا اقتضا رتھا کہ راحت و آرام اور ناز و نعمت کی زندگی اختیار فرمائین، اسلیے قول اور عمل دونون سے اپنے خیال کو ظاہر کیا، ایکبار عطارد جبے لیکر آئے، اور مسجدِ نبوی کے دروازہ پر دُکان لگائی، حضرت عمرؓ نے استبرق کا ایک جبہ دیکھا، جسمین کچھ ریشم ملا ہوا تھا (حلہ سیراء) اوسکو لیکر آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئے، اور کہا اسکو آپ رکھ لین، جمعہ عید، اور وفود کے موقع پر زیب تن فرمائیے گا، آپ نے فرمایا اسکو وہ پہنتا ہے جس کا آخرت مین کوئی حصہ نہین[1]،

ایکبار آنحضرت صلعم کے مشربہ مین گئے، دیکھا تو آپ کھری چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے، سر کے نیچے چمڑہ کا تکیہ تھا جسمین کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، پائون کے پاس دباغت کا سامان رکھا تھا، سرہانے کئی چمڑے لٹک رہے تھے، شہنشاہِ کونین کے توشہ خانہ مین یہ سامان دیکھا، اور پہلوے مبارک مین بانون کی بدھیان پڑی ہوئی نظر آئین، تو حضرت عمرؓ آبدیدہ ہوگئے، آپ نے پوچھا روتے کیون ہو؟ عرض کی، کسرےٰ و قیصر دنیا کی زینت اور نعمت مین بسر کرتے ہین، اور آپ خدا کے رسول ہین (اور معیشت کا یہ سامان ہے)

آپ نے فرمایا کیا تمکو یہ پسند نہین کہ اونکے لیے دنیا ہو اور ہمارے[2] لیے آخرت،

آنحضرت صلعم کو بابرکت سمجھتے تھے، حضرت جابرؓ کے قرضخواہون کو جب آنحضرت صلعم نے کھجورین تقسیم فرمائین، اور کچھ بچ رہین تو آپ نے جابرؓ سے فرمایا، ابن خطابؓ کو

[1] بخاری کتاب الجهاد باب التجمل للوفد، و کتاب الجمعۃ باب ما یلبس احسن ما یجد، [2] ایضاً کتاب التفسیر سورۃ التحریم باب تبتغی مرضاۃ ازواجک قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم،

اسکی اطلاع دو، جابر رضؓ حضرت عمر رضؓ کے پاس آئے اور اون سے واقعہ بیان کیا تو اونھون نے کہا[1]

لقد علمت حین مشی فیہا رسول اللہ صلعم لیبارکن فیہا	جب رسول اللہ صلعم تشریف لے گئے تھے، تو مین نے اوسی وقت سمجھ لیا تھا کہ اوسمین برکت ہوگی

آنحضرت صلعم کی وفات کا اونکو یقین نہین آتا تھا، اونکا خیال تھا، کہ آپ کا انتقال تمام صحابہ کے بعد ہوگا، جب حضرت ابوبکر رضؓ نے آیتِ قرآنی سے استدلال کیا تو حضرت عمر رضؓ کے حواس جاتے رہے، اور اس تخیل سے کہ آنحضرت صلعم کا انتقال ہوگیا، زمین پاؤن کے نیچے سے نکل گئی اور گر پڑے،

حبِ اہلبیت

رسول اللہ صلعم کی وجہ سے اہلِ بیت سے محبت کرتے، اور اونکو علانیہ عظمت دیتے تھے، حضرت عباس رضؓ آنحضرت صلعم کے عم محترم تھے، حضرت عمر رضؓ اپنے زمانۂ خلافت مین جب نمازِ استسقار پڑہاتے تو اونکے وسیلہ سے دعا مانگتے تھے، اور یہ کہتے تھے کہ پہلے ہم رسول اللہ صلعم کو وسیلہ بناتے تھے، اور اب اونکے چچا کو وسیلہ بناتے ہین[2]

حضرت عباس رضؓ کے صاحبزادے عبداللہ تھے، وہ اپنے متعلق بیان کرتے ہین،

کان عمر بن الخطاب یدنی ابن عباس	عمر بن خطاب ابن عباس کو تقرب کا درجہ عطا فرماتے تھے

یہ باب علامات النبوۃ فی الاسلام کی روایت ہے، کتاب التفسیر (سورۂ اذا جاء) مین یہ الفاظ آئے ہین،

[1] بخاری کتاب فی الاستقراض باب اذا قاص او جازفہ فی الدین فہو جائز، [2] ایضاً ابواب الاستسقار باب سوال الناس الامام الاستسقار اذا قحطوا،

کان عمر یدخلنی مع اشیاخ بدر، عمر مجھکو اشیاخ بدر کے ساتھ بلاتے تھے،

یہ بات حضرت عبدالرحمان بن عوف رضؓ کو ناگوار ہوئی، لیکن جب اونھون نے حضرت عمر رضؓ سے ذکر کیا تو جواب ملا کہ انکی قابلیت تمکو بھی معلوم ہے،

صدقاتِ نبوی مین سے نخلستانِ بنو نضیر کا انتظام حضرت عباس رضؓ اور حضرت علی رضؓ کے سپرد کیا، حضرت عمر رضؓ کے بعد اسپر حضرت علی رضؓ غالب آگئے، اونکے بعد حضرت حسن رضؓ پھر حضرت حسین رضؓ، پھر علی بن حسین رحؒ اور حسن بن حسن رحؒ، اور اونکے بعد زید بن حسن رحؒ اسکا انتظام کرتے رہے[۱]

حُبِ مدینہ | رسول اللہ صلعم کا دار الہجرۃ ہونے کی وجہ سے حضرت عمر رضؓ کو مدینہ سے بھی نہایت محبت تھی، چنانچہ دعا فرمایا کرتے تھے[۲]

اللھم ارزقنی شھادۃ فی سبیلک، خداوندا مجھ کو اپنی راہ مین شہید کر، اور مجھے
واجعل موتی فی بلد رسولک، اپنے رسول کے شہر مین موت دے،

مدینہ مین بھی مزارِ نبوی سب سے متبرک مقام ہے، اور صحیح حدیث کی رو سے تختہٗ جنت ہے، حضرت عمر رضؓ کو اس خوابگاہ مین آرام فرمانے کی سب سے بڑی آرزو تھی، چنانچہ جب وفات کے وقت حضرت عائشہ رضؓ کے پاس پیغام کہلایا اور اونھون نے اون کی درخواست منظور کی تو مقدس خلیفہ کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے،

الحمد للہ، ما کان شئ اھم الیّ من خدا کا شکر ہے، اس خوابگاہ سے زیادہ کوئی چیز

[۱] بخاری کتاب المغازی باب حدیث بنی النضیر، [۲] ایضاً فضائل المدینۃ،

ذالک المضجع ! | میرے نزدیک اہم نہ تھی،

اولاد کی محبت | اولاد اور ازواج سے فطری طور پر جو محبت ہونی چاہیے، وہی تھی، تاہم حضرت حفصہ رض ام المومنین سے زیادہ اُلفت رکھتے تھے، واقعۂ ایلا، کی جسوقت اطلاع ہوئی تو بے اختیار اونکی زبان سے نکلا[۱]

خابت حفصة وخسرات، | حفصہ رض خائب اور خاسر ہوئین،

اونکے مکان مین اکثر جاتے رہتے تھے، اور اونکو سمجھاتے تھے کہ تمھاری وہ سوکن جسکو حسن نے عجب مین ڈال رکھا ہے، اور جو رسول اللہ صلعم کو زیادہ محبوب ہے (یعنے حضرت عائشہ رض) تم اوسکے گھمنڈ مین نہ آجانا،

بیویون سے کچھ زمانہ تک سخت برتاؤ کرتے تھے، اور اونپر غالب رہتے تھے، جب قرآن مجید مین اونکے حقوق تبلائے گئے، تو عورتون کی قدر ومنزلت معلوم ہوئی اور نرم برتاؤ کرنے لگے، خود فرماتے ہین[۲]

کنا معشر قریش نغلب النساء فلما قدمنا	ہم گروہ قریش عورتون پر غالب تھے، جب ہم انصار
علی الانصار اذا قوم تغلبھم نساؤھم	کے ہان آئے تو وہان عورتین غالب تھین ہماری
فطفق نساؤنا یاخذن من ادب	عورتون نے انصاری عورتون کا طریقہ اختیار کرنا
نساء الانصار، فصخبت علی امرءنی	شروع کیا، مین نے اپنی بیوی کو ڈانٹا، اوس نے
فراجعتنی فانکرت ان تراجعنی،	جواب دیا، مجھ کو جواب دینا ناگوار ہوا،

[۱] بخاری کتاب النکاح باب موعظۃ الرجل ابنتہ لحال زوجہا، [۲] ایضًا،

دوسری روایت مین یہ الفاظ آئے ہین[1]

واللہ ان کنا فی الجاھلیۃ ما نعد للنساء امرا، حتی انزل اللہ فیھن ما انزل وقسم لھن ما قسم، قال فبینا انا فی امر اتأمرہ اذ قالت امرءتی لو صنعت کذا وکذا، قال فقلت لھا مالک ولما ھھنا؟ فیما تکلفک فی امر اریدہ	خدا کی قسم ہم جاہلیت مین عورتون کو ہیچ سمجھتے تھے، یہانتک کہ خدا نے اونکے متعلق آیتین نازل کین، اور اونکے حقوق مقرر کیے، ایکروز مین ایک خاص معاملہ مین غور کر رہا تھا، میری بیوی نے کہا آپ یون کرین مینے کہا تمکو ان باتون سے کیا تعلق؟ تم اس معاملہ مین کیون تکلیف کرتی ہو،

زہد وتقشف حضرت عمرؓ کے فضائلِ اخلاق مین یہ عنوان سب سے زیادہ جلی اور واضح نظر آتا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ دنیاوی حیثیت سے خدا نے اونکو جو اعزاز عطا کیا تھا، یعنے خلافت، اوسکے ساتھ اونھون نے جو متقشفانہ زندگی اختیار فرمائی اوس کی نظیر انبیا علیہم السلام کے علاوہ کسی عظیم الشان خلیفہ یا بادشاہ کی زندگی مین نہین مل سکتی، عین اوسوقت جب ذیر داوٗدؑ وسلیمانؑ کا دہوکہ ہوتا تھا، وہ مسیح ابن مریمؑ کی زاہدانہ صورت مین نظر آتے تھے،

یاد ہوگا کہ جب وہ رسول اللہ صلعم کے توشہ خانہ مین گئے تھے تو یہ سامان دیکھا تھا،[2]

فاذا ھو مضطجع علی رمال حصیر، لیس بینہ وبینہ فراش، قد اثر الرمال بجنبہ، متکئا علی وسادۃ من ادم	آپ بان کی چارپائی پر لیٹے ہین، اوسپر فرش نہین ہے، پہلو مین بان کے نشانات پڑے ہوئے ہین، چمڑہ کے ایک تکیہ پر ٹیک لگا رکھی

[1] بخاری کتاب التفسیر سورۃ التحریم باب قولہ قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم، [2] ایک روایت مین رمال سریر کا لفظ آیا ہے اور ہم نے اوسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے،

حشوها لیف، ہے جسکے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی ہے،

اور اس سے اونپر رقت طاری ہوئی تھی، لیکن زمانۂ خلافت مین جب مالک بن اوس بن حدثان اونکے کاشانۂ اقدس مین گئے، تو وہان بھی درہم و دینار کی جگمگاہٹ کے بجاے فقرِ محمدی کا نور نظر آیا، اور وہی سامان جو حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلعم کے مسکنِ مبارک مین دیکھا تھا، مالک کے نظر افروز ہوا، چنانچہ مالک بیان کرتے ہین[1]،

فاذا ھو جالس علی رمال سریر، وہ (یعنے حضرت عمرؓ) بان کی چارپائی پر بیٹھے لیس بینه و بینه فراش، متکئ علی ہوے تھے، اوسپر کوئی فرش نہ تھا، چمڑہ کے ایک وسادۃ من آدم، تکیہ پر ٹیک لگا رکھی تھی،

حضرت عمرؓ نہایت عسرت سے زندگی بسر فرماتے تھے، اونکو جو وظیفہ ملتا تھا، اخراجات کے لیے کافی نہ تھا، اسلیے مقروض ہوگئے تھے، چنانچہ وفات کے وقت حساب لگایا گیا تو چھیاسی ہزار قرض نکلا[2]،

تکلف سے نفرت کرتے تھے، فرماتے تھے[3]،

نھینا عن التکلف، ہم کو (معاشرت، طعام، لباس مین) تکلف کی ممانعت کی گئی ہے،

لباس سادہ تھا، واقعۂ ایلاء کے سلسلہ مین خود بیان کرتے ہین[4]،

ثم جمعت علیّ ثیابی، پھر مین نے اپنے تمام کپڑے پہنے،

لیکن اوسکی تشریح حضرت ابن عباسؓ نے یہ کی ہے[5]،

---

[1] بخاری کتاب الجہاد باب فرض الخمس، [2] ایضاً کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمانؓ، [3] ایضاً کتاب الاعتصام باب ما یکرہ من کثرۃ السؤال [4] ایضاً کتاب النکاح باب موعظۃ الرجل ابنتہ، [5] ایضاً کتاب التفسیر سورۃ التحریم باب قولہ قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم۔

فاخذ ر د ا ء ہ ، اوںھون نے اپنی چادر لی ،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عام طور پر قمیص اور ازار پہنتے تھے، لیکن جب بارگاہِ نبوت مین جاتے تو چادر بھی اوڑھ لیتے تھے،

یہان پر ہمکو ایک روایت کی تنقید کرنا ہے، صحیح بخاری کتاب البیوع (باب التجارة فیما یکرہ لبسہ) مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ کے پاس حریر یا سیرار کا حلہ بھیجا، حضرت عمرؓ نے اوسکو پہنا، آپ کی نظر پڑی تو فرمایا مین نے اسکو تمھارے پہننے کے لیے نہین بھیجا تھا اسکو وہ لوگ پہنتے ہین جنکا آخرت مین، کوئی حصہ نہین، مین نے تمکو اسلیے دیا تھا کہ اس سی فائدہ حاصل کرو،

حالانکہ یہی روایت صحیح بخاری کے متعدد ابواب مین منقول ہے، لیکن اوس مین حضرت عمرؓ کے پہننے کا ذکر نہین، اون ابواب مین صرف اسقدر ہے کہ آنحضرت صلعم کے پاس چند حلے آئے تھے، ایک حلہ آپ نے حضرت عمرؓ کو عنایت فرمایا، اونھون نے کہا یا رسول اللہ! آپ یہ مجھکو عنایت فرما رہے ہین، حالانکہ حلۂ عطارد کے متعلق کچھ اور ارشاد ہو چکا ہے، (یعنے ممانعت) آپ نے فرمایا مین نے تمکو پہننے کے لیے نہین دیا ہے، حضرت عمرؓ نے وہ حلہ اپنے ایک مشرک بھائی کے پاس مکہ بھجوا دیا،

یہ روایت صحیح ترین روایت ہے، اور عبد اللہ بن یوسف، مالک، نافع، حضرت ابن عمرؓ، کے سلسلہ سے مروی ہے، جو فنِ روایت کے امام تھے، یہ روایت کتاب الجمعة (باب یلبس احسن ما یجد) مین ہے، اور ابواب مین اسکے متابعات آئے ہین، جو اگرچہ

کم رتبہ راویون سے منقول ہین، لیکن مضمون متحد ہے، اسکے مقابلہ مین کتاب البیوع کی روایت چندان قابلِ التفات نہین، اوسکے ایک راوی آدم بن ابی یاس ہین جنکے متعلق نسائی نے لکھا ہے لا بأس به، (اونکی روایت مین مضائقہ نہین) یہ الفاظ کمزوری پر دلالت کرتے ہین، ایک راوی ابوبکر بن حفص ہین، وہ گو ثقہ ہین، لیکن امام مالک کے ہمرتبہ نہین، یہ بحث روایت کے لحاظ سے تھی، درایت کی حیثیت سے کاوش کی مطلق ضرورت نہین، تمام روایات مین مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم نے حلۂ عطارد کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس یہ حلہ بھیجا تھا، حلۂ عطارد کے متعلق جب آپ نے ممانعت فرمائی تھی، تو پھر حضرت عمرؓ اوس قسم کا حلہ کیونکر پہن سکتے تھے؟

استغناء فطرۃً مستغنی واقع ہوئے تھے، خود فرماتے ہین[۱]

کان رسول اللّٰہ صلعم یعطینی العطاء — رسول اللہ صلعم مجھ کو عطیہ دیتے تو مین کہتا کہ یہ

فاقول اعطہ افقر الیہ منی، — اوسکو دیجیے جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو،

پاس حقوق ہر شخص کے حق کا لحاظ رکھتے، ایکبار مدینہ کی چند عورتون کو چادرین تقسیم کین، ایک عمدہ چادر باقی رہ گئی، لوگون نے کہا یہ رسول اللہ صلعم کی صاحبزادی (ام کلثوم بنت علیؓ حضرت عمرؓ کی زوجۂ محترمہ) کو عنایت فرمائیے لیکن حضرت عمرؓ نے جواب دیا،[۲]

ام سلیط احق، — ام سلیط زیادہ مستحق ہین،

اوسکے بعد بیان کیا کہ وہ احد مین ہمارے یے مشکین سیتی تھین، ام سلیط، انصاریہ تھین،

[۱] بخاری کتاب الاحکام باب رزق الحاکم والعاملین علیہا، [۲] ایضاً کتاب الجہاد باب حمل النساء القرب الی الناس فی الغزو،

خفاف بن ایما غفاری کی صاحبزادی نے مدینہ آکر جب اپنی مصیبت بیان کی تو اسقدر سامان دیا کہ لوگ متعجب ہو کر رہ گئے، اوسکے بعد فرمایا[1]

واللہ انی لاری ابا ھذہ و اخاھا	خدا کی قسم مین دیکھ رہا ہون کہ اسکے باپ اور بھائی
قد حاصرا حصنا زمانا، فافتتحاہ	نے مدت تک ایک قلعہ کا محاصرہ کرکے اوسکو فتح
ثم اصبحنا نستفئ سھمانھما فیہ،	کیا تھا، اب ہم لوگ وہین اون دونون کا حصہ
	بھی لے لیتے ہین،

لحاظِ مراتب ہر شخص کو اوسکے اصلی درجہ پر رکھتے، اور اوسی کے مطابق اوسکی عزت کرتے تھے،

رسول اللہ صلعم نے حضرت ابو بکر رضہ کے متعلق قول و عمل سے جو کچھ ظاہر فرمایا تھا، حضرت عمر رضہ نے ہمیشہ اوسکا لحاظ رکھا، علالتِ نبوی کے زمانہ مین جب حضرت ابو بکر رضہ نے اون سے نماز پڑہانے کے لیے کہا تو اونھون نے جواب دیا کہ آپ زیادہ مستحق ہین، بیعتِ سقیفہ مین خود حضرت ابو بکر رضہ نے اونکا نام خلافت کے لیے پیش کیا تھا، لیکن اونھون نے صاف کہا،

بل نبایعک انت فانت سیدنا وخیرنا	بلکہ ہم آپ سے بیعت کرینگے، آپ ہمارے سردار،
واحبنا الی رسول اللہ صلعم	ہمسے افضل، اور رسول اللہ کو ہمسے زیادہ محبوب تھے،

حضرت بلال رضہ کے متعلق کہا کرتے تھے،

ابو بکر سیدنا واعتق سیدنا،	ابو بکر ہمارے سردار ہین، اور اونھون نے ہمارے سردار کو آزاد کیا ہے،

وفات کے وقت جب صحابہ نے جانشین بنانے کی درخواست کی، تو فرمایا،

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیۃ،

ما اجد احق بھذا الامر من ھؤلاء النفر او الرھط الذین توفی رسول اللہ صلعم وھو عنھم راض،

مین اس امر (خلافت) کا ان لوگون سے بڑھکر کسی کو مستحق نہین پاتا، جنسے رسول اللہ صلعم وفات کے وقت تک راضی تھے،

اسکے بعد حضرت علی رضہ، عثمان رضہ، زبیر رضہ، طلحہ رضہ، سعد رضہ، اور عبد الرحمان بن عوف رضہ کے نام گنائے،

دیانت | انتہا درجہ کے متدین تھے، اور تدین کے معمولی جزئیات بھی اونکی نظر سے پوشیدہ نہین رہتے تھے، وفات کے وقت جب حضرت عائشہ رضہ کے پاس مزارِ نبوی مین دفن ہونے کی درخواست بھیجی، تو حضرت ابن عمر رضہ سے فرمایا،

قل یقرأ علیک عمر السلام، ولا تقل امیر المومنین فانی لست الیوم للمومنین امیرا،

تم اون سے یہ کہنا کہ عمر رضہ سلام کہتے ہین، امیر المومنین نہ کہنا، کیونکہ مین اب مومنین کا امیر نہین ہون،

اسمین ایک پہلو یہ بھی ملحوظ تھا کہ امارت وسلطنت کی وجہ سے دباؤ ڈالنا مقصود نہین، بلکہ ذاتی حیثیت سے سوال ہے، اسی بنا پر یہ بھی فرمایا کہ جنازہ لیجا کر دوبارہ اجازت لینا، اگر اجازت دین تو خیر ورنہ مسلمانون کے عام قبرستان مین دفن کر دینا،

صداقت | مجسم صدق وراستی تھے، واقعۂ ایلا مین اونھون نے اپنی صاحبزادی حضرت حفصہ رضہ کو یہ نصیحت کی تھی،

لا یغرنک ان کانت جارتک اوضأ منک واحب الی النبی صلعم،

تم اس دھوکہ مین نہ آنا کہ تمھاری ہمسایہ تم سے زیادہ حسین اور رسول اللہ صلعم کو زیادہ محبوب ہے،

اوسکے بعد عورتون کی طرف مخاطب ہوئے، اور فرمایا،

ای عدوات انفسهن اتهبنني	اے اپنی جان کے دشمنو! مجھ سے ڈرتی ہو،
ولا تهبن رسول الله صلعم؟	اور رسول اللہ صلعم سے نہین ڈرتین،

جواب ملا، ہان، آپ رسول اللہ صلعم سے زیادہ سخت ہین، آنحضرت صلعم نے فرمایا[۵۱]،

ايه يا ابن الخطاب! والذى نفسى	اے ابن خطاب! اوس ذات کی قسم جسکے ہاتھ مین
بيده ما لقيك الشيطان قط سالكا	میری جان ہے، جس راستہ پر تم چلتے ہو اوسپر شیطان
فجا الا سلك فجا غير فجك،	کبھی نہین چلسکتا، وہ تمکو دیکھ کر دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے،

ایکبار آنحضرت صلعم کے سامنے حبشی نیزہ کے کرتب دکھارہے تھے، اتنے مین حضرت عمر رضہ آگئے، اونھون نے کنکریان اوٹھاکر مارین، لیکن آنحضرت صلعم نے فرمایا[۵۲]، دعهم یا عمر! (اے عمر، جانے دو)

یہ رعب عہدِ نبوت کے بعد بھی قائم رہا، چنانچہ جب حضرت علی رضہ نے حضرت ابوبکر رضہ سے بیعت کرنا چاہی، اور اونکو اپنے مکان پر بلایا تو کھلا بھیجا،

ائتنا ولا يأتنا احد معك،	آپ تنہا آئین، آپ کے ساتھ کوئی اور شخص نہ آئے،

اس حدیث کی راوی حضرت عائشہ رضہ اس جملہ کی یون تشریح کرتی ہین[۵۳]،

كراهية ليحضر عمر: (حضرت علی رضہ نے یہ اس بنا پر کہلایا کہ) اونکو خوف تھا کہ عمر رضہ ساتھ آئین گے،

---

[۵۱] بخاری کتاب بدر الخلق باب صفة ابليس وجنوده، وکتاب الادب باب التبسم والضحک، [۵۲] ایضًا کتاب الجهاد باب اللهو بالحراب، [۵۳] ایضًا کتاب المغازی باب غزوة خیبر،

حضرت ابن عباس رضہ نہایت مقرب تھے، لیکن گفتگو کرنے کی ہمت نہین پڑتی تھی ایکبار حضرت عمر رضہ نے صحابہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا، ابن عباس رضہ کچھ کہنا چاہتے تھے، لیکن جھجکتے تھے، حضرت عمر رضہ نے فرمایا[1]،

یاابن اخی اقل ولا تحقر نفسک، برادرزادے ! کہو، اور اپنے کو حقیر نہ سمجھو،

ایکبار ایک مسئلہ پوچھنے کی ضرورت ہوئی تو سال بھر تک موقع کے متلاشی رہے، خود کہتے ہین[2]،

مکثت سنة ارید ان اسأل عمر ابن الخطاب عن آية فما استطیع ان اسأله، هيبةً له، | مین سال بھر تک انتظار کرتا رہا کہ عمر بن الخطاب سے ایک آیت کے متعلق دریافت کرون، لیکن ہیبت کی وجہ سے پوچھنے کی ہمت نہوئی،

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضہ بڑے جلیل القدر صحابی تھے، لیکن جب حضرت عمر رضہ نے استیذان کی حدیث کا ثبوت طلب کیا، تو اونکے چہرہ کا رنگ اُڑ گیا، چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضہ کہتے ہین،

جاء ابوموسیٰ کأنه مذعور ! ابوموسیٰ ہمارے پاس آئے، گویا وہ خوفزدہ تھے،

شدت | مزاج مین شدت تھی، لیکن اوسکا معیار وہی تھا جو قرآن مجید مین آنحضرت صلعم کی شدت کا معیار بیان کیا گیا ہے، یعنے

لوکنت فظاغلیظ القلب لانفضوا اگر تم سخت کلام، اور سنگ دل ہوتے تو یہ لوگ

---

[1] بخاری کتاب التفسیر سورۃ البقرۃ باب قوله ایود احدکم ان تکون له جنة، [2] ایضاً سورۃ التحریم باب قوله قد فرض الله لکم تحلة ایمانکم،

من حولک، تمھارے پاس سے ہٹ جاتے،

یہی وجہ ہے کہ قریش کی عورتون نے جب اونکی شدت کو بیان کیا، تو ساتھ ساتھ آنحضرت صلعم کا نام بھی لیا،[1]

انت افظ واغلظ من رسول اللہ صلعم — آپ، رسول اللہ صلعم سے زیادہ سخت ہین،

آفتاب نبوت کے گرد جسطرح سیارون اور ستارون کا مجمع رہتا تھا، شمع خلافت کے گرد بھی اوسی طرح پروانے مجتمع رہتے تھے،

یہ شدت حق و باطل کے درمیان ایک حد فاصل تھی، وہ مظلوم کے لیے نرم، اور ظالم کے حق مین سخت ہوتے تھے، اونکی نرمی مین ضعف، اور سختی مین جبر نہین ہوتا تھا،

شفقت شفقت اور شدت متضاد اوصاف ہین، لیکن حضرت عمر رض مین شدت کے ساتھ شفقت بھی بدرجۂ کمال موجود تھی، وہ رعایا پر شفقت کرتے تھے، ذمیون پر شفقت کرتے تھے، اور غلامون پر شفقت کرتے تھے،

چراگاہ مین حضرت عثمان رض اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رض کے مویشیون کو چرنے کی ممانعت تھی، لیکن غربا اس سے مستثنیٰ تھے، چنانچہ ہنی کو عام حکم دیا تھا،[2]

ادخل رب الصریمۃ ورب الغنیمۃ — اونٹون اور بکریون کے چھوٹے چھوٹے گلے جن لوگون کے پاس ہین اونکو چراگاہ مین آنے دو،

عراق کی بیوہ عورتون کا یہ خیال تھا، کہ شہادت سے چار روز قبل فرماتے تھے،[3]

---

[1] بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ، [2] ایضاً کتاب الجہاد باب اذا اسلم قوم فی دار الحرب ولہم مال وارضون، [3] ایضاً کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان رض،

لان سلمنی اللہ لادعن ارامل اهل العراق لایحتجن الی رجل بعدی،

اگر خدانے مجھکو زندہ رکھا تو اہل عراق کی بیوہ عورتون کو اس حالت مین چھوڑ جاؤنگا کہ میرے بعد اونکو کسی شخص کی احتیاج باقی نہ رہے گی،

ذمیون پر یہ شفقت تھی کہ جب یہود خیبر کو جلاوطن کیا، تو[1]

اعطاهم قیمة ما کان لهم من الثمر مالا وابلا وعروضا من اقتاب وحبال وغیر ذلك،

اونکو جائداد، اونٹ، اثاث البیت یہانتک کہ چھوٹے چھوٹے کجاوون اور رسیون تک کی قیمت ادا فرمائی،

حالانکہ یہ لوگ اسلام کے سخت دشمن تھے،

وفات کے وقت آیندہ خلیفہ کو وصیت فرمائی،

اوصیه بذمة اللہ وذمة رسوله صلعم ان یوفی لهم بعهدهم، وان یقاتل من ورائهم، ولا یکلفوا الا طاقتهم،

مین اوسکو ان لوگون کے متعلق وصیت کرتا ہون جنکو خدا ورسول کا ذمہ ہے، یہ کہ اونکا معاہدہ پورا کیا جائے گا، اونکی طرف سے لڑا جائے، اور اونپر طاقت سے زیادہ بار نہ ڈالا جائے،

غلامون کے حال پر یہ عنایت تھی کہ غلامی کو آقائی کا ہمرتبہ کر دیا تھا، غلامون کی آزادی کے وسائل نکالتے تھے، اونکی تعلیم کا بندوبست کرتے تھے، اون کو بڑے بڑے ملکی عہدے دیتے تھے، چنانچہ اسکی تفصیل اپنے مقام پر گذر چکی ہے،

[1] بخاری کتاب الشروط باب اذا اشترط فی المزارعة اذا شئت اخرجتک،

حضرت عمر رض خدا سے دعا کیا کرتے تھے،

اللھم انی اسألک ان انفقه فی حقه، خداوندا مین تجھ سے درخواست کرتا ہون کہ مال کو اوسکے حق مین صرف کرون،

اور اسی کے مطابق وہ خرچ کرتے تھے،

اونکی سب سے زیادہ زرخیز جائداد، خیبر مین تھی، اوسکو اونھون نے وقف کردیا تھا، ایکبار ایک گھوڑا خدا کی راہ مین نذر کیا، جس شخص کو دیا تھا، اوسنے قدر نہین کی، ارزان فروخت ہورہا تھا، حضرت عمر رض نے دیکھا تو خیال ہوا کہ خود خرید لین، آنحضرت صلعم سے آکر ذکر کیا، آپ نے فرمایا تم نہ خریدنا، نہ اپنا صدقہ واپس لینا، گو ایک درہم کو بھی ملتا ہو[۱]

واقعۂ ایلا مین اونھون نے حضرت حفصہ رض سے کہا کہ رسول اللہ صلعم سے زیادہ مطالبہ نکرو، جو کچھ ضرورت ہو مجھ سے مانگو،

کوئی مستحق اونکے مال سے محروم ہوتا، تو وہ افسوس کرتے تھے، ایک دفعہ حضرت ابوہریرۃ رض ملے، بھوک سے بے تاب تھے، قرآن کی ایک آیت پوچھی، حضرت عمر رض، اس حسن طلب پر غور نہ فرما سکے، اور آیت بتلا کر مکان کے اندر چلے گئے، حضرت ابوہریرہ رض کچھ دور چلکر گرپڑے اتنے مین آنحضرت صلعم تشریف لائے، اور سرہانے کھڑے ہوکر آواز دی، اباھر! بولے حاضر ہون، آنحضرت صلعم نے ہاتھ پکڑ کر اوٹھایا، اور دولت خانہ پر لے گئے، ایک بڑے پیالہ مین دودھ منگوا کر پلایا، تین مرتبہ پینے کے بعد جب شکم اونچا ہوکر تن گیا، اوسوقت سیر ہوئے،

[۱] بخاری کتاب الزکوٰۃ باب ہل یشتری صدقتہ،

بعد مین حضرت عمر رضؓ سے ملاقات ہوئی تو حضرت ابوہریرہؓ نے یہ واقعہ بیان کیا، اور کہا وہ آیت مجھے آپ سے زیادہ یاد تھی، لیکن جو زیادہ مستحق تھا (یعنے آنحضرت صلعم) اوس نے میری ضرورت پوری کی، حضرت عمر رضؓ نے جواب دیا[۱]،

واللہ لان اکون ادخلتک احب الیّ من ان یکون لی مثل حمر النعم، — خدا کی قسم اگر مین تمکو گھر لیجاتا، تو یہ مجھ کو سُرخ اونٹون سے زیادہ محبوب ہوتا،

بخل سے اجتناب اگرچہ خود نہایت زاہدانہ اور زخارف دنیوی سے بیگانہ زندگی بسر کرتے تھے، تاہم دوسرون کو توسیع کی اجازت تھی، ایک بار کسی نے پوچھا کہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ فرمایا[۲]،

اذا وسع اللہ فاوسعوا — جب خدا وسعت دے تو تمکو بھی وسعت اختیار کرنا چاہیے

اوسکے بعد بتلایا کہ لوگ ازار، رداء ازار، قمیص، ازار، قباء، سروال، رداء، سروال قمیص، سروال، قباء، تبان (رجانگیا) قباء، تبان، قمیص، تبان، رداء، پہنکر نماز پڑھین،

نظافت بالطبع نظافت پسند تھے، ایکبار آنحضرت صلعم سے استفسار کیا کہ

انہ تصیبہ الجنابۃ من اللیل، — رات کو مجھے غسل کی ضرورت ہوجاتی ہے تو اوسوقت کیا کرون

ارشاد ہوا وضوء کرکے سو رہا کرو[۳]،

ایکبار جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، مہاجرین اولین مین سے ایک بزرگ مسجد مین آئے حضرت عمر رضؓ نے پکار کر کہا یہ کون سا وقت ہے؟ اونھون نے اپنی مصروفیت بیان کی اور

[۱] بخاری کتاب الاطعمۃ باب قول اللہ تعالیٰ کلوا من طیبات ما رزقناکم، [۲] ایضاً کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی القمیص والسراویل الخ، [۳] ایضاً کتاب الغسل باب الجنب یتوضأ ثم ینام،

کہا کہ اذان سنکر وضو کیا اور سیدھا چلا آیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا، صرف وضو! حالانکہ آنحضرت صلعم غسل کا حکم دیتے تھے،

تواضع | نہایت باجبروت، اور پُر جلال ہونے کے باوجود متواضع اور خاکسار تھے، اور دونون چیزون کا حقیقی محل سمجھتے تھے، وہ حق کے معاملہ مین صاحب جلال، اور اپنی ذات کے لیے خاکسار ہوتے تھے، حاطب، عبداللہ بن ابی، ابن صیاد اور ذوالخویصرہ کے واقعات ایکبار پڑھکر اب تصویر کا دوسرا رخ دیکھو،

واقعۂ ایلا مین جب حضرت ام سلمہؓ کے پاس گئے، اور انکو سمجھایا، تو اونھون نے کہا، ابن خطاب! بڑے تعجب کی بات ہے کہ تم ہر چیز مین دخل دیتے دیتے اب رسول اللہ صلعم اور ازواج کے معاملات مین بھی دخل دینا چاہتے ہو، حضرت عمرؓ فرماتے ہین[1]

فاخذ تنی و اللہ اخذا کسرتنی عن بعض ما کنت اجد، فخرجت من عندھا — خدا کی قسم اونھون نے میری ایسی گرفت کی کہ میرا سارا غصہ تشریف لے گیا، اور مین اونکے گھر سے نکل آیا،

سقیفۂ بنی ساعدہ مین وہ تقریر کے لیے آمادہ تھے، لیکن جب حضرت ابوبکرؓ نے روکا تو رک گئے،

خیر، یہ تو معمولی واقعات تھے، وہ اہم واقعات جن مین فخر و غرور کی گردن ہمیشہ بلند ہوجایا کرتی ہے، اونمین بھی تواضع و خاکساری کا وصف حضرت عمرؓ کی گردن خم رکھتا تھا، قرآن مجید کی جمع و ترتیب کا مشورہ صرف حضرت عمرؓ کی پاکیزہ خیالی کا رہین منت تھا،

[1] بخاری کتاب التفسیر سورۃ التحریم باب قولہ قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم،

لیکن جانتے ہو اونھون نے یہ مشورہ کیونکر دیا؟ اونھون نے مجمع عام مین اسکا اظہار نہین کیا، بلکہ صرف حضرت ابوبکر رضہ سے درخواست کی، حضرت ابوبکر رضہ نے زید بن ثابت رضہ سے ذکر کیا، زید بن ثابت رضہ جسوقت حضرت ابوبکر رضہ کے پاس آئے، حضرت عمر رضہ بیٹھے ہوئے تھے، لیکن تمام گفتگو مین اونکی زبان کو حرکت نہوئی، زید خود کہتے ہین[1]،

وعمر عندہ جالس لا یتکلم، عمر اون (حضرت ابوبکر) کے پاس بیٹھے تھے لیکن خاموش تھے

صلہ رحمی صلۂ رحم انسان کی ایک مخصوص فضیلت ہے، اور متعدد احادیث مین اوسکی تاکید آئی ہے، حضرت عمر رضہ مین یہ فضیلت اسدرجہ تک موجود تھی کہ مسلمان تو مسلمان، وہ کافر اعزہ کے ساتھ بھی سلوک کرتے تھے، آنحضرت صلعم نے ایکبار اونکو ایک حلہ عنایت کیا، جسمین ریشم ملا ہوا تھا، چونکہ اوسکے پہننے کی ممانعت تھی، حضرت عمر رضہ نے اپنے ایک مشرک بھائی کے پاس مکہ بھجوا دیا[2]،

[1] بخاری کتاب التفسیر سورۃ براءۃ باب قولہ لقد جاءکم رسول من انفسکم الخ [2] ایضاً کتاب الجمعۃ باب ما یلبس احسن ما یجد،

مناقب شریفہ

بسیطِ عالم کے اقطاع واکناف مین جن عظیم الشان ہستیون نے راہِ سعادت کو واضح کیا، اونمین مصلحینِ عظام تھے، جنھون نے مطلعِ اخلاق سے فسق وفجور کی ظلمت دور کی، مقننینِ کرام تھے، جنکی دماغ سوزیون نے قیامِ امن مین حصہ لیا، شاہانِ گردن فراز تھے، جن کے آستانۂ اقبال پر جاہ وعظمت نے ناصیہ سائی کی، غازیانِ لشکر شکن تھے، جنکی شمشیرِ خارا شگاف نے میدانِ دغا مین خون کے بادل برسائے، زاہدانِ شب زندہ دار تھے، جنکے نالہائے نیم شبی اور دعاہائے سحری نے کنگرۂ افلاک مین تزلزل برپا کیا، لیکن حضرت عمر رض کا وجودِ قدسی ان تمام خصوصیتون کا جامع تھا، وہ غریقانِ معصیت کے سفینۂ نوح، ضریرانِ حیرت کے کحل البصر، حسنات کے بیت المعمور، کرامات کے سدرۃ المنتہیٰ، جلالت کے واسطۃ العقد، اقبال کے غرۂ سحر، فضائل کے مرکز، مکارم کے مدار، ایمان کے حصنِ حصین، خلافت کے حصارِ متین، برکتِ زمین، سعادتِ زمان، مہرِ ہدایت، ماہِ سیاست، بحرِ عبادت، جسمِ ارشاد، روانِ یقین، شعشعۂ انوار، اور سایۂ کردگار تھے، اون مین وراثتِ نبوی، حکمتِ محمدیؐ، نظرِ قدسی، اور تائیدِ ربانی کا جلوہ نظر آتا تھا،

جامعیت | حضرت عمر رض کی یہی جامعیتِ کبریٰ ہے، جہان وہ تمام صحابہ بلکہ باستثناء حضور

سرورِ کائنات صلعم تمام عالم سے ممتاز نظر آتے ہین، حضور سرورِ کائنات صلعم نے خود اون کی جامعیت کو بیان فرمایا ہے،

سب سے پہلے مذہبی حیثیت کو دیکھو، آنحضرت صلعم ارشاد فرماتے ہین[1]،

بینما انا نائم رأیت الناس یعرضون علیّ وعلیہم قمص، منہا ما یبلغ الثدی ومنہا ما دون ذالک، وعرض علیّ عمر بن الخطاب وعلیہ قمیص یجرہ، قالوا فما اولت ذالک یا رسول اللہ؟ قال الدین،	مین سو رہا تھا، مین نے دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کئے جارہے ہین، جو قمیصین پہنے ہوئے ہین، بعض کے قمیص سینہ تک ہین، بعض کے ان سے بھی کم، اور میرے سامنے عمر بن خطاب لائے گئے وہ اسقدر دراز قمیص پہنے ہوئے تھے جسکے دامن زمین تک لٹک رہے تھے صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ اسکی کیا تاویل ہے؟ فرمایا دین

اب علمی حیثیت کو سامنے لاؤ، آنحضرت صلعم فرماتے ہین[2]،

بینما انا نائم اتیت بقدح لبن فشربت حتی انی لاری الری یخرج فی اظفاری ثم اعطیت فضلی عمر ابن الخطاب، قالوا فما اولتہ یا رسول اللہ؟ قال العلم!	مین سو رہا تھا، ایک دودھ کا پیالہ مجھکو دیا گیا مینے پیا، یہان تک کہ سیرابی ناخنون سے نکل آئی! پھر مین نے اپنا بچا ہوا عمر بن خطاب کو دیا صحابہ نے کہا یا رسول اللہ اسکی کیا تاویل ہے؟ ارشاد ہوا علم،

اسکے بعد سیاسی حیثیت پر غور کرو، آنحضرت صلعم اپنا رؤیا بیان فرماتے ہین[3]،

---

[1] بخاری کتاب الایمان باب تفاضل اہل الایمان فی الاعمال، [2] ایضاً کتاب العلم باب فضل العلم
[3] ایضاً کتاب التعبیر باب نزع الماء من البیر حتی یروی الناس،

بینا انا علی بئر انزع منها، اذ جاءنی
ابوبکر وعمر، فاخذ ابوبکر الدلو
فنزع ذنوبا او ذنوبین، وفی نزعه
ضعف، فغفر الله له، ثم اخذها ابن الخطاب
من ید ابی بکر، فاستحالت فی یده
غربا، فلم ار عبقریا من الناس
یفری فریه، حتی ضرب الناس بعطن

مین ایک کنوئین پر پانی بھر رہا تھا، کہ ابوبکر و عمر
آئے، ابوبکر نے ڈول لیا، اور ایک یا دو ڈول
کھینچے، اونکے کھینچنے مین ضعف تھا، خدا اونکی
مغفرت کرے، پھر اوسکو ابن خطاب نے ابوبکر
کے ہاتھ سے لے لیا، اور وہ اونکے ہاتھ مین جاکر
چرس بن گیا تو مین نے کسی قوی سردار کو اونکی طرح
کام کرتے نہین دیکھا، یہانتک تمام لوگ سیراب ہو گئے

مہبط وحی والہام نے ان تینون حدیثون مین حضرت عمر رض کے مذہبی، علمی، اور سیاسی کمالات کی طرف اشارہ فرمایا ہے، اور اونکو ہر حیثیت سے تمام صحابہ پر علی الاطلاق فضیلت دی ہے،

عصمت

جامعیت کے ساتھ ساتھ حضرت عمر رض کو عصمت کا درجہ حاصل تھا، جو انبیاء اور ملائکہ کو حاصل ہوتا ہے، معصوم کی فطرت پیغمبر کی فطرت کے قریب قریب ہوتی ہے، حضرت عمر رض کی عصمت کو خود آنحضرت صلعم نے بیان فرمایا ہے[۱]،

ایه یا ابن الخطاب! والذی نفسی
بیده! ما لقیک الشیطان قط سالکا
فجا الا سلک فجا غیر فجک،

اے ابن خطاب! اوس ذات کی قسم جسکے ہاتھ مین میری جان ہے
تم کو جب شیطان کسی راستہ مین چلتا ہوا ملتا ہے تو تمھارا
راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے،

[۱] بخاری کتاب الادب باب التبسم والضحک

جس شخص سے شیطان اسقدر دور رہتا ہو، وہ معصوم نہین تو اور کیا ہے؟

شہادت فطرتِ انبیاء سے قریب ہونے کا یہ اثر تھا، کہ اونکو شہادت کا درجہ حاصل ہوا، عالم فانی مین جن لوگون پر خدانے اپنا انعام کیا ہے، قرآن مجید مین اونکے چار درجے بیان کئے گئے ہین، انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین، حضرت عمرؓ کو ان مین تیسرا درجہ حاصل تھا، یعنے وہ شہید تھے، اور یہ فضیلت خود آنحضرت صلعم نے بیان فرمائی ہے، آپ ایکبار کوہ احد پر چڑھے، تو حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بھی ہمرکاب تھے، جب احد پر لرزہ طاری ہوا تو آپ نے فرمایا[1]،

اثبت احد! فانما علیک نبی وصدیق وشہیدان،	اے احد قائم رہ! تجھپر ایک پیغمبر ایک صدیق اور دو شہید ہین،

یہ دو شہید حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ تھے،

اخبار عن الغیب انبیاء غیب کی خبرین دیتے ہین، چونکہ حضرت عمرؓ کی فطرت بھی انبیاء کے فطرت کے مشابہ تھی، اونکی زبان سے جو کچھ نکلتا بعینہ اوسی طرح ظہور مین آتا تھا، آنحضرت صلعم نے اونکے اس وصف یعنے ملہم اور محدث ہونے کی شہادت بھی دی ہے، چنانچہ فرمایا[2]،

انه قد کان فیما مضیٰ قبلکم من الامم محدثون وانه ان کان فی امتی ھذہ منھم فانه عمر بن الخطاب!	تم سے پہلی امتون (بنو اسرائیل) مین بہت سے لوگ غیب کی خبرین دیا کرتے تھے، اور اگر اس امت مین اوس قسم کا کوئی شخص ہے تو وہ عمر بن خطابؓ ہین

---

[1] بخاری کتاب المناقب مناقب ابی بکرؓ، [2] ایضاً کتاب الانبیاء باب حدیث الغار،

اب اس حدیث کا اثر دیکھو، حضرت ابن عمرؓ کہتے ہین[1]،

ما سمعت عمر لشئ قط یقول انی لاظنہ کذا الا کان کما یظن، — مین نے عمر کو کبھی کسی چیز کے متعلق یہ کہتے نہین سنا کہ میرا اسکے متعلق یہ گمان ہے مگر یہ کہ اوسکا گمان صحیح ہوتا تھا،

بعثت سے قبل حضرت عمرؓ نے خواب دیکھا تھا کہ ایک شخص لا الہ الا اللہ کہہ رہا ہے، اور وہ کامیاب ہوگا، کچھ ہی دن کے بعد آنحضرت صلعم کا ظہور ہوا، خود کہتے ہین،

فما نشبنا ان قیل ھذا نبی، — تھوڑے ہی دن کے بعد مشہور ہوا کہ یہ نبی ہین،

اذان کا طریقہ اونہی نے بتایا، اور آنحضرت صلعم نے اوسکو جاری کردیا، جو آج تک جاری ہے،

حجاب کی آیت اونہی کے خیال کے مطابق اوتری، وہ آنحضرت صلعم سے کہا کرتے تھے کہ اپنی ازواج کو پردہ کرائیے، کیونکہ اون سے نیک اور بد ہر قسم کے لوگ گفتگو کرنے آتے ہین،

مقام ابراہیم کو مصلے بنانے کا خیال بھی اونہی کو پیدا ہوا، آنحضرت صلعم سے ذکر کیا تو یہ آیت اوتری،

واتخذوا من مقام ابراھیم مصلیٰ — مقام ابراہیم کو تم لوگ مصلے بناؤ،

آنحضرت صلعم نے توسیع نفقہ کے مطالبہ پر بعض ازواج سے ناراضی ظاہر فرمائی تو حضرت عمرؓ نے کہا،

عسیٰ ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا — اگر اونھون نے تمکو طلاق دی تو اونکا رب تمسے بہتر

[1] بخاری باب بنیان الکعبۃ باب اسلام عمر بن الخطابؓ،

خیرا منکن مسلمات ،   بیویان اونکو دیگا جو مسلمان ہونگی الخ ،

چنانچہ انہی الفاظ کے ساتھ آیت نازل ہوئی ،

حضرت عمرؓ نے ان موافقات کو خود بیان فرمایا ہے ، کہتے ہین[۱]،

وافقت ربی فی ثلث ،   مین نے اپنے رب سے تین چیزون سے موافقت کی ،

عبداللہ بن ابی کے جنازہ پر آنحضرت صلعم نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو حضرت عمرؓ نے منع کیا ، لیکن آپ نے فرط کرم سے نماز پڑھائی ، کچھ دیر کے بعد یہ آیت اوتری[۲]،

ولا تصل علیٰ احد منھم مات ابدا   اون (منافقین) مین سے جو مر جائے تم اوسپر ہرگز

ولا تقم علیٰ قبرہ ،   نماز نہ پڑھو ، اور نہ اوسکی قبر پر کھڑے ہو ،

واقعہ ایلاء کی جسوقت اونکے ہمسایہ انصاری نے خبردی تو بے ساختہ اونکی زبان سے نکلا[۳]

قد کنت اظن ھذا یوشک ان یکون   مجھے پیشتر ہی سے گمان تھا کہ یہ عنقریب ہوکر رہیگا

قرطاس کے واقعہ مین اونھون نے کہا تھا کہ آنحضرت صلعم کو درد کی تکلیف ہے ، تمھارے پاس قرآن موجود ہے ، خدا کی کتاب ہمارے لیے کافی ہے ، چنانچہ اسی کے مطابق ظہور مین آیا ، جب لوگون نے زیادہ اختلاف کیا ، اور شور ہوا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا ، قوموا عنی ، (میرے پاس سے اوٹھ جاؤ)

بیعت سقیفہ مین سعد بن عبادہ رضؓ کے متعلق اونکی زبان سے نکلا تھا ، قتلہ اللہ ، (خدا اونکو قتل کرے) اور ایسا ہی واقع ہوا ، چنانچہ وہ شام مین مردہ پائے گئے ،

---

[۱] بخاری کتاب الصلوٰۃ باب ما جاء فی القبلۃ ، [۲] ایضاً کتاب الجنائز باب الکفن فی القمیص الذی یکف او لا یکف ، [۳] ایضاً کتاب النکاح باب موعظۃ الرجل ابنتہ ،

مکہ سے آخری حج کرکے واپس آئے اور جمعہ کے روز مدینہ مین خطبہ دیا، تو یہ الفاظ فرمائے

انی قائل لکم مقالۃ قد قدر لی ان اقولہا، لا ادری لعلہا بین یدی اجلی،

مین تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہون، جو شاید زمانہ موت کے قریب میرے منھ سے نکل رہی ہو،

اور اسکے چار پانچ روز کے بعد شہادت پائی،

قوتِ ایمان حضرت عمرؓ کی قوتِ ایمانیہ باستثنار حضرت ابوبکرؓ تمام صحابہ پر ترجیح رکھتی تھی، اونکو ایمان مین جو درجۂ کمال حاصل تھا، اوسکو خود آنحضرت صلعم نے بیان فرمایا ہے[1]،

بینما رجل راکب علی بقرۃ التفتت الیہ فقالت لم اخلق لہذا خلقت للحراثۃ قال آمنت بہ انا وابوبکر وعمر، واخذ الذئب شاۃ فتبعہا الراعی فقال لہ الذئب من لہا یوم السبع یوم لا راعی لہا غیری، قال آمنت بہ انا وابوبکر وعمر، قال ابوسلمۃ وماہما یومئذ فی القوم،

ایک شخص گائے پر سوار تھا، وہ اوس سے مخاطب ہوئی کہ مین اس کام کے لیے پیدا نہین کیگئی، مین کھیتی کے لیے پیدا ہوئی ہون، آنحضرتؐ نے فرمایا اسپر مین اور ابوبکر وعمر ایمان لاتے ہین، اور ایک بھیڑیے نے بکری کو پکڑا، چرواہا اوسکے پیچھے دوڑا بھیڑیے نے کہا یوم السبع مین اسکی کون حفاظت کریگا جب میرے سوا کوئی چرواہا نہوگا، آنحضرت صلعم نے فرمایا اسپر مین اور ابوبکر وعمر ایمان لاتے ہین، ابوسلمہ کہتے ہین یہ دونون بزرگ اسوقت مجمع مین موجود نہ تھے،

اسکا مقصد یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کے نزدیک غائب حاضر، ماضی حال، اور محال ممکن

[1] بخاری ابواب الحرث والمزارعۃ باب استعمال البقر للحراثۃ،

بن گیا ہے، اور ایمان کا یہ درجہ ان دونون بزرگون کے علاوہ کسی کو حاصل نہ تھا،

خشیت الٰہی | قوتِ ایمان جسقدر کامل ہوگی، اوسی قدر خوف وخشیت کا غلبہ ہوگا، حضرت عمرؓ مین خشیتِ الٰہی جسقدر موجود تھی، تمام صحابہ مین اوسکی نظیر نہین مل سکتی،

ایکبار حضرت ابوموسیٰ رضؓ سے پوچھا کہ کیا تمکو یہ پسند ہے کہ ہمارا اسلام، ہجرت، جہاد، اور تمام اعمال جو رسول اللہ صلعم کے ساتھ کئے، ہمارے لیے ثابت اور دائم ہون، اور جو اعمال آپ کے بعد کئے اون سے برابر سرابر چھوٹ جائین، ابوموسیٰ رضؓ نے کہا نہین، ہم نے رسول اللہ صلعم کے بعد جہاد کیا ہے، نماز پڑھی ہے، روزہ رکھا ہے، بہت سی نیکیان کی ہین، ہمارے ہاتھ پر بکثرت لوگ مسلمان ہوئے ہین، اسلیے ہکو بڑی بڑی توقعات ہین، حضرت عمر رضؓ نے جواب دیا،[1]

لکنی انا والذی نفس عمر بیدہ	لیکن مین، اوس ذات کی قسم جسکے ہاتھ مین عمر کی
لوددت ان ذالک بردلنا، وان	جان ہے یہ پسند کرتا ہون کہ وہ اعمال عہد نبوت
کل شئ عملنا بعد نجونا منہ کفافا	ہمارے لیے ثابت ہون، اور جو کچھ بعد مین کیا ہے
راسا براس،	اوس سے برابر سرابر چھوٹ جائین،

علالت کے زمانہ مین اور زیادہ پریشان تھے، مسور بن مخرمہ کہتے ہین،

لما طعن عمر جعل یالم،	عمر رضؓ جب زخمی ہوئے تو افسوس کرنے لگے،

ابن عباس رضؓ نے تسکین دی، تو فرمایا،[2]

---

[1] بخاری باب بنیان الکعبۃ باب ہجرۃ النبی صلعم واصحابہ الی المدینۃ، [2] ایضاً کتاب لمناقب مناقب عمر بن الخطابؓ

واللہ لو ان لی طلاع الارض ذھبا لافتدیت بہ من عذاب اللہ قبل ان اراہ،

خدا کی قسم کاش! میرے پاس سطح زمین کے برابر سونا موجود ہوتا تو مین اوسکو فدیہ مین دیدیتا قبل اسکے کہ عذاب الٰہی کو دیکھون،

اسی حالت مین ایک انصاری نوجوان آیا، اوسنے بشارت دی، اور قدیم اعمال کا حوالہ دیا، حضرت عمرؓ نے سب کچھ سنکر صرف اسقدر فرمایا[1]،

وددت ان ذالک کفافا لا علیّ ولا لی،

مجھکو یہ پسند ہے کہ برابر سرابر چھوٹ جاؤن، نہ نقصان ہو اور نہ نفع،

یہان پر یہ بات لحاظ کرنے کے قابل ہے کہ اسلام مین آنحضرت صلعم کے بعد حضرت عمرؓ نے سب سے زیادہ اعمالِ صالحہ کئے ہین، لیکن باوجود اسکے اونکو سب سے زیادہ محاسبہ کا خوف تھا، اور اس خوف کے وجہ سے کانپ رہے تھے،

سبقت الی الخیر حضرت عمرؓ ہمیشہ اعمالِ صالحہ کی طرف سبقت کرنا چاہتے تھے، غزوہ حدیبیہ مین جب ابن عمرؓ نے آکر خبر دی کہ رسول اللہ صلعم بیعت لے رہے ہین، تو جانتے ہو حضرت عمرؓ کس طرح گئے؟ ابن عمرؓ کہتے ہین[2]

فانطلقنا الیہ یھرول ھرولۃ

ہم چلے تو حضرت عمرؓ نہایت تیز چل رہے تھے،

ہرولہ اوس رفتار کو کہتے ہین جو معمولی چال سے زائد، اور دوڑنے سے کم ہوتی ہے،

حضرت ابوہریرہؓ نے جب شکایت کی کہ آپ نے میری بھوک کا خیال نہین کیا، اور آنحضرت صلعم نے مجھکو دودھ پلایا، تو چونکہ حضرت عمرؓ اونکی بھوک کو سمجھے نہ تھے فرمایا،

[1] بخاری کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علے عثمان رضؓ [2] ایضاً باب بنیان الکعبۃ باب ہجرۃ النبی صلعم واصحابہ الی المدینۃ،

واللہ لان اکون ادخلتک احب الیّ من ان یکون لی مثل حمر النعم،

خدا کی قسم اگر مین تمکو اپنے مکان لیجاتا تو یہ مجھکو سُرخ اونٹون سے بڑھکر محبوب ہوتا،

عمل بالقرآن

حضرت عمرؓ کے تمام اعمال کا محور قرآن مجید تھا، اور اونکی ایک ایک ادا اشارات قرآنی کے تابع ہوتی تھی، غزوۂ حدیبیہ مین اونھون نے آنحضرت صلعم سے بار بار سوال کیا، اور آپ نے سکوت اختیار فرمایا تو اونکو خوف پیدا ہوا کہ کہین اونکے متعلق آیت نازل نہو جائے خود فرماتے ہین،

خشیت ان ینزل فیّ قرآن،

مین ڈرا کہ کہین میرے متعلق قرآن نازل نہو جائے

قرآن مجید مین حکم ہے،

لن تنالوا البرحتی تنفقوا مما تحبون،

تم نیکی کو نہین پاسکتے جبتک محبوب چیزین خرچ نکرو،

حضرت عمرؓ بارگاہِ نبوت مین آئے، اور سب سے محبوب چیز پیش کی، اونھون نے کہا[1]

انی اصبت ارضا بخیبر لم اصب مالا قط انفس عندی منہ فما تامر بہ؟

مین نے خیبر مین ایسی زمین پائی ہے کہ اوس سے بہتر جائداد آج تک نہین ملی، آپ کیا فرماتے ہین؟

آپ نے وقف کا مشورہ دیا، اور اونھون نے اوس پر عمل پر کیا،

جب یہ آیت نازل ہوئی،

لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبیّ

اپنی آوازین پیغمبر کی آواز پر بلند نہ کرو،

تو حضرت عمرؓ کی یہ حالت ہو گئی کہ اسقدر آہستہ گفتگو کرتے تھے کہ آنحضرت صلعم کو دوبارہ پوچھنے

---

[1] بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الوقف

کی ضرورت واقع ہوتی تھی،

نہ صرف سکون و اطمینان کی حالت مین عمل بالقرآن کا ولولہ باقی رہتا تھا، بلکہ غیظ و غضب اور ہیجان و اضطراب کی صورت مین بھی قرآن کا سر رشتہ ہات سے نہین چھوڑتے تھے، ایکبار عینیہ بن حصن بن حذیفہ، اپنے برادرزادہ حر بن قیس کے پاس آکر مقیم ہوئے، حر بارگاہ خلافت مین مقرب تھے، عینیہ نے اونسے کہا، تم مقرب بارگاہ ہو، مجھ کو امیر سے ملاؤ، اجازت پاکر حضرت عمرؓ کی خدمت مین پہونچے، اور کہا ابن الخطاب! تم ہمکو خوب عطیہ نہین دیتے، اور فیصلہ مین انصاف نہین کرتے، راوی کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ اسقدر ناراض ہوئے کہ سزا دینا چاہی، لیکن حر نے کہا یا امیر المومنین! خدا نے فرمایا ہے،

خذ العفو وأمر بالعرف واعرض عن الجاھلین، عفو سے کام لو، معروف کا حکم دو، اور جاہلون سے اعراض کرو،

اور یہ بھی ایک جاہل ہے، راوی کہتا ہے، کہ جسوقت حر نے آیت پڑھی تو حضرت عمرؓ فوراً رُک گئے، کیونکہ[1]

کان وقافاً عند کتاب اللہ، خدا کی کتاب کے سامنے وہ اسی طرح رُک جاتے تھے

اتباع سُنت | قرآن مجید کے بعد دوسرا محور عمل سنتِ نبوی تھی، اور حضرت عمرؓ کے تمام اعمال اوسکے گرد گردش کرتے تھے، جائداد بنو نضیر کا جب حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ نے مطالبہ کیا تو حضرت عمرؓ نے اون بزرگون کے سامنے آنحضرت صلعم کا عمل پیش کیا، اور اوسی کے

[1] بخاری کتاب التفسیر سورۃ الاعراف باب قولہ خذ العفو الخ،

مطابق معاملات طے کیے،

حضرت عمرؓ کی ایک بیوی صبح اور عشاء کی نماز مسجد مین آکر جماعت کے ساتھ ادا کرتی تھین، لوگون نے کہا کہ جب آپ جانتی ہین کہ عمرؓ اسکو اچھا نہین سمجھتے، اور اونکو غیرت معلوم ہوتی ہے (تو پھر کیون آتی ہین)، اونھون نے جواب دیا تو پھر وہ روک کیون نہین دیتے؟ کہا اس بناء پر نہین روکتے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے[1]،

لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ، خدا کی بندیونکو خدا کی مسجدون سے نہ روکو،

یہ تو احکام تھے، معمولی جزئیات مین بھی اتباع نبوی کا خیال دل سے محو نہین ہوتا تھا، ایکبار مدینہ مین وبا پھیلی، حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے، ایک جنازہ سامنے سے گذرا، لوگون نے میت کی تعریف کی، حضرت عمرؓ نے فرمایا وجبت (واجب ہوگئی)، پھر دوسرا جنازہ نکلا، اوسکی بھی تعریف کی گئی، حضرت عمرؓ نے فرمایا وجبت، پھر تیسرا جنازہ گذرا، اوسکی لوگون نے مذمت کی، حضرت عمرؓ نے ارشاد کیا وجبت! ابوالاسود بولے امیرالمومنین! کیا چیز واجب ہوئی، فرمایا[2]،

قلت کما قال النبی صلعم، مین نے وہی کہا، جو آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا،

آنحضرت صلعم کے زمانہ مین اسی قسم کا واقعہ پیش آیا تھا، تو حضرت عمرؓ نے دریافت کیا تھا، آپ نے فرمایا کہ جسکی لوگون نے تعریف کی اوسکے لیے جنت، اور جسکی مذمت کی اوسکے لیے دوزخ واجب ہوگئی، تم لوگ زمین مین خدا کے گواہ ہو، حضرت عمرؓ نے اپنے

[1] بخاری کتاب الجمعۃ باب ہل علی من لا یشہد الجمعۃ غسل من النساء والصبیان، [2] ایضاً کتاب الجنائز باب ثناء الناس علی المیت،

زمانۂ خلافت مین اسی واقعہ کو تازہ کیا تھا،

عبادت

حضرت عمرؓ کو عبادتِ الٰہی سے خاص ذوق تھا، اور اونکو اسمین لطف آتا تھا، معمول تھا کہ نماز مین طویل سورتین پڑھتے، چنانچہ ایکبار پہلی رکعت مین سورۂ بقرہ کی اکیسویں آیتین، اور دوسری رکعت مین مثانی کی ایک سورۃ پڑھی، (مثانی وہ سورتین کہلاتی ہین جنمین سو آیتون سے کم ہون) ایکمرتبہ احنف اونکے ساتھ فجر کی نماز مین شریک ہوئے تو پہلی رکعت مین سورۂ کہف، اور دوسری مین سورۂ یوسف یا یونس پڑھی[1]،

نماز مین سخت خضوع کی حالت طاری ہوتی تھی، اور بعض مرتبہ چیخ کر روتے تھے، عبداللہ ابن شداد رضؓ بیان کرتے ہین، کہ مین آخری صف مین تھا، حضرت عمرؓ نے جب یہ آیت پڑھی،

انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ، مین خدا سے اپنے رنج وغم کی شکایت کرتا ہون،

تو اسقدر زور سے روئے کہ مین نے آواز سنی[2]،

نماز کے انتظار مین راتون کو بیٹھے رہتے تھے، ایکمرتبہ آنحضرت صلعم نے عشاء کی نماز مین اسقدر دیر کی کہ لوگون کو نیند آگئی، حضرت عمرؓ نے پکارا

الصلوٰۃ، نام النساء والصبیان، نماز، عورتین اور بچے سو گئے،

آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ تمہارے علاوہ دنیا مین اس نماز کا کوئی انتظار نہین کرتا[3]،

نماز کا اہتمام میدان جنگ مین بھی رہتا تھا، اور اگر کبھی نماز مین دیر ہو جاتی تو اونکو سخت تکلیف ہوتی تھی، غزوۂ خندق مین تمام صحابہ اور خود آنحضرت صلعم کی نماز قضا ہوئی تھی،

---

[1] بخاری کتاب الاذان باب الجمع بین السورتین فی رکعۃ، [2] ایضاً کتاب الاذان باب اذا بکی الامام فی الصلوٰۃ، [3] ایضاً کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب النوم قبل العشاء لمن غلب،

لیکن حضرت عمرؓ کو غروب آفتاب سے قبل نماز پڑھنے کا موقع ملگیا تھا، اور وہ ادا کر چکے تھے، تاہم جب مغرب کے وقت آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئے تو کفار قریش کو بُرا کہہ رہے تھے، کہ اونکی وجہ سے نماز مین تاخیر ہوئی[1]

بعض روایتون مین اونکا یہ قول نقل کیا ہے[2]

انی لاجهز جیشی وانا فی الصلوٰۃ، مین نماز مین فوج کا سامان کرتا رہتا ہون،

یہ روایت اس لحاظ سے قابلِ انکار نہین کہ نماز مین ہر شخص کے دل مین مختلف قسم کے خیالات آتے ہین، حضرت عمرؓ چونکہ امام اور خلیفہ تھے، اونکے دل مین مذہبی خیالات (یعنے سامان جہاد وغیرہ) ہجوم کرتے ہونگے، لیکن جب کہ اوپر اس قسم کے مختلف واقعات گذر چکے ہین کہ آیاتِ قرآنی کے مضامین کے مطابق اونکی حالت بدلتی رہتی تھی، تو ان خیالات کے پیدا ہونے کا کہان امکان باقی رہتا ہے؟ اسکے علاوہ امام بخاری نے یہ حدیث بلاسند، ترجمۃ الباب مین نقل کی ہے، اور ترجمۃ الباب کی حدیثون کا وہ رتبہ نہین جو متن کی حدیثون کا ہے،

محارم سے اجتناب حضرت عمرؓ نے محارمِ الٰہی سے اجتناب کا ایک اصول بیان کیا ہے، جس سے اونکی زندگی پر روشنی پڑتی ہے، فرماتے ہین[3]

وجدنا خیر عیشنا بالصبر ہم نے اپنی بہترین زندگی صبر مین پائی ہے،

یعنے محارم سے نفس کو روکنا بہترین زندگی ہے،

جاہلیت مین لوگ باپ کی قسم کھایا کرتے تھے، جس سے حضرت عمرؓ بھی مستثنیٰ نہ تھے،

[1] بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب من صلی بالناس جماعۃ بعد ذہاب الوقت، [2] ایضاً کتاب التہجد باب تفکر الرجل الشیٔ فی الصلوٰۃ، [3] ایضاً کتاب الرقاق باب الصبر عن محارم اللہ،

ایک مرتبہ وہ کسی جماعت کے ساتھ جا رہے تھے، باپ کی قسم کھائی، آنحضرت صلعم نے فرمایا، خدا تم لوگون کو باپ کی قسم کھانے سے منع کرتا ہے، جو شخص قسم کھانا چاہتا ہو، خدا کی قسم کھائے یا خاموش رہے، اس تعلیم کا حضرت عمر رضہ پر جو اثر ہوا، اوسکو خود ادنہی کی زبان سے سنوا کہتے ہین[1]

فو اللہ ما حلفت بھا منذ سمعت رسول اللہ صلعم ذاکرا ولا آثرا،	خدا کی قسم مین نے جب سے آنحضرت صلعم سے سُنا پھر وہ قسم نہین کھائی نہ خود اور نہ دوسرونکی نقل کر کے،

بارگاہ نبوی مین تقرب | تقرب کے لحاظ سے حضرت عمر رضہ، حضرت ابوبکر رضہ کے دوش بہ دوش تھے، اور آنحضرت صلعم اونکا ہر موقع پر نام لیا کرتے تھے، چنانچہ حضرت علی رضہ خطبہ مین فرماتے ہین[2]

انی کنت کثیرا اسمع النبی صلعم یقول ذھبت انا وابوبکر وعمر، ودخلت انا وابوبکر وعمر، وخرجت انا وابوبکر وعمر،	مین اکثر آنحضرت صلعم سے سُنا کرتا تھا آپ فرماتے تھے مین گیا اور ابوبکر وعمر گئے، مین داخل ہوا اور ابوبکر وعمر داخل ہوئے، مین نکلا اور ابوبکر وعمر نکلے،

ایکمرتبہ لوگون نے دیکھا تو آنحضرت صلعم، حضرت عمر رضہ کا ہاتھ اپنے دستِ مبارک مین لیے ہوئے گفتگو فرما رہے تھے، یہ شرف کبھی کسی صحابی کو حاصل نہین ہوا،

حضرت عمر رضہ عام طور پر ہر چیز مین دخیل تھے، جس سے آنحضرت صلعم کی خانگی زندگی بھی مستثنیٰ نہ تھی، چنانچہ واقعۂ ایلا مین جب وہ حضرت ام سلمہ رضہ کے پاس گئے تو اونھون نے

[1] بخاری کتاب الایمان والنذور باب لاتحلفوا بآبائکم، [2] ایضاً کتاب المناقب باب مناقب عمر رضہ،

اس رسوخ کو شکایت آمیز لہجہ مین ظاہر کیا، اونھون نے کہا، [۱]

عجباً لک یا ابن الخطاب! دخلت فی کل شئ حتی تبتغی ان تدخل بین رسول اللہ صلعم و ازواجہ،	ابن خطاب! بڑے تعجب کی بات ہے، تم ہر چیز مین دخل دیتے دیتے اب رسول اللہ صلعم اور اونکی ازواج کے معاملات مین بھی دخل دینا چاہتے ہو

دوسری روایت مین یہ الفاظ آئے ہین، لیکن اوسمین حضرت ام سلمہ رض کا نام نہین، [۲]

یا عمر اما فی رسول اللہ صلعم مایعظ نساؤہ حتی تعظھن انت،	اے عمر! کیا رسول اللہ صلعم اپنی بیویونکو نصیحت نہین کرسکتے جو تم نصیحت کرنے آئے ہو؟

جنت کی بشارت حضرت عمر رض کے اعمال عظیمہ کا آخری ثمرہ دنیا و عقبیٰ کی فلاح تھی، دنیاوی فوز و فلاح کے مختلف مناظر اوپر گذر چکے ہین، اب فلاح اخروی کے درخشان مناظر بھی دیکھو، قرآن مجید اور احادیث مین صحابہ کو جو بشارتین دی گئی ہین، حضرت عمر رض کو اونکے علاوہ خاص طور سے قرآن مجید مین جنت کی بشارت سنائی گئی،

ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی، لھم مغفرۃ و اجر عظیم	جو لوگ رسول اللہ کے سامنے اپنی آوازین پست رکھتے ہین اونہی کے قلوب کو خدا نے تقوی کے لیے آزما لیا ہے، اونکے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے،

یہ آیت خاص حضرت عمر رض کے متعلق نازل ہوئی ہے،

آنحضرت صلعم نے بھی اونکو مخصوص طور پر جنت کی بشارت دی، اور یہ شرف

[۱] بخاری کتاب التفسیر سورۃ التحریم، باب قولہ قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم، [۲] ایضاً سورۃ البقرۃ باب قولہ وقالو اتخذ اللہ ولدا سبحانہ،

بہت کم صحابہ کو حاصل ہوا ہے، آپ بئر اریس پر تھے، حضرت عمرؓ نے اذن مانگا، تو ابو موسیٰؓ سے ارشاد ہوا[1]

افتح له وبشره بالجنة ؛	ان کے لیے دروازہ کھولدو اور جنت کی بشارت سنادو

ایکبار آپ نے اپنا خواب بیان کیا[2]

بينا انا نائم رأيتني في الجنة فاذا	میں سو رہا تھا، میں نے اپنے کو جنت میں دیکھا، دیکھا
امرءة تتوضأ الى جانب قصر،	ایک عورت ایک قصر کے پاس وضو کر رہی تھی،
فقلت لمن هذا القصر؟ قالوا لعمر!	میں نے پوچھا کس کا قصر ہے؟ لوگوں نے کہا عمر کا!

تم المجلد الاول من سير الصحابة
عليهم سحائب رضوان صبابة
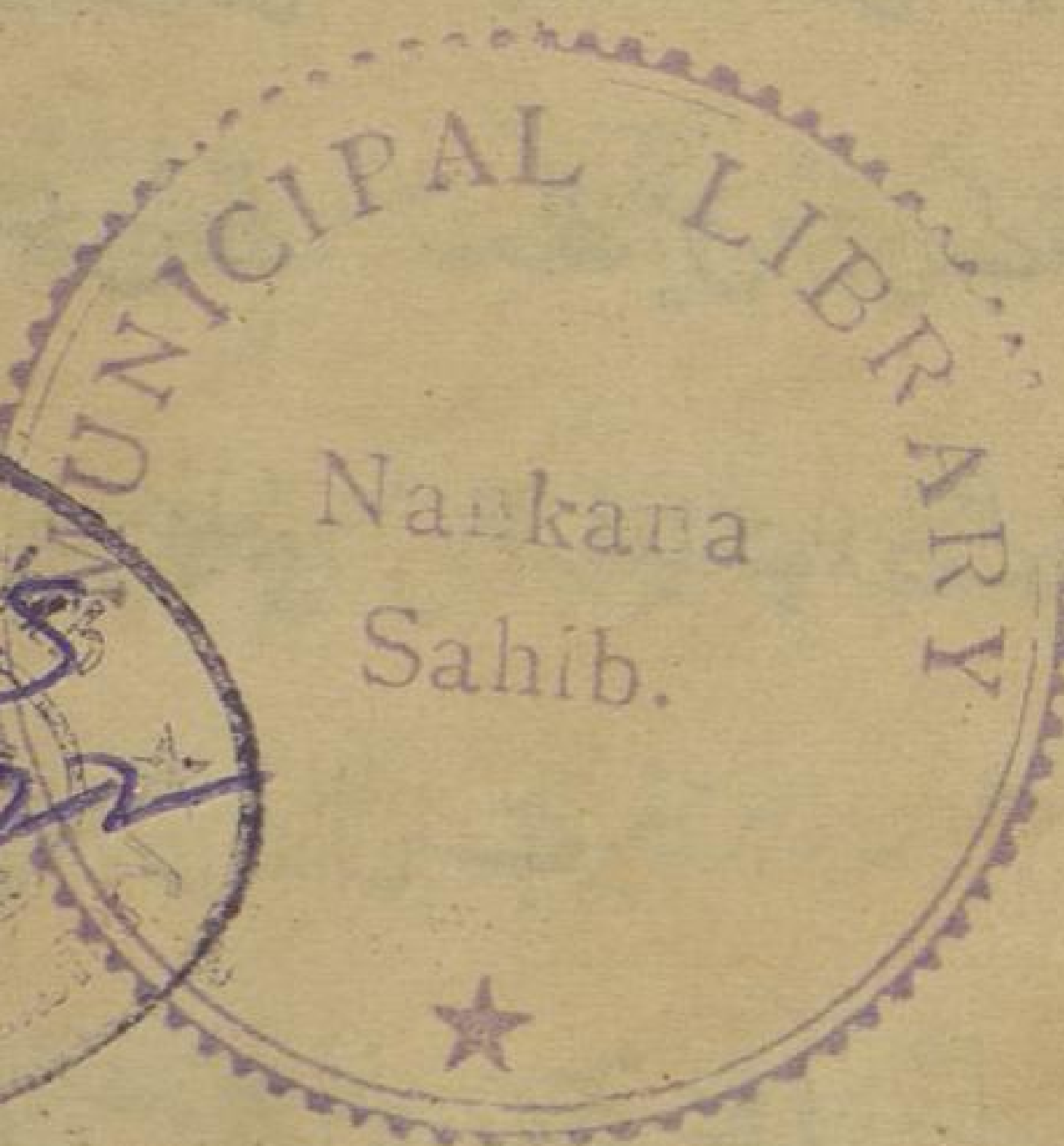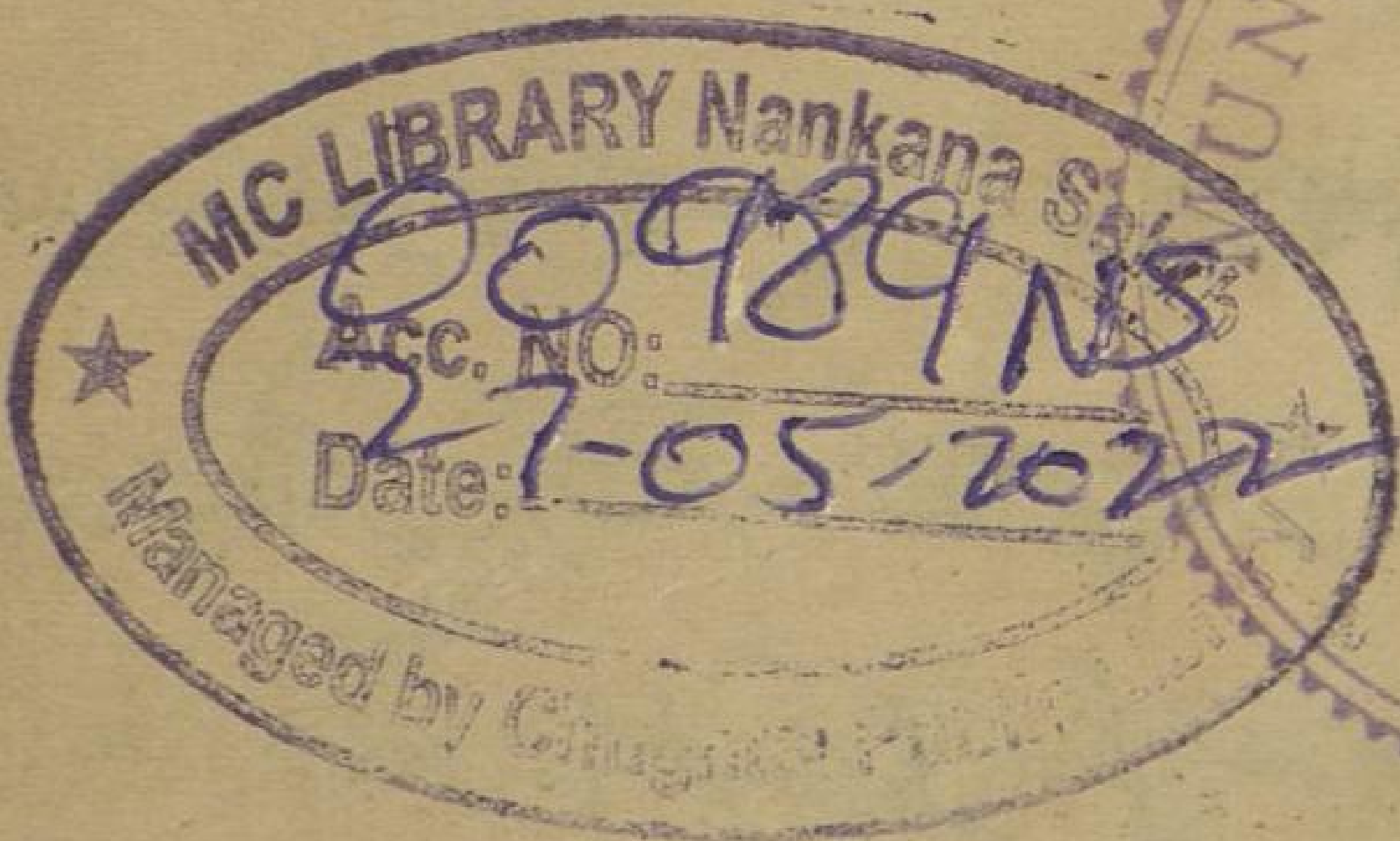
[1] بخاری کتاب الادب باب من نکت العود بین الماء والطین، [2] ایضاً کتاب بدء الخلق باب ما جاء في صفة الجنة،